غرور

عاشق	باغ جہاں میں گل خوش رنگ ہیں ہزار	رنگیں تر ایک توڑنے کو ایک کا گھمنڈ	سعید
	اے گل پسِ بہار خزاں ہے لگی ہوئی	پھولا ہے کس ہوا پہ یہ اڑ جائے گا گھمنڈ	״
	کبر و نخوت وہ بلا ہے جس کے دستِ ظلم سے	مبتلا قہرِ خدا میں عمر بھر ضحاک تھا	״
=	پشہ نے نوچا قہر سے نمرود کا دماغ	چڑیوں کا سنگریزا ہوا جسم فیل کا	سید
	ہے سید کی ہر دم یہی آرزو	خودی سے بچانا خدایا مجھے	״
	جہل اور عجب و تکبر تو نہیں ہیں بھلے	بن نہ حیوان ذرا خصلت انسان میں آ	شاداں
=	اے دیوانے نہ تکبر کر خدا کے واسطے	خیمہ گر پہنچے فلک تک آسماں ہوتا نہیں	״
	بد تکبر سے نہیں خلقتِ انسان میں کچھ	شکر اللہ کہ نہیں نام کو پندار مجھے	״
	بولا ہے جس نے بول بڑا سرنگوں ہوا	حق کو نہیں پسند رعونت کی گفتگو	شفق
	جو بدزباں ہو بشر اس سے کیا کلام کریں	جو پُر غرور ہو سر اس کو کیا سلام کریں	
=	تم کو نیاز چاہیے ہر شخص سے شفق	زیبا ہے گر کرے کوئی اہلِ ہنر گھمنڈ	
	سرکش زمیں پہ رکھتے نہیں پاؤں کبر سے	مرنے کے بعد ہوگی غبار زمیں جبیں	شیدا
	سرکش کو باغ دہر میں نیکی کا پھل کہاں	دیکھو کہ سرو میں کبھی ہوتا ثمر نہیں	شیفتہ
=	کرنا توہین کسی شخص کی از راہ غرور	ہے معیوب نہایت شرفا کے نزدیک	شایق
	جب کوئی دانا ہوا مغرور یہاں	آسیائے چرخ میں پیسا گیا	״
	یاد رکھ لا تمش مرحاً کے بھی تو مضمون کو	پاؤں رکھا کر ذرا او اہلِ نخوت دیکھ کر	״
=	خودی کو کبر کو جس نے کہ چھوڑا	خبر رکھتا ہے وہ راہ فنا کی	״
	دنیا کے اختتام پہ جس کو غرور ہے	کچھ شک نہیں کہ عقل میں اسکی فتور ہے	״
	نہ کر فخر نسب کل آدمی یکساں ہیں خلقت میں	دکھا کچھ جوہر ذاتی کہ اس میں ہو شرف تیرا	صادر
=	تکمیل ہو نہ بحر جہاں میں غرور سے	اک سر ملا تمام جہد میں حباب کو	صابر
	ڈبوئے عاقبت بد طینتوں کو لاف یکتائی	ہوا فرعون کی داڑھی پہ قبضہ دستِ موسیٰ کو	״
	بلبل بہار گل پہ نہ مغرور ہو کے پھول	آخر خزاں ہی ہوینگے فنا سب چمن کے پھول	ضیا
=	نہیں دیتی کسی کا ساتھ دنیا عمر بھر ہرگز	نہ ہو مغرور اے منعم حصول گنج دولت پر	ضمیر
	مانند عزازیل وہ شیطان بنا	جو اپنے کیے پر کبھی مغرور ہوا	طالب
عیش	حبابوں سے زبان موج کہدے بحر ہستی میں	ہوا میں جو ابھرتا ہے سر مغرور ہوتا ہے	طاہر
	جلاوے سوز نخوت اس کو مثل شمع اے طاہر	جہاں میں جو ہو سرکش گردن مغرور کی صورت	״
	سرو ساماں پہ ہے کیا کبر غافل اک دن	جسم سے ہے سر جدا اس کے ہے تلوار جدا	ظفر
=	اتنا نہ اپنے جامہ سے باہر نکل کے چل	دنیا ہے چل چلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل	״
	تھے دعوئے خدائی جنہیں انکے اے ظہیر	پامال ہڈیاں ہیں سر پر غرور کی	ظہیر
	دل میں کبھی نہ کبر نہ سر میں غرور تھا	افتادگی کی راہ سے میں بے قصور تھا	عاشق
	غو رہا کسی کا نہ دنیا میں اے پری	کیا بیکسی ہے آج سلیماں کی گور پر	״
	ہو نہ مغرور ماہ کو دیکھو	حد سے بڑھ کر زوال آتا ہے	״
	اس قدر رکھتا ہے نخوت سے تنفر روزگار	جو چلا تن کر یہاں پستی اُسے دکھلائی ہے	״

اک دن بہار چمن کو ہوئی گل سے اس غرور
ناحق سے تم کو پھول سے رضا پہ گھمنڈ
اجھاڑا دیا سموم بلا سے ہستی نے آ کے ہی
سر سبز کب نہال ہوا ہے غرور کا
نزدہ ارم رہے نہ وہ شوکت نہ وہ شہی
شداد کو ملا یہ نتیجہ غرور کا
ہیں جو مغروروں کو غیر سروں سے
ان سے سلام ہوتی ہے
آرزو نے گزرا ہوا وہ فنا کر
جو خاکساری سے مٹایا ہے غرور آیا
فلک نے ملا اس کو انا نیت
ہوتی عبرت ہوا خوب ہوا
ق سے شیطان جو مقبول پسندیدہ خدا
ہے عجز و خاکساری باعث زوال کا
انسان کا غرور ہے جو نخوت آگہی
مدتوں کی تھی عبادت دیکھ تو شیطان ہوا
راندۂ درگاہ ورا دیکھ کر دوسے شاہ کشور
وہ جا ہے پل میں گدا کر دے تاجداری کا
گھمنڈ ہے ہم سر نہ عیش
نزدور کا نہ جوانی نہ زر نہ علم کا گھمنڈ
غرض کبھی نہیں اچھا کسی طرح کا گھمنڈ

غرور و تکبر

غرور ریا عیش اچھے نہیں ہیں — برا کبر کو کبریا جانتا ہے — عیش

خود پسندی شیوۂ شیطان ہے — کذب گوئی غارت ایمان ہے — عاجز

جاتے ہیں خالی ہاتھ جہاں سے گدا و شاہ — انسان کو گھمنڈ نہ دولت پہ چاہیے — عالم

جائے عبرت ہے تکبر نہ کریں دولت پر — جو غنی ہوتے ہیں اک دن وہ گدا ہوتے ہیں — ″

ان کا آخر کو تکبر نے مٹایا نام تک — فی الحقیقۃ اس جہاں میں جن کو زیبا تھا دماغ — ″

ایک پر ایک کو خالق نے فضیلت دی ہے — ہیچ وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ یکتا ہوں میں — ″

موج اس قلزم امکاں میں ہے سرکوب حباب — کیوں نہ زیر و بم سیلیٔ سر مغرور رہے — عزیز

ساغر کے آگے مٹ گئی مینائے مے کی سرکشی — سچ ہے نہیں نبھتی کبھی نخوت کسی مغرور کی — ″

وہ کون ہے جس کو نہیں یاں غرۂ بے جا — خالی نہیں پاتا ہوں میں پندار سے کوئی — غافل

وائے نادانی کہ ہیں انجام سے کیا بے خبر — دو ہی دن کی زندگی پر ہو گئے مغرور ہم — فیض

بیجا ہے زعم دولت دنیا پہ اے حسیں — ہے معرض فنا میں ترا جاہ اور حشم — فدا

جس کو کہ فدا دولت دنیا کا ہے غرور — تحقیق اس کی شان اہانت خراب ہے — ″

ہرگز خودی کسی کی خدا کو نہیں پسند — کوئی نہ منہ سے بات نکالو غرور کی — ″

جوہر ذاتی پہ گر ہو فخر تو زیبا بھی ہے — باپ دادا کی فضیلت پر حماقت ہے گھمنڈ — فرخ

اے دل مغرور سوچ انجام کو — ٹھوکریں کھاتا سر فغفور ہے — فوق

مہ کامل کو ذرا غور سے دیکھے انساں — جو کہ بڑھ جاتے ہیں حد سے وہی گھٹ جاتے ہیں — فروغ

تیری رحمت سے وہی دور نظر آتے ہیں — اپنی طاقت پہ جو مغرور نظر آتے ہیں — ″

نہ کر غرور تو منعم کہ ایک گردش میں — فقیر کا سا پیالہ ہے تاج شاہی کا — قائم

کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جا پر ظہور — اپنی اپنی حد میں جو شہ تھا اک نمرود تھا — قدرت

گھٹ کر ہلال ہو مہ کامل غرور سے — کامل وہ ہے جو سر نہ اٹھائے کمال پر — قدر

یہ ماؤمنی چھوڑ یہ سودا نہیں اچھا — کیوں ہوتا ہے تو مورد الزام خدا کا — ″

فرعون اور تجھ سے ہو دعوائے ہمسری — شاید بگڑ گیا ہے کہیں پانسیل کا — ″

شاعری پر یہ گھمنڈ اے قدر توبہ کیجیے — اب بھی دنیا میں پڑے ہیں لاکھوں بہتر آپ سے — ″

محیط عالم فانی میں خائدہ منعم — سر غرور رہا گر حباب دار بلند — قلق

قدرت خدا کی دیکھئے انسان اور غرور — اک مشت خاک کا ہو دماغ آسماں پر — ″

سر غرور اٹھاؤ نہ سرکشو اتنا — ملے گا خاک میں سب بانکپن زمیں کے تلے — ″

اے منعمو غرور سخاوت نہ چاہیے — دو ہاتھ ہیں تمہارے خدا کے ہزار ہاتھ — قبول

بیجا غرور اس کے نقش قدم میں کیا ہے — دم بھر میں کیا ہوا تھا دم بھر میں جانے کیا تھا — کمال

دنیا کے مال و جاہ پہ غافل نہ کر دماغ — کیوں چڑھ کے اسپ و فیل پہ بنتا ہے خر دماغ — کیف

ٹھوکریں کھائیگا اک دن سرکشی اتنی نہ کر — او سر بے مغز کیوں پھولا ہے اس دستار پر — گوریا

قاروں کا رہ گیا دم مردن یہیں گھمنڈ — کچھ مال کام آیا نہ زیر زمیں گھمنڈ — میکش

بشر ہے وہی جس میں نخوت نہیں ہے — وہی دل ہے جس میں کدورت نہیں ہے

ساتھ ہے بحر جہاں میں چار دن مثل حباب — تن کو ہے کس روح کی پھر آشنائی پر گھمنڈ

غرور

جنہیں زندگی پہ غرور ہے انہیں عقل ہے نہ شعور ہے — سفر اس سرا سے ضرور ہے کہ قیام عمر رواں نہیں — میکش

تکبر علم کا ابلیس کو تھا ہو گیا ملعون — امانت اپنی خوبی سے خدا نے کی ہے جاہل کو — ″

جو یہ غرور بشر کو تو دیو ناری ہے — وگرنہ خاک کا پتلا ظہور باری ہے — نیر

منہ جو دے خدا تو بھلے آدمی کو دے — بھولے سے جو گا وہ دیکھا پھر اپنے وہ بیل ہے — ″

اس دور کے شباب پہ اکڑے ہے اس قدر — سب سے جھکی ہوئی جو ہے تو ہمہ وہ ہے — ″

دنیا کی سلطنت نہیں کچھ مال فاسد — اتنی سی کائنات پہ اتنا غرور کیا — ″

بھولا ہوا ہے کس لئے بے پر آدمی — اک مشت خاک کو ہے الٰہی غرور کیا — مصحفی

دانش پہ گھمنڈ اپنی جو کرتا ہے ارے غافل — واللہ کہ وہ شخص ہے مجنوں ارے غافل — ″

نہ ہو مغرور اتنا زندگی پہ سوچ اے غافل — قضا کا وقت لکھا ہی نہیں کہتا ہے آئے ہیں — ″

مرنے ہیں جب قدر کہ فقیروں سے یہ غرور — ان منعموں کی حشمت و جاہ اس قدر نہیں

سرکار بیت ...

غرور

سر میں بھرا ہوا ہے ترے بادۂ غرور
موج شراب ناز ہے چین جبیں نہیں
دل میں سمجھے ہوئے ہیں اپنے کو ہم بھی کچھ ہیں
خواب وہ دیکھا ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں
جو بڑا بول ایک دن بولے تھے پیش آیا وہی
گنبد گردوں سے ٹکرا کر صدا الٹی پھری
سراسر کام ہیں دنیا کے گنبد سے
غرور و کبر میں اپنا نہ تن دے
تکبر میں نہ کر عمر اپنی برباد
بچا نہ اپنے ہاتھوں واد بیداد
مغرور نہ ہو شوکت و حشمت پہ وزیرو
اس دولت و اقبال پہ نہ بھولو امیرو
کھینچتا ہے دور آپ کو کیوں ماہ و آفتاب
ہوتا ہے سچ غرور بہت سیم و زر کے وقت
طاقت نے غرور جاہ اہل فقر کے آگے
یہ تاج و تخت نے رد کردہ ابراہیم ادھم کا
ہوا جو خود نما اس باغ میں جلدی فنا ہوگا
قیام رنگ گل تا ہستی ہو جو نہیں سکتا
کم بضاعت بنتے ہیں کرتے ہیں وہ جوش و خروش
تو نہ ہوتا ہے کسی دریا میں کب سیلاب کا
کمال انا ناسخ

کس بات پر ترا ہے دماغ آسماں پر
سنبھل کے گور غریباں پہ رکھ قدم مغرور
جسم خاکی کے تگ و تاز پہ مغرور نہ ہو
مان کہنے کو مرے ترک رعونت کر کہ یاں
کاسے سر غرور کے کھاتے ہیں ٹھوکریں
نہیں نشۂ جاہ میں مست منعم
مغرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر
اس عروج چند روزہ پہ عبث ہے یہ غرور
دماغ بھر گیا آخر ترا نہ اے نمرود
بس ایک دم کے ہیں آشنا ابھر کے نہ چل
پامال ٹھوکروں سے ہے وہ کاسہ ہائے سر
انسان ہو تو کام نہ شیطان کا کرے
کیا بڑے محلوں پہ کرتا ہے غرور اے بے خبر
وہ شخص فرشتہ ہے نہ کہیئے اُسے انساں
آنکھ پر پردۂ پندار پڑا رہتا ہے
جسم خاکی میں کب بجا ہے پندار
چھوڑ اے مہر خودی اور یہ سب خود بینی
منہ سے نکلے نہ کبھی حرف تعلّی ہرگز
سر اٹھایا جس نے مینا کی طرح اِس دہر میں
نہ کر جسم گِلی پر ناز ناداں
سرکشی سے فرو نہیں آتا
جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
تو جہاں کے بحر عمیق میں سر پر ہوا نہ بلند کر
مر گئے پر خاک ہے سب کبر و ناز
کیا کوئی زیر فلک اونچا کرے فرق غرور
فرو آتا نہیں سر ناز سے اب کے امیروں کا
غفلت سے ہے غرور تجھے ورنہ ہے بھی کچھ
تھوڑی ہی دور کھینچتا ہے کیا آدم آپ کو
بہ پیش حضرت آدم اگر اک سجدہ کر لیتا
شیطان بن گیا ہے فرشتہ غرور سے
کمال زہد و تقوی پر نہ پھولے آدمی ہرگز
بحر ہستی میں حبابوں لے ابھر کے چلنے پر
رکھتے ہیں کہیں پاؤں تو پڑتا کہیں ہے یہ

منزل گہ فقیر و توانگر زمیں میں ہے
کہ ہر قدم پہ ہے اک سر یہاں زمیں کے تلے
بیٹھ جاتا ہے جو رستہ میں یہی مرکب ہے
گوئے بازی بشیر دیکھا ہے سر مغرور کا
سر کو جھکائیے نہ یہاں سر اٹھائیے
کہاں جم کہاں جام جم دیکھتے ہیں
کیا کبر و غنا سے تری طینت کا ہے خمیر
جب گرا پھر صاحب جاہ و حشم اٹھتا نہیں
چلا نہ نشہ ہے کچھ بس تری خدائی کا
کسی سے آنکھ یہاں پر نہ اے حباب ملا
دیکھا تھا ہم نے جن میں سراسر بھرا غرور
اک مشت خاک سے تو نہ ہو یا خدا غرور
منہدم اک دن رواق آسماں ہو جائیگا
دل میں نہ اٹھے جس کے خیال من و مائی
ہائے کس طرح مجھے چشم بصیرت ہوگی
یہ تیری انانیت کرے گی تجھے خوار
رحمت حق کا نہ دل سے اگر ہے خواہاں
حال دیکھے جو کبھی غور سے انساں اپنا
سامنے آنکھوں کے اک دن اس کا نیچا سر ہوا
یہ مشتِ خاک سے اک دن ہوا ہے
حیف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
کہ یہ پنجروزہ جو بود ہے کسی موج پہ کا حباب ہے
نہ جھکے سر گو کسی مغرور کا
ایک پتھر حادثہ کا آلگا سر چر گیا
اگرچہ آسماں تک شور جائے ہم فقیروں کا
یاں وہ سماں ہے جیسے کہ دیکھے ہے کوئی خواب
اس مشتِ خاک کا ہے دماغ آسماں پر
تو ابلیس لعین شیطان پھر مشہور کیوں ہوتا
کیا فائدہ ہوا جو پڑھی جا بجا نماز
کہ انساں کو بُرا کر دیتا ہے یہ بانکپن اپنا
ہر قدم کھاتے ہیں موجوں کے تھپیڑے کیا کیا
سنبھلو زمین ہے فلک ہفتمیں نہیں

کمال انسان نے پیدا کیا جو گاؤزوری سے آخر غذائے مور ہے ہر جثۂ قوی	تفاخر کیا زمیں اک گاؤ نے سر پہ اٹھائی ہے اظہار زور کرتے ہیں بیل دماں عبث	ناسخ
کاسۂ چینی پہ اے منعم نہ کر اتنا غرور غرور اوج دو روزہ عبث ہے تجھ کو اے اسفل	ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سر فغفور کو ہیں مثل ماہ گردوں ہوں تو مثل ماہ مقنع ہے	”
چونہ بنتیں گی خاک میں منعم کی ہڈیاں مرد خدا سے منعو اچھا نہیں غرور	بیجا غرور کرتے ہیں دہر خراب میں فرعون کو ڈبو دیا موسیٰ نے آب میں	”
قاقم و سنجاب پر اہل دول کو کیوں ہے ناز ٹھوکریں کھائے گا اک دن سرکشی اتنی نہ کر	اک کفن مرنے پہ ملتا ہے گدا و شاہ کو او سرے مغز کیوں بھولا ہے اس رفتار پر	ناسخ
بھری ہے باد نخوت جس کے سر میں نہیں دم کا بھروسہ غمکدہ میں بحر ہستی کے	حباب آسا ہے وہ دم بھر ابھرتا فقط اک جام مے پر کیا حباب آسا اُبھرتا ہے	”
یہ اہل کبر ہیئے یادگار تک نہ رہا اہل نخوت کی رکھے دور فلک کب نخوت	مکان گیسے کسی کا مزار تک نہ رہا شیشۂ بادہ سمجھ ہوتا ہے انجام تہی	وقار
اے شمع بزم دہر میں اتنا نہ سر اٹھا	گلگیر دیکھ لے کہ ہے رکھا لگن کے پاس	”
		واسطی
		ہمدم
		ہوش

غربت

غربت میں کس طرح نہ پریشاں ہو غریب شگفتگی کے ہوں ساماں ہزار غربت میں	اک عمر ہو گئی نہیں آیا ہے گھر سے خط پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت میں	امیر
امید و بیم و غم بیکسی و درد فراق تہیدستوں کو کیا خوف بلائے آسمانی ہے	یہی رفیق ہیں دو تین چار غربت میں کف افسوس مل کر رہ گئی برق اپنے خرمن پر	”
ہیں غریب اور غریبوں کا خدا والی ہے خنجر کھچا جو میان سے چمکا میان صف	ہونے دو سارے زمانے کو ادھر ہونے دو جوہر کھلے جو مرد وطن سے نکل گیا	”
ناداں ہے وہ قسمت پہ یہ ہے شاکی قسمت ساماں اگر نہیں تو حوادث سے کیا خطر	ظاہر میں یہی فرق ہے محتاج و غنی میں جو نخل بے ثمر ہے وہ ہو سنگسار کیا	”
دو پوش ہم سے دولت دنیا ہے اس لیے یار و غریب کا کوئی اس کے سوا نہیں	رہ جائے روئے زشت کا پردہ نقاب میں وہ آشنا جس کا کوئی آشنا نہیں	”
ہم ہیں مفلس مفلسوں کی ہے ہمیں معلوم قدر مکان کہنہ ہیں کیونکر غریب کی ہو بسر	اہل زر جو ہیں کریں وہ اہل زر کی آبرو جو سقف ایک ہی چھینٹے میں چار سو ٹپکے	”
چھین لیگا کس طرح کوئی زبردستی اسے امیروں سے کہو بھولیں نہ کمخواب و مشجر پر	مفلسی بھی کیا کسی زردار کی دولت ہوئی گزر جائیگی محتاجوں کی بھی ایک ایک چادر میں	”
ہے ایک دیدۂ مادر میں طفل خرد و بزرگ مفلسی میں امیروں کو کرے کون سلام	گدا و شاہ میں کچھ فرق زیر خاک نہیں کسی سرکش سے جھکاتی نہیں گردن مجھ کو	اسیر
مفلسوں کو دیدۂ کم سے نہ دیکھو منعمو	گنج سے خالی نہ سمجھو اس کو جو ویرانہ ہے	”
		”
		”
		”
		”
		”
		”

غربت

شمعوں کو ہو بہار کی صبح کافوری اسیر	اسیر
ہے ہمارے خانۂ تاریک میں یاد روشن چراغ	”
ہے ہمارے یہاں ہے روز روشن کا جواب	”
تنگدستی سے ہے رزق اپنا شام کی تدبیر میں	”
دن گزر جاتا ہے ... بیکسی نے لطف دکھلایا	”
غریبی کام آئی ... پوچھا عجب	”
ملے خاک میں نہ زیادہ سوز الفت	”
امیروں سے فقیروں میں ... جب قدر گرمی سے	”
دو شالے میں درویش ہے مشکل ہے سلطان اک ... نہیں	”
دعوت درویش ... اپنے مسکن میں	”
تخت پر بیٹھ سکتا ... نہیں	”
غربت ... اے فقیر	”
کچھ احتیاج ہے تو خدا ...	”
ہم غریبوں ...	”
کاسہ ...	”
مرے افلاس ...	”
وہ پیاسا ہوں ...	”
مرو بے ...	”
مفلسی میں ...	”
بے زر ہے دل کی ...	”
خزاں نے رنگ بہار اڑا دیا گلستاں سے	
حال غربت میں	

غربت

مفلسی اپنے کو بیگانہ بنا دیتی ہے پوچھتا کون ہے ان کو جو ہیں نادار عزیز	نجمی
عالم غربت میں ہوں وہ خاطر بے آرزو جس کی قسمت میں ہیں تمنائے وطن تک بھی نہیں	توفیق
کس سے کہیے مصیبت اپنی ہائے کوئی سنتا نہیں غریب کی بات	نواب
ہم نے جب پہلے پہل گھر سے نکالے تھے قدم طفل اشک آئے تھے دامن پہ مچل جانے کو	ثاقب
خدا کرے نہ کسی کو غریب اتنا بھی کہ میرے نام کا دانہ مرے وطن میں نہیں	″
پہلے بسم اللہ قدم رکھتے ہی منزل میں ہوا دوسرا فرقت کے تھے اہل وطن کوئی نہ تھا	″
کبھی جو گردش قسمت سے جا نکلتا ہوں پکارتی ہے غریبی کہ میں وطن میں نہیں	″
اہل وطن نے مجھ کو بھلایا تو کیا ہوا کافور ہو گئی نہ ہوئی دل سے وطن کی یاد	″
وطن میں بھی نہ چھوڑا کشمکش نے یاد غربت کی کبھی ہم تھے بیاباں میں کبھی بسمل بیاباں تھا	
ہے کہاں آبرو کے اشک و نا غربت میں کرتے آنکھوں سے کبھی اشک نہ پیوند ہوا	اشک خوں

حال غربت میں کہوں اہل وطن کا کس سے	وہ مکیں دور رہے سب وہ مکاں دور رہے	اسیر
کچھ عجب عالم غربت نے دکھایا نقشہ	کہ مجھے نقشۂ یارانِ وطن بھول گیا	″
رُخ افلاس خدایا نہ دکھانا مجھکو	پانچ دن زیست ہیں ہفت ہزاری رکھنا	″
جان بچتی نظر آتی نہیں غربت میں اسیر	مرگ ہم کو لیے جاتی ہے وطن سے باہر	″
راہ غربت میں کس نے ساتھ دیا	سایہ مجھ سے چلا جدا ہوکر	″
اوقات کا نہ حال غریبوں سے پوچھیے	ہے زیست نان توشہ و آب سبیل پر	″
کیا غم اگر وطن میں نہیں صورت آشنا	پہچانتے ہیں وادی غربت میں سب مجھے	″
تنگدستی نے زمانے میں یہ پایا ہے رواج	یوسف اس راہ میں بکتا ہے خریدار کی راہ	آتش
انہیں کیا نعمت الواں سے جن کو عرش سے آترا	یہی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ کا جوڑا	انشا
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں	رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	اختر
آسماں ہم سے پھر گیا پھر جائے	ملک جاہ و حشم نہیں رکھتے	ہجر
ہزار تیغ کے جوہر ہوں دیدہ بینا	غریب کا کسی سفاک کو خیال نہیں	″
مفلسوں کے دل سے پوچھا چاہیے حرص و ہوا	گرد بادوں کے تتق ہیں خانہ برباد میں	″
مفلسی کا دور ہے کیسا لباس فاخرہ	گر گیا کہنہ دوشالہ بھی کنارے اندتوں	″
مفلسوں کو امن ہر جا ہے سفر ہو یا حضر	زر نہیں تو ڈر نہیں سارق ہو یا قزاق ہو	″
مفلس سے کیا ملے کوئی بازار دہر میں	سودا نہ ہاتھ آئے جو مٹھی میں زر نہ ہو	″
وہ مجھ فقیر سے زر کا سوال کرتے ہیں	مرا لہو عرق انفعال کرتے ہیں	″
غریبوں کو سر آرام ہے نہ پائے قرار	بگولے بن گئے ہیں رہروانِ کوئے فراق	″
افلاس سے ہے باب ملاقات مقفل	مہمان بھی آتا نہیں نادار سمجھ کر	″
پاک رکھا ہمیں دنیا میں تہیدستی نے	آب زر سے کبھی دامن نہ ہوا تر اپنا	″
مدتیں گذریں چمن چھوٹے ہوئے	آشیاں کس شاخ پر تھا یاد کیا	بیدل
خدا کھوئے غریبی کو کہ میرا کھوج تک کھویا	نہ دنیا میں ٹھکانا ہے نہ عقبیٰ میں کوئی گھر ہے	″
یہ مانا عیش غربت سے وطن کی ذلتیں اچھی	مگر لطف سفر وہ ہے خضر خود جس کا شیدا ہے	″
حال غربت میں دیکھیے کیا ہو	رہ خطرناک اور منزل دور	بیان
نام ذلت نہ رکھیں کس لیے ناداری کا	مال آیا اگر اس دور میں عزت آئی	پرتو
ہو گئے زرد غم و رنج سے خود صورت زر	مفلسوں کو جو کبھی خواب میں زر یاد آیا	″
تسلیم مفلسی سے دم وزن منزلت	مانند حرف وصل نہیں اعتبار میں	تسلیم
بے زری سے زرد رو ہوتا ہے انساں دہر میں	پوچھتا ہے کون اے تسلیم مفلس کا مزاج	″
مفلسی سے اہل معنی کا نہیں گھٹتا وقار	کس جگہ رتبہ سے حرف مہملہ جاتا رہا	″
غربت میں مر کے رہ گئے بے گور بے کفن	آکر بگولا خاک میں ہم کو ملا گیا	″
آئی نہ بھول کر بھی ہوائے وطن کبھی	غربت زدوں کا دشت بھی سنسان ہی رہا	″
ہم سفر کوئی ہو غربت میں بہل جاؤں گا	لے کے میں داغ وطن گھر سے نکل جاؤنگا	″
اتنی مدت گذری غربت میں کہ دل تک بھول کر	اب تو یارانِ وطن کی یاد بھی آتی نہیں	″

اشکِ خوں دل سے نکلتے ہی گرے آنکھوں سے	کیا بُری چیز غریب الوطنی ہوتی ہے	ثاقب
خیر ہم شام غریبی کی مناتے ہیں جلیل	جن کے سایہ میں غریبوں کی بسر ہوتی ہے	جلیل
ہمیں تو یاروں سے بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا	ہماری یاد بھی اب بزم دوستاں میں نہیں	"
شگفتہ خاک ہو غربت میں غنچۂ خاطر	جلیل اپنے چمن کی ہوا نہیں آتی	"
کارواں کا دشتِ غربت میں نہ پایا کچھ پتہ	میں جرس کی طرح سے اے جوش نالاں رہ گیا	جوش
یاران وطن کچھ ایسے بھولے	اک دن بھی صبا نہ آ کے جھانکی	جویا
پاؤں اٹھتے نہیں افلاس کی زنجیر پڑی	بہرپرواز عطا کر مجھے شہپر یارب	حیرت
رنج غربت کی کوئی آوارہ وطن سے پوچھے	ہوش اڑا دیتی ہے انساں کے ہوائے غربت	خلیل
ہم کو غربت میں بھی ایسے رنگ آتے ہیں نظر	بسکہ ہو جاتا ہے دل یادِ وطن سے باغ باغ	خوشدل
کہتا ہے سرو شاخ ثمر ور کو دیکھ کر	مفلس ہے بے وقار تونگر کے روبرو	داغ
اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک	لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر	ذوق
دنیا میں فکر ناں ہے عدم میں عذاب ہے	سچ تو یہ ہے غریب کی مٹی خراب ہے	رند
ہمصفیرو کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال	عندلیب خوشنوا ہے محو دستان وطن	رعب
کوئی میری خبر لیتا نہیں دور از وطن ہوں میں	در و دیوار بھی روتے ہیں اب تو میری غربت پر	رنج
غربت سے جو پلٹے تو رہا کچھ نہ ہمیں یاد	احباب کہاں اور کہاں تھا وطن اپنا	"
غربت میں جز خدا کے کسی کا نہ تھا خیال	احباب یاد آئے جب آیا وطن کے پاس	"
زادِ راہ پاس نہیں اور سفر ہے درپیش	میں یہ کہتا ہوں کہ ہنگام مرا کیا ہوگا	سحر
سمور و قاقم و سنجاب ہے سرا بہ منعم کو	رکھتے ہیں آسرا غربا ہے لنگ و لنج آتش کا	سودا
دشتِ غربت میں ہوں آوارہ بگولے کی طرح	ڈھونڈھتا ہوں پر نشانِ کارواں ملتا نہیں	سرور
غربت میں رنج کھاتا ہوں ہو کر میں گھر سے دور	ہے آشیانہ بلبل بے بال و پر سے دُور	سراج
غربت میں مل کے کہتی ہے یہ یاد اقربا	کم بخت کس لیے تو وطن سے نکل گیا	"
تکلیف ہی ہمیں ہوتی ہے آسائشوں کی قدر	غربت میں مسافر کو نہ کیوں آئیگا گھر یاد	"
لاشہ ہمارا وادیٔ غربت کو تھا عزیز	خود شامیانہ قبر پہ چرخ کہن ہوا	"
چرخ بے مہر تے رہنے دیا اک جا نہ سراج	روتے ہیں عالم غربت میں بڑے گھر والے	شہید
اہل صفا کی قدر ہو غربت میں بیشتر	گوہر کو آبرو نہیں حاصل وطن میں خاک	"
برباد ہوں جب عالم غربت میں سبکبار	جوں نکہتِ گل خاک ہو پھر قصد وطن کا	"
خانہ بدوش جو کہ ہیں ان کا ہے یہ کلام	غربت میں وہ مزا ہے کہ یاد وطن نہیں	شفق
بے برگ درخت کی نہیں قدر	پرساں نہیں کوئی مفلسی میں	شایق
غربت سے فزوں ہوتی ہے قدر اہل ہنر کی	درخواہ گہر ہے کہ عدن میں نہ رہوں گا	طاہر
یوں تو سب اپنے دوست ہیں سب سے ہی رسم و راہ	جس سے نہیں ہے میل وہ غربت وطن میں ہے	ظفر
آئے قرار کیونکر ان کے دل حزیں کو	بے خانماں جو ہو کر رخصت ہوئے مکاں سے	عاشق
بے مایہ مر بھی جائے تو حاصل نہ ہو فروغ	جلتا نہیں چراغ بھی مفلس کے گور پر	"
گوہر نکل کے بطن سے ہوا عزیز	قدر اس نے پائی جو کہ غریب الوطن ہوا	"

غربت

ٹھہری ہیں بہت راہ میں غربت کی بلائیں مشکل ہے پہنچ جائیں سلامت جو وطن تک	عاشق
غربت میں جان دی نہ ہوئے بار دوش غیر اٹھے سبک کہ چار کے کاندھے چڑھے نہیں	"
اے آسماں کہاں تک ایذائے دشت غربت خوگر ہے جسم اپنا آسائش وطن میں	"
زمانہ ہو گیا غربت میں اے خدا ہم کو کرم سے تیرے ریاضت کا پھل بھی حاصل ہو	عالم
ہو گئے احباب غربت میں بیگانوں سے سوا یوں سفر میں بھول جاتا ہے وطن ثابت ہوا	"
تقدیر لائی عالم غربت میں پہنچ کر اہل وطن کی ہائے وہ صحبت نہیں رہی	"
جو گزرتی ہے مجھ پہ غربت میں بیکسی کوئی اس کو کیا جانے	"
غربت میں ہو گئی بسر اپنی عمر تمام ہم کو تو یاد بھی نہ رہا وہ وطن کہاں	عزیز
محروم ہیں غریب کریموں کے فیض سے پانی سے بھر کے لب [illegible] نہ تر ہوا	"
غریبی میں عاشق کے نکلا ہے دم وطن دیکھیں پہنچے خبر کب تلک	عاشق

افلاس

غربت

اتنا بھی ہو پر اک پیسا پاس جب تک رہے زر — نظیر
مفلس ہو تو کوئی دیکھے نہ پھر زیب کو بھی
جو اہل فضل عالم و فاضل کہلاتے ہیں — =
مفلس ہوئے تو کلمہ تک بھول جاتے ہیں
جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی — =
کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
مفلسی ایسی ہے کہ بچاتی ہے ہر اک آفت سے — واسطی
نہ رہزن کا ڈر نہ مسافر کو ہے ڈر
ہاتھ بے کار ہے تو رنج مسافر ہوتا ہے — ہجر
نکلا نہ منہ سے کچھ بھی شب غربت میں ہوا
وطن میں اپنے ہزار شہرہ تھا پر سب ہیں نادار — =
ایک آسائش تن کی ہے وطن میں پر غربت کے اندر — امین
قائم رہے وہ نہ ہزاروں میں یہ داغ کیا عمر ہے
دیار وطن سے جو بھی سر کو ذرا وقت تمام غربت میں — سیحا
جلاتا تھا چراغ اپنا انسان چھوڑ کر
جاتے چھوڑ کے وطن اپنا غریب الوطن زنداں چھوڑ کر — =
اٹھیں کیا کیا ہیں ناشاد
دل مضطر نے کیا اور بھی وطن یاد — =
مر کے غربت میں جو یاران وطن آئے نصیب
خط بھی نہیں لکھتے غربت میں کوئی
غربت میں کیا کیا یاران وطن بھول گئے — مصحفی

افلاس مر گئے پہ اتنا سلوک کرتا
یوسف کی طرح چاہیے اس کو عزیز تر
کوئی بے زری کو نہیں کرتا ہے خاطر داری
طبل وعلم ہے پاس ہمارے نہ ملک و مال
عزت اپنی تہیدستی میں رکھ لی خدا نے ہزاروں شکر
نہ فقر سے سونے کے لیے اٹھتے ہیں
غربت میں کس سے چشم کرم کی امید ہو
مجھے گنج مفلسی پہ نہ غرور کس طرح ہو
ہم بھی گہر اشک کی دولت سے غنی ہیں
تنگدستی میں یہ نہیں معلوم
ہے غریبی میں خبر کس کو وطن والوں کی
بے زری کہتے ہیں جس کو مصحفی
نہیں افلاس میں اب کوئی شناسا میرا
زمانہ سیم و زر سے مصحفی خالی تھا کب ایسا
ہماری بے زری نے ہم کو صدموں سے بچایا ہے
پاس جس کے نہیں کوڑی نہ کوئی یار شفیق
ہم غریبوں نے کیے وہ کام خلق اللہ کے
ساتھ دولت کے گئیں سب یہ صفات حسنہ
کوئی خوشحال نظر ہی نہیں آتا افسوس
دیکھتے ہو تم کہ حال اپنا ہے فاقوں سے تباہ
افلاس میں بھی ٹھاٹھ امارت کے ہیں وہی
غربت ہی میں برباد رہی خاک بھی اے آہ
گھر میں ایذا ہو جنہیں رنج و سفر سے دونی
فقیر بے نوا کو کیا سفر کرنے میں دقت ہے
وطن نے ہمیں چھوڑا ہم نے وطن کو
کیا تھا ہمیں نے ابھی طے نہ وادی غربت
جو سعادت مند ہیں رہتے ہیں وہ بے خانماں
ہوتی ہے غربت میں ثروت پر بڑی ایذا کے بعد
ہوں بیقرار وادی غربت میں اس قدر
دشت غربت میں مرے مرنے کو
بجز غم سے تہیدستوں کو ہے آسان نجات
بے زروں کا بھی کہیں ساتھ کوئی دیتا ہے
اسباب تھا تو کیا کیا رکھتے تھے لوگ رشتہ

شرمندہ مجھ سے یارب درد کفن نہ ہوتا — قدر
پردیس میں جو کوئی غریب الوطن ملے — قطب
کوئی بیکسی کی نہیں کرتا ہے غمخواری دل — ہنتھی
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا — مہر
قدرت سے دست قدرت سے یاں حیف ہمیں مقدور نہیں — ہبر
مفلسی گانٹھ میں اکسیر لیے پھرتی ہے — نیر
آنکھیں پھرا رہا ہے زمانہ غریب سے — ″
کہ شہان دہر کو بھی نہیں دستیاب ہرگز — ″
گو چرخ نے اوروں کو زر و مال دیا ہے — مصحفی
خرچ اپنا کہاں سے اٹھتا ہے
پوچھتے کیا ہو اسیروں سے چمن والوں کی — ″
کوئی بیماری سے بیماری ہے یہ — ″
رنج غربت نظر آتا ہے وطن میں مجھ کو — ″
نہ اپنی مفلسی عالم کی ناداری پہ روتا ہوں — ″
درخت بے ثمر کو خوف سنگ رہروان کیوں ہو — محب
کامل فن بھی اگر ہے تو وہ ناقابل ہے — ″
جو نہ اسکندر - فریدوں خسرو و جم سے ہوئے — ″
تنگدستی میں محب - جود و سخاوت کیسی
سب کے سب مفلس و قلاش یہ عسرت کیسی — ″
پھر شکایت کیا کریں ہر دم تمہارے سامنے
اب تک ہے کیا مروں میں امارت بھری ہوئی — ″
مر کر نہ ہوا بار میں یاران وطن کا — ماہ
ایسے غربت زدہ کب یاد وطن کرتے ہیں — ″
بھلا دیگا وطن کی یاد دل سے رنج غربت کا
کہ غربت میں مدت سے آئے ہوئے ہیں — مضطر
کہ پہنچی شام غریباں سواد منزل پر — نظم
دہر میں پیدا ہما کا آشیاں ہوتا نہیں — ناسخ
رنج اٹھائے کس قدر یوسف نے زنداں چھوڑ کر — ″
اک آن ہے مقام تو اک آن کوچ ہے
جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے — ″
کچھ نہیں وقت نثار رکھتے شناور ہاتھ میں
جان شیریں نے نہ دی دیکھ لو فرہاد کیساتھ
مفلس ہوا تو ہرگز رشتہ رہا نہ ناتا — نظیر

غصّہ

ہے بجا اہل جنوں اہل غضب کو کہنا	سایۂ جن میں یہ انسان رہا کرتے ہیں	اسیر
ہے حلم وجہ عزت کرتا ہے خوار غصہ	ہے علم مثل گل کے گویا ہے خار غصہ	زمانہ
غصہ پی جاتا ہے ہوتی ہے شرافت جنہیں	رنج کھاتا ہے پئے غیر جو ہوتا ہے نجیب	راز
کھو دیتا ہے یہ عقل و ہنر کو غصہ	کرتا ہے سوا فساد و شر کو غصہ	شیفتہ
شیطان جو کرتا ہے رگ و پے میں حلول	دیوانہ بناتا ہے بشر کو غصہ	”
تکسیر نفس میرے وظیفہ کا نام ہے	توہین خویشتن ہے تقب اشتعال کا	فدا
خنجر کے مثل جامہ سے باہر ہوا تو کیا	وہ آدمی ہے رکھے جو وقت غضب لحاظ	قدر
بدی کا بد مآل کار ہے نیکی کا نیک آخر	ندامت غیظ سے ہوتی ہے خوشنودی تحمل سے	قلق
کیا بشر اس کو کہیں غصہ سے جو بنجائے جن	زر جو گشتہ ہوگیا اطلاق زر جاتا رہا	واسطی

غفلت

کیوں نہ پائے وہ سزا جو ہو خدا سے غافل	مار کھائے جو سبق طفل دبستاں بھولا	اسیر
چونکو شتاب خواب تغافل سے غافلو	دیتا ہے ہر سحر یہی پیغام آفتاب	”
آتی ہے کان میں یہ لب گور سے صدا	ہشیار غافلو کہ بہت ہے اجل قریب	”
اہل غفلت سے یہ کہدو کہ ہوئے بال سفید	کوچ کی صبح نمایاں ہوئی سوتا ہے عبث	”
سچ تو ہے یہ اہل عالم کیا تغافل پیشہ ہیں	کور دکر بنجاتے ہیں کیسے یہ سنکر دیکھ کر	”
غفلت تجھے دکھائے گی دنیا کی عشرتیں	دولت کسی کو ہاتھ لگے جیسے خواب میں	”
اس بحر بے ثبات میں غفلت ہے زندگی	کھلتے ہی آنکھ کچھ نہیں رہتا حباب میں	”
خواب غفلت سے ذرا کھول مسافر آنکھیں	شب کٹی صبح ہوئی کوچ میں تاخیر نہیں	”
غافلو کچھ تو ڈرو آب سے آتش نہ بنو	خاک ہو جاؤ گے اک روز ہوا جانے دو	”
اہل ہستی ہیں کس قدر غافل	کچھ خیال عدو نہیں رکھتے	”
نہ کر فکر قیام اس میں کہ آفتگاہ ہے دنیا	رہ سیلاب میں غافل بناتا ہے مکاں کوئی	”
منزل ہے دور سوتے ہو کیا غافلو اٹھو	دن چڑھ گیا ہے دھوپ بھی بالیں پہ آگئی	”
وائے غفلت ہمیں اتنا بھی نہ معلوم ہوا	کہ کہاں سے ادھر آئے تھے کہاں آکے چلے	”
اسیر اس بزم میں غفلت سے بھی ہے منفعت کیا کیا	مسافر بھولتا ہے خواب میں تکلیف منزل کی	”
مرگئے شیب میں غفلت میں کٹا عہد شباب	شب کو سویا کئے ہم صبح کے ہنگام چلے	”
ہیں پیام مرگ یہ موئے سفید	جاگ غافل صبح پیدا ہوگئی	”
کیا چلیں ہم کہ ہاتھ خالی ہے	زاد راہ عدم نہیں رکھتے	”
غافل اس دنیائے فانی میں نہ کر فکر قیام	یہ سرا ہے شب کے شب میں رہ گیا تو رہ گیا	”
غفلت اچھی نہیں غافل کہ ہوئے بال سفید	کوچ کا وقت ہے یہ خواب سحر خوب نہیں	”

غفلت

مردوں کو زوال دہر سے غفلت نہ چاہیے روباہ حیلہ ساز ہے شیروں کی گھات میں	اسیر
دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا چونک غافل کہ سحر ہوتی ہے رات آخر ہے	”
کس طرح آئے نظر کیفیت بزم فنا پردۂ غفلت ہے آنکھوں پر نقاب زندگی	”
اٹھو اے غافل مصلے پہ ہو مصروف نماز آگیا وقت زوال آفتاب زندگی	”
محفوظ ہے دورنگی عالم سے بے خبر نے صبح ہے نہ عالم رؤیا میں شام ہے	”
جرم جاہل نہیں مقصد سے اگر غافل ہے راہ بھولا ہوا کیا جانے کہ منزل کیا ہے	”
چار دن کے لئے برباد نہ کر عمر عزیز کام وہ کر کے رہے تا بہ قیامت باقی	”
غافل نہ بھول دولت دنیا پہ اس قدر اس دھوپ چھاؤں کا ہے بھلا اعتبار کچھ	”
تواں بر کلہ خود زد کہ بعد از جنگ یاد آید جوانی جا چکی پیری میں اب سمجھے تو کیا سمجھے	”
غفلت سے اہل کبر کبھی چونکتے نہیں ان کا بھی خواب کم نہیں مردہ کے خواب سے	”

غفلت دنیا

غفلت

خدا کی یاد جوانی میں غافلو کر لو
وگرنہ وقت ضعیفی تمام توبہ ہے — آتش
ہمیشہ جھاڑتے ہیں گرد پیرہن غافل
نہیں سمجھتے کہ ہے زیر پیرہن مٹی — ״
عطر کیا ملتا ہے غافل آخر کار ایک دن
بو نہ آئے سب سودہ کافور پیرہن میں جا ہے — ״
نفقکو سے اہل غفلت کی حقیقت کچھ نہیں
بر چند ادنیٰ خاموش ہے — ״
خواب میں چلتے ہیں اہل جہاں سنگ کی طرح — آتش
مثل شبنم گئے اس باغ سے ہیہات ہم
یہ گرتی ہے کنارہ دوں سے تو کر سے غافل
تو ہے کرتی ہے دم بار نہیں تھوڑی کا ہی — ״
ورنہ فرصت ہے جادو سے غافل
کچھ رکھنا یا کو جا دو سے راہ بھولا — ״
پھر اس نے کہا یا جو رہ بھولا
جوانی کو غنیمت جان غافل — ״
ہزار ہوتی نہیں پھر کبھی اس لئے کس کو
تماشہ گاہ ہستی میں عدم کا دھیان بھی کس کو — ״
کہ اس انجمن میں یاد خلوت خانہ آتا ہے
ہوئے ہیں ہم رہ کے گئے افسوس آہ
قافلہ یاروں کا سفر کر گیا — عالم میں

غفلت دنیا کہاں آسایش عقبے کہاں	خواب راحت اور ہے خواب پریشاں اور ہے	اسیر
نرمیٔ اہل جہاں پر نہ ہو غافل اے دل	موم ظاہر میں تو باطن میں ہیں فولاد یہ سب	״
آنکھ پیری میں کھلی کھو کر شباب	شام کو سوئے ہوئے بیدار صبح	״
چھوڑ کر گنج عبث سانپ سے مشغول ہے تو	فکر کر دین کی دنیا کی محبت کب تک	״
جانا ہے دُور قافلہ منزل سے جا چکا	کھولو اسیر آنکھ کہ کم رات رہ گئی	״
اجل سر پر ہے بالوں میں سپیدی جاگ اے غافل	سحر پیدا ہوئی خورشید آیا تیرے بالیں پر	״
یہ گنبد خمیدہ نہیں جائے اعتماد	اے بیخبر نہ سو تہ افلاک اینڈ اینڈ	انشا
خیال ہستیٔ موہوم دل سے دُور کر آتش	سفر در پیش ہے تجھ کو تو اس پر آہ غافل ہے	״
حیف ایام جوانی کے چلے جاتے ہیں	ہر گھڑی دن کی طرح ہم تو ڈھلے جاتے ہیں	״
وائے قسمت غافل آیا میں امیر	عمر بھر غافل رہا غافل گیا	امیر
تن سے باہر آ کے دھیان آیا عدم کا رخ کو	قید سے چھٹ کر مسافر کو وطن یاد آ گیا	״
وقت سفر ہے شور سحر ہے چست مسافر قافلہ راہی	واہ ری غفلت فکر نہیں کچھ بیٹھے ہیں اٹنگ کھولے کمر ہم	״
پیری میں بھی ہم ہزار افسوس	بچپن کی نیند سو رہے ہیں	״
اس قدر ہو رہرو کیوں پاؤں پھیلائے ہوئے	زنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے	״
دیکھ غفلت میں جوانی کو نہ کھو	عمر بھر میں اک یہی تو رات ہے	״
نہ رہنے نہ جانے کی ہم کو خبر ہے	یہ کیسی اقامت یہ کیسا سفر ہے	״
دنیا کا یہ رنگ اور ہم کو	کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں	״
افسوس آنکھ خواب تغافل سے تب کھلی	جب آفتاب حشر نمودار ہو چکا	״
عین غفلت میں ہیں خوش اسطرح یہ اہل جہاں	جیسے ہنس پڑتے ہیں لڑکوں کو جو آ جاتی ہے نیند	״
حال ہشیاری کا بیدار دلوں سے پوچھو	ہم تو غافل گئے غافل رہے غافل آئے	״
کیا ہوا تجھ کو کہ غافل ہے اوامر سے امیر	حرص سے طبع ہے مشتاق نواہی تیری	״
جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ تھا	خمار و نشہ میں دونوں کو کھویا ہائے کیا سمجھے	״
ساماں ترقیوں کے ہوتے رہیں گے یوں ہی	ہم میٹھی میٹھی نیند میں سوتے رہیں گے یوں ہی	اشک
اٹھ جائے جو آنکھوں سے پردہ کہیں غفلت کا	ہر شئے میں نظر آئے جلوہ تری صورت کا	״
چار دیوار عناصر یہ نہ بھول اے غافل	کہیں ایسا نہ ہو لڑکوں کا گھروندا ہو جائے	״
خواب غفلت میں تجھے ایسے مبتلا	ابتدا میں کچھ نہ سوجھی انتہا	احمد
غفلت میں ہم نے عہد جوانی کو کھو دیا	اب بیٹھے ہاتھ ملتے ہیں کھو کر تمام رات	آتش
نفس امارہ سا رکھتا ہے یہ سرکش دشمن	آدمی کے لئے غافل نہیں رہنا بہتر	״
کوئے مقصود سے یوں رکھتی ہے غفلت مجھے دور	جیسے سو جانے سے ہو جاتے ہیں بیکار قدم	״
اخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے	بہار عمر ہوئی کب خزاں نہیں معلوم	״
پردے یہ غفلتوں کے اگر دل سے دور ہوں	مائل سو سجود سر پر غرور ہوں	״
مگر جانا نہیں شاید کہ یاں سے اہل عالم کو	یہ دو دن کے لئے کیا قصر و ایواں ہول لیتے ہیں	״
نہ خوش ہو فربہیٔ تن سے غافل	سبک کرتی ہے مردہ کو گرانی	״

عالم ہمیں خوش آیا از بسکہ اس جہاں کا	اگر عدم سے بھولے نقشہ بھی ہم وہاں کا	آتش
صورت ریگ رواں گرم سفر ہوں روز و شب	کچھ نہیں معلوم جاتا ہوں کدھر منزل کہاں	״
حال پر اپنے کسی وقت تو کر چشم کو تر	ہے پھر اندھا وہ کنواں جس میں نہیں پانی ہو	״
راحت طلب کو رنج کشوں کی خبر کہاں	آگاہ کیا سوار ہے توسن کے بوجھ سے	״
صدا آتی ہے کیوں غفلت میں ہم اے اہل بستاں ہو	برنگ بوئے گل اس باغ میں دو دن کے مہماں ہو	احد
کھو کر کے جوانی نہ کرو پیری میں غفلت	شب کا ہے نہیں خواب یہ ہے نیند سحر کی	״
ہستی سے سوئے ملک عدم جانا ہے اک دن	او دل تجھے کچھ فکر بھی ہے زاد سفر کی	״
سوؤ گے کب تک بس اب اٹھو ہمیں	دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا	انیس
قرین مہر کے ہے آفتاب قیامت	عبث قبر پر سائباں کھینچتے ہیں	״
حق سے اگر ہے غافل ہرگز نہیں ہے عاقل	ہنری جو ہے تو پھر کیا پرویز ہے تو پھر کیا	اکبر
پھنسایا جھوٹی باتوں سے مجھے دنیا نے غفلت میں	سُلایا مجھ کو اس مکار نے افسانہ خواں ہو کر	״
غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی	عاقلوں کو بے غم عقبےٰ مزہ ملتا نہیں	״
کچھ قدر نہ کی عہد جوانی کی صد افسوس	ہم رہ گئے غفلت میں یہ آیا بھی گیا بھی	״
کون ہے ایسا نہیں ہے موت کی جس کو خبر	پھر جو غفلت ہے تو یہ دنیا کا اک دستور ہے	״
خواب غفلت سے نہ چونکے اہل عالم ہے غضب	گو بہت نیرنگی شام و سحر دیکھا کیے	״
چھپر کھٹ یاں جو سونے کی بنائی اس سے کیا حاصل	کرو کچھ غافلو کچھ قبر میں تدبیر سونے کی	״
اکبر غافل اٹھو یہ خواب غفلت تا کجا	عمر کی شب ہو چکی وقت سحر ہونے لگا	״
کیا غم سے کہیں جہاں کو کیسا پایا	غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا	
عبادت نہ کی اور کئے فعل زشت	ہم آئے تھے کیوں اور کیا کر چلے	
کٹے جاتے ہیں عمر کے پورے دن	نہیں معلوم جائیں گے کہاں تک	اختر
اپنی منزل کو پہنچ بھی گئے جانے والے	فقر و فاقہ میں تو اے قوم رہے گی کب تک	״
نیکنامی کی نہ پائی کبھی اس نے خوشبو	چڑھ گیا مغز میں جس شاہ کے غفلت کا ہراس	اسمٰعیل
پڑے بے خبر ہائے سوتے رہے	عبث نقد اوقات کھوتے رہے	״
غفلت میں ہیں سرمست بدلتے نہیں کروٹ	گو سر پہ اٹھائی ہے زمیں شور درا نے	״
کٹی عمر غفلت میں اپنی تمام	گیا دن گزر ہونے آئی ہے شام	״
یہ تھا مرحلہ جس کو سمجھے تھے گھر	مہیا کیا کچھ نہ زاد سفر	״
گئی رائیگاں مفت عمر عزیز	نہ کی چیز ناچیز میں کچھ تمیز	״
گیا وقت اور ہاتھ آیا نہ کچھ	بہت کھو کے بھی ہم نے پایا نہ کچھ	״
فکر دین کے ساتھ رکھنا فکر دنیا بھی ضرور	ہیں بہت دشمن کہیں دھوکا نہ دیجائے کوئی	اقبال
غافل یہ لوگ چین سے بیٹھے ہیں ہے غضب	کوس رحیل کی ہے صدا روز یاں بلند	افسوس
ہو نہ غافل کہ ہر اک شخص ہے جہاں بیٹھا	گور میں پاؤں کو لٹکائے ہے انساں بیٹھا	انور
فصل گل آ کر گئی فصل خزاں داخل ہوئی	وائے غفلت دونوں ہاتھ اپنے گریباں میں رہے	״
بعد نہ کوئی امر نہ ہم سے ہوا اے بحر	ناکام رہے کچھ نہ کیا کام خدا کا	بحر

غفلت

اہل بازار جہاں گندم نما ہیں جو فروش / غافلوں سے کب ہوا سودا خدا کی راہ کا	بحر
جو دار فانی میں گھر بنائے رنج مرقد کو بھول جائے / بنائے پوشاک تھان لائے خیال رکھے وہ زر کفن کا	״
آدمی گردش ایام سے غافل نہ رہے / [illegible] ہوگا خدا جانے سحر کیا ہوگا	״
[illegible] سب ہے دنیا کی جال میں ہے / اے فلک یہاں میں ہے سب کچھ یہ خواب ہوگا	״
کس خیال میں ہے [illegible] سر میں / دل کھل گئی جب [illegible] باغ خالی ہو گیا	״
چشم غفلت نظر میں باغ [illegible] بے خبر ہوئے / باغ سبزہ [illegible] سے جب بے خبر ہوئے تو کیا	״
اپنے مال [illegible] تو خاک جو فاضل ہوئے تو کیا / حافظ ہوئے سے خبردار ہو کون ایسا ہے	״
اپنی غفلت [illegible] جوانی میں کبھی یاد آیا / عہد طفلی نہ جوانی ہے مقام غفلت	״
واقعی منزل ہستی سے [illegible] وطن یاد آیا / جو یہاں آیا اسے [illegible] اپنے بھولے	״
موت کو [illegible] جان کے [illegible] کفن یاد آیا / گور یاد آئی کسی دن [illegible] ہم بھی ہیں غافل	״

مسافر [illegible] رخصت [illegible] سفر اپنا / چلے تو بھول گئے توشہ سفر اپنا

خواب غفلت

غفلت

اہل غفلت کو نصیب نیک و بد کا ہوش کس آیا — بہن
کسمہ نہیں ہیں مردہ سے مر زندہ کی صورت خواب ہیں
سوتے ہیں سب جاگتا ہے بس کوئی آنکھوں میں ایک — نجات
خلق کو غافل کرتے ہیں انجان تصور خواب ہم
یوں ہی کو وا سے کس سے کہ جاوے اے منعم — پرتو
بیٹھ و بیابان رہتا ہے جو یوں تعمیر ایوان کا
سے دن جو گزرتے ہیں تو اہل غفلت — 〃
عمر سے وہ کرتا ہے گزر کو ہے یہ پل کا
کہتے ہیں ہیں منعم تو کہتے ہیں آرام میں — 〃
سوتے ہیں بیٹھے غافلوں کے واسطے راحت نصیب
کیا یہاں ہے تو غفلت کے مرے بھول گئے — 〃
آنکھ کھلتے ہی تو غفلت میں دیکھا کیا ہے
صبح کو یاد نہیں خواب سے بڑا مصیبت — 〃
ان زندگیت میں موت سے برکات تمہاری
اے غافلو دم وقت سے گزرتے ہیں ہزار دل — 〃
سو جاؤ نہ عبرت سے غفلت نہیں جانی
اے غافلو تقدیر کی غفلت سے اب زیست نفس — تجمل
غافلو ہشیار ہو کر باندھ لو اب پڑاؤ — 〃
قافلہ کا کوچ ہے دل سے جرس کا سمجھ کر آرہی
غفلت میں ہم بھی خاک نہ سمجھ کام کچھ
پیدا ہوئے سلطنت آئے کس کام کے
دنیا کے

خواب غفلت سے جواب چونکے تو کیا	وقت کوئی لمحہ کوئی دم رہا	بحر
بحر گھٹنوں پر جھکا پیرانہ سر	ڈھل گیا سورج بہت دن کم رہا	〃
ہوا جو کچھ کہ عشرت کا مآل کار ہونا تھا	صدائے نوبت کی سن کر غافلو ہوشیار ہونا تھا	〃
بحر الٰہی کس سے کہئے خلق ہے غفلت پسند	مردم خوابیدہ کو کب شوق افسانہ ہوا	〃
خدا جانے کہاں ہوں اور کیا ہوں	کھلے احوال کیا جب ہو خبر بند	〃
مقام گریہ ہے شاید کہ غفلت مردم	جو شب کے پردہ میں کرتی ہے پاسباں فریاد	〃
غافل نکل کے باغ تعلق سے سیر کر	کیا برگ دل بہار پہ ہے بینوا کے پاس	〃
ہوائے عیش کو سر سے نکال ہوش میں آ	سحر ہے شام جوانی سفید بال نہیں	〃
خواب غفلت ہے تماشائے جہاں کچھ بھی نہیں	کھل گئی آنکھ تو فرماؤ کہ ہاں کچھ بھی نہیں	〃
غافل سیاہکاری دنیا سے خوف کر	نار سقر بھری ہوئی ہے اس زگال میں	〃
یہ وقت ہاتھ سے جو گیا پھر ملو گے ہاتھ	دنیا ہے خواب بیٹھے ہو تم کس خیال میں	〃
افسوس عمر کٹ گئی رنج و ملال میں	دیکھا نہ خواب میں بھی جو کچھ تھا خیال میں	〃
دروازۂ غفلت ہے کھلا آدمیوں پر	راحت کا محل ڈھونڈتے ہیں دار محن میں	〃
روز خلقت سے جو ہو پنبۂ غفلت در گوش	اس کو ناصح کی نصیحت کا اثر کیونکر ہو	〃
عمر دوروزہ میں نہیں اک دم کا اعتبار	فکر مآل کار سے غافل بشر نہ ہو	〃
کار امروز بفردا مگذار اے ناداں	روح کا پھر تن خاکی میں گذر ہو کہ نہ ہو	〃
غفلت میں کچھ کسی کے تماشا ہوئے ہم	آنکھوں کو بند کر کے زمانہ کی دید کی	〃
نیرنگیٔ دنیا کا تماشا ہے نمایاں	غفلت اسے کہتے ہیں کہ عبرت نہیں ہوتی	〃
ایک دن رہنا ہے ہمیں گور کو غافل نہ بھول	تیرا وہ گھر ہے جو باہر ہے تری املاک سے	〃
سیہ کاری میں کچھ سمجھے نہ بالوں کی سفیدی کو	پیام آیا مگر چونکے نہ ہم خواب تغافل سے	〃
تکیہ مسند پہ اگر ہے تو یہ غفلت کیسی	گنج زر خواب میں ہاتھ آیا ہے دولت کیسی	〃
مآل کار کی غفلت شعار کو کیا فکر	عیان خواب کسے اعتبار ہوتا ہے	〃
فکر کر تجھ کو بھی در پیش سفر ہے غافل	اٹھ گئے سب ترے احباب تو بیٹھا کیا ہے	〃
دیکھ لڑکوں کو جوانوں کو اگر ہے تمیز	غافلوں کو ہے خوشی رنج ہے ہوشیاروں کو	〃
یہاں غفلت کی پٹی ہے سب آنکھوں پر شب باندہ ہے	نہ رکھ چشم امید ان سے خدا پر رہ نظر باندہ ہے	〃
ہر گھڑی کہتا ہے گھڑیال باواز بلند	دار فانی میں نہ غافل کوئی مہمان رہے	〃
اہل زمانہ نشۂ غفلت میں چور ہیں	جام زمردین فلک جام بنگ ہے	〃
پنبۂ بالش و بستر پئے راحت رکھے	گوش دل میں نہ مگر پنبۂ غفلت رکھے	〃
کس سے احوال جہاں پوچھئے غافل ہے جہاں	خواب میں خواب کی دیتا نہیں تعبیر کوئی	〃
کس نے یہ ہمیں بھلا دیا ہے	معلوم نہیں کدھر گئے ہم	〃
نہ کھلا حال وجود و عدم اپنا آخر	مل گئے خاک میں ہم خاک سے پیدا ہو کر	〃
خوش نہ ہوگا کوئی سوتا چونک کر	بحر تو غافل کو سمجھا کر نہ چھیڑ	〃
فائدہ غافل کو اپنے مال سے ہرگز نہیں	سلطنت کس کام کی دیکھے جو کوئی خواب میں	برق

دنیا کے بکھیڑوں میں پھنسے کیوں تجمل	آغاز ہیں سب کر چکے انجام کی ٹھہری	تجمل
ساری شب ہستی ہیں گذری غافلو ہشیار ہو	وقت طاعت آب خجلت میں نہانا چاہیے	”
ہماری عمر غفلت کے سبب برباد جاتی ہے	خدا کی یاد دم بھر بھی نہیں بھولے سے آتی ہے	”
تا کجا مہمانسرائے دہر میں تسلیم خواب	دیکھ آغاز سحر بیدار ہو بستر اٹھا	تسلیم
لحد کو نشہ دولت میں بھولے ہیں منعم	خبر نہیں کہ وہاں کام زر نہیں آتا	”
آوارگی میں عمر دو روزہ گزر گئی	اپنا کہیں غبار کے مانند گھر نہ تھا	”
بتائیں کیا کہ ہوا غفلت شباب میں کیا	خبر نہیں ہے کہ ہم دیکھتے تھے خواب میں کیا	”
اہل غفلت لذت راحت سے دیکھے بے نصیب	دیدۂ تصویر کا بنتا نہیں غمخوار خواب	”
غافل وہشیار ہیں عالم میں مثل حرف خط	غیر کو دیتے ہیں خبریں خود خبر رکھتے نہیں	”
ہو چکی شام جوانی صبح غفلت تا کجا	اس قدر اے بیخبر خواب گراں اچھا نہیں	”
کس قدر تسلیم اس ہستی پہ ہیں بھولے ہوئے	وقت آخر ہے مگر فکر عدم رکھتے نہیں	”
عالم کی ہے خبر مگر اپنی خبر نہیں	غفلت بھری ہوئی ہے دل ہوشیار	”
یہاں فریب و نشیب و فراز اکثر ہے	خدا کے واسطے آنکھ نہ منہ اٹھائے چلو	”
گٹھڑی دولت کی رکھی جس سے بڑی ہے سر پر	کچھ خبر اس کو نہیں موت کھڑی ہے سر پر	تراب
رات دن جو خواب و خور میں کرتے ہیں اوقات صرف	آدمی ان کو نہ کہئے وہ تو گاؤمیش ہیں	”
عجب غفلت و کاہلی ہیں تراب	چلے جاتے ہیں عمر فانی کے دن	”
مرد غافل اس کو کہئے جسمیں ہے طول امل	الاماں غفلت میں جس کی عمر سب برباد ہو	”
صبح سے تا شام دن بھر خواب غفلت میں کٹا	رات آئی اب تو جاگو کار بیداری کرو	”
جو دنیا میں رہ کے ہوا حق سے غافل	نتیجہ اُسے کیا ملا زندگی کا	”
اے دل غفلت زدہ بیدار ہو سوتا ہے کیا	عمر آخر ہو چکی ہشیار ہو سوتا ہے کیا	”
دم غنیمت ہے نہ ہو غافل خدا سے ایکدم	زندگی نعمت ہے غفلت میں اسے کھوتا ہے کیا	”
جو غفلت ہی میں جاگا اور سویا	کمائی کچھ نہ کی سب اس نے کھویا	”
ہنسی میں جس کی گزری عمر ساری	وہی دنیا سے چلتے وقت رویا	”
زندگی تھوڑی ہے کیا جانئے کب آئے موت	اس قدر طول امل موت سے غفلت ہے عبث	”
کرو دن رات بیداری کہ غفلت ہے سیہ کاری	جو کوئی سویا روئے گا ہنسے گا وہ جو ہے جاگا	”
پھنسے ہیں لذت دنیا میں اہل دنیا یوں	ہو جیسے طعمہ مردار پر غراب کا حال	”
کیوں بڑھاپے میں نہیں واں کی تجھے فکر تراب	وقت آیا نہیں کیا کوچ کی تیاری کا	”
کیونکر نہ خفتہ بخت ہم ان کو کہیں تراب	جو یاد حق سے غافل و بیدار سو گئے	”
غفلت و عصیاں میں جنکی ہو گئی اوقات صرف	ان سے پوچھو تم نے کیا پایا یہاں کیا کھو گئے	”
عمر بیخبری و غفلت میں چلی جاتی ہے	موت سایہ کی طرح پیچھے لگی آتی ہے	”
منتظر ساعت کار رہ غافل نہ رہ حق سے تراب	آئے دن چلنے کے تھوڑی زندگانی رہ گئی	”
بے طرح ہو گی اُسے واں شہر ساری ہائے ہائے	کٹ گئی غفلت میں جس کی عمر ساری ہائے ہائے	”
ہم تو غافل تھے ہوا اب تجربہ	صبح آئے گھر میں بدلے شام کے	”

غفلت

جوانی اندھیری کی کھوکے اے غافل ہم مردن [illegible]	ترکی
خیال پرستش روز شمار آیا تو کب آیا	
غفلت طلبی اے دل بیتاب کہاں تک	توفیق
[illegible]	”
[illegible]	ناسخ
[illegible]	”
[illegible]	”
[illegible]	”
خبردار اے مسافر کل یہاں پڑے کوچ کا	جلیل
جلیل اس راہ میں موقع نہیں آرام لینے کا	
تھکن اپنی مٹا لینا پہنچ جانا جو منزل پر	”
[illegible]	”
کیا کر چلے دنیا سے کیا آپ کو تھا کرنا	[illegible]

غفلت

شعر	شاعر
افسوس کہ غفلت میں کٹا عہد جوانی / تھا آب بقا گھر میں مگر ہم نے نہ جانا	حالی
ہے وقت چل اور وہی عشرت کے ہیں سامان / آخر ہوئی رات اور ابھی یاں شام ہے گویا	"
اس دار بے ثبات میں غافل سنبھل کے چل / بھولا ہے اوج ہستی ناپائیدار پر	خاطر
قصر زریں کو ذرا دنیا میں بنا اے غافل / خواب میں سونے کا بھی گھر کیا ہوگا	تعمیل
عالم خواب میں بسر ہوئی ہے اپنی روز و شب / غفلت میں ہم ہوتے ہیں ناپائیدار ہیں	"
کچھ نہیں معلوم ہم بھی غفلت میں ہیں ابر / پیری کو بھی [illegible] ہے	"
زر و سیم [illegible] ہنگام سحر جاتا ہے / فائدہ ہاتھ سے [illegible] دم چل میں جانا ہوگا	خاکی
توشۂ عقبیٰ کے [illegible] جا کے وہاں پچھتانا ہوگا / مجھ کو نہیں [illegible] نظر سمجھ	"
غافل جہاں کی دید کو [illegible] عالم کے خواب کو / پھر دیکھنا نہیں ہے اس [illegible] پھر کہاں	"
سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں / زندگی گر کچھ رہی تو یہ جوانی پھر کہاں	داغ
واں نے غفلت کر اب کیا ہم نے / جو ہمیں پہلے کام کرنا تھا	[illegible]

آنکھ سے پردۂ غفلت جو اُٹھا کر دیکھیں
واہ ری غفلت نہ چونکا گور تک
ہوس رہتی نہ دنیا کی نہ رہتا نشۂ دولت
پڑا ہے پردۂ غفلت ضرور آنکھوں پر
عہد پیری میں مناسب نہیں غفلت اے دل
مکاں ہستی کا کیا غفلت سرا ہے
نقد ہوش و خرد و دولت دین و ایمان
پیش خالق شب کے سونے سے ہے بہتر جاگنا
نہ کچھ فکر طاعت نہ یاد خدا ہے
رہے ہم محو آواز جرس ہا ہے
کہیں ایسا نہ ہو یکبار دیوار فنا بیٹھے
گئی سب عمر غفلت میں کیا سامان نہ منزل کا
جو کچھ سمجھتے تو یہ رنج کیوں اُٹھاتے ہم
جانتے سب ہیں کہ مرنا ہے ہمیں اکدن ضرور
واں سے تو کیا کہکے آیا کیا کیا یاں آن کر
فکر عقبےٰ کی نہ واں کی یاد یہ غافل ہوا
کھو دئے غفلت میں طفلی و شباب
عمر کو لہو و لعب ہی میں گنوایا ہم نے
بھولے بیٹھے تھے خودی میں جو خدا کو خود سر
جگا کے تھک گئی عبرت بھی خواب غفلت سے
زندگی تو نے عبث کھیل میں کھوئی حیرت
چلتے چلتے جو یہاں راہ میں ٹھیرے یارو
یہ دنیا ہے کیا دل لگانے کی جا
سرائے فانی میں دل لگا کر تماشا دنیا کا خوب دیکھا
غافلو کرتے ہو کیوں دنیا سے فانی میں بنا
کبھی وحشت نہ کرنا چاہئے گور غریباں سے
خبر اس کی نہیں سر پر خزاں کے دن بھی آتے ہیں
ہوس میں دنیا ہی کی بسر کی نہ اسکے انجام پر نظر کی
ہشیار جو مشہور ہیں دنیا کے طلب گار
ارے اے غافلو کیا حشمت دنیا تمھاری ہے
رہ گئے وہ جو بجا لانے تھے فرمان ہم کو
شب چلی ہوئے سیہ ہونے لگے حیرت سفید
عقبےٰ کی بھی کچھ خبر نہیں ہے

شعر	شاعر
دل کے آئینہ میں ہیں لاکھوں ہی سکندر دیکھیں	جلیل
سوتے پاؤں سے ہیں تا منزل گیا	"
کوئی منعم مئے غفلت سے گر بیدار ہو جاتا	جوہر
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش ست	جگر
صبح طالع ہوئی جاگ اب ترا سونا ہے عبث	جاہ
جو غافل اس کے رہتے ہیں کیسب	جنوں
ایک غفلت تری سب کچھ تی ہے نادان تاراج	
ہوشیاروں کو نہیں لازم کریں غفلت کی حرص	"
گئے بھول سب کچھ یہاں آتے آتے	"
گیا آگے غبار کارواں تک	جوہری
یہ کیسے سایۂ غفلت میں ہیں یاں آشنا بیٹھے	جویا
اُٹھو کچھ کام واں کا بھی کرو کرتے ہو کیا بیٹھے	"
خزاں کی کس کو خبر تھی بہار کے آگے	"
بادۂ غفلت سے لیکن ہر کوئی مخمور ہے	"
کیا کہے گا جاگے واں کس بات پر مغرور ہے	"
کچھ خبر تجھ کو نہیں کس کام پر مامور ہے	"
جوش اب پیری میں پچھتاتے ہیں ہم	جوش
آ کے اس بزم خرابات میں نادان رہے	"
دم میں اُسے چرخ انھیں زیر زمیں دیکھ لیا	جلالی
مگر نہ چونکے ہم اس پر بھی اُف ری بے خبری	حفیظ
گلشن عیش کا دم بھر نہ تماشا دیکھا	حیرت
دیکھا کوئی نہ یاں گو ہر ایک ال بھولے	"
جو بیٹھا ہے بے فکر یہ لگا	"
وہ عہد حق سے بھی کر کے بھولا کہ ہی کی اپنو خبر نہیں	"
مل گئے ہیں سیکڑوں محلوں سے اٹھکر خاک میں	"
تمھیں اے غافلو آخر یہی بستی بسانی ہے	"
چمن میں گریۂ شبنم پہ غنچے مسکراتے ہیں	"
گنوائی غفلت میں عمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ	"
وہ سب ہیں انجام سے غافل نظر آئے	"
کوئی پوچھے تو اُن سے کیا عدم سے ساتھ لائے ہیں	"
تو نے دھوکا دیا اے عمر گریزاں ہم کو	"
خواب سے چونکو کہ سر پر آفتاب آنکلو ہے	"
دنیا سے تو بے خبر گئے ہم	حسرت

ہے آدمی کی پردہ غفلت سے زندگی
مر جائے گر ذرا بھی ہو غافل کو اطلاع — داغ

خبردار اے دل خبردار ہو
نہیں اب نہیں تیری غفلت کے دن — "

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی
جب دل نہ رہا تو آرزو کی — "

نہیں جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا میں
پر مزہ دار بنا دیتے ہیں غفلت کے مزے — ذوق

برباد ہوئی عمر عبث حضرت ذاکر
جز بے ہنری تم کو کچھ آیا نہ ہنر خاک — ذاکر

وقت فرصت کر نہ افسوس غنیمت جانا
کل جسے سہل سمجھتے تھے وہ اشکال ہے آج — رند

رہیں گے کب تلک اے رند خواب غفلت میں
ہیں کس خیال میں اہل جہاں نہیں معلوم — "

وہی خواہش ہے دنیا کی وہی غفلت ہے عقبیٰ سے
نہیں کرتے ہیں اب تک فرق بد میں اور بہتر میں — "

چشم عبرت سے ذرا سیر چمن کر غافل
مل گئے خاک میں لاکھوں گل رعنا کیسے — "

بے خبر بیٹھے ہو کیا منزل ہستی میں رند
کوچ درپیش ہے تیاری کرو چلنے کی — "

عمل خیر کرلے کچھ غافل
وقت فرصت وگرنہ جاتا ہے — "

منہ ہو گئے سفید سیہ کاریوں میں رند
کس کام کو تم آئے تھے اور کرکے کیا چلے — "

غنیمت سمجھو وقت فرصت کو غافل
نہ ہاتھ آئے گا پھر یہ موقع جواب ہے — "

دیکھا بھی نہ ہم نے خواب غفلت میں تھے
اب آنکھ کھلی کہ جب جوانی نہ رہی — رشید

ساعت معلوم اجل کے آنے کے نہیں
پھر بھی کچھ فکریاں سے جانے کی نہیں — "

شہد میں جیسے مگس ہم حرص میں پابند ہیں
وائے غفلت اس سیہ زنداں میں یوں خرسند ہیں — سوز

تھے ہمیں چند اپنے ذمہ دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے — "

مثال بخت سب کے سب ہیں سوئے دیکھو تو قہر خدا کی نیندیں
یہ جاگتے تھے ابتدا میں کس دن جو سوئے ہیں انتہا کی نیندیں — "

پڑے ہیں کیسے یہ ہے غافل چڑھی ہیں کس بلا کی نیندیں
نسیم غفلت کی چل رہی ہے امنڈ رہی ہیں بلا کی نیندیں — شاداں

دیکھئے واماندگی اب کیا دکھائے
قافلہ یاروں کا سفر کر گیا — "

اعمال سے میں اپنے بہت بے خبر چلا
آیا تھا آہ کس لئے اور کیا میں کر چلا — "

اتنے دنوں تک رکے جہاں میں کار نمایاں کچھ نہ کیا
ہائے رہی غفلت ہم نے تو مرنے کا بھی سامان کچھ نہ کیا — سخن

کچھ فکر عاقبت نہیں افسوس ہے سخن
کیوں کھو رہا ہے عمر کو غافل ادھر ادھر — "

کچھ کام نہ ہم سے دین و دنیا کا ہوا
اوقات یہ مفت میں گزاری اپنی — "

فکر ہے توشہ عقبیٰ کے ہے غفلت کیسی
اہل جاگیر یہ دنیا کی ہے جاگیر عبث — سعید

سعید جاتی ہے غفلت میں عمر ہوش میں آ
کدھر خیال ہے دنیا ہے خواب کے مانند — "

اس قدر کس لئے غفلت ہوئی کیوں بھول گیا
یاد کیا روز ازل کا تجھے اقرار نہیں — سید

بن کے ہشیار پڑے بھول میں اہل دنیا
زر کے طالب ہیں کوئی زر کا طلب گار نہیں — "

خدا سے ہیں محروم دنیا کے طالب
خرابی کے طور اب ہمارے ہوئے ہیں — "

غفلت میں ساری عمر بسر کر چکا سراج
دو دن تو اپنے ہوش میں آ کاہلی کو چھوڑ — سراج

آج تک بیٹھے تھے ہم غافل مآل کار سے
دیکھ کر حال جہاں وا چشم عبرت پھر ہوئی — "

کھلا تب یہ کٹی سب عمر جب بے سود گردش میں
ہماری آخری منزل ہے تربت جس کو کہتے ہیں — "

نہیں اٹھتے ہیں جگاتا ہے زمانہ ان کو
خواب غفلت میں بیدار نہ ہونے والے — سفیر

غفلت

[illegible]

غفلت

غافل فریفتہ ہے چمن کی بہار پر
غافل نہیں رہے ہیں ہستی بے اعتبار پر — عزیز

غافل رہے دنیا میں گراں خواب لحد میں
غافل رہے وہاں ہوش کبھی تھا نہ یہاں ہے — "

ہم کو نہ وہاں ہوش ہم غافل رہے مانند گل
نشۂ عشرت میں ہم غافل رہے پیمانہ ہوا — "

ہنستے ہنستے عمر کا لبریز پیمانہ ہوا
غافل شبنم غافلو نزدیک ہے وقت فنا — "

غافل آنکھوں سے تماشائے بہار
دیکھو عبرت کی آنکھوں سے کچھ دیکھتے نہیں — عاقل

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پہ عالم ہے خواب کا
بیدار اس طرح ہیں کہ عالم ہے خواب کا — علی احمد

میں تو سمجھا تھا کہ دنیا میں رہوں گا دائم
گور بھی میرا وطن تھا مجھے معلوم نہ تھا — "

ناحق اس جسم کا گھر تھا میں دنیا میں گنہگار
نقش زاغ و زغن تھا مجھے معلوم نہ تھا — "

کیوں بیٹھے ہو خواب غفلت میں بند آرام سے
غافلو ہشیار ہو روز شمار آنے کو ہے — "

کوس رحلت کی صدا ہے فکر رحلت چاہیے
غافلو ہشیار ہو اتنی نہ غفلت چاہیے — "

غافل ہے جو بول جو یاں بول رہا ہے
نیکی کی جگہ حیف بدی رول رہا ہے — "

جاگ اے دل خواب مستی سے فغاں کا وقت ہے
ہوگئی آخر شب عشرت اذاں کا وقت ہے — شہیدی

اے ننگ جہاں اے شاد حزیں کچھ شرم بھی اس کی ہوکہ نہیں
اے جہل مرکب اے حیواں اے بے خبر انساں کچھ کیا — شاد

جاگ شایق وقت اب نزدیک ہے
خواب غفلت میں بہت سویا کیا — شایق

اس قدر غفلت تجھے شایق کبھی لازم نہیں
دیکھو نیرنگ جہاں گرویدہ بیدار ہے — "

ضرور آفاق سے سفر ہے سرور یاں قابل خندہ ہے
مقام عبرت ہے خشک و تر ہے شرر کا تک تک کیا تک تک — صفدر

یہ خواب غفلت رہیگا کبتک کہ پیری آئی گئی جوانی
ذرا ہو بیدار سونیوالو سحر ہے نزدیک رات کم ہو — "

جہاں کے اچھے بروں سے خبر نہیں ہم کو
کسی سے نفع کسی سے ضرر نہیں ہم کو — "

وائے حسرت مر کے یہ عقدہ کھلا
زندگی بھر عمر نے دکھلائے خواب — صابر

صبح پیری ہوئی اور کوچ کا وقت آپہونچا
حیف ہے پاس مرے زاد سفر کچھ بھی نہیں — "

اپنی غفلت سے ہم آزاد بھی ہوکر نہ چھٹے
نہیں معلوم کہ کیا بند رہا کیا کھولا — "

اہل غفلت اصل پر اپنی نہیں کرتے رجوع
دانۂ خشخاش کی نکہت نہیں تریاک میں — "

عدم کی فکر کریں عالم وجود میں کیا
حیات پردۂ غفلت ہوئی جہاں کیلئے — "

اہل غفلت اہل دانش کے ہیں محتاج مدد
نیک و بدیہ خواب کے دیکھا اثر تعبیر کو — "

طاہر تمھیں عقبےٰ کی ذرا فکر نہیں ہے
ایسا کوئی غافل نہیں دیکھا نہیں دیکھا — طاہر

نہ آغاز سوچے نہ انجام ہے ہے
ملے خاک میں ہم جوانی کی صورت — ظہیر

اے راہرو ملک عدم خواب کہانتک
وابستگی عالم اسباب کہاں تک — "

سب یار کوچ کر گئے میری کھلی نہ آنکھ
غفلت نے کیا کہوں مجھے کیسا سلا دیا — ظفر

گزری اسی طرح سے غفلت میں جوانی اپنی
جیسے مستی میں گزر جائے ہے میخوار کی رات — "

نہ کیا کام کچھ ایسا جو وہاں کام آتا
کھوئی یاں عمر ظفر ہنسنے یونہیں ہائے عبث — "

یہ جو تم دیکھتے ہو غفلت کہیں
خواب ہے غافلو خدا کی قسم — "

وائے اے بے خبرو تم کو خبر خاک نہیں
کہ اجل سر پہ ہے سامان سفر خاک نہیں — "

جب تک رہے بیدار رہا عالم غفلت
آیا جو ہمیں خواب تو سب کچھ نظر آیا — عرش

اب رات نہیں صبح کے آثار ہیں ظاہر
بیدار ہوائے عرش کہ وقت سفر آیا — "

غافل نہیں تو دیکھ لے سختی کو قبر کی
مردوں کے استخواں سے خالی گڑھے نہیں — عاشق

عمر غفلت میں کیوں گزرتی ہے
موت کا کچھ خیال آتا ہے — "

صبح نائم کی طرح آنکھ کھلی پیری میں
کیسی غفلت میں جوانی تری دن رات گئی — "

مردوں سے بھی ہم زنداں میں سوا پاتے ہیں غفلت
جس خواب میں آواز ہے وہ خواب گراں ہے — "

مجھ سے اٹھا تعلق دنیا کے تو حجاب
غفلت کا پردہ دل سے جہاں آفریں الٹ — "

بہت خواب غفلت میں سوئے ہو عاشق
اٹھو جلد وقت دعا ہوگیا — "

مفت برباد عمر کی عاشق
آکے یاں کیا لیا دیا تونے — "

جاگ جاگ عیش سحر ہوگئی منزل ہے کڑی
اتنی غفلت بھی کہیں اہل سفر کرتے ہیں — عیش

اے عیش اٹھ پسار کے بیٹھا ہے پاؤں کیا
آرام کی جگہ تو یہ دنیائے دوں نہیں — "

یہ کیا غفلت ہے منہ دھو ڈالکے اب اٹھکے آمنت ہے
صدا دیتا ہے میر کارواں لے ہوش میں آجا — عزیز

ہے یہ معلوم کہ ہم پیش خدا جائیں گے	کیسے غافل ہیں کہ انجان بنے بیٹھے ہیں	علی احمد
پس مردن جو ہم نے آنکھ کھولی جاکے تربت میں	تو اس دم وہ دھیان آیا آج تک تھے خواب غفلت میں	عطا
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں	اٹھئے بس اب کے لذت خواب سحر گئی	غالب
بے خبر موت سے اپنی ہے یہ نادان کیسا	آکے یاں بھول گیا آپ کو انساں کیسا	غافل
عہد پیری میں بھی غفلت نہ گئی اپنی دریغ	خواب ہی میں ہم رہے اور صبح کا آغاز ہوا	״
نزع میں آنے لگی ہے فکر زاد آخرت	وقت رحلت ہم نے اسباب سفر پیدا کیا	فیض
عمر غفلت میں گنوائی ہیں نے	یہ مثل سچ ہے کہ سویا چوکا	״
آغاز سے آگاہ نہ انجام سے واقف	افسوس کہ ہم لوگ بھی کیا بیسر و پا ہیں	״
عہد پیری میں بھی غفلت ساتھ ہے	دن نکل آیا ابھی سوتا ہوں میں	فرخ
دام غفلت میں جو فرخ نہیں ہم آئیں گے	جس جگہ جانا ہے فی الفور پہنچ جائیں گے	״
غافلو دنیائے دوں رکھتی نہیں پائے ثبات	مرتے ہو کیا چار دن کی زندگی کے واسطے	نوق
اٹھو بھی اے نوق سب مسافر بستر اپنے اٹھا رہے ہیں	یہ خواب غفلت رہیگا کبتک کہ جانیوالے بھی جا رہے ہیں	״
جو ہوتی کیفیت غیب کی خبر اے قطب	تو اس کی یاد میں غفلت ذرا نہ کرتے ہم	قطب
مجھ کو غفلت نے خبر ایام فرصت کی نہ دی	آہ جب جاتے رہے دن تب میں پچھتانے لگا	قدرت
طلب میں عشرت دنیا کی مٹ کھو عمر دو روزہ	یہ عشرہ ہے دہے کا سارا سے غم میں بسر لے جا	قائم
وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	״
تو صید گاہ دہر میں غافل ہے کس لئے	پھندا لگا ہوا ہے ترے بال بال پر	قدر
کچھ نہیں سوجھتا ظلمت کدۂ عالم میں	پردے پڑ جاتے ہیں ہو جاتی ہے غفلت کیسی	״
کچھ بھی غفلت کا نہ ثمرہ پایا	ملی تنخواہ نہ بیکاری کی	״
جاگ اے دل خواب غفلت سے کہ شیطان ساتھ ہے	چور کا کھٹکا ہے اس عالم میں غافل کیلئے	״
کہاں تک خواب غفلت قدر آنکھیں اپنی کھول ڈالو	پڑے ہیں آج تک جن کی جگہ تھے چھپر کھٹ میں	قدر
کیا کہوگے قدر ہو تو جو پوچھے گا خدا	عمر غفلت میں گزاری تو نے اے غافل کہاں	״
بند ہو جائے گی جب آنکھ تو پچھتائے گا	خواب غفلت سے نہ چونکا کبھی اے دل افسوس	״
کچھ منہ خشک ہنسی نہیں ہے	غافل نہ کسی پہ تو ہنسا کر	״
پتلیاں آنکھوں سے اٹھتی نہیں چلنا کیسا	یوں ہی بیکار ہیں سب مردم آرام پسند	״
ہوں میں حیراں کہ بڑھاپے میں یہ غفلت کیسی	نیند آئی مجھے ہنگام سفر کیا باعث	״
کوئی رہگزر محل میں بھول نہ جائے	یاد رکھے مزار کی صورت	״
پھنسے ہشیار ہو کر دنیوی غفلت کے پھندے میں	یہ ہم نے جاگتے میں خواب دیکھا ہے خیالوں کا	قلق
اہل دنیا بھولے ہیں اللہ کو	ہر کوئی بندہ کا بندہ ہو گیا	״
اتنی بھی فکر نہیں بیٹھے ہیں گو پا بر کاب	سفر گور میں بے زاد سفر کیا ہوگا	״
عاقل ہے تو آذیت ہی میں بندوبست کر	انساں کو بعد مرگ بھی ہے گھر کی احتیاج	״
فکر مآل کار تو کچھ زیست بھر نہ کی	زاد سفر کا اب ہے دم احتضار سوچ	״
ریاض دہر میں اس رنگ سے گزرتی ہے	خبر خزاں کی نہ فصل بہار سے واقف	״

غفلت

عدم کا کوچ تو درپیش ہے غافل ہیں لیکن	محقق
نہ توشہ پاس ہے کچھ زاد راہ دیکھتے ہیں	
عبث ہے غفلت طفلانہ چونک اے غافل	״
یہ مہر دور جہاں ہے خواب گاہ نہیں	
آغاز میں مآل کا ہوتا ہے کس کو دھیان	״
پیری میں یاد آتے ہیں دن کب شباب کے	
غفلت یہ ہے کسی کو نہیں قبر کا خیال	״
کوئی ہے فکرناں میں کوئی فکر جاہ میں	
چمکلے کا منزل ہے کردی دیکھ کہاں ہاں	״
کچھ زاد و سفر باندھ لے دامان سفر میں	
یہ پاؤں پھیلا کر نہ سو غافلو ہشیار ہو	״
غافلو ویران ہونی ہے یہ بستی ایک دن	
کچھ نہیں تحفہ بجز ت عمل یزدان کو	״
کس قدر جال میں دنیا کے ہیں زردار الجھے	
کھلی خواب غفلت سے پیری میں آنکھ	״
شب نوجوانی سحر ہو گئی	
سفید ہو گئے موئے سیاہ غفلت چھوڑ	گویا
ہوتی ہے صبح کوئی دم چراغ ہستی ہے	
خدا کو بھول گیا محو خود پرستی ہے	״
تو اور کام میں ہے موت تجھ پہ ہنستی ہے	لائق جو

غفلت

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے — میر

کچھ قدر میں نہ جانی غفلت سے رفتگاں کی
آنکھیں ہی کھل گئیں اب جب صحبتیں ہوئیں خواب — "

غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ
حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ — "

تو کھٹا تو کہ یاں فکر اقامت تجھ کو ہے ورنہ
لگ گئی جگہ سے رخت اپنا بار کر چکے ہیں — "

سب اس میں جس جا ہشیار رہا تھا
اس میکدہ میں ہم بھی کیا بے خبر رہے ہیں — "

رحمت ہے ہم کو ہزار حیف
غفلت سے اپنی عمر گئی قسمت خواب ہو — "

یہ کاروان جاگتے ہیں ہم بیدار ہو سوتے رہ گئے
جاگن تھا ہم کو سو ہم سوتے رہ گئے — "

کارواں جاتا رہا ہم سوتے رہے جرس صدا
مجھ بے نوا کی یاد سے جاتا نہیں جرس صدا — "

اس میکدے میں رہتا ہو بہت ہوشیار دوست
جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز — "

کیا پوچھتے ہو دیر خبردار تو، میں
اے غافلان دہر سمجھو راہ کی ہی بات — "

عنقا کو قافلے میں بیاں تم رہے سو
نہ جانیں

لائق جو کوئی ہے خواب میں غفلت کے روز و شب
بیدار کب کرے اُسے تعبیر کی تڑپ — لائق

یہ بے خبری کہ یاد جس کی
تھی واجب و فرض اُسے بھلایا — مومن

مو سفیدی کے قریب اور ہے غفلت مومن
نیند آتی ہے بارام اگر آخر شب — "

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے — "

جب تم ہی نہیں کرتے ہو خود اپنی مدد
غیروں سے محب اسکی شکایت کیسی — محب

تغیر ہر گھڑی ہے جسم میں انجام ہستی ہے
خدا جانے کہ پھر کیوں جان دیتا ہے عبث گل پر — "

کیا ہی ادبار نے غفلت میں دبوچا آکر
کچھ بھی مہلت نہ ملی ہم کو سنبھلنے کیلئے — "

بھوکوں مر جائیں گو تمام غریب
ان امیروں کی پر بلا جانے — "

آدمی کیا کہے کوئی اس کو
جو نہ اپنا برا بھلا جانے — "

کریں خواب غفلت کی کیا ہم شکایت
ہمیں جس نے مارا وہ قاتل یہی ہے — "

غفلت و پستی و خود بینی و خود رائی و جہل
یہی اسباب تو ہیں خاک میں مل جانے کے — "

نہیں کی علم میں محنت جفا کی
یہ ہستی ہم نے خود اپنی فنا کی — محب

ہزار حیف گئی عمر رائگاں ساری
رہیگا تا بہ قیامت یہی ملال مجھے — "

عمر ساری یوں ہی گئی بیکار گئی کچھ نہ کیا
ہائے برباد گئی وقت کی دولت کیسی — "

خاک میں مل گئیں غفلت ہی سے قومیں اگلی
بیخبر سوتی ہے اے قوم یہ غفلت کیسی — "

خواب و خور عیش و طرب سے ہمیں فرصت کیسی
وقت کی مفت لٹی جاتی ہے دولت کیسی — "

نہ سمجھے اپنی ہی غفلت کے یہ سارے نتیجے ہیں
یہ کرتوتوں کو اپنے چرخ کے جور و جفا سمجھے — "

کر جوانی کھو کے پیری میں خیال انجام کا
ہے غنیمت صبح تک آئے جو بھولا شام کا — "

دانا ہے گر تو کر کوئی دنیا میں کار خیر
ناداں خیال خام ہے پختہ قبور کا — "

ہم کو اپنی بھی کچھ خبر ہی نہیں
ایسے دنیا میں ہیں کہاں مدہوش — "

پیری میں علم و فن کی ہوئی ہے ہمیں ہوس
افسوس یہ خیال نہ آیا شباب میں — "

ذرا سی عمر وہ بھی صرف ننگ و حشت کرتے ہیں
مکاں رہتا ہے صدیوں اور رہتے ہیں کمیں برسوں — "

کیا مٹانے کی ہماری سعی کرتے ہیں عدو
آپ ہم غفلت سے اپنی خاک میں مل جائینگے — "

عالم کے لوگوں کا ہے تصویر کا سا عالم
ظاہر کھلی ہیں آنکھیں لیکن ہیں بے بصر سب — میر

تب کھلی آنکھ میر اپنی جب
جا چکا کارواں دریغ دریغ — "

کارواں ہائے صبح ہوتے گیا
میں ستمدیدہ محو خواب رہا — "

میر چلنے سے کیوں ہو تم غافل
سب کے ہاں ہو رہی ہے تیاری — "

کھول آنکھیں صبح سے آگے کہ شیر اللہ کے
دیکھتے رہتے ہیں غافل وقت گرگ و میش کو — "

خواب غفلت میں ہیں یاں سب تو عبث جاگا میر
بے خبر دیکھا انھیں میں جسے آگاہ سنا — "

صبح پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چونکا اور بہت دن کم رہا — "

فکر تعمیر میں نہ رہ منعم
زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد — "

ہے سے کچھ آگے زمانہ میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کیا کچھ — "

غفلت میں گئی آہ مری ساری جوانی
اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی — "

ہوتا نہیں ہے بے خبری کا مآل خوب	افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے	امیر
چاہیے پیش از فنا آنکھیں کھلیں	حیف اس کا وقت جو غافل ہے یاں	״
سامان آخرت سے ہے بے فکر کس لیے	غافل پکار کر نہیں آتی قضا کبھی	میکش
ایک دن جدائی ہو گی سنبھل اب بھی کر لے کچھ	غافل تھا زیست میں یہی کرتی تھی پند روح	״
چلدیے سب قافلے والے رہے ہم خواب میں	جب کھلیں آنکھیں کہ آپہنچا ہے سر پر آفتاب	״
جاتے ہیں سیدھے جہنم کو رعونت والے	ڈوبتے چاہ ضلالت میں ہیں غفلت والے	״
کیا تھی ہستی یہ نہ سمجھا کوئی ہائے	کہکے سب من نیز ہستم چل دیے	״
ہمدم سرائے دہر میں غفلت نہ چاہیے	یہ بھی خبر ہے آئے ہو کس کام کیلئے	״
غفلت کی نیند نے ہمیں اٹھنے دیا نہ ہائے	آتی رہی صدائے جرس کارواں سے	״
آتی ہے چشم اہل دنیا میں	سوگئے پاؤں خواب غفلت کے	منیر
نہیں سنتا ہے اے منیر کوئی	ڈنکے بجتے ہیں کوس رحلت کے	״
بال پکے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول	آفتاب آتا ہے سر پر دوپہر ہونے کو ہے	״
غفلت ہے نام نشۂ فانی کی فکر کا	ہشیار اس کو جانئے جو بے خبر رہے	״
غفلت نہیں ہے عالم پیری میں خوشنما	آنکھوں میں اب مقام نہ خواب سحر کرے	״
بیہودہ صرف کرتے ہو کیوں عمر مستعار	اے غافلو عروس اجل کا یہ مہر ہے	״
خواب غفلت میں کب تک جاگیے اٹھ بیٹھیے	صبح ہونے آئی شب گزری فسانہ ہو چکا	״
غفلت اہل دول نشۂ زر سے ہے بجا	کھینچیے قلب تو زر حرفوں سے رنگ نکلے	״
مسافرانہ کہے ہوا اٹھو مقام فردوس ہے ارم ہے	سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے	״
اہل غفلت کا گزر کب ہوشیاروں میں ہوا	نیند آتے کس نے دیکھا دیدۂ تصویر میں	״
گریہ خواہش ہے کہ دیدار تجھے کل ہو جائے	چشم غفلت سے اٹھا پردۂ پندار کو آج	״
ہم رہے اور زندگی بھر دل میں دنیا کا خیال	حشر کیا ہوتا ہے اپنا روز محشر دیکھیے	״
خدا سے ہوں جدا و ہم خودی میں پھنسکے دنیا میں	نتیجہ دیکھیے کوئی مری غفلت شعاری کا	״
پڑے سوتے ہو کیا غفلت کی نیند و نمیں ذرا جاگو	گیا وقت گرامی قدر و عمر بے بہا جاگو	״
فضولی ایکدن دو دن کی نبھ جائے مگر غافل	غضب کرتے ہیں وہ جو اسمیں عمریں صرف کرتے ہیں	״
اٹھ اب بھی خواب غفلت سے اے سوتا ہے کیا ناداں	کہ چڑیاں چگ گئیں جب کھیت پھر ہوتا ہے کیا ناداں	״
سحر سے شام تک وابستگی کا فکر ہے اور تو	نہ تجھ کو فکر عقبیٰ کا نہ کچھ فکر مآل اپنا	״
عجب فرصت ملی ہے تجھکو اس جا لہو و بازی کی	غضب غفلت نے پھیلایا ہے اس دنیا میں جال اپنا	״
برے شغلوں میں تو نے عمر جیسی چیز کھوئی ہے	کرے تجھ پر دعا ہے فضل رب ذو الجلال اپنا	״
کبھی مشغول جو ہوتا نہیں تو فکر عقبیٰ میں	بھروسا تجھ کو ہے کس چیز پر ناداں دنیا میں	مہر
رلائے گی تجھے آنکھوں سے خون اک روز نادانی	نہ بھول اس کو کہ غفلت کا نتیجہ ہے پشیمانی	״
پینا کبھی نہ بادۂ غفلت کا جام مہر	یہ مے ہے وہ کہ نشہ ہے ہیچ و خمار ہیچ	״
اب تو کر یاد حق جوانی نہ رہی	سر میں وہ ہوائے کامرانی نہ رہی	״
کب تک اس طرح خواب غفلت کب تک	بیدار ہو پھر زندگانی نہ رہی	״

غفلت

[illegible]
خیال آتا نہیں مطلق کہ اک دن یاں سے جانا ہے
[illegible]
پیغام اجل تو آن پہنچا [illegible]
افسوس تم اب بھی نہ خبردار ہوئے
[illegible]

غفلت

کس نیند پڑے سوتے ہو یہ بوجھ تمھارا بھاری ہے
کچھ دیر نہیں اب آہ نظیر یا گھڑی اسواری ہے — نظیر

[illegible] — نظیر

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

[illegible] — ،،

اٹھ کہیں بیدار ہو غافل نکڑ راہ و راہ
ہے سفر در پیش ساری انفاس غافلو — ،،

عمر غفلت

کھویا بہار عمر کو غفلت میں منتہی	گزرا جہاں نظر میں تری خواب کی طرح	منتہی
نخل باغ جہاں کے او غافل	جتنے بڑھتے ہیں اتنے گھٹتے ہیں	،،
بوقت نزع کھلا ہم کو یہ ہزار افسوس	جہاں ہمارے لئے تھا نہ ہم جہاں کیلئے	،،
طفلی و عہد جوانی کا نہ پوچھو احوال	بیخودی آگئے تھی اب بے خبری رہتی ہے	،،
ہوا پیری میں ہوش عہد شباب	کھلی آنکھ جس دم سحر ہوگئی	،،
افسوس ہے کہ ہم کو دم واپسیں کھلا	کیا کر چلے ہیں آئے تھے کس کام کے لئے	،،
واحسرتا کہ قافلہ یاروں کا چل چکا	ہم سے ابھی ہوا نہیں ساز سفر درست	مصحفی
دیکھے جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے	ہستی تری بہ رنگ شرر ہے بھی اور نہیں	،،
بھولے ہیں اس کو جس سے ہے سب جہاں کی رونق	یوسف کو گم کیا ہے اندھوں نے کارواں میں	،،
آہی لیا بے خبری نے ہمیں	کون ہے یاں کسکو خبر کیجیے	،،
اے مصحفی کل قافلہ یاروں کا ہے راہی	کچھ تو نے بھی چلنے کا سر انجام کیا ہے	،،
سب اپنے مہرباں منزل پہ پہونچے	رہے اک ہم ہی پیچھے کارواں کے	،،
اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے	بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے	،،
اٹھ مصحفی آفتاب نکلا	تو وقت سحر بھی خواب میں ہے	،،
جو بندہ کہ یکچند فراموش زمیں ہے	اک دم میں جو دیکھو تو ہم آغوش زمیں ہے	،،
غافل نہ انتہا نشہ دولت میں مست ہو	چڑھ کر اُتارہی تو برا ہے سرور کا	،،
عمر دو روزہ پہ یہ طول امل اے غافل	تھوڑی راحت کے لئے محنت بسیار نہ کھینچ	مجروح
بحر دنیا میں تو غافل نہ اُبھر مثل حباب	ایک دم میں خدا جانے یہاں کیا ہو جاے	،،
پڑے ہوتے ہو غفلت میں ذرا آنکھ تو کھولو	ہوی ہے شام اُٹھ بیٹھو مسافر گھر کو جانا ہے	مذہب
غافل بگوش ہوش تو سن تو سہی ذرا	آوازہ سر پہ ہے ترے کوس رحیل کا	مضطر
تاسف کر نکمے پن پر اپنے	تو دانتوں سے یہ دست بے ہنر کاٹ	محو
کب خبر غافل کو ہو نقارے گو بجتے رہیں	کوچ ہوگا صبح دم ہر سو صدائے کوس ہے	مسکین
خواب غفلت سے تجھے اے مسکین	دل ہشیار جگاتا ہی نہیں	،،
گھات میں ایماں کی شیطان ہے غافل نہ ہو	چور کا قابو نہیں چلتا ہے کچھ ہشیار پر	،،
طرّہ نہیں ہے اہل تبختر کے فرق پر	پگڑی جلی ہے برق تغافل کی آگ سے	،،
زندگی بھر عیش کے سامان میں مصروف ہیں	کور باطن ہو رہے ہیں سوجھتا کچھ بھی نہیں	مقبول
آج کچھ ہو نہیں سکتا ہے تو کل کیا ہوگا	سر پہ جب آن ہی پہونچیگی اجل کیا ہوگا	نظم
انگلیاں کانوں میں رکھکر اے مسافر سن ذرا	آرہی ہے صاف آواز درا اچھی طرح	،،
سرائے دہر میں سوؤگے غافلو کب تک	اُٹھو تو کیا تمھیں جانا نہیں وطن کی طرف	،،
دیدۂ بیدار میں ہے ہو کا عالم ہر طرف	بزم ہستی خواب ہے اور دیدہ غافل میں ہے	،،
رہتے ہیں سدا فکر عمل سے غافل	سب آجکی فکروں میں ہیں کل سے غافل	،،
کیونکر نہ رہیں فکر اجل سے غافل	کیا کم ہیں بشر کو زندگی کے افکار	،،
طائر تو سب یاد کریں اور ہم غفلت میں رہیں اسیر	ہم سا غافل دنیا میں اب کوئی نہیں ہے آہ نظیر	،،

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
عمر غفلت میں کٹ گئی افسوس	آہ افسوس صد ہزار افسوس	نصیر
قطع کرنا ہے رہ ملک عدم کو چیتو	غافلو عمر کا ہے آن فرش شمع نمط	"
اے غافلو کس بات پہ بھولے ہو کہ ان کو	کھینچے گا قضا کا تمھیں پیغام تہ کب	"
کہاں کا وصل کس کا عیش کیسا لطف او غافل	قریب آیا زمانہ روح و قالب کی جدائی کا	نسیم
ہے مسرت راحت دنیا سے غفلت کے سبب	کون خوش ہوتا ہے بیداری میں عیش خواب سے	ناسخ
جو نصیحت نہ سنے اور نہ آخر بین ہے	اس کو ہم کور بھی کہتے ہیں جو کر کہتے ہیں	"
کہاں ہوتی ہے رویا میں تمیز خواب بیداری	نہاں ہے اہل غفلت سے معما حق و باطل کا	"
خبر نہیں جنھیں کچھ انقلاب گردوں کی	غرور نیر اقبال و جاہ کرتے ہیں	"
اہل غفلت جو کہ ہیں دنیا میں نابینا ہیں وہ	بند ہو جاتی ہیں آنکھیں خواب کی تاثیر سے	"
اجل سر پہ کھڑی ہے خواب غفلت میں زمانہ ہے	چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہے	"
اہل غفلت کا ہے ہر جزو بدن تک دشمن	ہاتھ بھی خواب میں ہے سینہ کو اک سل بھاری	"
قید غفلت میں بھلا قطع ہو کیا راہ طلب	پانوں میں خواب گراں کے ہے سلاسل بھاری	"
گریزاں اپنے خدا سے کیوں ہے بندوں کو میں حیراں ہوں	رعیت کو محبت ہوتی ہے سلطان عادل سے	"
پیری آئی کودکی سے ہے مگر غفلت رہی	کیا ہمارا ہائے یہ خواب پریشاں ہو گیا	"
اپنے گڑنے کی نہیں تم کو خبر اے غافلو	ہو گئی جمعیت خاطر خزانہ گاڑ کر	"
کیا کسوٹی کی طرح سے ہو گئے ہیں دل سیاہ	کس قدر ہم غافلوں کو ہو گیا سودائے زر	"
ناتوانوں کے الم سے اہل غفلت کو ہے عیش	خوش ہوا ہے ناخن مطرب لگا جب تار پر	"
اے غافلو کھل جائیں اگر گوش حقیقت	آئے دہن غیر سے بھی یار کی آواز	"
زندگانی ہے علامت مرگ کی اے غافلو	اور کچھ اس خواب کی تعبیر کی حاجت نہیں	"
غفلت اہل جہاں تر دامنی کی ہے دلیل	غلبہ ہوتا ہے رطوبت سے مقرر خواب کا	"
لوگ دنیا سے جو دن رات سفر کرتے ہیں	کوچ کی بے خبرو لو یہ خبر کرتے ہیں	"
ہو گئی بالکل ہماری عمر غفلت میں گزر	عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا	"
اسی صندوق میں کل ان کی لاشیں بند ہوتی ہیں	یہ غافل آج کیوں بیفائدہ زر بند کرتے ہیں	"
توقع ہے شب فرقت میں مجھکو صبح ہونے کی	معاذ اللہ کتنا موت سے انسان غافل ہے	"
نقش ہستی محو ہوتے ہیں برنگ نقش پا	کچھ خبر ہے راہ چلنے میں کسی پامال کی	"
عیاں پیری ہوئی موئے سفید اب بڑھتے جاتے ہیں	غضب ہے سر پہ آیا آفتاب اب تک ہیں غافل ہو	نظامی
یاد اس کی تری دل میں ہے تو ہے وہ یاد بھی	کس لئے تو دوڑتا پھرتا ہے غافل ہر طرف	نواب
آیا کس واسطے ہے اور یہ کیا کرتا ہے	دیکھ پچھتائے گا اے دل تو ذرا ہوش میں آ	"
فکر عقبیٰ ابھی کر کچھ لے نسّاخ	نقش بر آب زندگانی ہے	نسّاخ
ہو چکی رات ہوئی صبح بس اے غافل چونک	چھوڑ غفلت کہ ہوئے موئے سیہ فام سفید	وزیر
عین بیہوشی ہے ہشیار نہ سمجھا چاہئے	اہل غفلت کی تو بیداری بھی کہلاتی ہے نیند	"
منعموں نے صرف کی تعمیر میں عمر عزیز	یہ نہ سمجھے خانۂ تن کی بنا محکم نہیں	"
باغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا	دیکھنا آنکھوں کا کانوں کے لئے افسانہ تھا	"

غفلت

غفلت میں عمر کاٹی عجب عجیب […] — دہبی
ہوشیار ایکدم بھی […] دیکھا خیال کر کے — واسطی
حیات سمجھی اپنی خواب باطل یہ خوب […] جمع دولت میں — "
ہوئی منعم کی کیسی عمر ضائع […] نہ چاندی تھی نہ سونا تھا — "
کھلی جب آنکھ غفلت سے […] مکان زیر زمیں — "
منعموں سے ہو کہاں […] عبث قصر کی گلکاری پر
بھولے بیٹھے ہیں عبث […] بزم عیش ہو
انجام ہو ہر دم تو برہم بزم […] غفلت ہماری دار دنیا میں
نہیں ہے سبب […] ہوش ہم سے
جب تک رہے جہان میں […] ہو کر چلے
ابھی خبر نہیں کدھر آئے کدھر […]
باعث غم ہے جہاں میں پیش بینی […] خفتہ غافل ہیں
غافلوں سے بڑھ کر راحت […] غفلت سے کھلی وائے نصیب
عمر بھر آنکھ نہ غفلت سے […] ہوش رہا
وعدہ روز ازل مجھ کو […] سوتا ہے کیا
جاگ اٹھ آنکھیں کھول دے […] عبث کھوتا ہے کیا
زندگی کے دن […] جوانی ہو چکی
ہو گئی پیری […] غافل پڑا سوتا ہے کیا
چونک اے غافل […] اے غافل دراز
خواب میں کب تک رہیگا […] منزل دراز
جاگ آنکھیں کھول دے […] جھولے

غور و فکر

ہستیِ موہوم حوادث میں یوں ہے مانند حباب
آنکھ کھلی جاں گئی جس دم کوئی لہر آتی ہے
نظر آتی ہے سب سے مشکل پہ تری دل اس میں
ہار ارکان سر زانو سے جائے اپنی سکندر کا
دنیا سے ہے کون کس کو یہاں نباہ مشورہ
جو بات ہے تیرے ذہن میں بات وہ کر گذر
معنی میں ہر کسی تلاش معاش دماغ و دل
حیوان صفت نہ لذت کام و دہاں اٹھا
پہنچ پر اگر سب فضل تجھ کو
ہر کار کی خوب ابتدا سوچ
بہتر ہی انجام سب کل و کار
گر عقل ہے تو بھلا برا سوچ
سب عمر تری یہ سوچ ہی میں
اس لفظ نہ دل سے کر یا سچ
کر پہلے ہی کام سوچ کر لے
کچھ دیکھ نہ پیچھے فائدہ سوچ
یاد رہے وہ فعل جس سے کہ گمراہ ہو
جس میں نفع و ضرر تمہارا ہے
عالم میں منصوبہ سے کر اب
کوئی عورت ہی بیٹھا ہے وہ دل محفل سے لے
الصاف

بھولے بیٹھے ہیں کس لئے غافل — رہبر
ہو گئے غافل نہ کبھی ابلق ایام سے بیٹھ
دیکھتا ہوں بیشتر مردوں کو زندہ خواب میں — انعم
چونک اے غافل گیا عہد شباب
جانتا ہے ہر بشر آخر کو مرنا ہے ضرور
سرائے ہستی کو گھر میں سمجھا ہوں کوئی دیکھے تو میری غفلت
محبت زن و فرزند میں نہ ہو غافل — اسیر
وائے غفلت مجھے ہر روز یہی فکر رہی
نہ عقدہ کھلا آج تک یہ اے وقار
موئے بدن سفید ہوئے چونک آنکھ کھول — اسمٰعیل
ستم ہیں یہ وحشت تری غفلتیں
برس کتنے گزرے یہ کہتے ہوئے
کام بن آتا نہیں کچھ کیا چلے جاتے ہیں دن — نجیب آباد
کرنے کا تھا جو کام وہ ہم سے ہوا نہیں
غافلوں کو نظر آتی ہے کہاں صورت یار — =
اٹھ کے ہشیار ہو کس خواب میں ہو اے ہمدم
ہو پیدا اودھر میں سب عمر ہمدم رائیگاں کھوئی
پانے کی تھی جو بات سو اس کو نہ پائے ہم
آئے تھے کس لئے یاں کیا کر چلے نہ سمجھے — =
غفلت سے ہمکو پیری میں دنیا کی ہے ہوس
نیستی نکلی جو ہستی تھی دم مرگ کھلا
میں نے دنیا کو یہ جانا تھا کہ ہے دار قرار — =
محو غفلت میں ہو رہے ہو عبث
دم زدن میں آہ دم کا سلسلہ جاتا رہا
ہو نہ غافل سرائے دنیا میں — سراب
جن لوگوں نے غفلت میں کی عمر بسر اپنی
بزم ہستی میں تو بیٹھا ہے ہوس کیا غافل
نہ کی کچھ پختگی بنیاد قصر زندگانی کی
منعمو جاہ و زر و مال پہ مائل ہو کر
یہ مانا میں نے قاروں سے سوا تیرا خزانہ ہے

موت نزدیک ہے خبر ہے شرط — واسطی
شہسوار و تجھکو دکھاتا ہے یہ چالاک زمیں — ״
غافلوں کو زندہ سمجھوں اس قدر غافل نہیں — ״
زندگی کے دن بہت اب کم رہے — ״
پردۂ غفلت ہے آنکھوں پر چھا رزندگی — ״
پھنسا ہوں آ کر قفس میں لیکن ابھی تصور ہے آشیاں کا — ״
بہت قریب ہیں وہ دن کہ ہوں قریب جدا — ״
قصۂ عمر گزشتہ نہ کبھی یاد آیا — ״
ہم آئے تھے کیوں اور کیا کر چلے — وقار
اچھا نہیں ہے اے دل بیہوش خواب صبح — ״
تجھے کاش ہوتا شمار نفس — وحشت
کہ کچھ کام کر لیں گے اگلے برس — ״
جو گئے وہ عمر کے ہیات کب آتے ہیں دن — ہمدم
پیدا ہوئے تھے کاہے کو دنیا میں وائے ہم — ״
ان کے آئینۂ دل زنگ پکڑ جاتے ہیں — ״
ہمرہاں کوچ پہ بیٹھے ہیں تو غافل کیا ہے — ״
کوئی پوچھے کہ بارے آ کر کیا کیا تو نے — ״
ان محنتوں میں جان کو ناحق کھپائے ہم — ״
روز ازل سے ہیں ہم غافل بنے بنائے — ״
آنکھوں میں نیند آئی چلی جب ہوائے صبح — ״
حیف ہستی کا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا — ״
دم شب و روز رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا — ״
آپ اپنے کو کھو رہے ہو عبث — ״
خواب غفلت میں رہا میں قافلہ جاتا رہا — ״
چیت یہ جائے ہوشیاری ہے — ہوس
واللہ برا سمجھے باللہ بُرا سمجھے — ״
کچھ جو کرنا ہے تو کر عمر چلی جاتی ہے — ״
کیا تو کیا کیا غافل مکاں تعمیر پتھر کا — یکتا
کس قدر بیٹھے ہو تم موت سے غافل ہو کر — ״
ارے غافل در روزہ زندگی کا کچھ ٹھکانا ہے — یم

غور و فکر

انصاف ہے جو دیکھا نکلے وہ عیب سارے	جتنے ہنر تھے اپنے عالم میں آشکارا	حالی
اصل کو بھی غور کرے آدمی	کون تھا کس چیز سے کیا ہو گیا	رنگ
لیل ونہار سے یہ غرض ہے الہ کی	یعنی کرو تمیز سفید و سیاہ کی	شایق
نہ کر عجلت کہ عجلت کا نتیجہ ہے پشیمانی	بشر کو چاہیے سب کام کرنا سوچ کر پہلے	شفق
کچھ بھی ہو جائے قدم پر نہ ہٹے واں سے ظفر	پانوں ہر کام میں تم سوچ کے اول ڈالو	ظفر
نہیں ہے بے تامل خوب کوئی کام دنیا میں	ظفر کیجئے بھلائی یا برائی سوچ کر پہلے	”
ہوا کہنے سے لکھنا معتبر باعث تامل کے	کہ چلتی ہے زباں جلد اور قلم آہستہ آہستہ	”
نظر آتے ہیں دم فکر جہاں کے مضموں	دل سکندر ہے تو آئینہ بھی ہے زانو کا	عاشق
مطلب کوئی رہا نہ کبھی ذی شعور سے	تھوڑی سی فکر کی تو بہت سا سمجھ گیا	”
عرش آشیانہ طائر فکر رسا کا ہے	انسان کے لئے ہیں یہ عقل شعور پر	”
تو آیا کس لئے ناداں وہ تو کام ہونے دے	اگر آغاز کھویا ہے بخیر انجام ہونے دے	لایق
ہستی میں نیستی کا تردد ضرور ہے	ناداں ہے بے خطر جو مسافر سفر میں ہو	ماہ
بے سوچے سمجھے کچھ نہ نکالے زبان سے	لازم ہے آدمی کو ہر اک بات کا لحاظ	مضطر
تری آنکھیں نہیں یہ دونوں پلے ہیں ترازو کے	ہمیشہ نیک و بد کو تول ناسخ اس ترازو میں	ناسخ
دم غنیمت سمجھ خبر ہے نسیم	سوچ گر ہے تو بے خبر کیوں ہے	نسیم
اے شمع نہ سوچے گر بد و نیک	رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک	”
پیر خرد صلاح دے اب مجھ کو کیا کروں	وقفہ تو کم ہے ہستی بے اعتبار کو	نشاط
اے ولی فکر صاف صاحب دل	گوہر بحر نکتہ دانی ہے	ولی

فراق

روز فراق کا تو گزرنا ہی سم ہوا	یہ دن وہ دن نہیں جو بڑھا اور کم ہوا	آصف رح
ظلمت میں کیا تمیز سفید و سیاہ کی	فرقت میں کچھ حساب نہیں صبح و شام کا	اسمٰعیل
میں کبھی کافر بھی رہتا نہ غم فراق سہتا	اگر اپنی زندگی پر مجھے اختیار رہتا	”
پوچھتے کیا ہو ہوئی فرقت میں کیونکر زندگی	خون دل پیتا رہا لخت جگر کھاتا رہا	انجم
ہجر میں جو کہ ملتی ہے لذت	وصل میں وہ مزہ نہیں ہوتا	”
حال فرقت بیان کروں کیونکر	لب سے لب آشنا نہیں ہوتا	”
آج کیا روئیں شام فرقت کو	عمر اپنی یوں نہیں کٹائی ہے	”
صدمہ ہجر سے کیونکر نہ ہو نالاں مرا دل	ٹھیس لگتی ہے تو چینی بھی صدا دیتی ہے	امیر
جو تجھ سے دور ہیں نزدیک ان کے ہے سب ایک	بہار اور خزاں باغ و راغ تازہ و خشک	بیان
نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو یہ آیا	گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا	جرأت
غم فراق سے کٹتے ہیں یوں ہمارے دن	کہ لوگ دیکھتے ہیں دست و پا کو سارے دن	”
گئے ہو جب سے تم یاں سے نہیں سدھ بدھ ہمیں پیارے	نہ جینے کی نہ مرنے کی نہ آنے کی نہ جانے کی	

فراق

وہی لیل ونہار اور ہے زمین و آسماں وہی
نہ گئی کچھ ادھر ہی صورت زمانہ کی — جرأت
پھر اس بن ہو گئی ہے سیر گلشن ان کب تک
لطف بے یار ہمیں سیر گل خنداں کب تک — ”
دیکھئے دیدۂ گریاں اور انجمن آرائی ہے
تم ہو اور غیر ہیں اور گوشۂ تنہائی ہے — ”
میں ہوں اور درد ہے اور چشم پرآب ہیں ہے
صبوری کو نہ تاب دل کو نہ قرار ہے — ”
غم جدائی سے جان میری عجب طرح کے عذاب میں ہے
گل و گلزار خوش نہیں آتا — درد
باغ بے یار خوش نہیں آتا
ہے منجنیق چرخ تماک کے رنگ تفرقہ — سودا
بیٹھنے کے ایک دم کہیں ہوویں جو ہم کلام دو
وہ ہم نہیں جو کریں سیر بوستاں تنہا — ”
بہشت ہو تو نہ منہ کیجئے باغباں تنہا
کونسی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر — ”
آرزوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا
صبر و تسکین ہے اب نہ تاب و تواں — شہید
درد فرقت سہا نہیں جاتا
شب ہجر کی نہ یاں کوئی ہمدم نہ تھا انیس — ”
مونس جو تھا تو اک غم ہجراں تمام رات
کوئی تو

فضلِ خدا

جو گناہ میں سرکشی کی اب تو گنہگار ہی سہی [illegible]
تیرے حبیب سے [illegible] کون بیکسی میں
وہ کرم کی ہو بھرن جب سے گناہ دل جائیں
دور کیا ہے تری رحمت کی گھٹا کے نزدیک
ہے تیری رحمت بس سہارا وسیلہ
جنت میں پہنچیں [illegible] والے
لاتقنطوا کا مژدہ سنایا
[illegible] عصیاں والے
ہم گناہ گاروں پہ تری مہربانی چاہیے
سب گناہ [illegible] رحمت کا پانی چاہیے
[illegible] دل کی حسرتیں
[illegible] ہو جائیگا
جب سے فضل [illegible]
[illegible] تری رحمت [illegible]
گناہ گاروں میں تھا لیکن تری رحمت
[illegible] غضب سے کہیں تری رحمت
معاوضہ [illegible] جرم و گناہ کا کیا
[illegible] گناہ
[illegible] تری رحمت [illegible] کرم
بندہ پرور تری رحمت [illegible]

امیر — رر — رر — رر — امیر

کوئی تو ہمدم شریک رنج و راحت چاہیے	نے ہنسی ہے ایک کی اچھی نہ زاری ایک کی	ظفر
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے	مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا	غالب
دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں	خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں	رر
وحشت آتش دل سے شب تنہائی میں	درد کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے	رر
ہوتی نہیں شمار نفس میں کہیں تمام	یارب یہ شب ہے یا کوئی روز حساب ہے	قائم
اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میرؔ	پھر ملیں گے اگر خدا لایا	میر
اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف	گل سے چمن بھریں ہوں نہ ہو تو ہزار حیف	رر
نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی	گو بہت طاقت آزمائی کی	مومن
شاہد رہیو تو اے شب ہجر	جھپکی نہیں آنکھ مصحفیؔ کی	مصحفی
اپنی تو رات گریہ و زاری میں کٹ گئی	اور یونہی کچھ ستارہ شماری میں کٹ گئی	رر
اے شب ہجر کہیں تیری سحر ہے کہ نہیں	نالۂ نیم شبی تجھ میں اثر ہے کہ نہیں	رر
آتی ہے مجھ کو یاد جدائی روح و تن	ہوتا ہے آشنا جو کسی آشنا سے دور	ماہ
دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے فراق دوست	کیسا تمہارے ہجر میں جان پر عذاب تھا	مہر
ہوا ہے کیا پہاڑ اللہ اکبر روز تنہائی	نہ کٹتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ ہٹتا ہے نہ ٹلتا ہے	ممنون
کیا بیاں کیجیے کہ کیا ہے فراق	قہر ہے ظلم ہے بلا ہے فراق	مضطر
لوگ کہتے ہیں جان کنی ہے سخت	سخت تر ایک جانگزا ہے فراق	رر
ہاویہ میں بھی ہے عذاب الیم	پر زیادہ الم فزا ہے فراق	رر
ناتواں ہم ہیں دیکھیے کیا ہو	طاقت صبر آزما ہے فراق	رر
دشمن بھی اپنے دوست سے یارب جدا نہ ہو	نا آشنا کو بھی الم آشنا نہ ہو	وزیر
غم فراق جو ہر دم لحد جھنکاتا ہے	یہ رفتہ رفتہ مجھے خاک میں ملا دیگا	ہزبر

فضلِ خدا

واہ رے شانِ کریمی ترے صدقے قرباں	جس گناہ گار کو دیکھا وہ گناہ گار نہ تھا	آصف
مرے حال بد پر کرم کرنے والا	خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے	رر
بے ٹھکانوں کے ٹھکانے ہیں ترے لطف و کرم	بے سہاروں کے لیئے ہیں یہ سہارے پیارے	رر
بندوں پہ اپنے شانِ کریمی سے رحم ہے	کیا فضل و فیض ہیں مرے پروردگار کے	رر
رحمت کا تری رات دن امیدوار ہوں	نادم میں اپنے فعل سے غفّار ہو چکا	رر
امیرؔ ملتی ہیں بے مانگے نعمتیں کیا کیا	بڑا کریم ہے جس کا امیدوار ہوں میں	امیر
یہاں تک صاف کرڈالا ہے جوش ابر رحمت نے	پتہ بھی اب نہیں ملتا مرے عصیاں کے دفتر کا	اوج
نیکیوں سے ہیں سوا جرم ہمارے یارب	پر سوا دونوں سے ہے رحم کا دریا تیرا	افسر
بشر ہو یا ملک ہو کام کا ہو یا نکمّا ہو	وہ اچھا ہے وہ اچھا جو ترے نزدیک اچھا ہو	اکبر
ہم عاصیوں کو بخش گئی پاک کر گئی	آئی جو موج رحمت رب غفور کی	رر

گدا کو دم میں مل جاتا ہے رتبہ بادشاہی کا
جو تیری مدد ناخدائی کرے
اگر فضل کا تیرے لنگر ملے
ازل میں نہ تھا جز ترے مدعا
خدایا نہیں ہے کوئی غمگسار
نہ تھا کوششوں کا ہمارے صلہ
دیا تو نے کیا کچھ بغیر التماس
ترے لطف کا ہو سہارا اگر
جو تیری عنایت کا فانوس ہو
شرم گناہ نے تو ڈبویا ہی تھا مجھے
تری عطا ہے مری احتیاج سے سابق
البتہ اس کے فضل پہ موقوف ہے نجات
جو شامل ہے کرم اس کا تو کیا غم کشت عقبیٰ کا
غم حوادث دوران او سے نہیں لازم
وسیلہ ہے نہ بختاور کا کوئی
دشمن ہوں اگر لاکھ تو کیا خوف ہے اس کو
انسان خاطی ہے تو خطا پوش
خدا ہو مہرباں تو مہرباں ہوتے ہیں دشمن بھی
اپنے بندوں کی خبر خوب خدا لیتا ہے
دیکھو انسان جوشش رحمت کا
گنہگار بے حد ہوں لیکن خدا
لے گئی خلد میں ساتھ اپنے گنہگاروں کو
یارب سنا ہے جب سے تو بندہ نواز ہے
ہم سمجھتے ہیں کہ دشوار ہے تغییر قضا
وجود قطرہ یہ مانا نہیں ہے بحر مگر
توفیق کو نواز دے اک بات پر جو تو
گرچہ بندہ ہے گنہگار خدا ہے غفار
نہ ہوتا اگر خدا کا نام غفار
کبھی وہ لطف نہ محمود سے ایاز پہ ہو
کرم سے جو مولا کے ہو سرخرو
رہے جس پہ یارو خدا کا کرم
ہو فضل الٰہی سے اگر خاتمہ بالخیر
یاد پڑتی ہے گنہگاروں کو جب رحمت تری

رہے انسان ہر دم منتظر فضل الٰہی کا	امیر اسمٰعیل
تو پھر کوئی طوفان سے کیوں ڈرے	״
تلاطم سے پھر کشتی کیونکر بہے	״
ترا لطف تھا اور تیری عطا	״
مگر تو کہ ہے سب کا پروردگار	״
عنایت سے تیرے ملا جو ملا	״
غرض تیرے الطاف ہیں بے قیاس	״
تو غالب ہو تنکا بھی سیلاب پر	״
تو آندھی سے کیا خوف ہو شمع کو	״
گر دستگیر مژدہ لاتقنطو نہ ہو	״
کبھی سوال کی نوبت نہ تو نے آنے دی	״
کچھ زہد خشک میں ہے • دامان تر میں ہے	״
سیہ نامہ سے اپنے کام نو نکا ابر رحمت کا	بحر
ہے جس پہ سایہ فگن ظل ایزد متعال	باسط
تو تعجب ہے فقط تیرے کرم سے	بختاور
وہ دوست ہو ہر وقت جس انسان کا حافظ	״
کیا فضل ہے یا غفور تیرا	باقی
ہمارے کام اکثر آسماں ہی نے نکالے ہیں	بارق
کون کھوتا ہے سوا اس کے بشر کی تکلیف	تسلیم
دھوتے آتا ہے منہ ندامت کا	״
مرے جرم سے تیری رحمت زیادہ	تحقیق
عرصۂ حشر سے خالی تری رحمت نہ گئی	توفیق
تقوے شعاریوں پہ گناہوں کو ناز ہے	״
وہ اگر چاہے تو توفیق کوئی بات نہیں	״
مرے کریم بتا پھر ترا کرم کیا ہے	״
کیا دور ہے الٰہی تری بارگاہ سے	״
رحمت حق سے کسی حال میں مایوس نہ ہو	تراب
گنہگاروں کی بخشائش نہ ہوتی	״
جو اپنے بندوں سے پروردگار کرتا ہے	״
وہ دنیا میں کیونکر نہ ہو سرفراز	״
جہاں میں وہی سب سے ہے محترم	״
کچھ چیز نہیں پھر تو یہ دنیا کے مصائب	״
دل سے سب خطرے عذاب گور کے مٹ جاتے ہیں	״

فضل خدا

ہمیں تو آسرا ہو اللہ سے ہے بندہ نوازی کا	تراب
تراب آخر وہی بخشے گا سب بندوں کی تقصیریں	
اس کے کرم سے کیوں نہ رکھے آسرا تراب	״
بندہ گنہگار ہے مولا غفور ہے	
ترے کام سب بن پڑیں گے تراب	״
کہ درویش کا ہے خدا کارساز	
توبہ کرنے سے خدا بخشے ہے تقصیر تراب	״
دن میں سو بار ہو گر بندۂ مسکین سے خطا	
تجھی سے اور سے کیا واسطہ کسی بندہ کی	״
سر پہ ہو جس کے زبردست مددگار خدا	
فضل خدا ہو تو بلا رد ہے سب	״
وار بچانے کو سپر چاہئے	
ترے میخانۂ الفت کے در پہ میں بھی آیا ہوں	ہمت
ادھر بھی دست قدرت سے بڑھا دے جام عطا کا	
یہ ممکن ہے کہ روز حشر پہنچا دے وہ دوزخ میں	״
جو کوئی آسرا رکھتا ہو تیرے عفو و غفران کا	
خدا غفار ہے تم تھرتھراتے کیوں ہو محشر میں	״
تمنا ہے معاذ اللہ اتنا خوف عصیاں کا	
رحمت کے آسرے کی رکھتے ہیں آس عاصی	جلالی
لاتقنطو نا ہے جب سے کلام تیرا	

کہہ دی

فضل خدا

مصرع	مصرع	شاعر
قربان تری بندہ نوازی کے اے کریم	یہ بحر عاصیاں در تو پہ کھلا ہوا	دل
نگاہ لطف کی تیرے یہ ادنیٰ کارسازی ہے	کہ میرے کام از بس جو مشکل تھے آساں ہوتے جاتے ہیں	داغ
[illegible]	کچھ [illegible] جس کی مدد کو خدا نہ ہو	=
اس کا ہے کون جس کا خدا ناخدا نہ ہو	ڈوبے وہ ناؤ جس کا خدا ناخدا نہ ہو	رفعت
بس گناہ زباں پہ جو یا غفور آیا	خطا معاف کرانے کو خود قصور آیا	رائج
جب دربدر سے نا امید ہوں عاصی تو یا غفور	بڑا الٰہی ہم جواب ہوں ہل من مزید کا	=
مجرم ہوں گو ناز ہے تیرے عفو پر	جرم کو ہے مہربانی پہ گھمنڈ	=
کیوں کروں توبہ کہ رائج ہے سب بیج	اس کے فضل و مہربانی پہ گھمنڈ	=
ابر رحمت نے تو جو ور اس کا مجھ پر	ہوا سر سبز مرا باغ تمنا کیسے	محن
کرتے ہو خطا جرم اللہ چھپاتا ہے	دیکھو تو گنہگارو احساں اسے کہتے ہیں	=

مصرع	مصرع	شاعر
کہ رہی ہے رحمت حق صبر کر	ہے بلائے آسمانی چند روز	جلالی
کرم ہے نام اس کا رحمت حق اسکو کہتے ہیں	کہ گلشن بن گئی دم میں خلیل اللہ کی آتش	”
اس کو کیا آفتاب حشر سے خوف	رحمت حق کا جس پہ سایہ ہے	جوشش
زاہد تری نظروں میں بہت ہیں مرے عصیاں	تو نے ابھی اللہ کی رحمت نہیں دیکھی	جلیل
اسکی رحمت کی طرف دیکھو جلیل	کیوں نظر کرتے ہو عصیاں کی طرف	”
جلیل خستہ جاں ڈوبا ہے گو بحر معاصی میں	مگر اس کو بھروسہ ہے الٰہی تیری رحمت پر	”
شکر ہے حشر میں پرسش نہ ہوئی اپنی جلیل	ورنہ ہم سے نہ کوئی بات بن آئی ہوتی	”
سبقت غضب پہ لے گئی رحمت غفور کی	پرسش نہ کچھ ہوئی مرے جرم و قصور کی	”
جا سزا کا تجھے اختیار ہے یارب	غفور جانکے تجھ کو قصور ہوتا ہے	”
کہاں ہم اور کہاں بخشش ہماری	جلیل اک موج تھی ابر کرم کی	”
رحمت نے کی وہ آؤ بھگت حشر میں جلیل	مجھ کو ہوا گمان کہ میں بے قصور تھا	”
تو نگہبان ہے تو خوف ہے مجھے	مرے پروردگار کس کا ہے	”
کام کیا کوئی کسی کے آئے گا	ہے خدا ہی اپنے بندوں کا کفیل	جری
اعانت سے کسی کے کچھ نہ ہوگا	معین گر ہو خدا تو پھر ہے سب کچھ	”
فلک دشمن جو ہو جائے تو ہو جائے	خدا ہو مہرباں ہم پر تو بس ہے	”
خدا مہرباں ہے تو سب مہرباں	نہ ہو مہر اس کی تو دشمن ہے دوست	”
عجب مہربانی ہے بندہ پہ حق کی	کہ کرتے گنہ ہیں وہ دیتا ہے روزی	”
اقبال جس کا یار ہے کیا اسکو خوف خصم	ہو مہرباں خدا تو کوئی کر سکے گا کیا	”
جانب رحمت ہے مقناطیس عصیاں اپنے پاس	رکھتے ہیں عاصی گنہ صید غفراں اپنے پاس	حالی
ہے نردباں جذبۂ توفیق درمیاں	یہاں اعتبار کیا ہے قریب و بعید کا	”
دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر	لا تقنطوا جواب ہے ہل من مزید کا	”
شرم کرم کی ہیں یہی گر پردہ داریاں	انجام ایک ہوگا شقی و سعید کا	”
دیکھا ہے ہم نے عالم رحمت کو غور سے	ہے کشش رحمت میں قحط دل ناامید کا	”
مشکلوں کی جس کو حالی ہے خبر	مشکلیں آساں وہی فرمائے گا	”
نہیں محدود بخشش تیری	زاہدوں پر نہ پارساؤں پر	”
مجھ کو یقین ہے تری رحمت کے سامنے	ہو جائیں گے گناہ گنہگار سے الگ	حیرت
گنہ اگرچہ ہوئے بے شمار ہم سے مگر	ترے کرم کو بھی ہم بے حساب سمجھے ہیں	”
کوئی بہبود حیرت کا نہیں خواہاں خداوندا	بہت تنگ آگیا اب غیب ہو دست کرم نکلے	”
کرم سے کھولدے عقدے پڑے ہیں کام میں میرے	ترے آگے ہیں سب آساں میرے نزدیک سب مشکل	حسرت
وہ جس کو معصیت سے بچائے وہی بچے	حسرت نہ کام آئے کچھ انساں کی احتیاط	”
گرچہ ہے خوشدل گنہگاروں میں تو ہے خوف کیا	اپنا آقا اپنا مولا رہنما ہے پردہ پوش	خوشدل
خدا اپنا حافظ ہے پھر خوف کس کا	نہ دشمن ہے کوئی نہ کوئی عدو ہے	خاموش
گناہ اپنے ہیں بہتیرے ہونے دو خاموش	بڑا ہے فضل کا دریا چلے چلو تو سہی	”

گناہوں سے جان تھرتھراتے رہیگی	تو رحمت کھڑی مسکراتے رہیگی	سراج
رحمت ہی لے تو لے مجھے اپنی پناہ میں	میں نے تو کچھ اٹھا نہیں رکھا گناہ میں	״
باب توبہ پہ میں رویا جو گنہ یاد آئے	ابر رحمت رُخ مایوس ڈھلانے آیا	״
رحمت راہ طلب رحمت نے آسان کی سراج	زیر پا ہر سنگ بھی روئی کا گالا ہوگیا	״
سدا اپنیں نظر رکھتے ہیں یارب	خیال آیت لاتقنطو ہم	״
ستار تیرا دامن رحمت وسیع ہے	کیوں عاصیوں کو خوف ہو روز حساب کا	״
مرے کریم کو منظور بخشش دینا تھا	دعا کو ہاتھ اُٹھانا ہی اک بہانا تھا	״
کریم تو ہی ہر اک کا جہاں میں ہادی ہو	اگر ہو فضل بشر پر تو راہ شر سے پھرے	״
یہ سمجھ جہاں نہیں سوا ذات حق کے	نہیں کوئی حامی تمہارا ہمارا	״
جہاں میں دھوم ہے تیرے کرم کی اے مالک	عروج دے جسے عالی مقام ہوتا ہے	״
جب ترے سایہ سے ہو فیضیاب	یوم سعادت میں ہما ہوگیا	״
عجب بھولا ہوا زاہد ہے تو اپنی عبادت پر	یہاں ہم عاصیوں کو ہے بھروسا اسکی رحمت پر	سرمست
کوئی دنیا میں نازاں ہے کوئی عقبیٰ کی جنت پر	یہاں ہم مجرموں کو ہے سہارا تری رحمت پر	״
یارب تو اپنے فضل سے کردے مجھے رہا	قیدی ہوں میں ہوا و ہوس اور آز کا	سرور
رحمت کا طلب گار ہے یہ سرور عاصی	گو نیک ہے یا بد یہ گنہگار ہے تیرا	״
سید کوئی فقیر ہو یا اہل جاہ ہو	بڑھ کر وہی ہے جسکو کہ بخشے خدا عروج	سید
وہ بہکتا نہیں گمراہ کے بہکانے سے	شان رحمت سے جسے راہ پر لاتا ہے تو	״
ہوتا نہ جو شاہوں پہ ذرا ظل الٰہی	یہ مملکت و تاج یہ اورنگ نہ ہوتا	״
نام خدا کا ہے غفور بخشے گا ایک دن قصور	غیر سے چاہے مغفرت میری خطا کو کیا غرض	سفیر
قہر کہتا ہے گنہگاروں کو جنت نہ ملے	رحم کہتا ہے کہ کوئی نہ جہنم میں رہے	״
شان کرم یہ ہے کہ سبکسار میں چلوں	گٹھری اٹھائیں سر پہ فرشتے گناہ کی	״
تیرے سوا کسی کا سہارا نہیں کریم	آئے نہ تجھ کو رحم مجھے یہ یقین نہیں	״
سفیر زار کو بھی بخش یارب	اسے بھی آس ہے تیرے کرم کی	״
جب پڑی داور محشر کی نظر ہم پہ سفیر	سب خطائیں ہوئیں روپوش عطائیں آئیں	״
شاق اس پہ خود ہے شان رحیمی کو دیکھئے	میں مرتکب ہوا جو گناہ عظیم کا	״
نہیں کچھ مجھے پرسش حشر کا غم	گناہوں سے ہے تیری رحمت زیادہ	״
رحمت وسیع تر ہے خدائے کریم کی	واں کیا بساط میرے گناہِ عظیم کی	״
سو بار جوش رحمت باری کو آچکا	نیت بھی میں نے کی نہیں ابتک گناہ کی	سفیر
نہ مایوس ہو انکی رحمت سے تو	کہ قرآں میں آیا ہے لاتقنطو	״
جوش آگیا ہے رحمت باری کو اے سفیر	جنت میں اک پکار ہے ہل من مزید کی	״
جانتا ہوں کہ گنہ کرنے سے خفت ہوگی	پر نہ کیا حشر میں حامی تری رحمت ہوگی	״
جو بخششیں ہوئیں خالق کی ان پر حد سے زیادہ	گناہ گاروں سے جھک جھک کے بے گناہ ملے	״
لیکر درِ مراد اٹھوں گا میں اے سفیر	بیٹھا ہوں سر جھکائے خدا کی جناب میں	״

فضل خدا

کیوں نا امید ہوں میں ترے فضل سے کریم — نیر
دولت بھی کوئی شے ہے تری بارگاہ میں

تیری مدد اگر ہو تو اٹھ جائیں گے کریم — ״
ہم گر در امید پہ بیٹھے ہیں پاس کے

ممکن ہو کیا عجب ہے سمجھا ہوں میں محال — ״
قسمت میں میری تیری مشیت میں چاہئے

مرے جہاز کا جب ناخدا خدا بن جائے — سید
تو پھر وہ موج حوادث سے کیوں نہ دور رہے

بھروسا اسی کی رحمت کا ہے پکا — ״
عمل پر ناز تو خامی بڑی ہے

اپنی تو محض فضل الٰہی پہ ہے نظر — ״
کچھ عمل پہ ہے نہ بھروسا ہنر کا ہے

کچھ نہیں خوف دلا دولت اگر ہے اللہ — سودا
نفس شیطان پشیمان ہو دشمن بنکر

فضل حق ہو تو تنزل بھی ترقی ہو جائے — شائق
قطرہ گوہر ہو صدف سے جو نکلے دیکھ

موجزن دریائے رحمت پھر ہوئے شائق — ״
دھو گیا جو ہے سبب دھبہ عصیاں کا

ہما دیکھا یہ جنت دوکش پہ ہے کیوں عاصیوں کو ہو
امید مغفرت کی نہ

شائق خدا کی ذات رحیم و غفور ہے
لکھی نہیں

فضل خدا

ابر کرم وہ دامن عصیاں کو پاک کر
دھویا رہے نہ ایک بھی داغ قصور کا
فضل و کرم عمیم غفور الرحیم کا
جب ہم پہ ہے تو خوف نہیں کیا جحیم کا — عاشق
مایوس اس کے رحم سے کوئی بشر نہیں
کب بندہ پر خدا کے کرم کی نظر نہیں — 〃
کس دم کرم خالق اکبر نہیں ہوتا — 〃
فضل پر اس کے نظر جو تھی عاشق ہم نے کی
کام جو دشوار تھا وہ ہی ہمیں آساں ہوا — 〃
عصیاں کا خوف کیا کہ وہ بندہ نواز ہے
دست کرم بھی اس کا بہت ہی دراز ہے — 〃
کیا خوف ہے جو نامۂ اعمال ہے سیاہ
ہر دم نظر ہے اس پہ کہ وہ بے نیاز ہے — 〃
گنہگاری سے دیکھا جوش بحر رحمت کا — عاقل
[illegible] — 〃
[illegible] — عالم
[illegible]

رکتی نہیں ہے فضل خدائے کریم سے
مخلوق سے نہیں ہے امید کشود کار
ہر چند غرق لجۂ عصیاں ہوں مگر
کیا خزانہ میں کمی ہے ترے اے میرے کریم
کیا کریں گے ہم عبادت پر غرور
دیکھ سب کہتے تھے شاطر اب نہ بخشا جائیگا
تائید حق رفیق اگر ہے تو خوف کیا
خدا ہو دوست بندہ کا تو ہے اعدا کیا ہوتا
نہ کرتا حق مدد تو مردم دنیا سے کیا ہوتا
نہ ہوتا فضل حق گر شامل حال آپکے اے نوح
ہوتا ہے فیض عالم بالا بقدر ظرف
زہد پر ناز ہے مجھ کو نہ عبادت پر گھمنڈ
ساحل تک آنہ جائیگی کیا زورق امید
طاہر یہ اس کریم کا ہے بحر و بر میں فیض
اللہ کے کرم کے امیدوار ہیں ہم
ہے یہی امید چشم رحمت حق سے مجھے
دریائے عفو جوش پہ ہے اس کریم کا
رحمت ہے بہت ہی اس کی بڑھ کر
گناہ بخشدئے تونے لاکھ رحمت سے
بخشش پہ نظر رکھی نہ تعزیر دی ہم کو
طالب نہ کیوں ہوں رحمت رب کریم کا
توبہ سے ہو رہا ہوں پشیماں میں ہمنشیں
کچھ بھی نشاں نہیں مرے داغ قصور کا
کرتے ہیں کس قدر تری رحمت پہ ناز ہم
تیری بخشش کا بھروسا ہے شفاعت پہ نظر
فضل سے اس کے نہ ہو عفو گنہ عاشق اگر
گنہ کرتا ہوں میں بخشش پر اس کی مطمئن ہو کر
مہرباں ہے جو خداوند اپنا
کوئی ہے یا نہیں نہیں کچھ غم
چشم پوشی جو کریں غیر نہیں غم عاشق
حافظ اگر خدا ہے بندہ کو خوف کیا ہے
پرسش نہ ہوگی ایک گنہ کی بھی دیکھنا
اک نگاہ مہر نے بدلا زمانہ کا یہ رنگ

دانا کی احتیاج نہ ناداں کی احتیاج
ہوفی روا خدا سے ہے انساں کی احتیاج — شایق
غفار سے توقع عفو قصور ہے — 〃
سچ ہے
شاد نے دل میں جو کچھ اپنے ہے ٹھانی ہوجائے — شاد
سچ تو یہ ہے فضل اس کا چاہئے — شاطر
بار عصیاں پر مرے فضل خدائی ہوگئی — 〃
ناحق مخالفت جو زمانہ کیا کرے — شہیر
ہو اس کا فضل تو دشمن کے ہے اغوا سے کیا ہوتا — شہید
سوائے عالم بالا میاں بالا سے کیا ہوتا — 〃
تو بسم اللہ مجریہا و مرسیہا سے کیا ہوتا — 〃
مثل صدف گہر نہیں ملتا حباب کو — صابر
میں گنہگار ہوں مجھ کو ہے بھروسا تیرا — طاہر
جس کا خدا ہے اس کو غم ناخدا عبث — 〃
ہوتی ملے صدف کو تو غنچوں کو زر ملا — 〃
مایوس کیوں ہو بندہ لطف خدایگاں سے — ظفر
حشر میں دیکھے نہ مرے جرم و عصیاں کی طرف — عاشق
جز ذات پاک کون ہے حامی اثیم کا — 〃
بخشے گا وہ حساب ہم کو — 〃
مرے کریم مجھے انفعال ہو کہ نہ ہو — 〃
اللہ نے بس ہم سے خطا کو نہیں دیکھا — 〃
آٹھوں پہر ہے خوف گناہ عظیم کا — 〃
ہوتے گناہ اور کہ خالق کریم تھا — 〃
اللہ رے جوش رحمت رب غفور کا — 〃
خوف عذاب حشر سے ہیں بے نیاز ہم — 〃
داغ عصیاں کے سوا کیا ہے گنہگار کے پاس — 〃
حشر میں پھر ہو کہاں روئے سیہ کاراں سفید — 〃
ثواب آخرت ٹھہریگا بدلہ میرے عصیاں کا — 〃
کام رہنے کا نہیں بند اپنا — 〃
جب خدا ہے دلا ہمارے ساتھ — 〃
میرا اللہ مگر قاضی حاجات رہے — 〃
خالق وہ روح کا ہے صانع ہے وہ بدن کا — 〃
میری نظر ہے رحمت پروردگار پر — 〃
جتنے بیگانے تھے سارے آشنا ہونے لگے — 〃

وہ نہیں بھولتا گو عیش میں بھولے انساں	وقت تکلیف مددگار خدا ہوتا ہے	عالم
جب خدا کا فضل اے عاجز ہوا	شامِ غم خود صبح عشرت ہو گئی	عاجز
امیدوار جو رہتے ہیں تیری رحمت کے	انھیں کو دیکھتے رہتی ہے تیری رحمت بھی	"
عاجز ہے نظر اپنی تو رحمت پہ خدا کی	ہم زہد و عبادت کا بھروسا نہیں رکھتے	"
بے ادب پر فضل حق ہوتا نہیں	یاد رکھ اس بات کو اے مرد دیں	"
ایک کیا خورشید محشر لاکھ ہوں کچھ ڈر نہیں	عاصیوں پر سایۂ داماں رحمت چاہئے	علی احمد
علی احمد عصیاں سے گھبرا نہ اتنا	کہ فضل خدا موجزن ہو رہا ہے	"
مژدہ لاتقنطوا اے دوستو	اپنے عصیاں پر میں نازاں ہو گیا	"
میری سیاہ کاریاں بیحد ہیں پر مجھے	یارو ہے ناز رحمت پروردگار پر	"
کہا لاتقنطوا اللہ اکبر کیا محبت ہے	بڑا احسان کیا ہم پر ٹھکانا کیا رحیمی کا	"
بنی نوع انساں میں پیدا کیا	خدا کا بشر پر وہ انعام ہے	فدا
حادثات دہر سے ہے امن تا ممکن رہے	فضل ہے ہمراہ بندہ کے مدام اللہ کا	"
امید کا محل ہے نہ موقع ہے بیم کا	ہے سر پہ اپنے فضل خدائے کریم کا	"
غنی جہاں بے نوا ہو گیا	گدا پر جو فضل خدا ہو گیا	"
ہے معرفت عنایت یزداں پہ منحصر	مجذوب کوئی ذاکر و شاغل نہیں رہا	"
کیا شور رہبران سفر آخرت میں ہے	فضل خدا ہے بدرقہ اس راہ سخت کا	"
کیا پایاب بندوں کیلئے دریائے مشکل کو	فدا پایاں نہیں ہے کچھ خدا کی مہربانی کا	"
فضل حق ساتھ ہی بندہ کے ہوا پر ہم نے	گور میں بھی گذر رحمت یزداں دیکھا	"
ہر کوئی ہے بحال خود خرسند	ہے ترا فضل عام عالمگیر	"
جس کو چاہے خدا کرے مقبول	رحمت حق تو ناپدید نہیں	"
خدا کے کرم کی نہایت نہیں	یہاں کس پہ اس کی عنایت نہیں	"
خدا مہرباں ہے تو کل مہرباں	مجھے آسماں کی شکایت نہیں	"
افضال کردگار جو حامی نہ ہو فدا	اس دور میں کیسے کسی کا نباہ ہو	"
بعد ہر مشکل کے آسانی ہے رب کے فضل سے	آج تو تیزاب ہے کل کو وہ جوئے شیر ہے	"
محفوظ ہر بلا سے ہے دونوں جہان میں	جس کو خدا کے فضل و کرم پر نگاہ ہے	"
پروردگار تیری یہ بندہ نوازیاں	سلطان ہے فقیر تری بارگاہ کا	فوق
آج دھل جائے مری فرد عمل	تجھ سے اے ابر کرم کیا دور ہے	"
ہاتھ خالی کب ترا سائل گیا	مانگنے والے کو سب کچھ مل گیا	فروغ
گو کہ تھا قابل دوزخ فروغ مجرم	کس طرح پر تری رحمت کو گوارا ہوتا	"
عزت وہ گھٹائے تو کبھی بڑھ نہیں سکتی	رتبہ وہ بڑھائے تو کبھی کم نہیں ہوتا	"
گو عدل لئے چلا ہے ترا نار کی طرف	رحمت کی پر نظر ہے گنہگار کی طرف	"
جس وقت ذرا تیری رحمت کی چڑھی ندی	بس ناؤ ہے کاغذ کی بیڑا مرے عصیاں کا	قدر
حق نے جو میرے حال پہ فضل و کرم کیا	سارا جہاں مجھ پہ بہت مہرباں ہوا	قطب

فضل خدا

[illegible]

فضل خدا

لینے کا ذوق عطا ہو دل کا محرک ہے شان نوازی کی
طلب کی خاطر ورنہ زنہار ضرورت کیا ہے دست آرزو کا — وحشت

خدا مہرباں ہے تو کچھ غم نہیں
کوئی کیا کرے گا کسی کا بگاڑ کر — وحشی

حال ظاہر ہو چھپا اپنا اہل باطن سے کہ خبر رکھتے ہیں ہم
مور ہیں لیکن سلیماں کی خبر رکھتے ہیں ہم — وقار

وقار اللہ سیہ ہے کیا کھلا ہے پھر دو کا
بتا سکتا نہیں ہے کچھ بگڑ کر نامۂ اعمال اپنا — ؍؍

امیدوار لطف و فضل خدا سبھی ہیں
محتاج اس غنی کے شاہ و گدا سبھی ہیں — وزیر

چاہے اگر خدا تو ہر اک عیب ہو ہنر
ہوئے اگر وہ دیدۂ بینا تو بن جائیں ہنر — ولی

دل ہمارا نہیں ہے دل کون ہے اس میں خدا
کر بلا دیکھا مطلب کون خدا ہے تو وہی کا دلدار — ناطق

اصل یہ ہے کہ خدا چاہے تو ہو فضل
سب عمل کھاتے ہیں حاصل ہے نہ زنہار دولت — ؍؍

کسی کی انسان کو دشمنی ہے جو اللہ ہے وہ دولت
ہوئے وہ ایک زمانہ کہ جو دشمن ہیں نہیں — ؍؍

سچ پوچھئے تو کیا ہے اس کا فضل ہو کچھ دور نہیں
نہ بھی ہو تو کیا سب کا سر ہو پوش نقش پا — جوہر

ڈریں کیوں خطاؤں پہ ہم اپنے مضطر
گناہوں سے ہے اس کی رحمت زیادہ — مضطر

عجب کیا ہے جو مضطر اپنی وہ شان کریمی
گدا سے بینوا کو بخش دے رتبہ امیروں کا — ؍؍

مظہر گنہ گار ہے لیکن بصد نیاز
امیدوار ہے ترے فضل عمیم کا — مظہر

مرجاتے ہم تو ڈر کے گناہوں کے خوف سے
گر کچھ امید رکھتے نہ تیری عطا سے ہم — میکش

ایک دن اپنی یہ رب تر دامنی دھو جائے گی
برسینگے رحمت کے بادل داغ عصیاں دیکھ کر — ؍؍

یارب تو اسے بھیج کہاں ہے تری رحمت
کیوں پاک مرا دامن عصیاں نہیں ہوتا — ؍؍

سیاہ کار جو کار سیاہ کرتے ہیں
تجھے غفور سمجھ کر گناہ کرتے ہیں — ؍؍

دیکھ لینا حشر میں اتنی ہوگی مغفرت
پلۂ عصیاں مرا جتنا گراں ہو جائیگا — ؍؍

گناہ گار ہے میکش اور آپ ہیں غفار
میں ہوں خطا کے لئے آپ ہیں عطا کیلئے — ؍؍

بھروسے پہ تمہارے بحر رحمت کے مرے مولا
لئے موجود سر پر بار عصیاں کی گراں ہوں — ؍؍

مجھ گنہگار کو لیجائیں گے جب دوزخ میں
دیکھ لینا کہ لگے ساتھ ہی رحمت آئی — ؍؍

سن کے یہ کرتے رہے نامۂ اعمال سیاہ
ابر رحمت کا برستا ہے گنہگاروں پر — ؍؍

خطائیں دیکھ کے بخشا جناب باری نے
مجھے تو پار اتارا گنہگاری نے — ؍؍

یونہی ڈر کر مرے جاتے ہو ناحق اے گنہگارو
بہا لیجائے گا اک روز دریا تم کو رحمت کا — ؍؍

ماہ داغ بے زر ہو گا مجھے مثل درم
جب مرے مولا کا کچھ مجھ پہ کرم ہو جائیگا — ماہ

حق ہے اے کریم ترے خوان عام سے
بھوکا نہ ایک دن بھی کبھی میہماں اٹھا — ؍؍

جوش میں آئے جو ابر کرم رب کریم
بحر تو اج سے ادنے سا ہو قطرۂ گستاخ — ؍؍

خوف کیا مجبوب عصیاں کا مجھے
آئی ہے صاف آیت لاتقنطوا — محبوب

تری رحمت ہے وہ دریا کہ نہ کنارا اس میں
بے خطا ہو کے خطاوار چلے آتے ہیں — مہر

آسرا ہے رحمت حق کا فقط ورنہ یہاں
زہد و طاعت بندگی صدق و صفا کچھ بھی نہیں — ؍؍

دیکھئے رحمت حق میل کدھر کرتی ہے
میل ہے حضرت انسان کا عصیاں کی طرف — ؍؍

میرا کیا منہ ہے جو خدایا مانگوں
خود دیتا ہے تو نہ مانگوں میں یا مانگوں — ؍؍

پھیلائے کیا کوئی مرے پروردگار ہاتھ
بندے کا ایک ہاتھ ہے تیرے ہزار ہاتھ — ؍؍

الٰہی کیا تعجب ہے تری ذرہ نوازی سے
کہ بخشے مہر سے عاصی کو بھی تو بے نیازی سے — ؍؍

مہر بندہ ہے ترا اس پہ رہے فضل و کرم
بندگی کا تری دنیا میں وہ بھرتا ہے دم — ؍؍

یوں عقیدہ رہے رحمت میں تری مستحکم
بندہ حیا جل ہے جنبش نہ ہو اس کو زنہار — ؍؍

دے تو اگر سہارا چڑھ جاؤں میں بھی بیشک
گو میرے دسترس سے اونچا ہے بام تیرا — ؍؍

رجوع قلب ہو تو غیب سے تائید ہوتی ہے
خدا کو یاد کرے بندۂ مجبور مشکل پر — محب

ہلکا ہو جائے گا افضال خدا سے دم میں
گو گناہوں سے تو نواب گرانبار رہا — نواب

مہرباں گر اپنا خلاق جہاں ہو جائیگا
غم ہے کیا دشمن اگر سارا جہاں ہو جائیگا — ؍؍

جب حق کا میرے حال پہ لطف و کرم ہوا
دشمن جو تھا وہ دوست ہوا پھر نہ غم ہوا — ؍؍

پرسش حشر سے اے نظم بچالے گی مجھے
اس کی درگاہ عطا پاش و خطا پوش مجھے — نظم

تو ہو اگر مہر عطا کیسی کہ ہوا ذوق طلب
کہہ بھی سکتا ہوں کہ دلمیں کوئی ارماں نہ رہا — وحشت

جو ہو لطف خدا شامل تو سب بندہ ہے بن آئے	بنے تب وہ زر خالص ملے اکسیر جب مس میں	ہمدم
رہتا ہے در فیضان الٰہی دن رات	وہاں ولا قفل کہاں کا ہے کہ مہر کی کنجی	"
خبر گیراں خدا رہتا ہے ذرات اپنے بندوں کا	سلاتا ہے۔ جگاتا ہے۔ کھلاتا ہے پلاتا ہے	"
حلۂ جنت کفن میرا ہوا اے جرم پوش	روضۂ رضواں تری رحمت سے مدفن ہوگیا	ہزبر
ہزبر فضل خدا سے عدو کا خوف نہیں	جو تیغ کو ہے بلندی تو ہے سپر کو اوج	"
تلاش نار میں ان کو پیمبری دیدی	عجب کلیم نے دیکھی ترے کرم کی آگ	"
بچا لینا مجھے اے رحمت معبود محشر میں	ترا ہی آسرا ہے اور ترا ہی سہارا ہے	"

فعل بد

بے فائدہ نیکی کی توقع ہے بدوں سے	بتخانہ میں کیا کام موذن کی اذاں کا	امیر
مردم دنیا جو کجرو ہیں تعجب کیا امیر	بیشتر گلشن میں آتے ہیں نظر اشجار کج	"
دنیا میں نیک سے ہے فزوں بد کا امتیاز	کیا کیا گراں نہ شہد سے قیمت میں سم ہوا	آتش
کروٹ آج کل حضرت برائی کو بھی چھوڑو	نہیں جو کام اچھا وہ نہ آج اچھا نہ کل اچھا	اسمٰعیل
بارہا دیکھا ہے ہم نے نیک و بد میں اتفاق	لعل کو دیکھو شرر کے ساتھ پتھر میں رہا	اشک
بدی کرکے بیکار بنتا ہے انساں	نہ خنجر چلے خاک و خوں میں لتھڑ کر	"
ہر امر میں دنیا کے موجود جدھر دیکھو	آدم کو کیا حیران شیطاں کے لپ جھپ نے	انثار
برا ہوتا ہے بدکاروں کا انجام	برے افعال سے رکھتا نہ تو کام	احمدی
نہیں جہاں میں محسن کشی سے بد کوئی کام	رنگائیں سنگ نہ اشجار سایہ دار پہ ہم	امیر
دیکھ کر میرے عمل کہتے ہیں اعضائے	ہم کو دوزخ میں جلانے کو ہوا تو پیدا	بحر
باندہی جو جنت پر کمر انسان نے کبھی	شیطاں کا بھی باپ ہوا بھوت بن گیا	پرتو
فقط اعمال نیک و بد ہیں اپنے اور اک ہم ہیں	نہ کوئی ساتھ اپنا ہے نہ ہے بیگانہ تربت میں	تجمل
دل میں گراں نظر میں سبک عاقلوں کے ہیں	نادان اپنے فعل زبون و خفیف سے	تراب
محروم ہے وہ جنت و حور و قصور سے	فسق و فجور سے جو یہاں کے خراب ہے	"
کشت دنیا میں بو کے تخم بدی	ہوگا محتاج دانے دانے کا	ذائق
روشندوں کا حد سے نہ بڑھ کر قدم پڑے	باہر رکھے نہ سایہ سے بڑھ کر چراغ پا	سودا
ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کہ آئینہ	خمیر سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہیں ہوتا	"
ملیگا پھل بھی برا تخم زشت بونے سے	مآل کار سے انساں کبھی نہ غافل ہو	سفیر
اگرچہ نیک و بد سب حکم سے خالق کے ہیں پیدا	برا جو فعل ہو سرزد اسے اپنی خطا جانے	سید
چھپتا نہیں چھپائے سے خالق پہ ہے عیاں	پوشیدہ لاکھ کیجیے فسق و فجور کو	عالم
کام کا ہے کو وہ کرے انساں	اپنے نزدیک جو برا جانے	"
کیوں برا مانوں کہے مجھ کو برا اگر کوئی	میرے اعمال ہی خود مجھ کو برا کہتے ہیں	عاشق
پکڑا جو تجھ کو ہے عکس روزگار نے	خمیازہ ہے یہ فعل بد دنا صواب کا	فدا

فعل بد

موجود ہے نتیجہ بد ہر ایک کار بد — فدا

ہرگز نہ سوے فعل زبوں جی ذرا چلا

[illegible] فعل بد سے جوانی میں چاہیے — قدر

[illegible] سے احتراز ہے واجب ہر کام میں

روغن سے [illegible] اعمال نے نہ چھوڑا [illegible]

ہمارا بھی شامت اعمال [illegible]

سیاہ رنگ ہے تربت پہ شامیانے کا

کے قدر بخشے جاتے ہیں بد بھی طفیل نیک

گو شیشہ و دل گیا مرا و پیا شراب کا — عجب

عنبر کی خاطر کنواں کھودے تو خود بھی ڈوب جائے

خلد سے شیطان بھی نکلا حضرت آدم کے ساتھ

فعل کا دنیا میں نتیجہ دیکھ

انجام برائی کا نہ اچھا دیکھ

[illegible] شرارت سے اہل شر کی عجب — مومن

فدا بچائے [illegible] کے گھر میں جو آگ تو گھر جلا کے چلے

ہر کام کا مآل برا ہے جز کے بعد

مآل پھر تفرقہ انداز دیکھنا — میر

شخص جوں پیر شود حرص جواں می گردد

فعل بد کو ہے نہیں مخصوص زمانہ کوئی — ناسخ

بری ہے جس کی خلقت میں نہیں جاتی کی صورت

سیاہی دور ہو سکتی نہیں رخسار زنگی سے

بد گوہر

بدگہر سے خاک حاصل ہوئے ایذا کے سوا — بغیر خونریزی نہیں کچھ کام تیغ تیز کا — نساخ

ہرگز نہ رکھے بد سے کوئی امید نیکی — کب ہو مقوی دل ہوتی کیطرح ہیرا — ″

جو بدگہر ہیں ان سے کیا خطر عالی تھا نکو — کہ ایمن سنگ سے اسکے شیشہ ہے گردونکا — ″

نیک ہیں گلشن ایجاد میں کم بد ہیں بہت — خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا — ناسخ

بدعمل جو ہیں وہ باز آتے نہیں احتراز سے — چور کو پروا نہیں گو ہے مثال داغ شمع

چھپکے تنہائی میں کرتے ہیں جو اعمال قبیح — سخت غافل ہیں ادھر اور ادھر دیکھیں تو — واسطی

بدطینتی سے نیک عمل کی نہ رکھ امید — جو ہے شجر خراب ہے اسکا ثمر خراب — ″

جس کے نطفہ میں ہو بل وہ رہے کیونکر سیدھا — چلتے دیکھا ہے کہیں سانپ زمیں پر سیدھا — ہوش

بدی کرنے سے بدنامی رہے دنیا میں مدت تک — کہ لعنت آج تک ہر اک بشر کرتا ہے شیطاں کو — ہرچند

فقر

عالم فقر میں تکلیف گوارہ ہے امیر — نہ ملیں گے نہ ملیں گے امرا سے کچھ ہو — امیر

کیا خوف ہے آندھی کیطرح آکے جو دولت — رویاں بھی نہ میلا ہو گلیم فقرا کا — ″

لیتے ہیں ایک حس سے دلا دیتے ہیں یہ دس — بے شک ہیں اغنیا سے زیادہ گدا کریم — ″

لباس فقر کا ایسا پسند ہے مجھ کو — بناؤں پھاڑ کے گدڑی جو تخت شاہ ملے — ″

تکلیف ہے پر شکر گدا کو ہے مناسب — شاہوں کی طرح پچھ غم عالم تو نہیں ہے — ″

زمانہ کی خبر سے ہم کو کیا کام — امیر اپنی نہیں رکھتے خبر ہم — ″

نیرنگی چار باغ عالم — گدڑی ہے ترے گدائے در کی — ″

یک رنگ ہم وہ تھے کہ دورنگی نہ کی پسند — پہنا کفن تو جامۂ ہستی اتار کے — ″

طمع جو لذت دنیا کی ہو فقیروں کو — کرے ابھی تو نئے بوریا شکر پیدا — اسیر

ہم فقیروں پہ اگر فضل الٰہی ہوگا — بوریا زیر قدم مسند شاہی ہوگا — ″

فقیری میں مزہ حاصل ہے بڑھکر بادشاہی سے — قدم رکھتے نہیں تیرے گدا تخت سلیماں پر — ″

کاشانۂ فقیر میں جا بن کے ہیر حق — سلطان کی بارگاہ میں ہو کر خبر گور — ″

تھا کام کا جو فقر کیا اس کو منتخب — دولت کو لیا ہم نے نہ بیکار سمجھ کر — ″

لی سلطنت دہر نہ درویش نے تیرے — پھینکا کاسہ سلطاں پہ اسے بار سمجھ کر — ″

فقیر ہیں ہمیں کافی ہے پیرہن گزندہ — پسند کس کو ہے کمخواب وگلبدن کی بہار — ″

بوریا بس ہے کلاہ فقر کافی ہے ہمیں — تخت دارا کی نہ ہے تخت سکندر کی طمع — ″

ہوکر امیر شوق فقیری وہی رہا — ہے جابجا گلیم کی پیوند شال میں — ″

کام کیا تنگیٔ عالم سے فقیروں کو ترے — جھونپڑے میں بھی فراغت سے بسر کرتے ہیں — ″

کریں نہ اس کی تمنا دوشالہ پوش امیر — سوا گدا کے کوئی لایق گلیم نہیں — ″

فقیروں کو نہ چشم کم سے دیکھیں صاحب دولت — امیر الفقر فخری مصطفےٰ ارشاد کرتے ہیں — ″

خالق نے بے نیاز کیا مجھ حقیر کو — ملبوس خاص شاہ نے بخشا فقیر کو — ″

فقر

رہزن سے آسمان تو نہیں مجھ گدا کو خوف — اسیر

پھیلے گا کیا قبا سے تو وسعت میں جس کے سیر ہو

کہدو نہ اپنے جامہ سے باہر ہوں بادشاہ — ″

مستغنی ہیں فقیر جو دریوزہ گر نہیں

خلعت کا لطف ہے ہم فقیر کہاں تنگ ہے — ″

دولت سے ہم ... اپنی گلیم ہے

ہوئی حصول جو دولت فقط امیر ہوا — ″

فقیر تب تلک تھے شاہ رہے

گدا ہیں جس کے امرا ہوس دولت ہے — ″

لالہ زیب ہیں گدا نہیں شاہ ہوا

متوجہ گدا کو کب ہے سے ہو ہوا

دل و دماغ فقیروں کو نہیں تاج و نگیں — ″

ہو کہ صاحب تاج و دیکھ اپنی گدا کو ...

دیدہ کم سے کس دن ... تاج سر سلطانی پر — ″

گدا اس ... ہیں فرق سے تو دنیا میں

گدا و شاہ میں ... دونوں ایک ہیں بادہ کا سے نزدیک — ″

فقیری سے ہیں ... پیالا کام تھا لیکن

غنی ہیں ہم ... گو زمانے کا ... گدائی میں

فقط اپنے ... ہم کو غنیمت ہے بوریا

سلطاں کو تخت ... اس کا نشانات ہیں

اپنی ہی ... دولت میں

دولت میں فقر سے بھی نہیں ہیں کنارہ کش	تکیہ ہے مجھ فقیر کا نواب گنج میں	اسیر
ساماں تونگری کے فقیری میں کیا ضرور	خلعت کی آرزو ہے نہ ہم کو خطاب کی	〃
یاد آتے ہیں اسیری میں فقیری کے مزے	بوریا خوب تھا مسند ہمیں درکار نہ تھی	〃
مرد بے توشہ جہاں میں نام کیا پیدا کرے	منہ میں لقمہ ہو تو آواز آسیا پیدا کرے	〃
غنی ہیں فخر ہیں دولت ہے ترک آرزو ہم کو	کیا کشتہ اگر سیماب دل کو کیمیا سمجھے	〃
نہیں درکار ہرگز فرش شاہی ہم فقیروں کو	زمیں قالین ہے ہر نقش قدم تصویر قالی ہو	〃
پیش نظر یہاں کب نان ہلال ہو	ہیں آسمان فقر پہ گویا کمال ہو	〃
شکر صد شکر کہ دل فقر میں رہتا ہے غنی	مانگتے رتبہ شاہی تو گدائی ہوتی	〃
تخت طاؤس اس سے نہیں کچھ	اڑ کے آندھی میں بوریا میرا	〃
بھولی مسافرت میں رہ فقر کب مجھے	دیکھا جہاں فقیر کا تکیہ ٹھہر گیا	〃
کشور فقر وہ کشور ہے کہ جس کشور میں	مانگتے پھرتے ہیں دارا و سکندر ٹکڑے	〃
خواہش اسباب ہوگی باعث نقصان فقر	آرزوے بوریا بوئے ریا ہو جائیگی	〃
اہل آرام فقیری کا مزہ کیا جانیں	بوریا شیر کا مسکن ہے نیستاں کیطرح	〃
فقر کیا گنج اگر ہاتھ لگا بالقوۃ	دولت فخر کہاں صاحب اکسیر کے پاس	〃
ننگ درویشی سے کیوں رکھے ہے پتلا خاک کا	قول ہے الفقر فخری صاحب لولاک کا	〃
شاہ ملک فقر ہوں تخت زمیں ہے زیر پا	پھر رہا ہے چتر سر پر گردش ایام کا	〃
فقیری میں وہی باقی ہے رفعت اوج طالع کی	کہ تکیہ ہے ہمارا کوہ تمکین گدائی پر	〃
پروا نہیں کرتا ہوں فقیری میں اسیری	چادر ہے گزی کی مجھے اطلس کے برابر	〃
کوئی عالم میں نہیں مرتبہ دان درویش	قہر درویش تہدید ست بجان درویش	اسیر
صاف کہتا ہے یہی وہ جو خدا کہتا ہے	ترجمہ مصحف رب کا ہے بیان درویش	〃
قطع امید جو کی ہمت عالی کے سبب	کھل گئی جوہر شمشیر زبان درویش	〃
قدر کامل کی ہے کامل کو جہاں میں معلوم	ہے جو درویش وہ ہے مرتبہ دان درویش	〃
دنیا کی فکر گوشہ نشینوں کو عیب ہے	باقی اگر ہے حرص توکل سے کیا غرض	〃
مسند کی نہ آرزو نہ ہمیں تخت کی تلاش	ہم ہیں فقیر جاہ و تجمل سے کیا غرض	〃
وہ گدا ہوں میں دیا یا منعموں کو بعد مرگ	مقبرہ سے میرے قصر ان کا کوئی خالی نہیں	〃
اہل دیں کی اور خصلت طرز دنیا اور ہے	نگران شیروں سے ہو سکتا ہے کب روباہ کا	〃
دی فقیری نے مجھے سیل حوادث سے نجات	تیغ باراں کی ہوئی کملی سپر برسات میں	〃
کاشانۂ فقیر میں دولت کو دخل کیا	سلطان محل نہیں یہ سلیماں محل نہیں	〃
نفرت جو خلق سے ہے وہ درباں سے کم نہیں	کیا خانۂ فقیر کو درباں کی احتیاج	〃
صحبت اہل فنا ان کو خوش آتی ہے مگر	گھر جو تکیئے میں بنا کر فقرا رہتے ہیں	〃
تکلف کی نہیں حاجت ہے کچھ ارباب معنی کو	بھلا درکار کیا حرفوں کے دامن کو کناری ہو	〃
بزم سلطاں کو مبارک ہو سریر شاہی	بوریا تک نہیں رکھتا ہے مکاں میں درویش	〃
امیروں کو سفارش ہو مبارک اہل دنیا کو	خدا سے سلسلہ ہے مجھ گدائے بے توسل کا	〃

فقر

لذت فاقہ سے آگاہ جو لوگ ہیں خاص — اسیر

بے خبر بیٹھے ہیں نعمت عظمیٰ اس کو — انور

فقر میں لطف ہے شاہوں کے برابر بیٹھا — 〃

[illegible]

فقر کی دولت سے ہے مجھ کو عالم اسباب سے — 〃

بوریا بہتر ہے مجھ کو قاقم و سنجاب سے

[illegible]

فقر کی

[illegible]

فقر

ناخدا بنا کوئی اسباب سفر لیتا ہے
تو فقیر اس لکڑی کی سفر اوڑھ دھر لیتا ہے
فانی اللہ کے رنج سے پایا ہو جو آگاہی
تو کیوں جیتے سے خوش ہو جائے کچھ مرنے کا غم کیجئے
کیوں نہ پھر شاہ پہ غالب ہو گدا کا سایہ
پارس پہ جھکتا ہے ہما کا سایہ
یاں قدم بوس ہیں یاں بھی ہیں حاضر ہیں
دین و دنیا کے تاج ہے جو تبرے میں نہیں
سمجھ وہ کیا ہے کہ فقیروں کے تو دل کو تو ابھی
کوئی نہ ہیں فقر سے اہل دول دیکھ سے پھر
ان کے پاس بھی کیا ہوں بیمار اور ہے
فقر کو کوئی تو بس آئی ہے
بادشاہ وہ دریں کی صورت
ہم اپنے فقیروں بھی یاں اس ہے ان بان ہے
کملی ہماری زنبیل دکھاتی ہے شان کا
حق نے بخشیں دی ہے بسم قرآن مجید
ہونے کے نہیں وہ پیر ارد دل سے مرید
نعمت فقر میں بھی یاں نہیں نہیں تنہا خوردی
ہاتھ کھاتا ہوں جو ہوتے ہیں میر ٹکڑے
ہے جو رنگ انقلاب دنیا
ہر حال میں ان کو ہے خدا سے امید
ہم فقیرانہ

فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار	انشا
فقیروں کی مجلس ہے سب سے جدا	
سکندر کی خاطر بھی ہے سد باب	=
غنی ہوں دی ہے خدا نے بھی دولت فقر	
موئے پر جب گدا و بادشاہ کا حال یکساں ہے	=
جو کی روٹی میں فقیری نے دیا ہے وہ مزا	
فقر کی دولت سے رہتا ہے ہمیشہ دل غنی	=
سلطنت کا ہے مزہ نفس کشی میں غافل	=
بادشاہت ہو تو کیا جس میں حلاوت ہی نہیں	
دولت خدا پرست لٹائیں جو فقر کی	=
پیر فلک کے دور میں ہیں فرد ہم فقیر	
خیال تن پرستی چھوڑ فکر حق پرستی کر	=
مرد فقیر ایذا دیتے نہیں کسی کو	
بسر ہو جائے گی کمل کے سایہ میں فقیرو یکی	=
فقیری نے دیا ہے رتبہ عالی بادشاہی سے	
بادشاہی سے فقیری کا ہے پایہ بالا	=
فقر کے کوچہ میں قدر دولت دنیا نہیں	
فقیری سلطنت ہے خاکسار کوئے جاناں کو	
کملی مری پشمینہ سے رکھتی ہے مجھے گرم	رہبر
منزل فقر و فنا جائے ادب ہے غافل	
فقیری جس نے کی گویا کہ اس نے بادشاہی کی	
نہیں رکھتے ہیں امیری کی ہوس مرد فقیر	=
نعمت فقر سے موجود جسے رغبت ہو	
نعمت فقر سے محظوظ ہوا ہوں ایسا	
چھوڑ کر ہم نے امیری کی فقیری اختیار	آتش
دولت فقر سے رکھتا ہے غنی	
فقیر کو نہیں درکار شال ہیروں کی	
کسی کو ملک دیا ہے کسی کو مال دیا	
مقام شکر ہے جو آسماں دے خرقہ فقر	رہبر
ثابت قدم فقر کو ہے نفس کشی شرط	
پا برہنہ سر عریاں وطن گرد آلود	
مسند شاہی کی حسرت ہم فقیروں کو نہیں	
گردش دوراں سے مردان خدا بے باک ہیں	

ہاتھ پھیلاتا ہے سلطاں بھی گدا کے سامنے	انیس
امیروں کا یاں تک گزارا نہیں	"
جو دارا بھی ہے تو دارا نہیں	
یہ بادشاہ سے جھک کر گدا نہیں ملتا	اشک
بجائے تخت ہم کو بوریا دیتا تو اچھا تھا	"
نازِ نعمت سے مجھے منعم کے نفرت ہو گئی	"
ہاتھ پھیلاتے ہیں کب ہم اغنیا کے سامنے	"
عجب اکسیر یہ پیش فقرا رہتی ہے	"
نعمت فقر سے بہتر کوئی نعمت ہی نہیں	"
پھیلائیں بادشاہ بھی آ کے گدا کے ہاتھ	امانت
کمل کی آرزو ہے کنارہ ہے شال سے	"
نشاں رہتا نہیں ہے نام رہ جاتا ہے انسان کا	آتش
ہیں ذکر آرہ ہر گز زیر شجر نہ کرتا	"
مبارک اہل دولت کو دوشالہ ندی	"
دو عالم میں مرادل ہے جہاں میں جام ہو جم کا	"
بوریا چھوڑ کے کیا تخت سلیماں مانگوں	"
ٹھوکریں کھاتے ہیں یاں پارس کے پتھر سیکڑوں	"
مبارک جام ہو جمشید کو خاتم سلیماں کو	"
سنجاب سے افزوں ہے یہ قاقم سے زیادہ	"
بادشاہ تخت سے یاں اپنے اُتر لیتا ہے	"
جسے ظل ہما کہتے ہیں درویشوں کا کمل ہے	"
شیر کی کھال ہی ہے قاقم و سنجاب مجھے	"
آب شیریں میں ہے نان نمکیں تھوڑی سی	"
خشک کر کے انہیں کھاؤں جو ملیں ترٹکڑے	"
بوریے پر بیٹھے ہیں قالیں کو ٹھوکر مار کے	"
ہم کو آتش دل خرسند اپنا	"
سر برہنہ سر گوشوارہ کیا کرتا ہے	"
فقیر ہوں مجھے اللہ نے ہے حال دیا	آتش
کفن پہنکے ہے اس گھر سے جہاں نکلا	"
بے دیو کے مارے ہوئے رستم نہیں ہوتا	"
ہے کرامات گدا حال گدا سے پیدا	"
فرش ہے گھر میں ہمارے چادر مہتاب کا	"
نوح کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب کا	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہم فقیرانہ بسر کرتے ہیں عمر	کیوں کریں ہستی کے ساماں کو تلاش	اکبر
نہ پایا گر کہیں لامکاں کو	مٹا دیں گے ہم اپنے بھی نشاں کو	"
ہیں ہونگا میسر برآوردہ نہ کیوں خاک قدم بنکر	کہ اکثر مرد کامل ہوتے ہیں مرشد کی خدمت سے	افسر
جائے گا کبھی نہ شاہ کے گھر	جو شخص گدا ہے تیرے در کا	انجم
ہر وقت جو خدا پر نظر رکھتے ہیں	کب دل میں خیال سیم و زر رکھتے ہیں	امجد
جاہ اچھا ہے نہ حشمت نہ جلال اچھا ہے	بندۂ حق کو فقیری ہی کا حال اچھا ہے	اخگر
راہ حق کی ہے طلب آسی اگر	خاک رہ ہو مرد حق آگاہ کی	آسی
یہ ہنگامہ آرا ہیں سب بے خبر	وہ چپ ہیں جنھیں کچھ خبر ہو گئی	اسمٰعیل
حلقہ میں قلندروں کے اگر	تحقیق تمام ہو گئی ہے	"
ہوس ہے گر سر و ساماں کے جمع کرنیکی	تلاش کر سر و سامان بے نوائی کا	"
صاحب نظر کو فرق شب و روز کچھ نہیں	ہر روز روز عید ہے ہر شب شب برات	"
دلجوئی فقیروں کی ہے خوشنودی معبود	تکریم غریبوں کی ہے اکرام خدا کا	بحر
کشتئ درویش پر بیٹھو تو بیڑا پار ہے	جا بہنے دو سمندر رہے یہ سوتا چاہ کا	"
تو جب تک دوست دنیا کا ہے دنیا تیری دشمن ہے	فقیروں کو نہ ڈاکے کا ہے اندیشہ نہ شبخونکا	"
کسی فقیر کے کمل کو پوچھتا ہے کون	کہ دور دور زمانہ میں ہے دوشالونکا	"
نجات اے بحر اس میں ہے کہ دنیا سے کنارہ ہے	نہیں درویش کی کشتی کو کھٹکا موج طوفاں کا	"
ہے یادگار زمانہ میں اپنی تنہائی	فقیر کا کوئی قائم مقام ہو نہ سکا	"
اپنا ہوا آپ قاتل مٹی میں جیتے جی مل	ڈھا بیٹھ کعبۂ دل حج کا ثواب ہوگا	"
نقش دنیا کا مرے دل پہ اثر کیا ہوگا	فقر کہتا ہے کہ حاجت نہیں زر کیا ہوگا	"
شاہ کا پایا خطاب اس نے جو ہو بیٹھا فقیر	آگیا اس دائرہ میں جو وہ دارا ہو گیا	"
فقر کا پوچھو مزہ سلطان ابراہیم سے	چھوڑ کر شاہی کو درویشی کا خواہاں ہو گیا	"
محل نشیں سے کعبۂ مقصود دور ہے	پہنچا وہی جو کشتئ مقصود پر گیا	"
کچھ سکندر کی حقیقت نہ قلندر سمجھا	اپنی ٹُنی سے نہ آئینہ کو بہتر سمجھا	"
امن میں جو سماوی سے ہیں اصحاب گلیم	دیکھ لو سایہ نہیں ہے پائمال آفتاب	"
ہوئے فقیر تو دنیا کی آفتوں سے چھٹے	ہر اک بلا کو ہوا نقش بوریا تعویذ	"
دینے والے کا کب احسان گدا لیتے ہیں	آبرو بیچ کے ٹکڑا فقرا لیتے ہیں	"
لات ماری ہے فقیروں نے جہانبانی پر	افسر و چتر سلاطین کے سرمارے ہیں	"
گو ہوں فقیر باغ سعادت نصیب ہوں	ہے آشیاں ہما کا مرے ہر نہال میں	"
علائق سے ہو آزادی فقیری اسکو کہتے ہیں	کفن کو بھی نہ رکھے کچھ قلندر ہو تو ایسا ہو	"
اگر بے رنج ہستی چاہتا ہے تو فقیری کر	فقیری کیا ہے زندوں سے نکل مردوں میں داخل ہو	"
فقر کے پردہ میں دنیا خوب ہوتی ہے شکار	بورئے پر بیٹھکر شیر نیستاں ہو گئے	"
ذرۂ خاک ہیں ہم لوگ سمجھے جو فقیر	قدر کیجئے تو ہیں آنکھ کا تارا ایسے	"
دولت فقر سے میں بھی ہوں غنی اے منعم	بوریا بھی نہیں کم مسند کمخوابی سے	"

فقر

ناظم تک قناعت ہوں فقیری سے گوارہ
مجھے شاہی سے نہ نوابی سے
نہ غلاف [illegible] نے مخالفت کا چلن
نکالا سکندر نے کبھی نکلے بادشاہ چلے
فقر سے نہ بیٹھے جب اس لذت دنیا سے فقر
ہاتھ دھو بیٹھے [illegible] منہ کا نوالہ سمجھے
نعمت کون و مکاں [illegible] سے چھٹ جائے گا فلک
کیا چھین لیگا ہم سے [illegible] لنگوٹ ہے
دولت فقر کی کفنی ہے [illegible] ہوا شان درویشی
[illegible] پیدا
چھٹے جو کپڑے تو پیرا [illegible] الفقر کی صدا ہے
غنی [illegible] میں ہے [illegible] نظروں میں خاک ہے
اگر مجھ فقیر کی [illegible] تو کیا احتیاج
حاجت روا جو تو ہے [illegible] دنیا کے امیر
نوالہ کیا فقیروں سے ہوں [illegible] منقود ہے
فقر کی نعمت سے خالی کاسہ فقیر ہے
رنج پر رنج سے شکر [illegible] نیت رکھے
[illegible] فاقہ ہو تو کل روزہ کی [illegible] بادشاہی ہے
جو بن پڑے تو فقیری بھی [illegible] زری ہو جائے
بستر بندی [illegible] امیری سے فقیری خوب ہے
اپنے آگے تو [illegible] درجہ ہے
وزن [illegible] کیا پیچھے

فقر

	شاعر
دین دنیا سے با ایمان اٹھے / جو حاصل کر کے کچھ عرفاں اٹھے	تراب
بحث کوئی دین و دنیا کا نہیں ہم سے [illegible] / ہم اس کے عشق میں دونوں جہاں سے دل اٹھا [illegible]	〃
فقیری چھوڑ کے بیٹھا ہے تو جنگل میں تراب / بیچ اپنی ہستی کی دکاں اپنی لٹا دی ہو حق	〃
کیوں نہ ہم اس کو سب کہیں دیکھیں / [illegible] ادھر ہی ہماری سب سے	〃
فقر میں صبر و قناعت جنکو حاصل ہے تراب / [illegible] اللہ کے احسان سے سلطاں کی طرف	〃
[illegible] پاؤں پھیلا کر وہ [illegible] / زینت سے جس درویش کا دست طمع کوتاہ ہو	〃
پھر کوئی جانے نہ پہچانے زمانے میں [illegible] / فقر کے عالم میں بہتر اس سے کوئی عالم نہیں	〃
شاہ ہوتے ہیں یہاں سے [illegible] گدائی میں / ہے عجب سلطنت گدائی میں	〃
خاک و زر جنکو برابر ہے وہی درویش ہیں / بے نصیبوں کو غنی کی خاک در ملتی نہیں	〃
عرفان حق سے جس کو ہوئی ہے نظر بلند / سلطنت آسماں پست ہیں اس کی نگاہ میں	〃

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کیا پھٹے کپڑے سے ننگ آئے فنا فی اللہ کو	گور کے پیوند کو کیا بخیہ گر کی احتیاج	بحر
کیونکر گلیم پوش نہ روشن ضمیر ہوں	رکھتا ہے آئینہ کو نمد کا غلاف صاف	〃
زیب و زینت نہیں ارباب فنا کے گھر میں	خانہ گور کو درکار نہیں چھت پردے	〃
ہو دو زانو اغنیا کے پاس مت قالین پہ بیٹھ	پاؤں پھیلا بورے پہ اپنے گھر میں سو مدام	بیان
گدا بنکر ترے در پر رہے بس ہے یہی خواہش	نہ خوش آتا ہے بختاور کو ہرگز ٹھاٹھ شاہانہ	بختاور
وحید عصر ہوتا ہے دوئی کا نام کھوتا ہے	خدا ہی میں خودی کو کر کے فنا مل جائے ہو درویش	〃
حیات جاودانی کس طرح اس کو نہ حاصل ہو	کہ پہلے موت سے آفاق میں مر جائے ہو درویش	〃
ہوا ہے معتقد جس دن سے درویشوں کا بختاور	رکھے ہے سر جہاں پر کوئی رکھتا پائے ہو درویش	〃
میں خاک نشین ہوں کیا کرونگا	اے صاحبو لیکے کرسی و میز	〃
بہتر از مخمل فقیری میں فرش خاک ہے	پانوں پھیلا کر جو لیٹے ہاتھ تکیہ ہو گیا	برق
بے سبب نام ان کا شاہ نہیں	کہ فقیری بھی ایک دولت ہے	پرتو
گدا کے واسطے ہے فرش قالین	بچھانے کے لئے گر بوریا ہو	تجلی
ساماں کی احتیاج نہیں اہل فقر کو	جب ہے زمیں نہیں ہے اگر بوریا نہ ہو	〃
غصہ سے امیروں کے خطر کچھ نہیں ایسا	اللہ نگہباں فقیروں کے غضب سے	تراب
امیروں کی خوشامد کرتے ہو اتنی عبث یارو	فقیروں سے ملو کچھ فقر کا جاہ و حشم لے لو	〃
کوئی او ہم سے پوچھے فقر میں کیا بادشاہی ہو	غنی ہے دل فقیروں کا بظاہر گو تباہی ہے	〃
تخت پر لات جس نے ماری تراب	بورے پر وہ کب کرے گا ناز	〃
یوں ادب کیجئے فقیروں کا	جیسے آداب ہو امیروں کا	〃
سر جھکا کے قدم پہ فقرا کے	بادشاہوں کا اور وزیروں کا	〃
مٹ گیا حوصلہ امیری کا	جب سے پایا مزہ فقیری کا	〃
فقیری کا مزہ خوب اس نے بے ریب و ریا پایا	نہ بستر کے لئے کبھی جز بوریا پایا	〃
کس سے کہئے مزہ فقیری کا	فقر بے اضطرار ہے نعمت	〃
امیروں کو ہے گر امیری پہ ناز	فقیروں کو بھی ہے فقیری پہ ناز	〃
گدائی میں کرے جو بادشاہی	وہ ہے سرتاج شاہان ممالک	〃
چاہیے درویش کو نازاں ہو اپنے حال پر	جس طرح دولت پہ کرتے ہیں گھمنڈ اہل دول	〃
خاک و زر جنکو برابر ہے وہی درویش ہیں	بے نصیبوں کو انھیں کی خاک در ملتی نہیں	〃
وہ آدمی کیا جو سگ دنیائے دنی ہے	درویش کو کیا چاہئے اللہ غنی ہے	〃
رتبہ ہے فقیروں کا امیروں سے زیادہ	درویش کی خدمت میں رہو یارو ادب سے	〃
دنیا کی سلطنت کو سمجھتے ہیں یوں فقیر	توشہ کبھی بنے کوئی جیسے بیاہ میں	〃
خدا پناہ فقیروں کی ناخوشی سے تراب	وہ جس پہ گرم ہوں جھٹ پیرہن میں آگ لگے	〃
فقر میں اس کی آن بان ہے اور	جس میں کچھ آن نامرادی ہے	〃
کم کوئی فقرا سے ملتا ہے خدا کے واسطے	دفع اعدا کے لئے یا کیمیا کے واسطے	〃
بنان خشک راضی ہوں پھٹی گدڑی پہ شاکر ہوں	یہی قوت گدایاں ہے یہی دلق گدائی ہے	〃

قبر کی تنگی وتاریکی سے ان کو ڈر کہاں	جو یہاں حجرہ میں بیٹھے ہیں نہیں گھبراتے ہیں	تراب
کیوں نہ درویشی میں خوش رہئے تراب	اس قدر آرام یہ عزت نہیں	″
خود بخود سب آرزوئیں اکی بر آئیں تراب	جو کرے خاطر سے اپنے سد باب آرزو	″
بڑی ہے ذلت اس کو مجرئی ہونا امیروں کا	گلے میں جس کے کفنی ہے یہ جس کے تاج شاہی ہے	″
ہم ملائیں اسکو مولا سے تراب	جو خدا کے واسطے ہم سے ملے	″
فقیروں کی توجہ جس طرف آئے وہ بن جائے	جو ان سے منہ بگاڑے اسکو حاصل روسیاہی ہے	″
فقیروں کی کتابیں پڑھ کے کوئی کامل نہیں ہوتا	وہ رہبر کس طرح ہوگا جو رہ نادیدہ راہی ہے	″
مہرباں جس پہ ہو تراب فقیر	کیوں غرض مند وہ امیر کا ہو	″
فقیروں کی دعائے بد غضب ہے الاماں اس سے	تراب اس بات سے یارو تمہیں آگاہ کرتا ہے	″
کیونکر نہ سر جھکائیے اس کے قدم پہ ہم	جس کے قدم سے ہاتھ طریق خدا لگی	″
تراب کس لئے جائے وہ گھر امیروں کے	جسے نہ کچھ غرض دولت وامارت ہے	″
ہرگز نہ پاوے ناں جویں کا وہ ذائقہ	لذت بڑی ہو جس کو غذائے لطیف سے	″
جو فقیر اپنے ہوائے نفس کا مغلوب ہے	اس کو کیا کہئے وہ سالک ہے نہ وہ مجذوب ہے	″
غصہ سے امیروں کے خطر کچھ نہیں ایسا	اللہ نگہباں فقیروں کے غضب سے	″
ہزاروں میں کوئی دو ایک ہونگے	بہت کم ہیں خدا کی راہ والے	″
وہی گھر بیٹھے اپنے چین کرے	جس کا دل اس جہان سے اٹھ جائے	″
مہربانی خدا کی اس پہ جان	جس پہ فقرا کی مہربانی ہے	″
ہم کو کچھ دولت نہ کچھ اسباب شاہی چاہئے	خاتمہ بالخیر ہو فضل الٰہی چاہئے	″
خدا اپناہ فقیروں کی کبریائی سے	کہ ان کو ننگ ہے دنیا کی بادشاہی سے	″
راہ اصول حق تو نہیں دور کچھ تراب	صاحب دلوں کے دل سے اگر راہ کیجئے	″
زر خاک برابر ہے تراب اسکی نظر میں	دنیا سے جو کوئی جھاڑ کے داماں نکل جائے	″
خدا کے لوگوں سے ڈرتے رہو خدا کیلئے	کہ بیخودی میں ہے نسبت انہیں خدائی سے	″
جس جگہ فقر وقناعت کی طراوت ہے تراب	آتش آز اد طمع حرص وہوا ٹھنڈی ہے	″
مصاحبت ہے خداوند خلق سے جن کو	تنفر کو ہے عالم کی آشنائی سے	″
جن کا تمام آرزؤں سے ہوا ہے دل	جگ میں وہی تراب شہ زندہ دل ہوئے	″
تصوف بے تکلف ظاہر وباطن کی ہو صفو	نہ ہو جس میں کدورت کچھ وہی صوفی صافی ہے	″
جیتے جی پہنے وہی کفنی تراب	جس کو حاصل ہو فنا مردگی	″
کام درویشی کا ہم سے کچھ نہ بن آیا تراب	اس لباس فقر میں کہنے کو ہم درویش ہیں	″
کرم سے جو مولا کے ہو سرخرو	وہ عالم میں کیونکر نہ ہو سرفراز	″
نہ رہے جو کسی کے کام کے کچھ	شکل درویش وہ بنا بیٹھے	″
چھپنے کا نہیں وہ تو نظر باز سے ہرگز	مگر مکر سے کوئی شکل بزرگوں کی بناوے	″
یارو جو ہوا صدر نشیں فقر وفنا کا	وہ آرزو بستر وبالش نہیں کرتا	″
زباں اس کی ہوئی ہے گنگ جس نے اسکو پہچانا	وہ عارف ہی نہیں دعوی کرے جو حق شناسی کا	″

قطعہ

کس طرح خدا والوں سے ہو نفس پرستی
پتھر کبھی بت کی پرستش نہیں کرتا
موہن تو کبھی رانی سے ڈرتا ہو کیوں نہ شاہ ایسا
فقیروں کی نفس رانی سے ہٹ نہ عالمگیر سا ہارا
کہ سرمد کی دعا سے ہٹ گیا اورنگ زیب عالم سے
درویش نہ ہو جب تک آزاد ہوا تو کیا
بے قید ہوا تو کیا
ہوتی نہ اگر سب سے سوا عزت درویش
رکھتا نہ کوئی آرزو و صحبت درویش
فیاضی کرے کون فقیروں سے زیادہ
دیتے سے تو گھٹتی ہی نہیں دولت درویش
ہو شاہ گدائی کرے بندوں سے ہوس میں
پر شان مت درویش ہے اور ذلت درویش
کوئی ہم سے سروکار رکھے چاہے نہ رکھے
درکار ہے حق سے سروکار ہمارا
بے تکلف جس کو گھر بیٹھے خدا دیتا ہے رزق
کیوں پھرے وہ دربدر اور کس لئے ہو متبذل
ناحق کو یار باشی کسی سے کرے تراب
مولا سے اپنے اس کو سروکار چاہئے
کون کہتا ہے گدا ہم تو شہنشاہ ہوئے
حق کے دروازے پہ بیٹھے در سلطاں چھوڑا

عجب

تراب
″
″
″
″
″
″
″
″
″

فقر

عار ہے کبر اور کدورت سے
ہر کدورت سے خاک پا ہیں ہم

شادی سے جو یاں شاد حزیں غم سے نہ ہوگا
رتبہ اسے فردوس میں کم جم سے نہ ہوگا

راحت میں کرے شکر مصیبت میں کرے صبر
بندہ ہے وہی تابع مولا ہے بہت اچھا

عجز و اخلاص و تواضع سے طریقہ اپنا
کبر سے کینہ سے نخوت سے ہے نفرت ہم کو

بیٹھے ہیں کام اپنے گھر بیٹھے
اسکی قدرت کے کارخانے ہیں

[illegible]
[illegible]

خوب ہے یہ خاک ہونے سے تو پہلے خاک ہو
خاک ہے تو خاک میں اکدن دلا مل جائیگا

نہ ہو آرزو آرزو کی جہاں میں
اگر آرزو ہے یہی آرزو ہے

نیاز مند رہوں گا جو بے نیازوں کا
کھلیگا بھید کسی دن خدا کے رازوں کا

ہے سادگی پسند ازل سے مرا مزاج
مطلب نہیں فقیر کو کچھ زیب و زین سے

رہ صراط

عجب ہو آرزو دنیا و دین کی — سعید
دوست تو بہر خدا ان سے نہ کرنا سرکشی — ،،
نیک و بد سب ہیں تراب اسکے ظہور اسما
فقیر کو ہے تکبر امیر سے واجب — ،،
مجھ کو نامی و گمنامی سے اپنے کیا غم
اُسے نام و نشاں کی اپنے کیا فکر
دیکھ پڑتا ہے ان کو کچھ تو حق
جو عالم بگاڑے گا اپنا تراب
کیوں نہو درویش سب کا خیرخواہ
تراب اپنے مخالف پر دعائے بد کرے کیونکر — ،،
اغنیا سے بے نیازی کیوں نہ ہم کیجئے تراب
فکر دنیا ہے نہ خوف پرسش روز جزا
فقر کے سامنے شاہی کی حقیقت کیا ہے
کام ہفتاد و دو ملت سے ہے توحید کو کیا — ،،
ترے نام کے جو ہوئے ہیں فقیر
ٹکڑا ملا تو شکر کیا اس فقیر نے
مطبخ شاہی کے خاصہ کا نہیں بھوکا فقیر — ،،
ہم فقیروں کو علاقہ حشم دنیا سے
راحت کی خوشی رنج کا کچھ غم نہیں رکھتے
بیخودی رہے خودی تو وہاں ناپسند ہے — ،،
نہیں مسند خصوصیت ہو جس پر اہل دولت کو
وہی جہاں میں رموز قلندری جانے — نوز
کہہ سلیماں سے نگیں پر اپنے تو نازاں نہ ہو
بہتر ہے کہ جنگل میں بسر ہو تن تنہا
کیمیائے خاکساری ہم فقیروں کیلئے — نصیر
کہتا ہے دل کہ عشق خدا میں فنا تو ہو
محو خدا کو کب ہے دام و درم کی خواہش
جگہ آنکھوں میں دیتے لوگ سرمہ کیطرح تجھکو
کبھی جہاں میں ہمیں سرکشی نہ آئی پسند
ہم روز ازل سے ہیں وہ پابند قناعت
کیمیا سے نہ ملے دولت غیبی غافل
سعید کچھ نہیں پروا کوئی ملے نہ ملے
تارک کل جو ہیں۔ ہیں تیرے طلبگاروں میں

تراب اللہ بس باقی ہوس ہے — تراب
ہوں مراقب اپنے زانو پر جو سر ڈالے ہوئے — ،،
تجھ کو یک رنگ نظر چاہئے ہر فرد کے ساتھ — ،،
کہ عاجزی ہیں یہاں فقر کی حقارت ہے — ،،
طالب نیستی و فقر و فنا ہوں خوش ہوں — ،،
جو گم رہتا ہو فکر بے نشاں میں — ،،
دھیان جو اس طرف لگا بیٹھے — ،،
رہے گا نہ بادہ ہی عالم کے بعد — ،،
کان لطف و معدن اشفاق ہی — ،،
کہ بدخواہی تو دشمن کی فتوت کے منافی ہے — ،،
نادار وں سے فقیروں کو تکبر چاہئے — ،،
دونوں عالم سے جدا ہے بادہ خوار کوئے دوست — تسلیم
بوریا بدلوں نہیں مسند قیصر کے عوض
ایک اللہ کے ہم ہو گئے یکسو ہو کر — راسخ
انھیں مسند و بوریا ایک ہے — ذکی
جھوٹی گوائی لب نان جویں نہیں — سحر
خوان یغما بھیجدے کھانے کھلانے کیلئے — ،،
اپنی محفل میں سکندر ہے نہ دارا کوئی — ،،
طالب ہو کسی شئے کا وہ دل ہم نہیں رکھتے — ،،
دیوانہ جو بنا ہے وہی عقلمند ہے — ،،
حصیر فقر پہ بیٹھا ہوں آئے جسکا جی چاہے
بھبوت تن پہ جو ملبوس قیصری جانے — سودا
پیش ارباب ہم یہ دست زیر سنگ ہے — ،،
بھاتا نہیں رہنا ہمیں صحبت میں کسی کی — مراج
جو چلا اس راہ پر ادنے سے اعلےٰ ہو گیا — ،،
بھولے سے رخ نہ کر زر و دینار کی طرف — ،،
زاہد تجھے مبارک باغ ارم کی خواہش — ،،
سر آج کشتہ مٹ کر بے نشان و نام ہونا تھا — ،،
کہ مٹ خاک سے تھے خاکسار بنکے رہے — ،،
مل جائیں خزانے بھی تو پروا نہ کریں گے — ،،
فخر اکسیر ہو تو خاک ہمہ تن بنکر — سعید
ملا وہ چاہئے کیا غم ہے گر جہاں نہ ملا — ،،
اہل دنیا میں ہیں محسوب نہ دینداروں میں — ،،

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
رہِ صراط سے کیا خوف ہو سفیر اسکو	رہے ہوں جسکے قدم جادۂ ثواب میں تق	سفیر
کیونکر رہوں نہ ملک قناعت میں حکمراں	قائل ہوں صدق دل سے خدائے قدیر کا	״
روز ازل سے طالب دولت نہیں ہیں ہم	جو لوگ بوالہوس ہیں انھیں آزمائے حرص	״
ہو افسر شاہانہ امیروں کو مبارک	درویش کو کیا کام کلاہ تتری سے	״
بڑھا یا فقر کی دولت نے یہ وقار مرا	گدا کے بھیس میں آآکے بادشاہ ملے	״
پرواہ نہیں ہے بستر کمخواب کی مجھے	نیند آگئی بچھا لیا ٹکڑا حصیر کا	״
نہیں دنیا سے کچھ دلبستگی عزلت گزینوں کو	ہمیں ہر انجمن میں یاد خلوت خانہ آتا ہے	״
بچوں نہ فقیر کی حالت میں کیوں بلاؤں سے	بنے گا خود یہ مرا نقش بوریا تعویذ	״
میرے نصیب کا جو ہے مجھ کو ملے گا وہ ضرور	فکر کرے مری بلا بہر متاع ہند لک	سخن
اگر چاہئیں تو پھر انسان کی تو کیا حقیقت ہے	طبیعت موم کردیں صاحب تاثیر پتھر کی	״
بے فائدہ ہے فکر کہ نام و نشاں رہے	جو بے نشاں ہوا اُسے نام و نشاں سے کیا	״
طمع و حرص نہیں جاہ و حشم کی مجھ کو	اس قدر چاہتا ہوں رفع ضرورت ہو جائے	״
ہر وقت میں ہر بات میں ہر کام میں خوش ہیں	ہم کو جو بھروسا ہے سخن اپنے خدا کا	״
غرض کسی سے نہیں ہے مجھے خدا سے غرض	اور اس کے بعد اگر ہے تو مصطفےٰ سے غرض	״
کبھی راز حق کو نہ لائے زباں تک	بڑھے نور تن میں چھپائے جہاں تک	سید
حق تو یہ ہے جو کوئی طالب مولا ہوگا	اس کو دنیا سے سرو کار نہ اصلا ہوگا	״
دین و دنیا کا ہوں نہیں طالب	ہاں طلبگار ہوں تو تیرا ہوں	״
ہے دعوئے فقر کا جامہ امیر کی صورت	بگڑ کے خوب بنائی فقیر کی صورت	״
لازم ہے یہ کہ اور کسی پر نہ لائے دل	پھر جائے ہر طرف سے خدا سے لگائے دل	״
جو آگاہ ہیں لذت فقر سے	بہت جانتے ہیں ریاضت عزیز	״
ہے سید مزہ جو کچھ توحید کا	سمجھتا ہوں کثرت سے وحدت عزیز	״
یوں تو درویش ہزاروں ہی نظر آتے ہیں	ان کا قائل نہیں جو صاحب تاثیر نہیں	״
دنیا کو سہو سے بھی نہ دیکھے گا وہ کبھی	جس کی نظر میں نور خدا ہو لیا ہوا	״
جس سے اللہ ملے ڈھونڈ اسی مرشد کو	پیر شیطان ہے جس کا کہ کوئی پیر نہیں	״
جس کو نسبت نہیں اللہ سے کچھ بھی اے شیخ	اس کی عزت نہیں حرمت نہیں توقیر نہیں	״
اپنی ہستی کی کچھ خبر نہ رہے	فقر چاہے تو یہ بڑا ہے کمال	״
جبر کر نفس پہ مٹ جائیگی جی کی خواہش	فخر اس میں ہے نہ رکھ دل میں کسی کی خواہش	״
حاصل نہیں ہونے کا مزہ فقر میں ہرگز	اللہ کا جب تک کہ طلبگار نہ ہوگا	״
درویش نہیں وہ جو نہ ہو شرع پہ قائم	مسنون ہے فرمان نبی حکم خدا شرط	״
نہ دنیا سے رغبت نہ عقبےٰ سے مطلب	کبھی کے یہ دونوں کنارے ہوئے ہیں	״
جس نے درویشی میں کچھ پایا فروغ	مکر سے جاتا رہا اس کا فروغ	״
کب مرے اہل فقر اے سید	گرچہ ظاہر میں انتقال کیا	״
خبر ہے کون محویت کا عالم کوئی کیا جانے	جو حق آگاہ ہو توحید حق کا مرتبا جانے	״

فقر

[illegible]

سید — ״ — ״ — ״ — ״ — سلیم — ״ — ״ — نقی — ״ — لونیتی — انشا

فقر

	شاعر
بلبل کی نگاہوں میں زرگل کی نہیں ہے قدر	جویا
اہل نظر نظر نہیں کرتے ہیں مال پر	″
صاحب کشف و کرامت تھے جو خاصان خدا [illegible] ہر اک مستور ہے	حسن
اس خدا کے پاس دنیا ہے [illegible] ایماندار	
میلے کپڑوں پہ نہ جا دل چاہئے [illegible] قدر ان کا	حالی
کاغذ کہنہ سے ہے [illegible] جو ہیں سو ہیں	
[illegible] ہر ایک [illegible] نگار دیکھ	″
[illegible] کی بوند نصیب	
نہیں منعم کو اس کی [illegible] گدا اوس پر	″
[illegible] دنیا و لوگ	
دل غنی رکھتے ہیں اپنے دولت دنیا [illegible]	″
[illegible] دیکھ کے شرمائے بھی	
مکان عارضی اور لباس بوسیدہ [illegible] کے لائق	″
[illegible] زندگی [illegible] تسلیم	
[illegible] چراغ [illegible]	″
ہم بھی آخر کو [illegible] جب [illegible] اب [illegible]	
در فیض حق [illegible] اب بھی سب [illegible]	
فقیروں کی جھولی میں [illegible] مالا مال رہتا ہے	
میرا دل فقر کی دولت سے [illegible]	
نظارہ دیکھنے کو ہوں میں دنیاداری کی صورت	

تمام

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اٹھا لیتے ہیں ارباب صفا یوں داغ بدنامی	اٹھا لے جس طرح کاغذ سیاہی کو نگینوں سے	توفیق
دیکھو آئینہ کا صاف ہے کیا ظاہر و باطن	آئین صفا سیکھ تو ارباب صفا سے	″
گدائے مست ہیں ثاقب مگن ہیں اپنی کملی میں	توکل تکیہ اپنا مسند اپنی فاقہ مستی ہے	ثاقب
جو ہے خواہاں فقر کی دولت کا وہ	طالب دام و درم ہوتا نہیں	جنوں
عجب آرام سے اپنی فقیری میں گزرتی ہے	نہ خوف حاکم جابر نہ خوف راہزن ہمکو	″
ہے کملی مجھ گدا کی خلعت زرتار سے بہتر	کلاہ فقر رتبہ میں سوائے تاج و افسر سے	″
بوریائے فقر زینت ہے فقیری کے لئے	جامۂ تن پر مرے کیا خوب اُتو ہو گیا	″
اہل دنیا کی اٹھائے ضرب کب مرد خدا	تازیانہ شیر کیا کھائے دم روباہ کا	جرار
مبارک حسرت ترک جہاں اہل تنعم کو	اٹھا درویش جب دنیا سے خالی بوریا چھوڑا	″
چاہے رضائے حق تو فقیری کر اختیار	عقبےٰ بخیر ہوتی ہے تاج و نگیں سے کب	″
ہمسری کا مری دعوے تجھے منعم ہے عبث	دولت دیں ہے الگ دولت شداد الگ	″
دولت کی عاقبت طرف فقر ہے رجوع	تکیہ فقیر کا ہے لحد بادشاہ کی	″
مبارک ہو امیری انکو جو دولت کے خواہاں ہیں	گدا ہیں ہم دوشالہ سے بھی بھاری اپنا کمل ہے	″
ہوا ثابت مآل دولت دنیا فقیری ہے	الٹ کر دیکھئے اقبال کو بے بقا ٹھہرے	جوش
بادشاہی ہے ترے در کی گدائی ہم کو	اہل دولت کو رہے منصب و جاگیر پسند	″
چاہئے وہ فقر جس پر مصطفےٰ کرتے تھے فخر	ورنہ یہ بیشہ سواد الوجہ فی الدارین ہے	″
بادشاہوں کے بھی دوشالوں سے	رتبہ زائد ہے اپنی کمل کا	″
ہاں دئے رتبۂ اعلیٰ ہیں خدا نے ہم کو	کیا تعجب ہے اگر کوئی نہ جانے ہم کو	″
اس بوجھ کو دنیا کے عبث سر پہ اٹھانا	مزدور کا ہے کام مرا کام نہیں ہے	″
رہتے ہیں ایک حال میں مست	شادی کی خوشی نہ فکر غم کی	جوہری
فکر دنیا سے غرض ہے نہ خبر عقبےٰ کی	زندگی یوں ترے مستوں کی بسر ہوتی ہے	جلیل
اب کے صوفی بھی نہیں صاف دل افسوس جلیل	مسجدیں جن کو ہیں سمجھا تھا شوالے نکلے	″
جماتے ہیں بیٹھے تصور کسی کا	ہمیں کیا کہیں آنے جانے سے مطلب	″
ناز دولت ہے امیروں کو جلیل	ہم فقیروں کو توکل پر گھمنڈ	″
بیٹھ کر پردہ میں یہ ہنگامہ آرا کون ہے	جانتے سب کچھ ہیں لیکن ہم بتا سکتے نہیں	″
عالم قید میں بھی روح رہا ہوتی ہے	کچھ عجب حالت ارباب فنا ہوتی ہے	″
چشم حق کو کھول اور توحید حق پر کر نظر	ہاتھ کیا آئے گا غافل باب عرفاں چھوڑ کر	جلالی
ترے در کی گدائی کا طالب ہوں یہی خواہش ہے	نہ تخت سلطنت مانگوں نہ مانگوں تاج شاہانہ	جویا
غنی ہیں یاں تلک سائل تمہارے	نہ مانگیں سلطنت چرخ کہن سے	″
ہوں وہ مستغنی کہ ڈالوں گنج قاروں پر بھی خاک	آئینہ دار اپنا سمجھوں میں سکندر کیوں نہ ہو	″
اسکو فکر سلطنت مجھ کو خیال دو جہاں	مجھ سے کم مایہ وہ شاہ ہفت کشور کیوں نہ ہو	″
میں کسی سے کس لئے خواہاں ہوں جویا دہر میں	دونوں عالم میں کفایت ہے خدا میرے لئے	″
ہیں جلوہ گر جو مسند صبر و رضا پہ آج	خسرو ہیں وقت کے تو جم روزگار ہیں	″

ملتا ہے فقر میں یہ رتبۂ شاہی غافل
منعمو فقر یہ درگاہ خدا میں ہے عزیز
ہم فقیروں کو نہیں چاہیے دنیا میں فروغ
دیکھنا چشم حقارت سے نہیں منعم کہ ہیں
شرف جانکر بادشاہی سے بہتر
رہی ہو دل میں نہ جن کے کوئی ہوس باقی
زنہار ادھر کھولیو مت چشم حقارت
دولت فقر کے حضور گردہے ساری سلطنت
حرص دنیا سے جو یاں آزاد ہیں
کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
آپ کو کھویا مگر جو یا خدا کا ہوگیا
رہا وزیر سے مطلب نہ بادشاہ سے کام
فقر کی دولت غنی کر دیتی ہے انسان کو
دولت الفقر فخری مل گئی
ہفتاد و دو ملت میں بہت جھگڑے تھے راسخ
بیخود کبھی ہونا کبھی ہنسنا کبھی رونا
ہم فقیروں نے کسی مغرور کی دیکھی ہے آنکھ
فقیر مست ہیں کیا ہمکو کام دنیا سے
ہو فقر کا لباس کہ گدڑی ہو فقر کی
جو گلیم فقر میں رہتے ہیں شاد
کون پیش خالق اکبر ٹھہرتا ہے عزیز
بنا دیتا ہے کوچہ فقر کا ٹیڑھے کو بھی سیدھا
ہوں گدا پر موت سے بدتر سمجھتا ہوں سوال
سوا تیرے محبت ماسوا کی دل سے اُٹھ جائے
آخرت میں وہی اچھے ہیں جو ہیں صاحب فقر
قانع ہیں فرش خاک پہ جاتے نہیں کبھی
عسرت و یسرت کا عالم اپنے آگے ایک ہے
نہ دیکھینگے اٹھا کر آنکھ بھی ہم تخت شاہی کو
دنیا کی زندگی کو سمجھتا ہے ہیچ و پوچ
ہے زہد کا یہ مرتبہ ادنے کے بے خبر
دل لگی جس کو ہو اسکی چاہ سے
جو مسبب کی نگاہ ہو دید میں ہر روز و شب
جس کسی کو ہو غرض اللہ سے

جلیل	تاج رکھتا ہے وہ سر پر جو گدا ہوتا ہے
″	خلد میں جائیں گے مفلس امرا سے پہلے
″	بوئے کبر آتی ہے مشعل کا دھواں دور رہے
″	پارۂ دلق قلندر آفتاب و ماہتاب
خاموش	گدا تیرے در کا بنا چاہتا ہوں
خورسند	وہ لوگ بھی مرے پروردگار ہوتے ہیں
درد	یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے
″	کہتے ہیں جسکو یاں ہما اپنی نظر میں زاغ ہے
ذاکر	ڈالتے ہیں خاک وہ اکسیر پر
ذوق	خانۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا
رند	راز جن پر منکشف فقر و فنا کا ہوگیا
″	چھڑایا فقر نے اک اک کی التجا سے غرض
″	جس کو یہ منصب ملا جاگیر کی حاجت نہیں
راسخ	راسخ کم احتیاج اچھا ہوا
″	بہتر رہے ہم سب سے بہتر سے نکلکر
سید	ہر وقت میں یہ حال ہے بہر فقرا شرط
شیفتہ	بادشاہان جہاں آنکھیں ملا سکتے نہیں
شفق	ہر ایک حال میں رکھتے ہیں ہم خدا سے غرض
″	بعد از فنا ہے ایک ہی شاہ و گدا کا رنگ
″	کیا کریں گے قاقم و سنجاب کو
″	حشر کے دن دیکھنا رتبے گدا و شاہ کے
شہیدی	کھنچا جب جنتری میں تار کا سب خم نکلتا ہے
″	بے کفن گڑتا نہ میں سلطان سے خلعت مانگتا
شایق	الٰہی درد دے دل میں تو ایسا اپنی الفت کا
″	گرچہ قدر ان کی نہیں ہے امرا کے نزدیک
″	آغا کے سامنے نہ کسی خاں کے سامنے
″	رشک ہم کرتے ہیں اوروں کی حالت دیکھکر
″	خدا کردے اگر مسند نشیں فقر و قناعت کا
″	جس کو حصول رتبۂ کشف القبور ہے
″	دل میں ترے رہے نہ طمع مال و جاہ کی
شاہ	بغض اسے رہتا ہے حُبّ جاہ سے
″	اُٹھ گیا اس کی نظر سے سب خیال اسباب کا
″	بیغرض دنیا کی ہے وہ چاہ سے

فقر

شاہ	شمع میں جو گدا کو میسر ہیں راحتیں
	کب ہے یہ شہ کے اطلس و کمخواب و شال میں
شاد	دام سے بادشاہ کے جو رہائی پا جائے
	کیا تعجب ہے کہ وہ شبلی ثانی ہو جائے
شہید	نحو کلام دوست کو افسانہ کیا ضرور
	کیوں غیر کے کہ دل دیوانہ کیا ضرور
″	اب مدعا یہی ہے کہ کچھ مدعا نہ ہو
	اس کے سوا کچھ اور مراد مدعا نہیں
″	اک دم کی زندگی کے لئے کیا کروں لباس
	ہے جوں حباب جزو بدن پیرہن مجھے
″	گدا کو سایہ بال ہما سے کیا مطلب
	درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب
″	دیکھنا چشم حقارت سے نہ ہم کو منعمو
	فقر کی دولت پہ کرتے ہو گماں افلاس کا
″	کچھ کمال اس میں بجز زعم نہ دیکھا میں نے
	جس کو دنیا میں کوئی مرشد کامل نہ ملا
″	کہتے ہیں جسے فقر وہ ہے اہل بضاعت
	سرمایہ ارباب توکل نظر آیا
شمیم	بادشاہی ہے ترے در کی گدائی ہم کو
	کم نہیں رتبہ میں کچھ قیصر و فغفور سے ہم

رنگ

فقر

جان لیں عاشق مجمع عشاق خدا کے نام کا
نقش ہیں اللہ کا لکھکر ہوں دل پر لے چلا
[illegible] کبھی دونوں جہاں سے [illegible]
[illegible]
قیصر و فغفور [illegible]
[illegible]
[illegible] نقش اسم اللہ [illegible]
[illegible]
[illegible] حقیقت [illegible]
[illegible] قطع علاقہ [illegible]
[illegible] خالق [illegible]
تو پھر کیوں [illegible]
چشم باطن [illegible] مرغوب [illegible]
[illegible] مطلوب [illegible]
[illegible] سلطنت [illegible]
[illegible] اجازت
[illegible] گدا کا
سبب — عاشق

رنگ اپنا بدلتے نہیں ارباب سعادت
دھونے سے نہ اجلا ہو کبھی سایہ ہما کا — حبابؔ

خاکساری ہے فروغ اپنی نگاہ پاک میں
مثل انگر ہم چھپے بیٹھے ہیں اپنی خاک میں — ″

خاکساروں کو نہیں قید علایق سی غرض
چلتی ہے بیخوف صرصر خاک دامن گیر پر — ″

فرش خاک و جامہ باریک سے خوش ہے فقیر
اے ہوس کس زندگی پر خواہش اورنگ شمع — ″

بے ضعیفوں سے مدد حاجت روائی کیلئے
آدمی بھرتے ہیں شیرینی سے روزن مور کا — ″

غنی گدا ہوں متاع دنیا کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا
نہ اس کے آنکی مجھ کو شادی نہ اسکے جانیکا مجھکو غم ہے — صفدر

اہل دول سے کیوں فقرا کو ہو ارتباط
یہ شیر ہیں انھیں سگ دنیا سے کیا غرض — طاہر

ہیں کیوں کلہ فقر کو ناچیز سمجھتا
کیا تاج شہی میں پر سرخاب لگا تھا — ″

خدا نے خلعت فخری دیا ہے مجھ کو ظہیر
لباس فقر کو میں پارہ پارہ کیا کرتا — ظہیر

ظہیر دنیا کے جاہ و حشمت ہمارے احباب کو مبارک
ملا ہے تمغائے فقر فخری خطاب ہم لیکے کیا کرینگے — ″

ہے رہرواں راہ خدا کا جدا طریق
اس کارواں سے ضد ہے نہ اسکارواں ربط سے — ″

چھوڑ سب کی دوستی کر دوستداری ایک کی
ایک کا ہو یا نبہ جائے گی یاری ایک کی — ظفر

جب کہ ناآشنا ہوں میں سب سے
تب کہیں اس سے آشنا کچھ ہوں — ″

کب فقیروں کے آگے دنیا ہیں
عزت تاجدار دونی ہے — عالم

جس کو ہو ورد زباں نام خدا صبح و مسا
دھیان عقبےٰ کا نہ دنیا سے اسے کام ہے — ″

مثل استغنائے منعم ہے ہماری احتیاج
ہم اگر مفلس ہوئے تو دل تونگر ہو گیا — عاشق

مسند کو لات مار کچھا بوریائے فقر
اے دل بساط فکر جہان و جہیں اٹھا — ″

بسر ہو جاتی ہے دونوں کی دونوں گرم رہتے ہیں
کسی کے سر پہ کملی ہے کوئی اوڑھے ہے دوشالہ — ″

یہ ملبوس گدا پوشاک سے منعم کے اعلیٰ ہو
کہ اس کے صبر کی گدڑی استغنا دوشالہ ہو — ″

لذت کو ترک کرکے جو کھاتے ہیں نان خشک
گل کے چراغ جلتے ہیں ان کے مزار پر — ″

جو قابل ہیں کبھی وہ خوردہ بینی پر نہیں مائل
وساوس ایسے ویسے کب دل کامل میں رہتے ہیں — ″

دی جان راہ حق میں تو عمر ابد ملی
خضر بقا ہمارے لئے یوں فنا ہوئی — ″

راہ حق سیدھی ہے اس سے کس طرح کوئی پھرے
اس سے پھر سکتا ہے کس کا ہلا گر غافل کا رخ — ″

نہیں عاشق زر و دولت کی پروا
قناعت پیشہ ہوں میں دل غنی ہے — ″

دنیا سے کام رکھتے مطلق نہ دیں سے ہم
ہیں جب سے آشنا صنم مہ جبیں سے ہم — ″

حوریں بھی ناپسند ہیں پریاں بھی ناپسند
ہے اپنے دل کو وہ صنم مہ لقا پسند — ″

کیا چشم ظاہری سو باغ جہاں کروں
لازم ہے چشم دل کو سو باغ عیاں کروں — ″

انھیں حال ساتوں طبق کا ہے روشن
جو اپنی خودی کو مٹائے ہوئے ہیں — ″

دولت مس جس کو حاصل ہو گئی
پھر وہ دنیا پر لگاتا لات ہے — ″

خاکساروں کا تری درگاہ کے
مرتبہ اعلیٰ بہت ہر شاہ سے — ″

فقیروں کا ٹھکانا ہے بھلا کیا
اور ان کا آشنا ناآشنا کیا — ″

خاکساران جہاں نقش نگیں کے مانند
جس جگہ بیٹھ گئے پھر وہ اٹھائے نہ گئے — ″

ہم ڈھنگ پہ عاشق کے ہیں قرباں کہ تاریست
جھگڑے سے جہاں کے وہ الگ گوشہ نشیں تھا — ″

کب اس کے آستاں پہ نگوں اپنا سر نہیں	مسجود اپنا اس کے سوا دوسرا نہیں	عاشق
سر اوج فلک پر ہے مرا فقر و غنا سے	قاروں کے لئے بار ہوا شوق درم کا	”
ہرگز نہ اس کے دل کو لگے سیم و زر کی چوٹ	جھکے ہو دل میں کچھ بھی ذرا سی ادھر کی چوٹ	”
رتبۂ اہل فنا دیکھے تو منعم یہ کہے	تکیہ نیچے میں کروں خاک پہ مسند مل جائے	”
منظور تھی کچھ دن کے لئے سیر جہاں کی	ہم گھر نہیں رکھتے کہیں بستر نہیں رکھتے	”
جسے یقین ہے خدا تری کبریائی کا	کبھی خیال نہیں اس کو خود نمائی کا	”
اس کے کوچہ کے گدا کے آگے	شاہی، ملک سلیماں ہے ہیچ	”
ترے در کی گدائی اور غلام بے درم ہونا	یہی تعظیم بہتر ہے یہی توقیر بہتر ہے	”
مسند کو لات مار بچھا بوریائے فقر	اے دل بساط فکر جہان و جنیں الٹ	”
اگر منعم تری شال قبا ہے	مرے تن پر نشان بوریا ہے	”
جس کی طینت پاک ہے دھبا نہیں لگتا نہیں	خاک میں سوتے ہیں پر میلا کفن ہوتا نہیں	”
پہن لے کسوت الفقر فخری جسم خاکی پر	ارے او محو آرائش یہی ہے زینت عقبےٰ	عزیز
اک ذرہ نہیں کم ہے مری شان کی رفعت	گو صورت گردوں میں تواضع سے جھکا ہوں	”
وہ فقر دوست ہوں کہ ڈراتا ہے خواب میں	آسیب بن کے سایۂ بال ہما مجھے	”
رہیں فقیر موئے پر بھی بادشاہ نشاں	اڑے ہے جو طائر روح گدا ہما ہو جائے	”
الٹ دے کاسہ تو بن جائے صورت افسر	طلب جو ترک کرے شاہ ہر گدا ہو جائے	”
چتر فیروزہ فلک تخت زمرد سبزہ	یہ ملا فقر میں سامان عمارت ہم کو	”
کیوں تاج سلطنت کی تمنا کرے فقیر	کس کو غرض پڑی ہے کہ سر پر وبال لے	”
سالکان رہ تجرید وہی ہیں قطعاً	قطع اسباب کو جو قطع منازل سمجھیں	”
اگرچہ رفعت میں نامور ہیں زمانہ کے مرجع نظر ہیں	مگر بہ نو کی وضع بر ہیں سر تواضع ہے خم ہمارا	”
صورت نقش قدم خاک نشیں ہیں درویش	منعمو تکیہ کسے کہتے ہیں بستر کیسا	”
ساز نخوت نہ بنا کسوت درویشی کو	کلہ فقر کو دیہیم سر شاہ نہ کر	”
کچھ نہیں دنیا سے مطلب اور نہ دولت سے غرض	تیری الفت چاہیئے۔ تیری محبت چاہیئے	علی احمد
دولت کے لیے حد ہے فقیری ہے وہ دولت	درویش جہاں بیٹھ گیا بس وہی گھر ہے	عاقل
ناطاقتوں کو ہوتے ہیں اہل صفا عصا	عینک لگائیں ضعف اگر ہو نگاہ میں	”
تقدیر نے بٹھا دیا مسند پہ فقر کی	ہم خاکسار خاک کو بستر بنائیں گے	”
ہم فقیروں کا بدن آلودگی سے پاک ہے	بوریا ہی ہم کو اپنا کیسۂ دلاک ہے	غافل
کیا دنیا و ما فیہا سے انکار	فقیروں کی بھی کیا ہمت بڑی ہے	فیض
نہیں خلق خدا سے کچھ مطلب	حق تعالےٰ سے کام ہے میرا	فدا
جو زندہ ہیں راہ خدا میں فنا	انھیں دین و دنیا سے کیا کام ہے	”
روکا ہے جس نے سلسلۂ احتیاج کو	گو ہے گدا جہاں میں مگر بادشاہ ہے	”
رنگین مزاج ہیں پھٹے کپڑوں میں باغ باغ	ہنستے ہیں جیسے گل کا قبا پیرہن ہوا	”
فقیری مطیع اپنا کیا ہے دوست دشمن کو	قوی ان کی زبردستی پہ اپنی زیردستی ہے	قبول

فقر

فقیری میں مطیع اپنا کیا ہے بادشاہوں کو — قبول

قوی ان کی زبردستی پہ اپنی زیردستی ہے

ہمارے حرص کو دام قناعت میں پھنسایا ہے

[illegible]

فقر

بستر میں ناز و نعم کے ہی رہتے ہیں کیونکر فقیر
یہ فضولی ہے فقیری میں میسر ہو سو ہو
مبارک بادشاہوں کو رہے تخت
گدا بھی ہے بچھے بوریا خوش
تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیروں سے
کہ جس کی خاک کو لے ہاتھ میں اکسیر کرتے ہیں
تجھے جوں چراغ مفلس مضطر ترک تھا عبث
بارے فقیری نے تو آرام سا دیا ہے
ہو کوئی بادشاہ کوئی یاں وزیر ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو
آرزو میں مزار رکھتے ہیں
تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
عارضی عزت کا خواہاں ہی نہیں مرد فقیر
کیا علاقہ ہے بیر ازاد سے دستار کو
فقیری قناعت کا باعث ہوئی
بڑی بھی تو اچھی بسر ہو گئی
دنیا و دیں میں رہتا ہے آلودہ جو فقیر
دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا
اس فقر نے رکھا ہمیں اس ننگ سے محفوظ
اتنا تو ملا پھل ہمیں اس بے ثمری سے

فقیر

میر ، " ، " ، " ، " ، " ، مصحفی ، ناظم ، عزلت

ہم اہل دول کی کبھی پروا نہیں کرتے	ہاں دولت دنیا کی تمنا نہیں کرتے	قلب
جو کوئی در پہ ترے بیٹھے ہیں	دونوں عالم سے پرے بیٹھے ہیں	قایم
دین کی ہو نہ طلب اور نہ دنیا کی ہوس	چاہئے بندہ کو ہر حال میں مولا کی ہوس	قربان
طلب ذات نے آزاد کیا دونوں سے	خوف دوزخ کا نہ فردوس معلے کی ہوس	"
کام کیا اچھے برے سے ہے مجھے اے قرباں	محو بیرنگ ہوں دنیا کی نہ عقبے کی ہوس	"
دے الفت اپنی مجھ کو اپنی خدایا کسی طرح	تیرے سوا نہ غم ہو کسی کا کسی طرح	"
مطلب ہے سیم و زر سے نہ شاہ و گدا سے ربط	رکھتے ہیں دو جہاں میں فقط ہم خدا سے ربط	"
قید تعینات سے ہم ہو چکے رہا	الا سے اب فقیر کو مطلب نہ لا سے ربط	"
مطلب ہے لامکاں کے مکیں کو مکاں سے کیا	ہم خاکسار ہم کو ہے نام و نشاں سے کیا	"
فقیر کے لئے کیا فکر بیش و کم مخصوص	ہر ایک حال میں مولا کا ہے کرم مخصوص	"
سمجھتے کاسۂ واژوں ہیں تاج شاہی کو	کسی کا مال فقیروں کے یاں نظر میں نہیں	"
جاتا ہے سو خلد یہی بھیس بدل کر	اچھی کوئی پوشاک نہیں ہے کفنی سے	قیس
کام پوشاک سے نہیں ہم کو	عیب پوشی ہمارا شیوہ ہے	گویا
سوائے نام خدا کیا ہے ہم فقیروں پاس	کہ سرنوشت میں ہم سنگ ہم نگیں کے ہوئے	"
اے ہما پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشہ آتے ہیں پابوس گدا کے واسطے	"
چھوڑ دینا گر قناعت بیٹھ کنج فقر میں	خاک مت سر پر اڑا ظل ہما کے واسطے	"
دیکھ کہہ دیتے ہیں مت ہاتھ سے کھو دولت فقر	شاہ کہلاتا ہے جو کوئی گدا ہوتا ہے	"
تعلق ہوئے دامنگیر سالک کا یہ ممکن ہے	نہیں آب رواں کو خوف موجوں کے سلاسل کا	"
ہم فقیری میں بھی گویا بادشاہی کرتے ہیں	زیر سایہ اپنے ہے سایہ ہما کے بال کا	"
جو کامل ازل ہے اے لائق تو کر یقین	جاری رہے گا حشر تلک اس بشر سے فیض	لائق
تکیہ ہے جس فقیر کو تیری ہی ذات کا	محتاج پھر نہیں ہے وہ سیر وصفات کا	"
برتر از جاہ و حشم لائق تمہارا فقر ہے	چاہئے ظاہر تکلف عالم اسباب کو	"
تاثیر فقر پاک کے قائل ہیں خاکسار	جس گھر میں نقش بیٹھ گئے بورئے ہوئے	نیر
فقیروں کو سب نعمتیں ہیں میسر	صدائے لب جام سائل یہی ہے	"
درویش کچھ گھٹا نہ بڑھا ملک شاہ سے	خرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا	میر
ثبات قصر و در و بام خشت گل کتنا	عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد	"
کیا اہل دول سے ہے اے میر مجھے نسبت	یاں عجز و فقیری ہے واں ناز و امیری ہے	"
درویشی کی جو سوختگی ہے سو ہے لذیذ	نان و نمک ہے داغ کا بھی ایک شے لذیذ	"
میر کیا ہے فقیر مستغنی	آوے اس پاس بادشاہ تو کیا	"
معیشت ہم فقیروں کی سی اخوان زماں سے کر	کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا	"
ہم سے نہ غیر عجز کبھی کچھ بنا نہ میر	خوشحال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو	"
اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر	گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا	"
ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا	دونوں جہاں میں میر عبث رو سیہ ہوا	

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
فقر پر فخر ہے شاہی ہے گدائی اب تو	مانگنا بھیک کا عزت ہو تو ذلت کیسی	محب
جب سے سیکھا ہے محبؔ یہ ترک خواہش کا عمل	کیا کہوں تم سے کہ کسی روح کو راحت ہوئی	״
نوکری میں تھیں محبؔ سو طرح کی پابندیاں	فقر میں لیکن ہیں اب خوشحال بھی آزاد بھی	״
وہی ہیں چین سے اس خانۂ حوادث میں	خوشی نہ زیست کی جن کو نہ ہی قضا کا خوف	״
بنتا ہے خاک سے بھی سونا	محتاج نہیں فقیر زر کا	مہر
کانوں سے سن کے اور ان آنکھوں سے دیکھ کر	ہم محو جلوہ ہائے سمیع و بصیر ہیں	״
نہ غیر کا دل میں دھیان آئے نہ ماسوا پر خیال جائے	الٰہی تو آنکھ میں سمائے سبق کچھ ایسا پڑھا دے مجھ کو	״
فکر دنیائے عبث فکر ہے عقبےٰ کا فضول	فکر کو دور بیسر تجھے راحت ہو گی	״
الٰہی تیری کاوش ہو الٰہی تیزی کاوش ہو	مرے سینہ میں دل کی جا کوئی پیکاں پیدا کر	״
ہے منزل عرفاں گھر ارباب صفا کا	واں تیرا گذر اے سگ دنیا نہیں ہوتا	״
گلشن دہر کی جانب فقر آئے کب	یہ ہے باغ اس میں بسیرے کو ہما آئے کب	״
ہمارے واسطے دو گز زمیں کافی ہے	مکان چاہیے کیا مشت استخواں کے لئے	״
مر کے پاتے ہیں محبت میں بقائے ابدی	کیا غضب دیکھ تو ارباب فنا کرتے ہیں	״
سختیاں سہہ لے مگر اُف نہ کرے	یہ ہے اے مہر نشانِ درویش	״
بہت جستجو میں پھرے تیری دَر دَر	ہم اب بیٹھ کر اپنے گھر دیکھتے ہیں	״
جسے ملک فنا میں ہے بقائے جاوداں حاصل	وہی اے غافلو غفلت سے یاں بیدار ہوتا ہے	״
نفس ہم مار چکے موت کا کچھ خوف نہیں	منتظر بیٹھے ہیں کس روز شہادت ہو گی	״
ہم نے شیطان و رحمان کا جھگڑا چھوڑا	ذات واحد میں دوعملی کی نہ صورت ہو گی	״
ہم وہ ہیں رہتے ہیں دنیا میں سدا غم سے الگ	دور رہتا ہے غم و رنج و الم ہم سے الگ	״
جب سما جاتا ہے آنکھوں میں وجود واجب	دیکھتا کون ہے اس عالم امکان کیطرف	״
کلاہ فقر اگر میرے ہاتھ آ جاتی	میں اس جہاں کا تاج شہا نہ کیا کرتا	منتہی
غرض شاہ سے ہے نہ مطلب گدا سے	نہ ہے بیش دل بیش و کم کی حقیقت	״
قند و نبات و شہد مبارک ہو شاہ کو	چٹکی بھر اس فقیر کو بھی ہے نمک لذیذ	״
اس دیر بے ثبات میں دانا کے واسطے	نان جویں مزہ کی ہے آب و نمک لذیذ	״
سمور قاقم و سنجاب شاہ کو ہو نصیب	یہ منتہی ہے گدا گرم اپنی کمبل میں	״
خواہش نہ مال و زر کی نہ خواہاں ہوں سیم کا	کافی ہے ایک پارچہ مجھ کو گلیم کا	مکیش
جو اچھے لوگ ہیں خود کو برا سمجھتے ہیں	جو ذی خرد ہیں وہ کب حبِ جاہ کرتے ہیں	״
گر طالب ہے مولا کا	اپنی ہستی مٹا کر	״
عالم سے نرالا ہے نرالا چاہنے والا	دنیا تو کدھر طالب عقبےٰ نہیں ہوتا	״
کہئے اوس کو فقیر بے پروا	بادشاہوں کی جو گدا نہ سنے	״
اور ہی باتوں پہ دیتے ہیں دل صاحب دل	ظاہری شکل پہ مرتے نہیں سیرت والے	״
جزو کو دیکھتے ہیں کل پہ نظر کرتے ہیں	معرفت رکھتے ہیں ہر شئے کی حقیقت والے	״
ہوں وہ غنی کہ دل میں نہیں جس کے جائے حرص	روز ازل ہی توڑ دیے ہیں نے پائے حرص	״

فقر

رہتے ہیں جو کہ صبر و توکل کی آڑ میں [illegible] — بیتاب

[illegible] (remaining diagonal lines in this box: ״)

کہ شاہی [illegible] اپنا نشاں تک مٹا لیے — ״

ایک ہم بھی [illegible] جو نام مٹا لیے — ״

اک وہ بھی ہیں [illegible] وہ دریا نہیں — ״

فیض مردان خدا [illegible] — ״

دنیا سے الگ [illegible] — ״

[illegible] — ״

خاک طالب [illegible] عزت و توقیر [illegible] — ״

[illegible] — نیر

فقر

فقیروں کے جو ہیں خدام ان کو ہے مذاق اسکا
ہر ایک کو یہ بخت مشکل ہے
خدا کا قرب ہو تو بہتر ہے تب در کی خاک
کیمیا سے تجھے بہتر ہے تجھے اکسیر سے کام
وہ گدا ہوں کہ نہیں ہے اے جان جہاں
دولت فقر ہے حاصل جنھیں ہے مطلب نہ تو جاگیر سے کام
ان کو منصب سے کیا ہے یہ کرتے ہیں ہم
لامکاں کی سیر اک پل بھر میں یہ منزل کرتی ہے دور ہے
زاہدوں کے حق میں وہ کرتے ہیں نظارا تو
باقی باللہ جو ہیں ہر کوئی تجھ کو کہاں مقدور ہے
ورنہ دیکھے نہ پروا ہے جاہ رکھتے ہیں
نہ حرص مال نہ پرواہ رکھتے ہیں
جو تیرے فضل و کرم پہ نگاہ رکھتے ہیں
کم نہیں ہے افسر شاہی سے کچھ تاج گدا
گر نہیں باور سمجھ منعم تو دونوں تاج و تول
ہم فقیروں کا ہے دل تن میں ریاضت کا چراغ
خانۂ سلطان نہیں ہو جس میں دولت کا چراغ
فرش و خیمہ چاہیے کیا خاکساروں کو ترے
یہ زمین و آسماں ہے زیر یا بالا سر
گدا و شاہ اگرچہ بنام ایک ہیں پر
یہاں ازل سے ہے دونوں کے عز و جاہ میں فرق

شاعر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
محبوب			
ماں باپ			
	نہیں آتی ہے اپنے دل میں حب زر کبھی بیکش	یہ وہ آئینہ ہے جس پر نہیں تحریر سونے کی	بیکش
	نظر میں بھرتی نہیں اپنے دولت دنیا	ہمارے سامنے کیا مال مال والوں کا	″
	کچھ بیاں ہم سے تو کر لطف فقیری اے دل	یہ مزا ملتا اگر تخت نشیں ہو جاتا	″
	ہستئ مطلق اب تو دائم ہے ان کی ہستی	جیتے ہی مٹ چکے جو وہ پھر عدم نہ ہونگے	″
	جو گدا ہیں تیرے در کے یار انکی آنکھ میں	سنگریزے ہیں جواہر دیکھنے کے واسطے	″
	خودی کو جو مٹا بیٹھے انھیں ننگ حوادث سے	نہ کچھ راحت پہونچتی ہے نہ کچھ آلام ہوتا ہے	″
	مال و زر پر آنکھ ڈالے گا نہ تیرا سیر چشم	ہیں یہ سب لعل و جواہر اس کے پتھر آنکھ میں	″
	وہ سر کو جھکائے ہوئے رہتے ہیں جہاں میں	جو کوچۂ تسلیم و رضا دیکھ چکے ہیں	″
	خواہش نہ مال و زر کی نہ خواہاں ہوں ہم کا	کافی ہے ایک پارچہ مجھ کو گلیم کا	″
	اس وقت مرا سینہ عرفاں کا ہے گنجینہ	محتاج نہیں ہوں یارب کسی دولت کا	″
	نہ دیکھ چشم حقارت سے جسم تیرہ کو	چھپا ہوا اسی ظلمت میں نور ہوتا ہے	″
	یارب نہیں ہے خواہش جاہ و حشم مجھے	ہے اک دل فسردہ اسے دردناک کر	″
	مطلب نہ سلطنت نہ کرامت سے ہے ہمیں	کس شئے کی التجا کریں شاہ و گدا سے ہم	ماہ
	دولت ہے کیمیا کی فقیروں کے صرف میں	اکسیر یہ غبار ہے کس خاکسار کا	″
	جلوہ ہے ہر صنم میں خدائے کبیر کا	واللہ حق شناس ہے رتبہ فقیر کا	″
	شاہوں کو فقیروں پہ شرف ہو نہیں سکتا	ہاں عزت ذاتی ہے جدا عزت زر اور	″
	قربان ہو اس شان کریمی کے یہ بندہ	ہے نام شہنشاہ ترے در کے گدا کا	″
	مری پاپوش ٹھکرائے نہ تاج و تخت شاہی کو	جو تیرے فضل کا سایہ مجھے ظل ہما ٹھہرے	″
	جو ہستی کو اپنی مٹائے ہوئے ہیں	خدا سے وہی لو لگائے ہوئے ہیں	مضطر
	جسے منظور ہو قرب خدا گلزار عالم میں	ملادے خاک میں ہستی کو اپنی وہ بشر پہلے	″
	کس بات پر غرور ہو کس بات پر دماغ	گھر میں تو خاک بھی نہیں اس خاکسار کے	″
	نہ ہم کو مونس و ہمدم نہ آشنا کی تلاش	کہ عاشقان خدا کو ہے بس خدا کی تلاش	″
	ہم فقیروں کو نہیں خوب لباس و زر ہے	بادشاہوں کے تئیں خوب ہے یہ زینت خاص	مہتاب
	جن کے اعمال نیک ہوتے ہیں	ایسے مرتے ہیں جیسے سوتے ہیں	محو
	آپ کو خاک جو کیجئے تو ملے نقد مراد	ہاتھ اپنے یہ عجب نسخۂ اکسیر لگا	ممنون
	وادئ فقر میں رکھ گام ادب سے کہ یہاں	خدمت مور میں دیکھا نہ سلیماں گستاخ	″
	نظر میں اپنی سمائی ہے شان حق محبوب	زمانہ ہو تو ہو دشمن ہمیں ملال نہیں	محبوب
	فقرا صاف سمجھ جاتے ہیں دل کی حالت	ان کو تقریر سے مطلب ہے نہ تحریر کا کام	″
	یہ بات سب میں کہاں ہے جو ہوتے ہیں کامل	خدا کو بندہ کو بتلاتے ہیں جدا کر کے	″
	جو واصل حق ہیں وہ ہر اک کو	بندہ سے خدا بنا رہے ہیں	″
	تیرے عشاق کا تسلیم و رضائے شیوہ	شکر ہر حال میں ہے لب پہ شکایت کیسی	″
	آرزو ہے کہ رہوں ننگے ترے در کا گدا	ہفت اقلیم کی شاہی مجھے درکار نہیں	″
	وہی کامل ہے جسے لاگ ہے ستر حق سے	باعث فقر کوئی جبہ و دستار نہیں	″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ماں باپ یار دوست جگر سب ہیں ہوا داس	ہر دم اسی کریم کی رکھ اپنے دل میں آس	مجبوب
غرض پیالی سے کیا اصل فقیری ترک دنیا ہے	ہمارا ہاتھ کیا کم ہے ہمیں کاسہ گدائی کا	نسیم
فقیروں کے لئے دنیا و دین دونوں مہیا ہیں	کبھی خالی کبھی لبریز ہے کاسہ گدائی کا	″
ساغر بکف جہاں کوئی مست الست ہے	بیضائے موسوی بھی وہاں دانغ دست ہے	″
دلیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند	واللہ ہوشیار ہے وہ جو کہ مست ہے	″
اگر سرائے دہر میں مردان راہ حق	سب کاٹتے ہیں رنج و دنیا پڑے پڑے	″
شاہ کہتے ہیں اسے جس سے گدا پائیں مراد	نام کو دنیا میں یوں تو جو گدا ہے شاہ ہے	ناسخ
ہے نگہبانی کو بس گداؤں کی دعا	اور اب دربان کیا شاہوں کے در پر چاہیئے	″
بادشاہی کر رہے ہیں انزوائے فقر میں	پائے خفتہ کو کہیں اب طالع بیدار ہم	″
فقر سے ایسی مرے خاطر کو ہے چسپیدگی	مہر اعضا سے نشان بوریا ہوتا ہوں میں	″
گدائے میکدہ کس چین سے ہیں خاک نشیں	یہ عیش تخت پہ کب بادشاہ کرتے ہیں	″
اغنیا کو ہے یہاں حسرت فقیروں کو ہے عیش	باغ کے مزدور ہی اچھے رہے شداد سی	″
بس فقیر اس جا وہی ہے جو کوئی ہے بے سوال	لے گیا جام گدائی جس نے وہ جم ہو گیا	″
فقر کے عالم میں بھی اپنی وہی ہے عمدگی	بھر کدیہ چاہیے کاسہ سر فغفور کا	″
واں امیری ناز ہے عجز فقیری ہے یہاں	رابطہ رہتا نہیں ہرگز گدا و شاہ کا	نساخ
ہیں فقیر آزاد و غم اور زیر بار غم امیر	بوجھ گر ہوتا ہے کم سے بہت کم شال کا	″
اس کا دم بھرتے ہیں بیٹھے ہوئے دنیا سے الگ	ہر نفس میں خبر ارض و سما آتی ہے	نظم
کیا فائدہ اگر تو ہوا نام کو فقیر	ہو کر فقیر بھی تو رہا جال کا اسیر	نظیر
جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں	ہر کام میں ہر دام میں ہر حال میں خوش ہیں	″
جو راہِ دین پہ ثابت قدم ہیں اے نواب	نگاہ اپنی وہ سوئے الہ رکھتے ہیں	نواب
کلاہ فقر کے آگے ہے تاج شاہی ہیچ	گدا کے پاؤں پہ سر بادشاہ رکھتے ہیں	″
ہے سقف منقش کے تلے جائے تونگر	کافی فقیروں کے لئے سایہ شجر کا	″
نظر میں کیوں نہ سیم و زر نجس ہو خاک راہ کو	کہ آجاتا ہے نشہ کبر کا انساں کو دولت میں	″
ترے گدا ہیں تو کیوں شاہ جی نہ کہلائیں	نہیں ہے فرش تو تخت گیاہ رکھتے ہیں	″
مصروف بندگان خدا بندگی میں ہیں	جو نیک رو ہیں وہ تو پرستندگی میں ہیں	ندا
بری ہے ذات تری فکر دین و دنیا سے	خدا کے ساتھ اگر ہے معاملہ تیرا	″
گدائی وہ کہ تازہ مغز شاہی جس کی خوشبو سے	مٹایا بوریئے نے رنگ ہر گلزار مسند کا	واسطی
کب سرمو فرق ہے شاہ و گدا میں واسطی	جو گدا کا کاسہ ہے وہ تاج سر فغفور کا	″
بوریا کافی ہے کچکول گدائی ہے بہت	مجھ گدا کو کب ہے تاج و تخت سلطاں کی ہوس	″
کافی ہے ہم کو فقر میں کچکول و بوریا	اے آسماں کسے ہوس تخت و تاج ہے	″
وہ غنی ہوں ہو گزر میرا جو قسمت گاہ میں	بوریائے فقر لوں تخت سلیماں چھوڑ کر	″
سنا ہے حال ابراہیم ابن ادہم کا	گدا کا رتبہ میسر کہاں ہے سلطان کو	″
تخت شاہی جو ملے اس پہ لگاؤں ٹھوکر	مسند فقر پہ دل ہے متمکن میرا	″

فقر

شعر	شاعر
بادشاہ فقر ہوں میرا ہی ہے تخت و تاج / پاؤں کے نیچے زمیں ہے اور سر پر آسماں	واسطی
ہم فقیروں کو رہی شان امیری حاصل / عمر بھر فقر کی دولت نے تونگر رکھا	″
کمال فقر سے یہ واسطی ہے حال اپنا / کہ نقش حرص کو دل سے مٹا کے بیٹھے ہیں	″
عالم فقر میں ہیں بے پروا / نہ ملی ہم کو جو دولت نہ سہی	وحید
[illegible] / [illegible]	ذہنی
[illegible] / دولت فقر نے کیا ہے غنی	″
نہیں بندہ میں بندہ زر کا / [illegible]	وحشت
ہم بھی تھے جوہر گرانمایہ / پر کوئی صاحب نظر نہ ہوا	وقار
حال ظاہر پوچھتا ہے اہل باطن سے وقار / [illegible] رکھتے ہیں ہم	″
[illegible] / بوریے پر گرچہ ہوں پر کرتے ہیں	″
[illegible] صاحب مسند لحاظ / اہل ثروت صاحب [illegible]	″
بوریا تخت تکیہ ہے دیوار / تیرے در کی گدائی شاہی ہے	مرکلام

فقر و غنا

ہر کام میں ہوتی ہے مدد غیب سے ان کی
اس کو کیا ہستی میں خوف نیستی
پائے بوسی سے سر بلند ہے وہ
وہ ہی چمکا ہے کہ جو ذرہ کو سمجھا خورشید
پرب کی جو کنٹھا پہنے اُسے گھر بار کیا کرنا
جو پیوے نیر نیناں کا اُسے کیا کام پانی سوں
مجھے اسباب خود بینی سوں دائم عکس ہو دلمیں
پایا ہے جو کوئی کہ دولت فقر
پھیکی لگی اسکوں شان دولت
نفس سرکش پر جو کوئی پایا یہاں فتح و ظفر
جو صاحب دل ہیں انکو درکار نہیں ہے زینت
زندگی ہے جس کوں دائم عالم باقی منے
دل میں ہمارے نور خدا کا ظہور ہے
ہمدم رہے ہیں محو تجلّی یار ہم
جو ترے غم میں ہوے خاک کیا ترک لباس
امکان عشق کو مت کہہ کہ از خود رفتہ ہیں
جو تجھ کو فقر کی دولت ہو کم مت جان شاہی سے
پڑے چلن جو توکل کا ہم فقیروں میں
ہے مثل ضرب سکۂ زر نقش بوریا
خوشحال ہیں کیوں دونوں جہاں سایہ ہو اسکے
ذروں میں دیکھتے ہیں رخ قدرت خدا
جنت کے ہیں طالب نہ طلبگار عمارت
کبھی نہ گھٹتے رہے اہل جاہ سوائے ہوش
بوریا کافی ہے کچکول گدائی ہے بہت
جامہ اس در پہ فقیری کا جو پہنا ہے شہر بر
گدائے خاک نشیں میں رہوں ترے در کا
کچھ تمہارے فر و رعب ظاہری اصلا نہیں
آزاد رنج و فکر سے رہتا ہے روز و شب
نوش کوئی شال کوئی مخمل میں
مجھ گدا کو ہے ذوق نفس کشی
اس کی گلی میں خاک نشینی ہے سلطنت
یکساں رہتی ہے عالم پہ فقیروں کی نظر
کشکول فقر جام جہاں بیں سے کم نہیں

رہتی ہے کہیں حاجت مردان خدا ہند
نیست میں جو مزدان ہست ہو
جو کوئی اس کی رہ میں خاک ہوا
آبرو اس کی ہے جو قطرہ کو دریا سمجھا
ہوئی جوگن جو کوئی پیو کی اُسے سنسار کیا کرنا
جو بھوجن دکھ کا کرتا ہے اُسے آدھار کیا کرنا
کیا جو ترک زینت کوں اُسے درپن سے کیا مطلب
مشتاق نہیں سکندری کا
چاکھا جو مزہ قلندری کا
دائم عقبےٰ کے بھر الحق کہ وہ منصور ہے
جیوں آرسی نند کی سر پر کلاہ بس ہے
جلوہ گر کب اس کے آگے عالم فانی ہوا
کیا متصل ہے ہم سے حرم اور حرم سے ہم
خیر و شر جہاں سے راحت ہوی ہیں
ان فقیروں کی گزر گئی کوئی دم تکیہ پر
گو بظاہر موج کی دربار میں ہو رفتار کج
بہ از قالین و مخمل بوجھ فرش بوریا اپنا
بجائے سکۂ زر نقش بوریا ہو جائے
ہم مفلسوں کو کیوں ہو تمول کی احتیاج
کملی پہ فقیروں کی دوشالہ تو نہیں ہے
آئینہ صوفیوں کو ہے آغوش نقش پا
عالم سے ہے انداز جداگانہ ہمارا
رہا یہ تاج فقیری کا زیب سر ہر روز
مجھ گدا کو کب ہے تاج و تخت سلطانی ہوس
بادشہ ڈھونڈتے ہیں گوشۂ دامن میرا
نصیب دولت دنیا کا اہل زر کو اوج
نور عرفانی سے روشن ہے ہمارے دل میں شمع
رکھتا ہے بادشاہوں پہ تیرا گدا اشرف
ہیں گدا مست اپنی کملی میں
مال و زر کی کریں تونگر حرص
دیہیم کی ہوس نہ تمنائے تخت ہے
نیک یا بد ہو کوئی سب کو دعا دیتے ہیں
رتبہ ترے فقیر کا افزوں ہے شاہ سے

خدا دین و ایماں کو قائم رکھے
اس زمانے میں ہے ہر شخص کو دنیا کی تلاش
جو طالب عقبےٰ ہے نشاں اسکا یہی ہے
اس جہاں کے عیش و راحت پر بہت ہنستے ہو کیا
چاہیے سب کو آخرت کا غم
سفر درپیش ہے واں کا کرو کچھ فکر توشہ کی
جو کچھ تھا یہیں کے واسطے تھا
یہیں کی فکر میں ہر دم ہو حضرت جویا
یاں تو بدولت زہد و ورع کے نہ کوئی خاصی عزت ہے
خاکی نہیں کچھ دم کا بھروسا کرلے کچھ توشہ عقبےٰ کا تو
کر دو فکر زاد سفر کچھ تو راکب
کوئی ہووے گا نہ واں حال کسی کا پرساں
غافل نہ رہ کہ فکر مقدم وہاں کی ہے
راہ میں تجھ کو سبکبار جو رہنا ہے سفیر
توشہ ہے سعید اور نہ سامان سفر ہے
کچھ فکر عاقبت نہیں افسوس ہے سخن
انجام کا ہو کھٹکا امید ہو بخشش کی
یہی تو ہے ہمیں ہر دم خیال کیا ہوگا
کچھ توشہ عقبےٰ کی بھی کر فکر تو شائق
الٰہی آبرو واں ہم سیہ کاروں کی رکھ لینا
زاد عقبےٰ جو میسر ہو تو پھر سب کچھ ہے
رخت ہستی باندھئے دل جانب ملک بقا
فکر معاد یاں جسے شام و سحر نہیں
سفر کی فکر کر اے غافل آگئی پیری
عمر ضایع کرنا بیجا رہرو ملک عدم
عاشق کا بیڑا پار لگا دیجیو اے خدا
دکھ سکھ یہاں کا کیا ہے یہ دو دن کی بات ہے
کچھ قبر میں کفن کے بدلنے کی فکر کر
غم دنیا سے ہے اندیشۂ عقبےٰ بڑھکر
کب تک دنیا کے جھگڑے
سامان آخرت سے ہے بیفکر کس لئے
کھانے کے واسطے غم عقبیٰ ہی لیکے جائیں
وقت سونے کا نہیں اب چونک اے سرمست خواب

نہیں ہم کو دنیا کے جانے سے غم
بس غنیمت ہے جسے کچھ بھی ہو عقبےٰ کی تلاش
دنیا کے لئے کچھ کد و کاوش نہیں کرتا
غم اُدھر کا لائیے اور آہ و زاری کیجیے
غم نہ ہو زنہار دنیا کا
کڑی ہے گور کی منزل جہاں پہلے اترنا ہے
کیا فکر کی آپ نے وہاں کی
کیا نہ آپ نے سامان کچھ وہاں کیلئے
بن نہ پڑا پر کل کے لئے جو کرنا تھا سامان نہیں
کرلے کچھ اول کا اندیشہ تجھ کو بھی اکدن مرنا ہوگا
کہ اس زندگی کا بھروسا نہیں ہے
اک سہارا فقط افضال خدا کا ہوگا
دولت دھری رہ گئی یہیں جو یہاں کی ہے
زاد رہ بھیجدے منزل میں سفر سے پہلے
افسوس ہے دن کوچ کا نزدیک تر آیا
کیوں کھو رہا ہے عمر کو غافل اِدھر اُدھر
مذہب میں سخن اپنے ایماں اسے کہتے ہیں
خبر نہیں کہ پس مرگ حال کیا ہوگا
یوں گرامی یہ گنوانا نہیں اچھا
سنا ہے سخت تر ہے معرکہ روز قیامت کا
نہ رہے عالم فانی کا جو سامان رہے
ہو نہ مائل اس خراب آباد کی تعمیر پر
حیواں سمجھتے ہیں ہم اسے وہ بشر نہیں
پڑا ہوا ہے تو کیوں بافراغ صبح کے وقت
رکھ لے کل کے واسطے توشہ سفر ہے دور کا
بحر فنا ہے جب ہو ارادہ عبور کا
ہو عاقبت ہماری خدایا بخیر ہو
ہے زیست میں ہوس جو لباس جدید کی
جان کھو کر بھی نہ آسان ہو مشکل وہ ہے
کچھ تو فکر عقبےٰ کر
غافل بیکار کر نہیں آتی قضا کبھی
دنیا سے ساتھ زاد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو
کرلے کچھ سامان عقبےٰ ہے غنیمت یہ شباب

تراب
"
"
"
جویا
حالی
خاکی
راکب
سید
سفیر
"
سعید
سخن
"
"
شائق
"
شمس
شیر
ظفر
عاشق
"
"
"
ماہ
میکش
"
مضطر
مست

فکر عقبیٰ

چھوڑ دنیا کی محبت ذات حق میں ہو فنا
حشر میں کوئی کسی کا آشنا ہوتا نہیں
بہت سامان دنیا [illegible] جمع دنیا میں
[illegible] عقبیٰ کا بھی سامان پیدا کر
کیا ملا کیا [illegible] ضم میں بیٹھ
[illegible] حرم میں بیٹھ
دل مطمئن اس [illegible] عمر بیٹھ
جس وقت [illegible] نہیں
دل غفلت زدہ [illegible] زاد رہ نواب
[illegible] عدم [illegible]
اس لئے [illegible] زاد راہ
کچھ ہو [illegible] ملک ہستی سے عدم [illegible]

فلک سحر وقار

کہاں جائے انسان ان سے نکل کر
زمیں فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

فلک کج رفتار

کس کس کو خاک میں نہ فلک نے ملا دیا
نوشیرواں کا ہے نہ پتہ یزدجرد کا
کیا کیا جواں نہ خاک میں تو نے ملا دیئے
[illegible]

ہزاروں داغ کلیجہ پہ کھائے بیٹھے ہیں
فلک کے ہاتھ سے ہم بھی ستائے بیٹھے ہیں — آصف

اے چرخ بے مروت بس بے تنگ مزاجی
خوش تیرے گھر میں دو دن اک مہماں نہ ٹھہرا — آتش

آسماں سے ہے توقع کسے سرسبزی کی
ہوں وہ افتادہ زمیں جو نہ اٹھی دہقاں سے — ״

برسر ظلم جو چرخ ستم ایجاد آیا
تھے بھولے ہوا ان کو بھی خدا یاد آیا — انجم

امید ترحم ہو اور آسماں سے
یہ نہ آشنا آشنا ہے کسی کا — ״

نام کو میرے نشاں تک بھی نہ باقی رکھا
مجھے اس چرخ ستم گار نے پیسا کیسا — ״

نہ کرم کا ہے سلیقہ نہ ستم کا ہے وقوف
آج تک چرخ کہن کو نہ کوئی کام آیا — ״

کیا خطا تیری ہم نے کی اے چرخ
بے سبب کیوں ہمارا دشمن ہے — ״

دام سے چرخ مقوس کے نکل جاؤں ابھی
کام دے مجھ کو جو اوروں کے مثال تیر پر — احسن

رلاتا ہے ہمیں کیوں اب تو پیہم
ہنسایا تھا بھلا اے آسماں کب — ״

اے فلک دشمن کو یوں عیش و نشاط
اور ہم کو یاس و حرماں واہ واہ — ״

دنیا ہے دشمنوں سے بھری ظلم کیلئے
اے چرخ میں غریب ہی کیوں تجھکو بھا گیا — ״

کیوں عداوت ہے چرخ کو احسن
مجھے کوئی ہنر نہیں آتا — ״

میری ہستی بھی کیا حرف غلط تھی
مٹایا کیوں فلک میرے نشاں کو — ״

موت بھی مانگے نہیں ملتی فلک
اور تجھ سے پھر برائیں کیا — اسیر

فلک سے کام کسی کا کوئی نکلتا ہے
کبھی نہ عقدہ کشا ناخن ہلال ہوا — ״

صورتیں کیا کیا دکھاتا ہے زمانہ کو اسیر
ہے حذر ہر ایک کو لازم چرخ لعبت باز سے — ״

مطلب ہو خاک حاصل اس چرخ واژگوں سے
سمجھے ہوئے تھے دریا جسکو سراب نکلا — ״

کس قدر دیتا ہے دھوکے اہل حاجت کو فلک
ریگ پیاسوں کو نظر آتی ہے دریا دور سے — ״

بنایا چرخ نے اک خانۂ گور
ہزاروں ملک لاکھوں شہر ڈھا کر — ״

کبھی تو نے نہ دیا بادۂ عشرت اے چرخ
ہم نے تکلیف ترے دور میں کیا کیا پائی — ״

جا ہے اہل جہاں کو خوف کچھ زیر فلک
بیخبر بیٹھے ہیں ساکن قصر بے بنیاد کے — ״

ملی کسی کو فراغت نہ آسماں کے تلے
یہ مثل دولت ممسک نہاں زمیں میں ہے — ״

اسیر امید عشرت آسماں سے سخت بیجا ہے
فقط یاروں کو دھوکا کہاں ہے جام واژوں میں — ״

دار دنیا میں بجا ہے دبکے مرجانے کا ڈر
دیکھتے ہیں آسماں کے سقف بے دیوار ہم — ״

کبھی راحت نہ پائی دور چرخ سفلہ پرور میں
نکلکر شیر کے منہ سے گرا میں کام اژدر میں — ״

پیسا یہ آسیائے فلک نے تہ زمیں
ہر اک گیا کہ سرمہ ہوئے استخوان گور — ״

گردش ہے اس کی یوں ہی معلوم کیا فلک نے
کس کو کہاں بگاڑا کس کو کہاں بنایا — ״

ہم کو عزیز کرکے کیا چرخ نے ذلیل
یہ ذرہ آفتاب بنا اور بگڑ گیا — ״

کہا گیا بے فائدہ مجھ کو فلک
اونٹ کے منہ کا میں زیرہ ہو گیا — ״

ستم چرخ کے شاکی ہیں عبث مردم دہر
حکم سلطاں ہو تو جلاد کی تقصیر نہیں — ״

ابلق ایام دکھلاتا نہیں کس کو زمیں
کیا عداوت اپنے راکب سے ہے اس مرکوب کو — ״

انجم نہیں یہ دانت ہنسی ہیں ہیں آشکار
ہنستا ہے آسماں مرے حال خراب پر — ״

نئی ادا یہ نہیں فلک کی سدا سے اسکا یہی ہے شیوہ
راحت و آرام کا دشمن ہے یہ چرخ دنی
گردش سے ساکنان جہاں کو مفر نہیں
گنبد چرخ میں ہر ایک کو نالاں دیکھا
جس کی طینت میں کجی ہو وہ نکلتی ہی نہیں
رسوا ہوا تباہ ہوا در بدر پھرا
فلک سے کیا کوئی رکھے امید آسائش
نکلی نہ میرے دل کی کبھی کوئی آرزو
ہفت افلاک سے راحت کی توقع ہی عبث
دیکھا جس کو ہوں وہ حال میں اپنے ہی مست
دل صد چاک کو میرے نہ ستا اے گردوں
ترقی کی تمنا تجھے کیا اے آسماں کیجیے
پانوں توڑے در بدر مجھ کو پھرایا عمر بھر
خوف مفلس کو نہیں ہوتا جفائے چرخ سے
یہ کیسی ہے فلک کینہ خواہ کی گردش
چرخ کے ہاتھوں تہ و بالا ہیں دل احباب کے
چین دم بھر نہیں دیتا ہے غریبوں کو فلک
فلک نے ہمکو دکھایا یہ سرد و گرم جہاں
اجلاف کو مراد اعزہ کو یاس ہے
فلک کو دیکھتے کچھ بھی جو برخلاف ان سے
پر ارماں ارباب دنیا سے اٹھے
کبھی ستارہ جو میرے نصیب کا چمکا
فلک خدا نہ کرے تیرا کوئی ہمسماں ہو
میری ناشادی سے ہوتا ہے تجھے کیا فائدہ
عالم کو محل و گوہر و تاج دلوایا
بعض ہی اوقات راحت ہم کو دی ہے چرخ نے
آسماں سے طمع نعمت الوان مت رکھ
دست قدرت نے تجھے ہر چند گردش میں رکھا
کیوں نہ ہو ناداں کو آرام دور چرخ میں
فلک کرتا ہے پاجی پرستی اس زمانہ میں
دے کر عروج سر پہ چڑھایا غبار کو
دن رات مہر و مہ کے دکھاتا ہے شعبدے
دے اتنی گردشیں نہ مجھے آخر اے فلک

کسی کو حد سے سوا بڑھانا کسی کو بالکل تباہ کرنا	اکبر
بس چلے اس کا تو گھر میں بوریا رہنے نہ دے	اشک
طبقے ملے زمین میں چرخ کہن کے کیا	"
گھر میں ممسک کے رضامند نہ مہماں دیکھا	انور
چرخ بیڈھار ہا سب سے کبھی سیدھا نہ رہا	"
اب کون ظلم چرخ ستمگار رہ گیا	"
کہ سایہ بھی نہیں رکھتا ہے یہ شجر کیطرح	"
میرا بھلا نہیں تجھے اے آسماں پسند	"
نعمت غم کے سوا خاک ہے ان خانوں میں	"
گردش جام سے کم گردش افلاک نہیں	"
چھیڑنا خوب نہیں خانہ زنبور کو دیکھ	"
یہ اوج عارضی ہمت کو اپنے ناگوارا ہے	"
آسیائے چرخ سے سرگشتگی حاصل رہی	"
ہوئے جو عریاں اسے کیا خوف رہزن چاہیے	"
زمانے میں ہے جہاز تباہ کی گردش	بحر
اس ہنڈولے میں کوئی بیٹھا نہیں آرام سے	"
سانس لینا کسی منزل میں فلک کیا جانے	"
کہ آئے قطرہ کی صورت گئے شرر کیطرح	"
کتنا یہ پیر چرخ بھی مردم شناس ہے	"
مزاج پوچھتے ہم شہر کے زوالوں کا	"
فلک نے نکالی نہ حسرت کسی کی	"
چراغ پا ہوا شبدیز آسماں کیا کیا	"
نہ حکم دوسرے دن بھی ہو دو نوالوں کا	"
جو نہیں کرتا ہے اک دم شاد مجھکو اے فلک	بختاور
اے آسماں بتا تو مجھے تو نے کیا دیا	بیان
رنج و غم سے اس ستمگر نے بیاں اکثر دیا	"
ہے پڑی اوندھی نہ ہاتھ اپنا تو اس قاب میں ڈال	"
چرخ کجرفتار تو بھی تو نہ آیا راہ پر	"
ابتدا سے تا بدن گہوارہ ساں گردش میں ہے	پرتو
نہ ہوا از بار شرفا کیوں جو ہوا اقبال ارذل کا	تراب
گردوں تیرہ فہم بھی کیا دوں نواز ہے	توفیق
گردوں یہ کاہیکو ہے کوئی حقہ باز ہے	"
انساں ہوں کوئی ساغر صہبا نہیں ہوں میں	"

فلک کج رفتار

[illegible]

فلک کجرفتار

گردش چرخ سے سب خاک کے پیوند ہوئے
اب نہ مظلوم نہ ظالم کا پتہ ملتا ہے — جرات

کس کل بیٹھے چرخ جفا کار دیکھئے
کیا وہ ترس ہے اس شیشۂ ہمارا رکھا — جوش

پس مردن زمیں دو گز نہ دیکھا ہر تربت تو
پر دل میں خوب ہم چرخ زنگاری سمجھے ہیں — "

اے صبا تجھ کو تو ہے پھیری چرخ گرداں
خاک بھی نام و نشان گل مدفن نہ رہا — "

کسی کو پیسے گلشن عالم میں گندم کی طرح
ایسا ہے چرخ کجرفتار دیکھا چاہئے — "

جو بالائے زمیں ہیں پیں تیرے ظلم سے اکدن
ستمگر اے فلک وہ زیر مدفن جانیوالے پائیں — "

نوجواں گلشن ایجاد میں پھولے نہ پھلے
بغض للہ ہے تجھ کو فلک پیر عیش — جوہری

راتدن ہے شعبدہ بازی کی کیوں تدبیریں
آہ ہے چرخ پیر میں — "

کیا رکھیں کچھ ابھی باقی ہے ابھی پاس صدمے
باد و باران حوادث کے بھی ہیں اماں کچھ بھی نہیں — "

سقف دنیا ہے تو دنیا میں ... گردوں
کسی پہلو نہیں پیرھا یہ گردوں
عجب اس قصر کی ٹیڑھی بنا ہے
آسماں

روز و شب گردش میں رہنا اس کا بے باعث نہیں
کچھ نہ کچھ لائے گا اکدن چرخ نیلی فام رنگ — تسلیم

نیچا فلک دکھاتا ہے ہر خوشجمال کو
یوسف بھی تین دن رہے بستی چاہ میں — "

قید فلک سے اہل فلک بھی ہیں داغ داغ
طوق گلوئے ہار نہیں ہے یہ ماہ میں — "

ابر گریاں رعد نالاں برق میر سوز و تپاں
تجھ سے خوش اے آسمان فتنہ گر کوئی نہیں — "

آسمان خاک پس مرگ مجھے دیگا کفن
ایک چادر تو کبھی اس سے اڑھائی نہ گئی — "

ہٹاتا ہے کیوں آسماں ہمکو تسلیم
نہ ارماں کسی کے نہ ساماں کسی کے — "

کیا رکھے کوئی چرخ سے ساماں کی امید
خورشید جب جہان میں یوں ننگے سر پھرے — "

ہر حال میں کرتا ہے جو پامال مجھے تو
دیتا نہیں کیا اے فلک پیر دکھائی — "

لطف ہوتا ہے نہ کچھ صدمہ ہوا کرتا ہے
اب تو یہ چرخ نئے ظلم کیا کرتا ہے — "

خالی نہیں ہوں درد جفائے فلک سے میں
زیر زمیں بھی پہلے جگر میں کھٹک گیا — "

دے گا آرام ہمیں کیا فلک سر گشتہ
روز و شب چرخ میں ہے گردش ایام سے آپ — "

دیو سیاہ چرخ کو چلنا ہے بر خلاف
مانگے اگر نشاط تو غم لائے آسماں — جویا

کب تک یہ جور و ستم مجھ پر اے فلک
دیکھیں کہاں تلک ہیں ترسائے آسماں — "

ایکدم فرصت نہ دی ہمکو فلک نے رنج سے
سوز دل پیدا ہوا گر درد سر اچھا ہوا — "

جو دو دل میں محبت ہو تو یہ فوراً جدا کردے
ہمیشہ تفرقہ آپس میں چرخ کینہ ور ڈالے — "

چرخ کجرو نے جنوں تمکو کیا شل کماں
اب کہو کس کو دکھاوگے یہ دم خم اپنا — جنوں

میں نے کیا تیرا بگاڑا ہے ذرا کہہ تو سہی
حسرتیں خاک میں اے چرخ مری تو نہ ملا — "

فلک روشن دلوں کو ایک جا رہنے نہیں دیتا
مہ و خور راتدن رہتے نہیں ہیں یکمنزل میں — "

شکایت فلک کی جنوں کیا بُری ہو
کہو تو زمانہ ہوا ہے کسی کا — "

فلک کا نام نہ لو بوڑھا ہے غمزے کرتا ہے
واں ستم کا مزہ کیا جہاں شباب نہیں — جلیل

دربدر پھرتے ہی گزری چرخ کو
یہ اسی بیداد گر کا کام ہے — "

خاک میں چرخ ملاتا ہے ملانے دو جلیل
اور بھی آئینہ دل کی جلا ہوتی ہے — "

کدھر ڈھونڈھوں میں راہ عافیت بتلا کدھر جاؤں
بلا میں چار سو گھیرے کھڑا ہے آسماں مجھکو — "

نتیجہ ظلم کا گردش نہیں تو پھر کیا ہے
فلک سے پوچھئے کیا پا گیا ستا کے مجھے — "

کیا ہزاروں کو یہاں فلک کی گردش نے
مرا نصیب مگر راہ پر نہیں آتا — "

اس مشق ستم پر بھی یوں ہی سا ہا گردوں
آیا تو یہی آیا دو دل کو جدا کرنا — "

فلک نا اہل دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو
کسی دن انگلیاں اٹھتے نہ دیکھا ماہ کامل پر — "

شکنجے میں کڑوں کو آسماں نے یہ دبایا ہے
کہ ہر پرزہ ہے پامال خلائق آہنی پل کا — جرار

ہنکے پتھر سے ہوئے چور ہزاروں شیشے
رنگ بدلا نہ کبھی گنبد مینائی کا — "

ملایا خاک میں ایسا فلک نے شاہوں کو
لحد کا ان کی زمیں پر نہیں نشاں باقی — "

زمیں پہ بیٹھ رنگائی نہ چرخ نے کسکی
رہا نہ زال نہ رستم سا پہلواں باقی — "

ملائے خاک میں پیر فلک نے نوجواں کتنے
گرے اس چاہ میں مانند یوسف کارواں کتنے — "

استخواں پیسے فلک نے سرمہ آسا سا بہا
چار دن جس کو ہوئی دنیا میں یا راحت نصیب — "

آسماں سے بس نہیں چلتا ہے ہم جائیں کہاں
نہ سکھ سے سونے دیا کسی کو نہ اس سے راحت کسی نے پائی
یوں بے سبب زمانہ پھرتا نہیں کسی سے
ہوگا تو پہلے ہوگا اے چرخ مہرباں تو
رسوا و خوار و خستہ اس طرح سے نہ کرتے
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
آدمی کو ہے تہ گردوں محال آسودگی
کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں
دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصت نشاط
بد خصلتوں کو کرتا ہے بالانشیں فلک
رات دن چکر میں تو رہتا ہے کسکے واسطے
فلک اتنو دکھا رہبر کو کچھ سامان راحت کا
مہر تمثال جوانوں کو پھنسایا تہِ دام
فلک پیر کے پھنسے تہِ دام
موئے آخرش جو رہے پیر فلک سے
گر نکالا آسماں نے گھر سے اپنے ہے سزا
گر شکل کماں خانۂ گردوں ہے منقش
آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک میں آیا
آفات ہی اے چرخ اٹھا جانے ہے تو
دنیا تمام گردش افلاک سے بنی
اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر
طلب نہ چرخ سے کر نان راحت اے سودا
یہاں جو کوئی آیا گھر آسماں دنی کے
شاید آرام پائیں زیر زمیں
اے فلک مجھ کو ستائے اور کچھ
اے فلک راحت کسے کہتے ہیں تیرے دور میں
تائید پر کسی کی کسی سے خلاف ہے
ستم بھی گر ہوئے ہم پر تو اس گردونِ گرداں کے
فلک تیری کجی کو مانتا ہوں میں
ہم نے دو فلک ہے جو مراد دشمن ارماں
سیر دکھلاتا ہے پستی و بلندی کی سفید
ستم سے چرخ کے دنیا میں کوئی بچ نہیں سکتا
کہاں تک اے سفیر اس چرخ کی بازیگری دیکھیں

یا الٰہی پھر نہ ایسا گنبد بے در ملے
عبث ہے اے جوہری شکایت مدام یہ جو فلک رہی ہے
اے آسماں کچھ اس میں تیرا بھی ہے اشارہ
کچھ ان دنوں تو ہم پر نامہرباں نہیں
پر چرخ کے ستم سے یوں بے وقار ہم ہیں
کہ جس کے عوض یوں رلایا نہ تھا
پس گیا جو زیر سنگ آسیا وانہ ہوا
اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں
ہو جس کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں
اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
کیا فلک تو نے ہماری بھی کہیں تدبیر کی
بسر کب تک کرے ایام غم افسوس حسرت میں
کون جانتا ہے خدایا فلک پیر کا پیچ
ایک سے ایک نوجواں افسوس
ستم ناکشیدہ جواں کیسے کیسے
آن کر مہماں بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم
پر اس میں نظر گوشۂ آرام نہ آیا
واں جام بجز گردش ایام نہ آیا
ظالم کسی گرتے کو سمجھے تھا نظر آیا
مٹی فرار رنگ کی اس چاک نے بنی
وا اژدوں ہے عقل تیری اوندھا ہے تو خم سر
پھرتا ہے اپنا وہ کاسہ لیے گدائی کا
دو دن کھلا کے روٹی اس کو ندان مارا
چین یاں کچھ زیر آسمان ملا
رنگ جو لاتا ہے لائے اور کچھ
نام یہ شاید ہے میری گردشِ ایام کا
یہ ڈھنگ تو ہیں نہیں اے آسماں پسند
ازل کے روز سے گردش جو لکھی تھی مقدر میں
نہیں ممکن کہ سیدھا مجھ سے تو ہو
ہم اس سے کبھی کوئی تمنا نہ کریں گے
چرخ گردوں کا بند و لا نہ و بالا ہو کر
نظر آتا نہیں آتے ہوئے پتھر فلاخن کا
چلو پتھرا گئیں آنکھیں تماشہ ہو نہیں سکتا

جوہری
〃
حالی
〃
حیرت
حسن
خلیل
داغ
ذوق
〃
ذاکر
رہبر
زکی
〃
〃
سودا
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
سحر
سرور
سخن
〃
〃
〃
〃
〃
سفیر
〃
〃

فلک کج رفتار

چرخ کی شعبدہ بازی کا تماشا ہو نظر
رونا ہے کہ سبھی لال کا نہ ہمیں کچھ ہو
طالب ہوں تجھ سے کیا اے فلک
[illegible]

نصیر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
مراد
نسیم
نظیر
[illegible]

فلک کج رفتار

کیا کیا بلائیں فلک میں پاس دل کی خواہشیں
یا رب برا ہو اس فلک کینہ خواہ کا
نہ زمیں وہ ہے اور نہ وہ دن ہیں
چرخ کے انقلاب نے مارا
کو فلک میں ہے میری جوانی ملا چکا
مجھ کو ہے آج تک فلک پیر کا لحاظ
جہاں ہیں یادو سے ہم اٹھ گئے جہاں ہیں
گریاں عدم سے آباد میں کسکو ہو پہلے ہنسا ہو
اے چرخ رلا دو میں صاحب نام
بچھڑ گئے نشان صاحب دیکھا
مٹا یا پیر فلک نے جب جواں دیکھا
اے دل خدا کو یاد کر
دور گردوں سے ہو بھی رہتا ہے
ہمیشہ ثابت کیوں مطمئن پھر سے
آسمان میں چرخ کج ادا سے اپنے دن پھر سے
بڑی ناہوا جہاں کی کیا صورتیں اس نے
مٹا دیں صورتیں کیسی کیسی کو ملا ہے
فلک نے زیر زمیں اندراز سے
اپنی گردش سے دور میں گردوں نے گردوں کا ہم
کیا ازل سے جا بجا لگے غم و درد و الم
دل سے نام کرے نہ دکھلائے گا فلک مر بنیاد اپنا
چرخ کیا کیا نہ دکھلائے گا

عاشق / = / = / = / = / عوض / عاقل / عالم / = / = / دبیر

فقط ہمیں پہ نہیں ظلم چرخ سفلہ نواز
نام کیوں پیر فلک کا یہ ہوا ہے ظالم
شکایت فلک پیر سے حصول
فرط حسد سے خوب ہی ہم کو دیا کیا
آخر تو کسی وقت دن اپنے بھی پھریں گے
مٹائے کیسے کیسے نام ور دنیا سے گردوں نے
ہر گردش فلک بسر انتقام ہے
ستم کی خو نہ چھوڑی ہے نہ چھوڑیگا کبھی ظالم
گرگٹ کر دو ناحظہ اہل زمیں نیا
گر اسی طرح رلائے گا زمانہ کو فلک
میں ایسا کون تھا کہ مجھے چھیڑ چھیڑ کر
ملا یا خاک میں گردون دوں نے
گردشوں سے کس لئے فرصت مجھے دم بھر نہیں
چرخ ہم روشن دلوں کو خاک میں رکھتا ہے تا
چرخ سے فائدہ کیا ہو کہ بخیلوں سے کبھی
فلک نے عمر بھر ہمکو رکھا زندان گردش میں
اک زمانہ اس سے تنگی میں ہے میں حیران ہوں
او چرخ بخیل مردم آزار
اے آسماں پسند ہے کیا وضع ماتمی
گھر غریبوں کے گھروندے کیطرح مٹتے ہیں
سر فرازوں کو گراتا ہے مدارج سے فلک
کب ہنسایا گردش گردوں نے ہم کو مثل گل
چین دے کسکو فلک وہ آپ ہی چکر میں ہے
ڈھئے بن بن کے دنیا میں مکاں ہوتے ہیں
عجب کچھ تفرقہ ڈالا فلک نے
گردش سے تیری چرخ ہزاروں شہ و گدا
جہاں بیٹھے زمیں بیٹھی جہاں اٹھے فلک ٹوٹا
پیچ سے چرخ کہن کے پس گئے لاکھوں جواں
یہاں ہوں کیا چرخ کے مدت سے ہیں دیکھیں
فلک کے پاس کیا ہے جو وہ دیگا
ضد ہے فلک سے ہمکو ہم سے فلک کو ہے
ایک دور میں ہزاروں کو ملا یا خاک میں
گردشوں سے آسیائے آسمان پیر کے

ہر ایک شخص پہ ہے جور آسماں قاصد
کسی بیکس کو مگر اس نے ستایا ہوگا — شایق
کوئی بھی اسکے ہاتھوں سے یہاں کامیاب ہے — "
رنج والم یہ گنبد گردوں نئے نئے — "
اسے یہ چرخ اگر گردش ایام یہی ہے
بھلا فرمائے ان کا کہ اب نام و نشاں کیا ہو — شفق
ہر شام عیش صبح الم کا پیام ہو — "
رہا ہے آسماں کس دن کسی کا مہرباں ہوکر — شوق
ہر لحظہ رنگ بدلے ہے چرخ کہن نیا — شاد
اشک نکلیں گے ہراک کان سے گوہر کے عوض — شہید
اے چرخ تو نے اپنے جگر کے مٹائے داغ — صابر
پھیریں گے دوش پر ہم بیکسے جاں کو — "
اے فلک کچھ میں تری تقدیر کا چکر نہیں — "
مثل اخگر زیر خاکستر نہاں تنویر ہو
نہ کف جود مثال کف دریا کھولا — "
رہا طوق گلو حلقہ ہمیں پاؤں کے چکر کا — "
چرخ نے پھیر دیا کیونکر مری تقدیر کو
کیا کیا تجھے دانوں گھاتے ہیں یاد — "
دیکھا نہ ایک دن بھی تر پیرہن سفید — طاہر
نہ گیا اے فلک پیر لڑکپن تیرا — "
شیوہ پامال ہما خاص نرگس رانی ہے — ظہیر
مثل شبنم ہمیں ہمیشہ گزر زاری میں ہم — ظفر
ہے ہوس راحت کی زیر آسماں بے فائدہ — "
اے فلک تو نے مٹائے یاں نشاں ہتھو کیسے ہیں — عاجز
کہیں گل ہیں کہیں جا ہیں عنادل
ایسے مٹے کے نام کو تربت نہیں رہی — علی احمد
قیامت ہم پہ توڑی ہے زمیں و آسماں تو نے — عاشق
ظلم کی کثرت جو کی یہ زال رستم ہو گیا — "
اس خوان میں دو گردہ نان مہ و خورشید
بسر کرتا ہے خود وہ قرص ناں پر — "
رفتار پیر کی نہ کریں گے جواں پسند — "
کیا بگاڑا تھا جواں مردوں نے چرخ پیر کا
پس گیا گندم کی صورت دل جواں و پیر کا — "

دیکھے کیا کیا نہ ان آنکھوں سے کرشمے اے دل
ایسا ہوں تنگ جی میں ہے کچھ کھا کے سو رہوں
فلک کے ظلم سے شاکی نہیں ہے کب کوئی
باغ ہستی میں اے فلک اک بار
کیوں عطا کی اپنی گردش تو نے میرے بخت کو
دشمن لگا ہے تاک میں راحت کہاں نصیب
دوستوں کو جدا کیا افسوس
کیا ازل سے ہے مزہ تفرقہ اندازی کا
فلک اقبال مندوں سے بھی با امساک پیش آیا
کیا خاک مجھ سے کار جہاں کچھ درست ہو
آیا ہے جو عدم سے لباس وجود میں
کس لئے قہر خدا چرخ پہ نازل نہ ہوا
ایسے جو بل نکالے مرے چرخ پیر نے
غیر پر اک حال پر رہتا نہیں میری طرح
نہیں بھوکے ہم اے فلک نعمتوں کے
کب تک یہ مصیبتیں رہیں گی
کیسے کیسے ماہ چہروں کو ملایا خاک میں
یہ پیر چرخ سے ایمن نہ ہو کہ ایک جہاں
بھوکے کو کب ہو کاسۂ واژوں سے انبساط
جو آیا گلشن دنیا میں بیشک اسکو گردش ہے
دنیا ہے اک زمانہ کو چکر یہ رات دن
کیونکر کرے نہ خوار مجھے چشم خلق میں
زر انجم بشکل گنج رکھتا ہے سدا سر پر
اے چرخ تیرے گھر میں ستم کی کمی نہیں
رطب و یابس رنج جھیلا گردش افلاک کا
دل ٹوٹا ایسے صدمے دئے آسمان نے
اے قدر شام غم سے مجھے بیتی رہیں
یہی پھرا تا ہے قسمت جو دسترس ہو مجھے
ویران گھر کیا تو مجھے خانماں خراب
دور فلک کے کھوئے میرے حواس خمسہ
حرف غلط کی طرح فلک نے مٹا دیا
تری کیا یاد کریں گے فلک نا انصاف
گردش ہے ساتھ ساتھ رہا میں جہاں کہیں

گردش چرخ اسے کہتے ہیں کجی ہے یہ ہے
اٹھتے نہیں ستم فلک کج مدار کے
مٹا ئیں صفحہ ہستی سے صورتیں کیا کیا
شاخ امید بار ور نہ ہوئی
یہ عنایت بھی ستم اے چرخ کجرفتار ہے
رہنے نہ دیگا چین سے یہ آسماں کہیں
فتنہ گر پیر آسماں نکلا
کبھی اس چرخ نے دو دل کو نہ اک جا دیکھا
سکندر کو نہ حیواں میں دیا یک قطرہ پانی کا
دنیا میں آسماں نے مجھے خاک کر دیا
کیا کیا نہ جور گردش افلاک لے گیا
جانب مہر یہ ظالم کبھی مایل نہ ہوا
عالم تھا مجھ میں کیا کسی بڑھیا کے چرخہ کا
کیوں نہ پھر ممنون ہوں میں گردش افلاک کا
کہ تیری عنایت سے غم کھا رہے ہیں
اے چرخ یہ انقلاب کب تک
دفتر گردوں کہیں ہوتا نہیں برہم ہنوز
اس آسیا نے انھیں کردٹوں میں پیسا ہے
یعنی طمع نہ رکھ فلک دوں سے انبساط
تری چالوں سے بچکر کیونکر اے چرخ بریں نکلے
امید رکھیں خاک نشیں آسماں سے کیا
دشمن ازل سے چرخ تو اہل ہنر کا ہے
نہیں ہے آسماں قاروں کے کم پست ہمت ہیں
ہے ساتھ گرسیوں کی کرامت بھری ہوئی
یا بھنور پانی کا ہوں میں یا بگولا خاک کا
ٹکرا کے اس جہاز نے کشتی تباہ کی
نہ آسیائے چرخ برابر تمام رات
سر آسماں پہ پٹکا کروں زمین کے عوض
یارب ہو مرے گھر کی طرح آسماں خراب
پتے سے گنجفہ میں کیا ابتری ہوئی ہے
نام آور ونکا آہ نہ چھوڑا نشاں کہیں
دل ناشاد ہمارا نہ کبھی یاد کیا
دم تو چین لینے دے اے آسماں کہیں

عالم
"
"
"
"
"
فدا
"
"
فروغ
فوق
"
فیض
قائم
"
قربان
"
"
تدبیر
قدر
"
"
"
"
قرار
خلق
کوثر

فلک کج رفتار

[illegible]

فلک کج رفتار

شاعر	مصرع
منیر	[illegible]
〃	[illegible]
امیر	[illegible]
نظم	[illegible]
〃	[illegible]
〃	[illegible]
〃	[illegible]
〃	[illegible]
فلک	[illegible]

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
نے ہیں داغ لاکھوں تہ گردوں گردانے	ملایا خاک میں پیر فلک نے یہ جواں کیا	ذوق
پیر فلک نے کس کو ملایا نہ خاک میں	کس ان زمیں نے کھائے ہیں خوش رو جوان [illegible]	〃
ہے گھمسال فلک کی ظاہر	دروازہ بند اس کا مگر	〃
دیکھیں تو ہم اے ماہ اختر سے ہمارے	کرتا ہے کج چرخ ستمگار کہاں تک	〃
نیرنگی فلک کا یہ پیشہ چمن میں ہے	دو روزہ کی بہار ہمیشہ چمن میں ہے	〃
فلک نے اہل زمیں کو نہ چین سے رکھا	ستا کے ان کو یہ ظالم ستائیگا پھر کیا	〃
پامال راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے	آئی نہ کچھ سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہے	میر
زیر فلک رکا ہے اب جی بہت ہمارا	اس بے فضا قفس میں علاقہ ہوا ہے جی	〃
نئی گردش ہے اس کی ہر زماں میں	خلل سا ہے دماغ آسماں میں	〃
ایک گردش میں ہیں برابر خاک	کیا جھگڑتے ہیں آسماں سے لوگ	〃
دیر کیا قمار ہے یاں نہیں مہلت بہت	دے کے فرصت سپہر دوں بحکم فرصت بہت	〃
پھر دے گا رنج تازہ کوئی آسماں مجھے	ممکن نہیں کہ دیکھ سکے شادماں مجھے	بیکش
ہیں سالک رہ حق رہ پیچ دور کو جہاں کے	چکر میں لے نہ آئیں چکر یہ آسماں کے	〃
پاس ہیں کیونکر پہنچ جاتا ہوں یارب تخت ظلم	دیکھنے کو تو بہت چرخ کہن سے دور ہوں	〃
آسیائے فلک اللہ رے مردم سائی	استخواں تک مرے برباد ہوئے پس پس کے	〃
کیا سخت دلی ہے کہ جواں خاک میں مل جائے	اک اشک نہ چشم فلک پیر سے ٹپکے	مصحفی
خوار رکھتا ہے اب تک ہم کو	دیکھ سکتا نہیں فلک ہم کو	〃
شامیانہ بھی نہیں قبر پہ ان کی پس مرگ	تیرے مارے ہوئے اے چرخ کہن بیٹھے ہیں	〃
آسماں ایک خانہ پر دود ہے	اس میں تو میرا گھٹا جاتا ہے جی	〃
لاکھ جا باز ہیں پہ بیٹھ رہیں	چھین کب آسماں لیتے ہیں	〃
پس گئے اہل زمیں یوں آسماں کے زیر پا	مور جیسے کسی فیل دماں کے زیر پا	〃
آسماں ہیں گرد باد اور آسیا ہم ہیں مثل خس	خاک پہ آرام ہو اس فتنہ بے خیز میں	〃
ہے مہرۂ بازیچۂ طفلاں سے بھی بدتر	کس کام کا ہے گنبد گردوں مرے آگے	〃
رکھتا ہے مصحفی کو جو ناحق تو اپنی لاگ	اے چرخ سفلہ اس نے ترا کچھ لیا دیا	〃
ملا کے خاک میں مٹی تو میری کی برباد	کرے گا اور یہ کیا چرخ پائمال مجھے	نجب
لینے دے دم کہیں تو نہ اب در بدر پھرا	چکر میں ڈال رکھا ہے کیوں آسماں مجھے	〃
لینے دیا نہ گردش قسمت نے واں بھی دم	ثاقب کی طرح پھینکا فلک نے جہاں مجھے	〃
آدمی ہے خانۂ دنیا بنانے کے لئے	اور یہ افلاک ہیں بنیاد ڈھانے کے لئے	〃
کوزہ گر یہ گردش افلاک	اور یہ چرخ ہے کمہار کا چاک	〃
بغیر کیے مت چشم کرم رکھ چرخ گرداں سے	بجھائے آب بے ناداں اس دولاب میں آتش	مضمون
وہیں تفرقہ چرخ بدخو نے ڈالا	کہیں دو دلیں رہنے بھی الفت [illegible]	مضطر
جتنا جی چاہے ستالے پیر فلک مجھے	اس کا بدلا بھی ملیگا کبھی یہ یاد رہے	〃
کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب و روز	تقصیر ہے کیا اے فلک پیر ہماری	〃

مصرع	مصرع	شاعر
فلک نے پیسا ہے اسطرح جیتے جی ہم کو	کہ اے زمین نہیں ڈرتے تیرے فشار سے ہم	نظم
اٹھاؤں ظلم میں کس کس کا تو فلک میں عدو	کہ دل تو ایک ہے دو تین چار بھی تو نہیں	״
فلک ہے ایک شتر کینہ ور خدا کی پناہ	عقال پاؤں میں جس کے نہیں مہار نہیں	״
ازبسکہ یہ چرخ فتنہ انگیز	ہے خرمن عیش پر شرر ریز	نسیم
آرام نہیں ہے تو نصیر آہ ہمیں تک	دن رات رہے ہے فلک پیر کو جنبش	نصیر
ایک عالم ہاتھ سے اسکے ہے گردش میں نصیر	سرکشی کرتا ہے سب سے چرخ کج رفتار صاف	״
فلک سے کس کو توقع ہو ساری روٹی کی	کرے ہلال کو جب نیم نان سے رخصت	״
بجا ہے شکوہ ظالم زمیں پہ انساں کو	نئی دکھاتا ہے گردش جو آسماں گستاخ	نواب
آپ ہم گردش میں ہیں نیرنگی تقدیر سے	کیوں پھراتا ہے ہمیں گردون گرداں ہر طرف	״
کجروی سے مجھے گردش ہی میں رکھا ورنہ تو	راہ سیدھی پہ کبھی چرخ ستمگر نہ ہوا	״
نکلا نہ کوئی کام بھی کبھی اس سے ابجدا	ہو اور چرخ عالم ابجد کیواسطے	״
گردوں کس کو کہئے عیش میں راحت میں ہے	جس کو دیکھو اک نئی الجھن نئی آفت میں ہو	نیرنگ
نشاں باقی رہا جز نام کس کا دار فانی میں	ابھی در پئے کیں کسقدر یہ دور گردوں ہے	نساخ
مقبرے کو جائے شادی سمجھے وہ دیوانہ ہے	دفن لاکھوں ہو گئے اس گنبد افلاک میں	ناسخ
سلطنت کی نہ طمع چرخ زبردست سے رکھ	کوئی سر ننگ نہ جڑ دے کہیں افسر کے عوض	״
کیا ہے گرگٹ آسماں کے سامنے	بدلے اک اک دم میں سو سو بار رنگ	״
کیوں ہے امید نان اہل زمیں	آسماں ہے یہ کچھ تنور نہیں	״
اس کو حال جگ میں کیوں ہوئے فراغ زندگی	گردش افلاک جس کو ہے ایاغ زندگی	ولی
جمعیت آسماں سے توقع بجا نہیں	ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر میں	״
اے چرخ جب نتیجہ امید یاس ہے	پھر کس امید پر کوئی امیدوار ہو	وحشت
فلک کی صلح کو سمجھے رہو وقار جدال	بنے بھی دوست جو دشمن تو اعتبار کہاں	وقار
فلک پر بھی ہے طفل مزاج	کام اس کا گر پڑا دیکھا	״
کیوں وقار اپنا گلہ پیر و جواں پھاڑتے ہیں	پیر کہنہ ہے فلک حد سے ہے سنتا اونچا	״
دور آسماں کا مجھ سے پرکار وار اس کو	کرتا جدا ہے گاہ اور گاہ ہے ملاتا	״
گردش میں آسیائے فلک کی جو آگیا	ناداں و دانا دانہ کے مانند دل گیا	״
اے خدا یوں ہی فلک بر سر بیداد ہے	روندتا خاک مرے وہ ستم ایجاد رہے	״
زر دیا زور دیا مال دیا گنج دیا	اے فلک کونسی راحت کے عوض رنج دیا	وزیر
گردش گردوں نے یہ ملایا خاک میں	ہر کس و ناکس میں نقش کف پا ہو گیا	ہنر
مٹایا مٹانا تھا مجھ کو جہاں تک	فلک باز آ اب بھی آخر کہاں تک	״
ہمدم رہا میں چرخ سے گردش ہی میں سدا	چلنی پھر اس پہ باقی ہے راہ عدم مجھے	ہمدم
اس طرح چرخ گرداں عالم کو پیستا ہے	مٹتے ہیں آسیا میں جیسے گیہوں کی تھولی	״
آسیائے چرخ کی گردش پہ غضب ہے ہمدم	دانا ناداں سبھی پسکے ہوئے آٹا ہے	״
دانا دلوں کی دشمن ہے آسیائے گردوں	پھر دانت پیستی ہے دانے کی طرح دل کر	״

فلک کج رفتار

۴۴

[illegible]

فلک کج رفتار

ہاے کیا اے فلک پیر میں تجھ کو بولوں
نخل امید کبھی پھولنے پھلنے نہ دیا — مضطر

چین سے جن کو یہاں چرخ نے رہنے نہ دیا
وہی آرام سے جا کر عدم آباد رہے — ″

آسماں فتنہ ہے کچھ ایسا نہیں اے اہل جہاں
کوئی باقی نہیں رہنے کا اماں ہونے تک — امین

ابھی گردش میں ہوں اور چرخ کج کوکب سے
پارساں ہوں میں ابھی ہمراہ یکم کیا ثابت کی — نظم

اسیر دام ہوں میں اور زنداں اپنا میں سمجھ
فلک سے گنبد بے در کو جب مجھ کو نظر آئی — ″

نکلنی کی نہ کوئی راہ میں فلک پیر نہیں
اس میں باادو فلک کا ستم پیر نہیں — ″

ہے کف افسوس کی ملا کا ارادہ نہیں
فلک کو دیکھ کر شکوہ کریں یا ہمیں پیل ڈالا — ″

کہا جھک کر فلک نے سر اٹھایا اور کسے جا بجا
نہ دیکھا فلک کو ستم سے ایسا میں کمی جان ڈالا — ″

کیوں لگا اس گردش نے جا کے حاصل کیا ہوا
اے فلک ابھی بھی آیا دل نازک دیا — ″

لاکھوں بار ہی تیرا دل اور ازل سے پیرا ہوا
تیرا یہ پیار ہوا گنبد مینا بنا — ″

فلک

دے ہیں داغ لاکھوں آہ کو گردوں گرداں نے	ملا یا خاک میں پیر فلک نے یہ جواں کیسا	ماہ
پیر فلک نے کس کو ملایا نہ خاک میں	کس دن زمیں نے کھائے ہیں خونخوار جواں نہیں	″
ہے تنگدل فلک کی ظاہر	دروازہ بند اس کے گھر کا	″
دیکھیں تو ہم اے ماہ اختر سے ہمارے	کرتا ہے کجی چرخ ستمگار کہاں تک	″
نیرنگی فلک کا یہ پیشہ چمن میں ہے	دو روزہ کی بہار ہمیشہ چمن میں ہے	″
فلک نے اہل زمیں کو نہ چین سے رکھا	ستا کے ان کو یہ ظالم ستائیگا پھر کیا	″
پامال راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے	آئی نہ کچھ سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہے	میر
زیر فلک رکا ہے اب جی بہت ہمارا	اس بے فضا قفس میں مطلق ہوا نہیں ہے	″
نئی گردش ہے اس کی ہر زماں میں	خلل سا ہے دماغ آسماں میں	″
ایک گردش میں ہیں برابر خاک	کیا جھگڑتے ہیں آسماں سے لوگ	″
دیر کیا لگتا ہے یاں نہیں مہلت بہت	دے کسے فرصت سپہر دوں ہے کم فرصت بہت	″
پھر دے گا رنج تازہ کوئی آسماں مجھے	ممکن نہیں کہ دیکھ سکے شادماں مجھے	سیکش
بن سالک رہ حق پیچ دوری جہاں کے	چکر میں لے نہ آئیں چکر یہ آسماں کے	″
پاس میں کیونکر پہنچ جاتا ہوں یارب وقت ظلم	دیکھنے کو تو بہت چرخ کہن سے دور ہوں	″
آسیائے فلک اللہ رے مردم سائی	استخواں تک مرے برباد ہوئے پس پس کے	″
کیا سخت دلی ہے کہ جواں خاک میں مل جائے	اک اشک نہ چشم فلک پیر سے ٹپکے	مصحفی
خوار رکھتا ہے اتنک ہم کو	دیکھ سکتا نہیں فلک ہم کو	″
شامیانہ بھی نہیں قبر پر ان کی پس مرگ	تیرے مارے ہوئے اے چرخ کہن جیتے ہیں	″
آسماں ایک خانہ پر دود ہے	اس میں تو دم گھٹا جاتا ہے جی	″
لاکھ چاہا زمیں پہ بیٹھ رہیں	چین کب آسماں دیتے ہیں	″
پس گئے اہل زمیں یوں آسماں کے زیر پا	مور چہ جیسے کسی پیل دماں کے زیر پا	″
آسماں ہیں گردباد اور اس میں ہم ہیں مثل خس	خاک پھر آرام ہو اس فقر بے بنیاد میں	″
ہے مہرہ بازیچۂ طفلاں سے بھی بدتر	کس کام کا ہے گنبد گردوں مرے آگے	″
رکھتا ہے مصحفی کو جو ناحق تو اپنی لاگ	اے چرخ سفلہ اس نے ترا کچھ لیا دیا	″
ملا کے خاک میں مٹی تو میری کی برباد	کرے گا اور یہ کیا چرخ پائمال مجھے	محب
لینے دے دم کہیں تو نہ اب در بدر پھرا	چکر میں ڈال رکھا ہے کیوں آسماں مجھے	″
لینے دیا نہ گردش قسمت نے واں بھی دم	ثاقب کی طرح پھینکا فلک نے جہاں مجھے	″
آدمی ہے خانۂ دنیا بنانے کے لئے	اور یہ افلاک ہیں بنیاد ڈھانے کے لئے	″
کوزہ گر یہ گردش افلاک	اور یہ چرخ ہے کمہار کا چاک	ممنون
بغیر کینہ مت چشم کرم رکھ چرخ گرداں سے	بجائے آب ہے نادان اس دولاب میں آتش	مضطر
وہیں تفرقہ چرخ بد خو نے ڈالا	کہیں دو میں دیکھی الفت زیادہ	″
جتنا جی چاہے ستالے پیر فلک مجھے	اس کا بدلا بھی لیگا کبھی یہ یاد رہے	″
کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب و روز	تقصیر ہے کیا اے فلک پیر ہماری	″

فلک نے پیسا ہے اسطرح جیتے جی ہم کو	کہ اے زمین نہیں ڈرتے تیرے فشار سے ہم	نظم
اٹھاؤں ظلم میں کس کس کا تو فلک ہیں عدو	کہ دل تو ایک ہے دو تین چار بھی تو نہیں	״
فلک ہے ایک شتر کینہ ور خدا کی پناہ	عقال پاؤں میں جس کے نہیں مہار نہیں	״
ازبسکہ یہ چرخ فتنہ انگیز	ہے خرمن عیش پر شرر ریز	نسیم
آرام نہیں ہے تو نصیر آہ ہمیں تک	دن رات رہے ہے فلک پیر کو جنبش	نصیر
ایک عالم ہاتھ سے اسکے ہے گردش میں نصیر	سرکشی کرتا ہے سب سے چرخ کجرفتار صاف	״
فلک سے کس کو توقع ہو ساری روٹی کی	کرے ہلال کو جب نیم نان سے رخصت	״
بجا ہے شکوۂ ظالم زمیں پہ انساں کو	نئی دکھاتا ہے گردش جو آسماں گستاخ	نواب
آپ ہم گردش میں ہیں نیرنگئ تقدیر سے	کیوں پھرا تا ہے ہمیں گردون گرداں ہر طرف	״
کجروی سے مجھے گردش ہی میں رکھا دن رات	راہ سیدھی پہ کبھی چرخ ستمگر نہ ہوا	״
نکلا نہ کوئی کام بھی کبھی اس سے ایجدا	ہو اور چرخ عالم ابجد کیواسطے	״
ریز. گردوں کس کو کہئیے عیش میں راحت میں ہے	جس کو دیکھو اک نئی الجھن نئی آفت میں ہے	نیرنگ
نشاں باقی رہا جز نام کس کا دار فانی میں	ابھی در پئے کس کسقدر یہ دور گردوں ہے	نساخ
مقبرے کو جائے شادی سمجھے وہ دیوانہ ہے	دفن لاکھوں ہو گئے اس گنبد افلاک میں	ناسخ
سلطنت کی نہ طمع چرخ زبردست سے رکھ	کوئی سر تنگ نہ جڑدے کہیں افسر کے عوض	״
کیا ہے گرگٹ آسماں کے سامنے	بدلے اک اک دم میں سو سو بار رنگ	״
کیوں ہے امید نان اہل زمیں	آسماں ہے یہ کچھ تنور نہیں	״
اس کو حال جگ میں کیوں ہوئے و فراغ زندگی	گردش افلاک جس کو ہے ایاغ زندگی	ولی
جمیعت آسماں سے توقع بجا نہیں	ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر میں	״
اے چرخ جب نتیجۂ امید یاس ہے	پھر کس امید پر کوئی امیدوار ہو	وحشت
فلک کی صلح کو سمجھے رہو وقار جدال	بنے بھی دوست جو دشمن تو اعتبار کہاں	وقار
فلک پر بھی ہے طفل مزاج	کام اس کا گر پڑا دیکھا	״
کیوں وقار اپنا گلہ پیر و جواں پھاڑتے ہیں	پیر کہنہ ہے فلک حد سے ہے ستا اونچا	״
دور آسماں کا مجھ سے پرکار وار اس کو	کرتا جدا ہے گاہ اور گاہ ہے ملاتا	״
گردش میں آسیائے فلک کی جو آگیا	نادان و دانا دانہ کے مانند دل گیا	״
اے خدا یوں ہی فلک بر سر بیداد ہے	روندنا خاک مرے وہ ستم ایجاد رہے	״
زر دیا زور دیا مال دیا گنج دیا	اے فلک کونسی راحت کے عوض رنج دیا	وزیر
گردش گردوں نے یہ ملایا خاک میں	ہر کس و ناکس میں نقش کف پا ہو گیا	ہزبر
مٹایا مٹانا تھا مجھ کو جہاں تک	فلک باز آ اب بھی آخر کہاں تک	״
ہمدم رہا میں چرخ سے گردش ہی میں سدا	چلنی پھر اس پہ باقی ہے راہ عدم مجھے	ہمدم
اس طرح چرخ گرداں عالم کو پیستا ہے	دلتے ہیں آسیا میں جیسے گیہوں کی ہولی	״
آسیائے چرخ کی گردش پہ غضب ہے ہر دم	دانا نادان سبھی پسکے ہوئے آٹا ہے	״
دانا دلوں کی دشمن ہے آسیائے گردوں	پھر دانت پیستی ہے دانے کی طرح دل کر	״

فلک کج رفتار

جو شعلہ اوج پہ ہو تو نہ رکھے اس سے امید	ہمدم
کبھی فلک سے لب اپنا وا ہوا دل کا	״
جو تو شکار ہے تو چرخ سے طمع مت رکھو	״
ہے تشنہ لبوں کو بجائے آب تفنگ	״
گردش ہے غرض اس قدر مخالف ہے	״
ہوا ہے چرخ غرض اس قدر مخالف ہے	״
کہ سب ہے مور ازسا جب تنگ ہوا یہ جنگ	״
دوبار کو رکھے کب یہ چرخ سفلہ اک جا	״
ہے رنگ گل وطن میں اور بوئے گل سفر میں	״
کب یہ مخنثوں سے تو چرخ نا انصاف صاف	״
دو کشتی اشراف ہیں اب مار کر اجلاف لاف	״
خدا جانے یہ ظالم رفتہ رفتہ کس پہ پھرتا ہے	״
پھرے ہے رات دن جو آسماں آہستہ آہستہ	״
گردش میں آسماں کی عالم ہے چرخ میں	״
خوش دل ہیں اک دو چار تو ہیں خوار پیچ پاس	״
ہم کو آرام نہ دکھلایا کبھی گردوں نے	״
آخر ہوئی سب عمر ہی کے جور سے جور ہے	״
جوں دانہ اسے تمام لاکھوں ہی پس گئے ہیں	״
ارض و سما نہیں ہے گویا کہ آسیا ہے	״
پس گئے دانہ کے مانند دل دانایاں	״
آسیائے چرخ کی دیکھا تو سب چلتی ہے	״

فنا

عروج ہستی فانی پہ کیا مسرور عشرت ہوں
فروغ چند ساعت ہو یہاں پیش نظر اپنا [illegible] کچھ بھی نہیں
ہستی کا رنگ گلستاں جہاں کچھ بھی نہیں
[illegible] بلبلیں گل کا نشاں کچھ بھی نہیں
کوس رحلت کی صدا سے قافلہ والو چلو
[illegible] کارواں کچھ بھی نہیں
اک دو دم کا ہے قیام گلشن کہاں
[illegible] شداد کا کچھ بھی نہیں
تاج کیخسرو کہاں [illegible] دھواں
حسرت و ارماں کا اٹھتا ہے دھواں [illegible] شکست
ہو گئے لعل زمیں کے موت سے کھا کر شکست
فوج دارا لشکر نوشیرواں کچھ بھی نہیں
جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے
جھاڑ ان کی قبر پر ہیں اور نشاں کچھ بھی نہیں
[illegible] گلشن کی بو
[illegible] بلبل کی جاں کچھ بھی نہیں
[illegible] گل گلستاں [illegible] کچھ بھی نہیں
[illegible] جز ذات حق [illegible] جہاں [illegible]
جب کہ ہر شے کو فنا ہی ہے تو پھر
خواہش جاہ و حشم کس کے لئے [illegible]
بعد مرنے کے [illegible] یہاں کچھ بھی نہیں
[illegible]

سرب
" "
" "
" "
" "
" "
" "
" "
انجم
اکمل
چارون

رہا جو آکر اس گھر میں ہو گیا تاراج
ہے نظر حق پہ ہمیں اے چرخ دوں
کیوں دانت پیستا ہے جو تنکا ہیں سوکھ کر
کیا دانا مجھے مشہور لوگوں نے یہ ڈرتا ہوں
گردش نہ کس جواں کو دی آسماں نے
امام پر نہیں موقوف اہل باطن سے
روز کس روز کیا کب کی شکستہ نہ کمال
پیسے فلک نے دانۂ دل کو تو کیا بعید
ایک جا دو بار کب ملکر رہیں کر دیے جدا
وہ دانوں بیچ یاد ہیں اس زال چرخ کو
اہل زمیں کو روزی ہو تا یُد چرخ سے
اس سے عاجز شیر دل ایسے ہوئے ہیں جاں سے تنگ

فلک کے قصر کا کیا نحس دن پڑا ہے رنگ
تجھ سے کب ہے چشم عز و جاہ کی
اے چرخ پیر اب بھی ہیں تیرے خلال ہم
نہ پیسے گردش گردوں آسیا ہو کر
کہیے تو کب یہ پیر عدوئے جواں نہ تھا
ہمیشہ ابلق ایام بد لگام رہا
نوجواں سے ہے برہم فلک پیر عبث
دانے کا ہوش کرتی ہے کب آسیا لحاظ
چرخ کینہ تو ز ہر چند ہے عدو احباب کا
آیا جو اس کے پیچ میں پیر و جواں گرا
محتاج مرد سو گئے اس پیر زال کے
یاد ہزاروں مکر ہیں اس چرخ کے روباہ کو

ہمدم
"
ہوش
"
"
"
"
"
ہر چند
"
"
"

فنا

جانتے مرتبہ فنا کا جو لوگ
فنا اک روز ہو جائے گی جتنی جاہ و حشمت ہے
اپنا تن خراب بنا اور بگڑ گیا
پیوند خاک قالب خاکی مرا ہوا
خاک سے پھر خاک میں اک روز ملجائینگے ہم
کسی شئے کو وقفہ ذرا نہیں وہ ہے کون جسکو فنا نہیں
ہستی فانی کو ناداں ہیں جو سمجھیں معتبر
جن فنا انس فنا عرش فنا فرش فنا
آب و آتش کا ٹھکانا ہے نہ خاک و باد کا
خبر قافلۂ اہل فنا کیا معلوم
دنیا گزراں ہے زندگانی فانی
پیری میں جو ہڈیاں چٹکتی ہیں امیر
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں
باعث تسکین نہ تھا باغ جہاں کا کوئی رنگ
نہیں جمتا کسی کا نقش اس دنیائے فانی میں

زندگی میں فنا فنا کرتے
تسلسل بلبلوں کا دور باطل ہے رسالوں کا
اک دم میں یہ حباب بنا اور بگڑ گیا
یہ غم کدہ شتاب بنا اور بگڑ گیا
ایک اپنی ابتدا اور انتہا ہو جائے گی
کبھی زندگی کو بقا نہیں یہ حباب بر سر آب ہے
ایک دن معدوم ہے عالم میں جو موجود ہے
ذات باقی ہے تو اللہ کی بس باقی ہے
حال ابتر ہو گیا مجموعۂ اضداد کا
نہ پھر الٹے عدم سے کوئی دنیا کی طرف
طفلی مہماں ہے تو جوانی فانی
کانوں میں صدا آتی ہے فانی فانی
ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں
جس روش پر میں چلا آخر پریشاں ہو گیا
حباب آسا مٹا ابھرا جو بحر زندگانی میں

اسیر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
امیر
"
افسوس
اکبر

چار دن مجمع احباب نہ رہنے پایا	دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت کیسی	اشک
چاہتے ہو دوسروں کو نفع پہنچانا اگر	ان کی خاطر اپنی ہستی تم مٹاؤ بیشتر	احسن
موسم خزاں ہے سر پہ مرجھائے پھول سارے	آتے نہیں نظر اب وہ خوشنما نظارے	"
ہائے کس کو روئیے اور کس کی خاطر پیٹیے	کیسی کیسی صورتیں نظروں سے پنہاں ہو گئیں	اسمٰعیل
نہ بچے پر نہ بچے سیل فنا سے نہ بچے	گر کوئی کنگرہ چرخ پہ بھی پل باندھے	"
بے مٹے انسان کا رتبہ کبھی بڑھتا نہیں	جب حباب بحر ٹوٹا آب دریا ہو گیا	برق
جائینگے زیر زمیں ہم ایکدن مرنے کے بعد	رمز ہے روز ولادت گاڑ دینا نال کا	"
بحر ہستی میں ہر اک قطرہ کو لازم ہے فنا	روتے روتے غم میں میرا خاتمہ کیونکر نہ ہو	بیدل
نقش فانی ہیں گل برنگ حباب	خاک اڑائیں گے آبیار چمن	بحر
جو پیدا ہے اسے لازم فنا ہے	اسی کو ہے بقا اور سب ہیں ہالک	تراب
خراب فنا ہے جو نشو و نما ہے	شجر ہوں تو کیا ہوں ثمر ہوں تو کیا ہوں	"
سوا نیستی کے نہ ہو کچھ بھی ثابت	جو ہستی میں اپنی کرے غور کوئی	"
پیدا ہو جو کوئی اک دن اسے فنا ہے	کہنا یہ ناروا ہے افسوس ہم نہ ہونگے	"
ہمیں یاد اپنے مرشد کی یہی اک بات آتی ہے	کہ فانی ہے یہ سب عالم وہی اک ذات باقی ہے	"
مر گئے وہ بھی جو مردے کو جلا دیتے تھے	کوئی دنیا میں نہیں رہنے کو آیا ہے سدا	"
جتنے موجود ہیں یاں ان کو فنا ہے لازم	آ کے دنیا میں رہا کون فنا سے محفوظ	"
یہاں جو شخص موا کہتے ہیں وصال ہوا	خدا کے ملنے کی صورت ہی کیا فنا کے سوا	"
اول و آخر ہمارا نیستی و فقر ہے	خالی ہاتھ آئے تھے یاں رو جائینگے دامن تہی	"
فنا کی سیر جس کو دیکھنا ہو	تماشا باغ کا دیکھے خزاں میں	"
کیونکر تراب اس سے کرے دل لگی بھلا	مثل حباب جسکو ہی ہر دم فنا لگی	"
بلبلوں سے کہتی ہے باد بہاراں دیکھ لو	چند روزہ ہے بہار گلعذاراں دیکھ لو	"
برائے نام وجود و عدم ہے عالم کا	جو بحر دیکھ پڑا کھل گیا حباب کا حال	"
نقش پا ہیں ہوس نام و نشاں کچھ بھی نہیں	ہم تو اٹھنے کے لئے بیٹھے ہیں مسکن کیسا	تعشق
نیستی ہستی کا جھگڑا حشر تک مٹتا نہیں	بنگیا دریا حباب آب دریا ٹوٹ کر	تسلیم
آخر ہے بہار زندگانی فانی	نیرنگ شباب و نوجوانی فانی	"
پس فنا بھی نہ تکلیف پیرہن سے چھٹے	کفن نہ ہم سے چھٹا اور نہ ہم کفن سے چھٹے	"
تماشے بحر جہاں کے دیکھوں فنا ہوتی ہی کہاں فرصت ہے	ہوا کے مانند کوئی دم کو اسیر قید حباب ہوں میں	"
چھوڑیں کس واسطے تسلیم زمانہ میں نشاں	جب ہمیں عالم ہستی میں نہیں نام کہاں	"
خود ہوں لبریز فنا حباب دریا	تو مٹاتا مجھے اے چرخ ستمگر کیا ہے	"
پس فنا ہے عجب تفرقہ تہ مدفن	عدم کو روح گئی دست و پا کفن میں رہے	"
مال و منال و شادی و اندوہ سب ہیں ہیچ	دنیا ہے خواب خواب کا کیا اعتبار ہے	"
خزاں چمن میں گل نیستی کھلائے گی	نہ پھول ہونگے نہ غنچہ نہ باغباں ہوگا	
چاہتا ہے وید معشوق حقیقی کی اگر	اپنی ہستی کا اٹھا دے اے دل شیدا حجاب	

فنا

آپ سے جاتا رہا [illegible] ہوا میں کیا حباب ایک دم کی زندگی پر کس قدر پھولا حباب	نسیم
جو صورتیں تھیں آنکھوں میں اب یاد بھی نہیں [illegible] خواب کی طرح	"
دنیا کو دیکھئے تو [illegible] کہاں کسی کی [illegible] نشاں کی طرح	"
خبر کسی کو نہیں [illegible] مر ا نام بھی [illegible] پھول	"
[illegible] جہاں سے [illegible] گلی کے رنگ و روغن پہ [illegible] خاک کی	"
[illegible] جسم [illegible] جائے گی اک روز یہ [illegible]	"
خاک میں مل جائے گی [illegible] یاد گار بھی	"
[illegible] ہاتھ مٹ گئی وہ یاد [illegible] دنیا میں جم نہیں	"
جام جہاں نما نہیں دنیا میں [illegible]	"
[illegible] بعد فنا کیوں نہ ہو [illegible] عمر رواں سی نام	"
[illegible] رکھتے ہیں [illegible]	ساحر
صورت [illegible] ہزار [illegible] خضر	"
رنگ باطن [illegible] سکندر [illegible]	"
ایکدن آب بقا کو بھی فنا ہے [illegible]	"
فائدہ کیا تھا لگا نا جو [illegible] و بلند زمانہ ہیچ	"
غافل خیال پست و بلند [illegible] تاج شہانہ ہیچ	جوش
[illegible] کا [illegible] باغ ہستی میں کوئی کا نشاں نہیں [illegible] کیا ہوا	
پھول کیسے باغ [illegible] دیکھ تو اے بلبل گلزار کیا تھا کیا ہوا	جوش

فنا

ہر رنگ تماشائے جہاں صورت خورشید
جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا — سودا
سودا ہے کیا طلسم زمانہ کا اعتبار
نے جام ہی رہا ہے جہاں میں نہ جم رہا — ″
آشیاں باندھے ہے کس امید پر اے عندلیب
آتش گل سے کوئی دن میں جلا جاتی ہے بہار — ″
کچھ اس چمن میں آکے نہ دیکھا میں جوں حباب
آب رواں کی سیر کیا سو بھی یک نفس — ″
کر خانۂ گردوں پہ نظر چشم فنا سے
ہے شکل حباب اسکی بھی تعمیر ہوا پر
یہ ماہ و سال یہ دن سب کا خاتمہ ہوگا
شباب و شیب کا سب کا خاتمہ ہوگا — ″
یہ یادگار یہ باتیں رہیں گی یہ چمن کی
نہ یہ بہار یہ پیاری یہ باتیں رہیں گی چمن کی — ″
بقا پذیر نہیں دہر میں وجود بشر
کہ خاتمہ ہے کسی دن مآل ہو و بشر — ″
وہ چیز کیا ہے کہ جو خاتمہ پذیر نہیں
اجل سے ہستی فانی کو کب مفر ہے ہمیں — ″
ہماری عمر اگرچہ گرانبہا ہے
یہ صید وہ ہے جو تیر اجل کے ہے زد پر
گماں

شاعر		
جوش	تو عبث فکر درستی در و بام میں ہے	جوش سب خاک یہ اک گردش ایام میں ہے
″	جہاں سے وہ بھی مثل شمع روشن جا چکے ہیں	چمک پر جن کا نجم بخت مثل ماہ تاباں ہے
جرار	فنا نہ ہوگا اگر نقش آب کب ہوگا	ہے ایک دم کے لئے یہ نمائش ہستی
″	چار عنصر کے گھروندے کی ہے تعمیر عبث	منہدم ہوتی ہے اک روز بنائے ہستی
″	ٹوٹ جائے گا طلسم زندگانی وقت نزع	ریچ ہے نیرنگ ہستی اصل کچھ اسکی نہیں
″	کہ ایکدم کے سوا وقفۂ حباب نہیں	بہت ہے سیل فنائے سبکروان عدم
″	مگر کچھ کچھ پتا دیتا ہے ان کا خشت ویرانہ	نشان بادشاہان سلف مطلق نہیں ملتا
″	رہے گا کوئی توانا نہ ناتواں باقی	وہاں گور کے لقمے بنیں گے پیر و جواں
″	رہیں گے ہم نہ رہے گا یہی جہاں باقی	امید زیست کی ناداں ہیں جن کو ہے جرار
″	واقف نہیں عمارت نوشیرواں سے کیا	منعم سمجھ کے کیجیو تعمیر قصر کی
جاہ	پہونچکر بحر میں ملتا ہے جیسے قطرہ پانی کا	فنا کے بعد یوں مل جائیں گے ہم اصل میں اپنی
جلالی	شام کو جو گل کھلے وہ صبح تک مرجھا گئے	گلشن عالم میں ہے اے جاہ کب رنگ ثبات
″	کیا خاک اس بقا کا پھر اعتبار ہوتا	جام فنا سے لاکھوں جب ہیں فنا جلالی
جلیل	ہے فقط حیرت کا عالم اور یہاں کچھ بھی نہیں	اب کہاں نمرود اور فرعون اور شداد و عاد
″	یہ تھے سب سرو گل جو مٹ گئے نذر خزاں ہو کر	اڑا کر مرقدوں کی خاک صرصر کہتی پھرتی ہے
حیرت	سوجھی ہے یہ ایک عمر بھر میں	ہستی ہے عدم مری نظر میں
″	تکیہ نہیں ہے عمر پہ اپنی حباب کو	بحر فنا میں خاک کسی سے لگائیں دل
″	یہ سنتے ہیں ترا باغ عدم میں آشیانہ ہے	تجھے کیا طائر جاں گلشن ہستی سے جانا ہے
خلیل	فنا کے بعد رہے گا مقام ہو باقی	ہر ایک کو تری وحدانیت ہے ثابت
خاطر	قیام گردش لیل و نہار کچھ بھی نہیں	ثبات ہستی ناپائیدار کچھ بھی نہیں
خاموش	موقوف کچھ گدا پہ نہ ہے تاجدار پہ	ہے خاک گور لب کیلئے اک نہ ایکدن
″	جسے دیکھتا ہوں عدم جانتا ہوں	دو عالم کی ہستی ہے موہوم ساری
ذاکر	ٹوٹے اگر حباب تو پھر کیا ہے پانی ہے	وضع وجود اپنا مثال حباب ہے
ذوق	ہاں اک نشان قبر ہے سو بے نشاں نقط	سب کچھ مٹائے ہستی موہوم نے نشاں
راسخ	کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم	کیا جانیں ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم
″	کچھ نہیں ہے کچھ نہیں انسان ہیں	شور یہ ہر سو ہے گورستان میں
رعنا	زمیں کے پیٹ میں سب کی سمائی ہوتی جاتی ہے	مٹا تا جاتا ہے گردوں نشاں تک مٹنے والوں کے
زکی	اب کوئی دم میں نسیم سحری آتی ہے	خاک پروانہ رہے گی نہ تو یہ شمع سحر
″	خندہ زن کیوں ہیں بلبلان افسوس	فصل گل کوئی دن خزاں ہے بعد
″	دو روزہ یہ بہار بوستاں ہے	نہ اتنا پھول گل کو دیکھ بلبل
″	مٹے ان کے جاہ و نشاں کیسے کیسے	علم ہے نہ دارا کا جم کی ہے حشمت
سودا	جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا	اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
″	جو گل آیا اس چمن میں ایکدن گل ہوئیگا	کر ہے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار

گمان یہ کبھی دل میں نہ بھول کر کرنا	کہ عمر ہے ابھی کافی ابھی بسر کرنا	سروار
تن نحیف میں جاں کیلئے قرار کہاں	ثبات عرصہ ہستیٔ مستعار کہاں	؍؍
ہو کل کو تم کہ نہ ہو اعتبار کل کا نہیں	کہ وقت آہ نہیں کوئی اجل کا نہیں	؍؍
بدن سے روح دم نزع جب جدا ہوگی	خبر ہے کس کو جو حالت پس فنا ہوگی	؍؍
عدم کو منزل ہستی سے جب گزر ہوگا	نہ راہبر کوئی ہوگا نہ ہمسفر ہوگا	؍؍
کونسی بنیاد پر بنواتا ہے قصر عظیم	ایکدن تو آپ بے نام و نشاں ہو جائیگا	؍؍
دنیا میں جو کہ آیا ہے جائیگا ایک روز	سب کچھ ہوا ازل سے ہے دار بقا پسند	؍؍
منعم و دولت دنیا ہے نہ دنیا باقی	سب ہیں فانی ہے فقط نام خدا کا باقی	سعید
کوئی نکلے گا اول کوئی آخر دار فانی سے	چلے جائیں گے سب سوئے عدم آہستہ آہستہ	سراج
جو چیز ہے یہاں کی وہ کام کی نہیں ہے	امید صبح کی ہے تو شام کی نہیں ہے	شفق
کچھ نہیں ہستی میں آنے کا نتیجہ نہ ملا	خاک میں مل گئے ہم خاک سے پیدا ہو کر	؍؍
رنگ بہار ہستی موہوم ہیچ ہے	ہے پائیدار تا بقیامت فنا کا رنگ	؍؍
رکھتے ہیں زندگی حباب آسا	دار فانی میں خود فنا ہیں ہم	؍؍
سمجھ رکھو یہ دو دن کی بہار زندگانی ہے	نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے سبھی اٹھ جانیوالے ہیں	شاد
آخر کو ہے ایک دن جدائی	کیا کوئی کسی سے دل لگائے	شہید
سیر اقلیم فنا کو کب ہے پاؤں پر ضرور	منزل وارفتگی کو کچھ نہیں رہبر ضرور	؍؍
دم میں ہوا ہوں میں کہ ہے ظاہر حباب دار	بحر جہاں میں حال مرے اعتبار کا	؍؍
بحر ہستی میں ہست و بود مرا	جوں حباب ایک دم ہوا نہ ہوا	؍؍
سب فنا ہے اک بقا اللہ ہے	کون دنیا میں رہا شاطر ابد	شاطر
نقش پا راہ فنا تجھ کو بھی پیش آنی ہے	اک نشاں کہنے کو باقی ہے مگر فانی ہے	شیدا
نہ ایکدن ربط جسم و جاں ہے نہ پاس دولت و حشم ہے	فنا فنا ہے فنا فنا ہے عدم عدم ہے عدم عدم ہے	صفدر
غیر ذات حق جسے دیکھا اسے پایا فنا	میہماں سارا زمانہ ایک صاحب خانہ تھا	؍؍
سچ ہے کوئی حباب سے سیکھے فنا کی طرز	قطرے سے بحر ہو وے اگر ٹوٹ کر ملے	صفا
ایک دو دن سے زیادہ نہیں یہ رنگ یہ بو	گل تر پھولے ہیں اے بلبل شیدا کس پر	طاہر
آنکھیں جو دے خدا تو نہ ہو آشنائے عیش	کم ہے حباب سے بھی ثبات و بقائے عیش	؍؍
وہ اٹھا شور جرس وہ ہوئی آواز رحیل	قافلہ ایک دم آسودۂ منزل نہ ہوا	ظہیر
فنا ہے سب بہار باغ ہستی	نسیم صبح جھونکا ہے خزاں کا	؍؍
حباب سا ہے عیش ہستی کہ دم کے دم کی ہو عیش و مستی	یہ خاک تو وہ ہے بحر ہستی شراب ہم پیکے کیا کریں گے	؍؍
میری نمود و بود ہے تصویر نقش پا	نقش فنا ہوں صورت تحریر نقش پا	؍؍
فنا ہونے کو ہے دنیا میں جتنی آفرینش ہے	عبث زردار مغرور نشاط کامرانی ہیں	؍؍
خزاں کے ہاتھ سے گلشن میں خار تک نہ رہا	بہار کیسی نشان بہار تک نہ رہا	عاشق
اکبر کے تھے جو قوت بازو کہاں گئے	باقی نشاں تک بھی نہیں نور تن کے ہیں	؍؍
کسی کی پستی و رفعت کو اعتبار نہیں	نہ کرسی رہتی ہے گھر کی نہ بام رہتا ہے	؍؍

فنا

زیست کہاں تک بھلا موت سے ہے خوف کیا ہوگی فنا ایک دن عالم موجود کو	عاشق
کوئی مجبور رہا باقی نہ مغرور رہا دور و دورہ نہ زمانہ کا بدستور رہا	؍؍
جانے بقا کو جو کہ فنا آدمی ہے وہ سمجھے اس قیام پہ فکر سفر بھی	؍؍
عاشق نہ ہے اس [illegible] ہوگی نہ زماں ہوگا [illegible] ہوگا	؍؍
یہ چرخ ہوگا نہ زمیں ہوگی اور نہ آسماں ہوگا ایک تو ہوگا فقط اور تہ آخر کو ہے فنا	؍؍
یاں بھی جو ہم تو کیا ہیں کہ آخر کو ہے فنا دھڑکا ہے منتظر ادھر امید و بیم کا	؍؍
جبکہ دنیا ہی مری جان ہے ہیچ پھر تو سب کچھ سر و سامان ہے ہیچ	عالم
حال آئینہ ہے سکندر کا سب نے دیکھا پس فنا کیا ہو	؍؍
سب ہے مالک بقا کا بقا حق کو کہ ہے دم فنا کا	علی احمد
فنا سب ہیں فنا ہے زمین و آسماں عرش و کرسی باغ دنیا اور زمین و آسماں	؍؍
کچھ نہ ہوگا ایک باقی ذوالمنن رہ جائیگا فنا ہے سب کو ہے یار و رہیگا کچھ نہ یاں باقی	؍؍
نہ جاں باقی نہ تن باقی نہ ارض و آسماں باقی	

بیگل

فنا

ہستی کو اپنی کرکے مقابل فنا سے ہم
ہردم مزے اڑاتے ہیں اب بقا سے ہم — میکش

چاہے جتنک بچے کوئی انسان
آخر کار ہے فنا افسوس — مضطر

شرر کی طرح سرگرم فنا ہیں
فروغ اختر و شمس و قمر ہیچ — محو

دم کا ایما ہے سب عدم کیطرف
رفتہ رفتہ چلے ہی جاتے ہیں — ״

چھوڑ دے سب جو کچھ ایدل تجھ میں خود پرستی ہے
نیست ہے جہان سارا ایک اسکی ہستی ہے — مجذوب

لازم نہیں انساں کو خوشی مرگ عدو پر
جو چیز ہے مخلوق میں آخر سفری ہے — ״

سارے حور و ملک و جن و بشر کچھ بھی نہیں
دونوں عالم میں بجز ہو کے دگر کچھ بھی نہیں — ״

ایک دن نابود ہے دنیا میں جو موجود ہے
بزم ہستی میں تماشا ہے قیامت ایک اور — ״

عمارت تن خاکی ہے گرد باد فنا
بنا ہستی موہوم پایدار نہیں — ״

ہے طلسمی چمن دار فنا کا
کیا دم کا بھروسا ہے کہ جھونکا ہے ہوا کا

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
نہ گل ہوں گے گلستاں میں نہ گلزار جہاں ہوگا	رہے گا بس وہی اک مالک ہر دو جہاں باقی	علی احمد
ہزاروں شاہ کشور تھے ہزاروں اولیا گزرے	بہت ڈھونڈھا نہ پایا ایک بھی انکا نشاں باقی	״
ہوا تھا سکہ جاری ملک میں جن بادشاہوں کا	الٰہی اب کہاں ان نامیوں کے ہیں نشاں باقی	״
رہے گا چمن اور نہ ہوگی تو بلبل	عبث گل پہ تو خندہ زن ہو رہی ہے	״
کرے ہے حرف بایاے شعلہ قصہ تمام	بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع	غالب
چند روزہ ہے یہ میلہ اک نہ اک دن غافلو	سب جوان و پیر دنیا سے سفر کر جائیں گے	فدا
جہاں میں جو پیدا ہوا ہے بشر	فنا ہوگیا ہے فنا ہو گیا	״
اے تونگر ہے تری عزت و دنیا ہمہ ہیچ	پشم انعام ہے مغرور دوشالہ تیرا	״
موجود جو یہاں ہے وہ معدوم ہے ضرور	ہرگز کسی کو خلق میں پایندگی نہیں	״
ہے ہیچ جہاں کا کارخانہ	ہر شادی و غم مگر فنا ہے	״
کون کس کا ہے فقط وہم ہے میرا تیرا	ہے یہ سب ہستیٔ موہوم کا جھوٹا دھندا	فیض
باغ ہستی ایکدن اے فوق بن ہوجائیگا	بلبلیں اڑ جائیں گی ویراں چمن ہوجائیگا	فوق
جو ماں کے پیٹ سے نکلا وہ گور جھانکے گا	وہ کون ہے نہیں جس کو رہ عدم مخصوص	قربان
یاں کسی چیز کو قیام نہیں	ہم نے ہستی میں آکے دیکھ لیا	״
عبث ہے یہ مجروح طول امل	بکھیڑے یہ سب چھوڑ جائیں گے ہم	مجروح
ایک دن آخر کو سب اٹھ جائیں گے	کچھ نہ نیک و بد سوا لیجائیں گے	منظہر
مال و منصب کے تئیں جائینگے چھوڑ	رشتہ الفت کے تئیں جائینگے توڑ	״
خویش و بیگانہ نہ کوئی جائے ساتھ	یک بیک رہ جائیں گے مل مل کے ہاتھ	״
چشم عبرت سے ذرا دیکھو یہاں	حضرت آدم سے لے تا این زماں	״
کیا ہوے وہ بادشاہ نامور	کیا ہوے وہ اہل جاہ و اہل زر	״
کیا ہوا اسکندر صاحب قراں	کیا ہوا جمشید دارائے جہاں	״
کیا ہوا قارون و کسرائے کیقباد	کیا ہوا نمرود و شداد اور عاد	״
کیا ہوا رستم ہوا کیا پیر زال	کیا ہوا وہ کر و فر جاہ و جلال	״
کیا ہوے حضرت سلیماں نامدار	کیا ہوا وہ ملک و مال بے شمار	״
کیا ہوئے یوسف عزیز دو جہاں	کیا ہوئے یعقوب پیر ناتواں	״
چھوڑنا دنیا کا اکدن ہے ضرور	چار دن کو رنج ہو یا ہو سرور	״
جبکہ مرنا ہے مسلم دوستو	ہے برابر تخت ہو یا خاک ہو	״
فنا ہے حسن کو دولت کو زندگانی کو	جہان میں نہ کوئی باغ بے خزاں دیکھا	منیر
مصحفی کا نشاں پوچھ کہ مدت گزری	پا گھس گئی تربت کا سہارا نہ رہا	مصحفی
بشر کیا جز خدا ہیں سب ہی فانی	زمیں بھی چرخ بھی شمس و قمر بھی	محب
ہست ہوتے ہیں عدم کیواسطے	یہ معما ہے کبھی کھلتا نہیں	میکش
آئے بھی قیامت تو نہ موت آئیگی ان کو	جو مٹ کے یہاں ملک بقا دیکھ رہے ہیں	״
بانشاں ہے وہ جو محو بے نشانی ہوگیا	ہے وہی باقی جو بیش یار فانی ہوگیا	״

کہہ دو یہ اہل فنا سے کہ نہ ہمت ہاریں
کیوں وہم خودی ہے قالب خاکی ہیں
وہم خودی نہ قالب خاکی میں کر کبھی
فنا لازم ہے اس شے میں بقا جس کا نتیجہ ہو
فنا پیدا اگر اول پھر بقائے جاودانی ہے
اجل کا جب پیام آیا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے
خیال یار و اعدا چھوڑ دو وہ بھی دن آئیگا
بھلائی آؤ کچھ کر لیں کہ دم کا کیا بھروسہ ہے
کسی سے دشمنی و بغض و کیں رکھنے سے کیا حاصل
غنیمت جان مل بیٹھنا یاران ہمدم کا
ارے وہ کرو جو زندگی میں ہو سکیں پوسے
حباب و بحر کے مانند ہے حق سے جدائی بہر
نہ یہ چہلیں نہ یہ دھومیں نہ یہ چرچے بہم ہونگے
نقش باطل جب خیال ما و من ثابت ہوا
مر کے جب خاک میں ملنا ٹھہرا
پا گئی راہ فنا تو تو تڑپ کر اٹھے۔ برق
غضب ہے بحر فنا کا دھارا کہ مجھ کو الجھا کے دار آبار
فنا ہو یوں کہ ملے بعد اس کے عمر ابد
ہیچ نظروں میں اگر عالم فانی ہو جائے
دوست دشمن سب کے سب ہیں رفتنی مثل نسیم
دیتی ہے فوج فنا پیہم شکست
دم ہستی پہ حباب اپنے عبث ابھرے ہے
فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہاں ہے
روح رواں و جسم کی صورت میں کیا کہوں
ٹک آنکھ بصیرت کی ذرا کھول کے دیکھو
کیا کیا ہوئے دنیا میں شہنشاہ جہانگیر
ایوان فریدوں ہوئے مشہور جہاں ہیں
افلاک کا دور اور ستاروں کی یہ سب سیر
اک وقت میں ہوگا نہ پتا کون و مکاں کا
رضواں ہو نہ جنت ہو نہ دوزخ ہو نہ اعراف
جب حشر کا دن آئیگا ہو جائے گا ظاہر
ہوگا نہ کبھی چار عناصر میں بہم ربط
گلشن کا نہ یہ ڈھنگ ہو نے گل کا ہو یہ رنگ

دور کچھ بھی نہیں وہ راہ بقا آئی اب	مہر
رہنے کیلئے مکاں مکیں نہیں ہے زنہار	〃
جھگڑا ہی اس کا ایک نہ اک روز پاک ہے	〃
عوارض کو کہیں ناداں ثبات و استواری ہے	〃
نشاں دیتے ہیں ظلمت کے کنارے آب حیواں کا	〃
عزیزو وہ بھی دن ہوگا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
نہ یہ ہوگا نہ وہ ہوگا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
جہاں سے کوچ جب ٹھہرا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
کسی دم یاں حباب آسا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
وہ دن آیا کا ہے آیا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
پڑا پہلے اگر مرنا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
ہوئی جب چشم حیرت وا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	〃
میاں اک دن وہ آئیگا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے	نظیر
دہر میں انسان آوارہ وطن ثابت ہوا	نظم
پھر یہ تربت کا نشاں کیا ہوگا	〃
دیکھیں ملتا ہے ہمیں جادہ منزل کیونکر	〃
نفس نے موجوں کا جال بنکر لحد نے کام تنگ ہی کر	〃
نکالیں آب بقا ظلمت مزاری ہم	〃
پھر یہی ہیچمدانی ہمہ دانی ہو جائے	〃
گل تو کیا کانٹا بھی اک دن اس گلستاں میں نہیں	ناسخ
لشکر ہستی میں بھاگا بھاگ ہے	〃
آنکھ کھلتے ہی مقام اس پہ کھلا فانی کا	نصیر
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے	نذیر احمد
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا	نسیم
آئے جو نظر ہیچ ہے نام خدا ہیچ	نشاط
وہ ہیچ تھے خود اور ہے اب انکا پتا ہیچ	〃
خود ہیچ تھے وہ اور ہے اب انکی بنا ہیچ	〃
ہو جائیگا ثابت کہ یہ ہے بس ہیولا ہیچ	〃
ہو جائیں گے اک پل میں یہ سب ارض و سما ہیچ	〃
غلماں و ملک حور بھی ہو روز فنا ہیچ	〃
جو خلق ہوا ہیچ ہے اور خود ہے قضا ہیچ	〃
ہر اک کی کمی بیشی سے سمجھو گے یہ تھا ہیچ	〃
غنچے بھی یہ سب ہیچ ہوں اور باد صبا ہیچ	〃

فنا

ہستی خاک نمودار	نشاط
ہو گئی نہ کوئی رہ گئی یونہی نقش و نما ہیچ	ونیز
ہو جائے گا اس کا بھی یونہی مجھ سے زبان ہیچ	
جز جہاں میں کہتی ہے ... آتش کیا ہیچ	واصل
شکل حباب ہم ابھی نہیں کسی کا ثبات	
جز خدا کے نہیں فقط اسی کی ذات	ناچیز
ہے ہمیشہ وہ باغ نہ دیکھا کبھی ہم نے	〃
سب بلبلو وہ باغ کچھ ہو فصل بہار و خزاں کا	
پہونچا نہ جسے یہاں شہر عدم کو لوٹ کر جائے	باقی
جو آیا ہے اس منزل ہستی کا یونہی کارخانہ ہے	
سدا اس منزل ہستی کے واسطے	
پیدا کیا خدا نے مٹانے کے واسطے	ناچیز
تصویر ہوں زمانہ نیا یا ہے ادا رکی	
وہاں قبر سے کہتے ہیں ساکنان عدم	بیکل
کر سب کو خاک میں اکدن فلک ملا دیگا	
بیٹھا ہے سب امیر و غریب ایک راہ پر	
ہے موت منحصر نہ گدا پر نہ شاہ پر	

قدرت خدا

قدرت خدا

نشاں اہل نشاں ہو گئے بہت معدوم	ظہور قدرت پروردگار باقی ہے	آصف
صنعت خالق جدا ہے صنعت انساں جدا	دیکھ لو ہے جان سے خالی بدن تصویر کا	اسیر
غلط اہل زمیں احوال گردوں کا بتاتے ہیں	گرفتاروں کو کیا معلوم کیا ہے سقف زنداں کا	"
بھلا باریکیاں کیا حصر ہونگی اسکی قدرت کی	بتائے تو کوئی ہے بال کتنے جسم انساں پر	"
صنعت خلق جدا صنعت خالق ہے جدا	خانۂ دل نہ بنے گا کبھی معماروں سے	"
فقیروں کو فقیری شاہ کو شاہی مبارک ہو	کہ عین مصلحت ہے کام جو اللہ کرتا ہے	"
بڑا قادر ہے اپنے کارخانے کو وہی جانے	خدا جانے کہ گزرے کتنے آدم قبل آدم کے	"
ہے دلیل ہستی خالق یہ دور افلاک کا	کوزہ گر جب تک نہ ہو شکل ہو پھرتا چاک کا	"
دخل قدرت میں خدا کی کوئی کرسکتا نہیں	کب سکندر نے بنایا آئینہ ادراک کا	"
بخشی ہے طاقت اس تن خاکی کو نطق کی	کیا قدرت خدا ہے کہ آئے سخن میں خاک	"
رہیں ناشاد مومن شاد ہوں کافر زمانہ میں	نہیں ہے دخل انساں کو خدا کے کارخانہ میں	"
تو وہ قادر ہے جو چاہے ایک بنت خاک سے	بے پدر سو عیسیٰ معجز نما پیدا کرے	"
نہاں نہیں ہے نفس کے شمار سے پیدا	جہاں کو اس نے کیا اختیار سے پیدا	"
جسے سب روح کہتے ہیں جہاں میں	مرے نزدیک وہ حکم خدا ہے	"
اک ذرہ تھا وہ جس سے خلقت ہوئی زمیں کی	اک قطرہ تھا وہ جس سے یہ آسماں بنایا	"
صنعت خالق میں کیا دخل بشر	بن سکا کب شیشۂ دل ٹوٹ کر	اسیر
سیکڑوں ہست کئے نیست سے۔ پھر نیست ہست سے	کارخانے یہی اللہ تعالیٰ کے رہے	"
بنکر بگڑتے ہیں جو گھروندے مزار کا	ہیں کھیل امیر صنعت پروردگار کے	امیر
عجب قدرت حق کی اے بت ہیں کھیل	کہ مٹی کے پتلے کو گویا کیا	"
دست قدرت سے بنایا ہے خدا نے قصر تن	دخل معمار اس میں ہے نہ دخل ہے مزدور کا	آتش
باغ عالم میں ہر اک گل ہے خدا کی قدرت	باغباں کون ہے اس کا یہ چمن کس کا ہے	"
زاہد مرے مولا کے اسرار نہیں پاتا	غافل اسے کیا پاوے ہشیار نہیں پاتا	انشا
نمود سطوت پروردگار ہے دیکھو	جہاں تلک کہ کرے کام یہ نظر کا تو	"
اس کے پرتو کے یہ سب جلوے تھے	موسیٰ و نور و نار و طور و قبس	"
میری امید بر آتی ہے اب انشاءاللہ	کونسی چیز ہے اللہ کے جو گھر میں نہیں	"
حق تعالیٰ کی طرف سے جسے امداد نہ ہو	تو وہ گھر تا بقیامت کبھی آباد نہ ہو	"
خالق کو ہر طرح کا ہے اے اشک اختیار	چاہے تو انقلاب مقدر نہ ہو سکے	اشک
کس میں ہیں ایسی قدرتیں صدقے میں تیرے باغباں	باغ کو تو بنائے دشت۔ دشت کو تو بنائے باغ	انجم
کرشمے تیری قدرت کے سمجھ میں کچھ نہیں آتے	سماتی ہے یہ کیونکر ساری مخلوقات آنکھوں میں	"
چل رہی ہے جس سے جسمانی مشین	کوئی پوشیدہ کہانی اور ہے	اسمٰعیل
نکلے چلے آتے ہیں تہ خاک سے کھانے	یہ خوان کرم کس نے بچھایا ہے خدا نے	"

امیروں سے عبث کوئی ملتجی ہو از پئے دنیا	خدا قادر ہے اکدم میں گدا کو شاہ کرتا ہے	تراب
قصبۂ قدرت ہیں اس کے خلق ہر جوں چوب خشک	حرکت خانہ نہیں کاتب کے بن تحریک کے	″
قدرت نمائیوں میں نہیں کچھ سبب کو دخل	بے تیل جل رہا ہے چراغ آفتاب کا	تسلیم
پتا پتا ہے چمن پیرائے کن کا یادگار	اس گلستاں میں کبھی تنکا بھی بے حاصل نہ توڑ	″
جلوہ گر قدرت سے ہیں لعل بدخشاں سیکڑوں	کیسے کیسے جلتے ہیں معدن میں بے روغن چراغ	تجمل
راز کچھ قدرت خالق کا نہیں کھلتا ہے	کس لئے آئے ہیں کیوں جاتے ہیں جانیوالے	″
مرقع میں عالم کے جس سمت دیکھو	تماشا ہے قدرت کی صنعتگری کا	جوش
عجب مصور قدرت کی ہے یہ صناعی	جو شکل بنتی ہے وہ لاجواب بنتی ہے	″
جسے چاہے وہ عزت دے جسے چاہے وہ ذلت دے	نہیں کچھ دخل بندہ کو خدا کے کارخانے میں	″
کیسے کیسے گل کھلائے ایک مشت خاک سے	کھیل ہیں یہ تخلبند گلشن ایجاد کے	جلیل
بے نیازی کہئے یا کہئے اسے قدرت کا کھیل	گل جسے پیدا کیا آج اس کو ناپیدا کرے	″
مدتیں ہوگئیں وہی ہے بہار	چمن روزگار کس کا ہے	″
پھول سے موتی صدف سے موتیا پیدا کرے	ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے	جرار
نظر جرار صنع صانع قدرت پہ لازم ہے	عبث وارفتہ ہیں تصویر کے ہم رنگ وروغن پر	″
مرقع صنع کا دکھلا رہا ہے صانع قدرت	یہ سب شکلیں ہیں نظارہ کے قابل دیکھتے جاؤ	″
اے قادر جہاں تری قدرت کے میں نثار	پیدا کیا کسی کو کوئی گرد ہو گیا	جلالی
حسن قدرت منحصر کچھ چھوٹی چیزوں پر نہیں	بلکہ یہ جلوہ نما ہے ہر جگہ پر ہر کہیں	حامد
کوہ وراغ وابرو باد و مہر ومہ جن و بشر	نور حسن حق سے ہیں یہ سب منور سربسر	″
قدرت کی صنعتوں کو دیکھو خدا کے بندو	اک چھوڑا دس نے دو دو منہ پر لگائیں آنکھیں	″
وہی جو کہ کرتا ہے رائی کو پربت	وہ پربت کو بھی کر دکھاتا ہے رائی	حالی
صنعت خدا میں عقل آدمی کی حیران ہے	حال کچھ نہیں کھلتا کیا طلسم ہے تن کا	خلیل
چاہے جس ذرہ کو خورشید درخشاں کردے	مرے نزدیک ترے فیض سے کچھ دور نہیں	رند
خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق	دارا کوئی کسی کو سکندر بنادیا	″
ذرہ بھی تو خالی نہیں قدرت سے خدا کی	ہر شئے میں سخن اس کی خدائی نظر آئی	سخن
شاکی نہیں خدا سے نبی گر یہ شکل زشت	ممکن نہیں کمہار کا ماٹی گلہ کرے	سودا
جوں غنچہ ہو گرہ میں تو کر اس چمن کی سیر	جھمکا ہزار رنگ کا اک مشت زر میں ہے	″
بغیر حکم نہیں جنبش ایک قطرے کو	خلا محال ہے کس جا نہیں ہوا موجود	سحر
کس کو ہے دخل اس کی قدرت میں	یاں نہ دوڑے خرد نہ پہونچے گماں	سید
تری قدرت کے ہزاروں ہی تماشے دیکھے	نئے انداز نیا رنگ دکھاتا ہے تو	″
جس نے کچھ وعدہ کیا اور خودی میں آیا	بام تو تیر سے فی الفور گراتا ہے تو	″
سمجھتے ہیں کہ ہے صنعت یہ قدرت	جو دیکھتے ہیں محقق جہان کی صورت	″
گل کھلے ہیں بہار قدرت کے	طرفہ نیرنگ کا دکھایا رنگ	″
گلزار آگ قدرت خالق سے ہوگئی	بیکا ہوا نہ بال بھی جسم خلیل کا	″

قدرت خدا

نیا ہیں جدا جدا یکانہ سب صورتیں
یہ قدرت و شان رب غفور — میر
ہے قدرت تیری وحدت صنعت پر
تصدق بلبلیں ہوتی ہیں یہاں پر ہے اے باغباں کیا کیا — مزاج
چمن آرائیاں دکھلائی ہیں پیدا ہے گل سے
چمن قدرت خالق ہویدا ہے اے باغباں کیا کیا — =
پھول قدرت سے گلزار خیاباں ہے تاباں — مہر
چمن آرا سے گوہر تاباں
کہیں کر دیا ذرہ کو مہر اعظم بنایا — =
کہیں قطرہ کو بحر قائم
فلک کو کیا بے ستون اس نے قائم
زمیں کو ہے پانی پہ اس نے بچھایا — =
جو دیکھو کہ رنگ ہے ہر ایک گل کا نیا
عجب کارخانہ عجب شان تیری — =
عجب تیری قدرت عجب تیری شان
نگار اس کو کسی کو مرقع بنایا — نجم
صنع صانع ہزاروں نقشے کھینچے
دکھاتا ہے کلک ہزاروں شکلیں — =
ہزاروں شکلیں ہیں یاں بھری ہوئی ہیں
قدرت ہے یاں دخل ہے رب کی
حکمت ہے قدرت میں کس کا دخل ہے — شفق
قدرت میں ہیں رنگ اپنا اپنا تری قدرت ہے
ورنہ یہ زمیں کیا چیز ہے یہ آسماں کیا ہے

بوقلمونی

قدرت خدا

مصرع	مصرع	شاعر
کوئی ہے بامراد کوئی نامراد ہے	کوئی ہے باحضور کوئی بے حضور ہے	فدا
کوئی ہے [illegible]	ہیں بعض بعض امر مسرت [illegible]	〃
ہیں کسی کی ذات میں شر و فتور ہے	بد طینتوں کی ذات سے [illegible]	〃
[illegible]	اک وہ ہیں جن کے سامنے [illegible]	〃
اک وہ ہیں جن [illegible] پیراستہ بیاں	بزم نشاط ہے کہیں فغان و شور ہے	〃
برپا کسی مکاں میں [illegible] جلوہ	[illegible] کوئی دلیل ہے	〃
کیا شان ہے بنائی [illegible]	کوئی یہاں عزیز ہے [illegible]	〃
دولت خدا [illegible] ہو گئے	اکثر یہاں فقیر [illegible] ڈالا	فوق
ہے جا بجا [illegible] کاسہ گرو	نہیں [illegible] دوزخ میں [illegible]	〃
چاہے تو ڈال دے [illegible]	سکتا وہ ہے [illegible]	〃
ذرہ ذرہ سے جھلکتا ہے ترا جلوہ حسن	ہر [illegible] سے عیاں ہوتی ہے قدرت تیری	فروغ

مصرع	مصرع	شاعر
ہو فقیری یا کہ شاہی سب یہ ہیں قدرت کے کھیل	بوریا اک جا تو اک جا تخت و افسر بن گیا	شاداں
دیکھیں کیا کارخانے قدرت اللہ کے	اڑ گئے ہوش سلیماں ایک دانے مور سے	شرم
بو میں گل ہے۔ گل میں بو ہے واہ رے صنعتگری	گاہ بستہ۔ گہ شگفتہ۔ گہ خزاں گاہے بہار	صادق
گنہگار کو بتا کے جواہر نگار دھوپ	دکھلا رہی ہے صنعت پروردگار دھوپ	طاہر
قدرت کی طاقتوں کو دست قضا نے روکے	انسان کی کوششیں ہیں بیکار اور معطل	ظفر
صنعت خالق قیوم کروں کیا تحریر	جیسا اک بار کیا خلق دوبارہ نہ کیا	عالم
کسی کو دخل کیا ہے کارخانہ میں خدائی کے	جسے چاہے خدا اک آن میں زیر و زبر کر دے	〃
اس کی قدرت کے تماشے ہیں یہ عالم دیکھلو	ایک آنے کے لئے ایک جانے کے لئے	〃
تاسف تا کجا اے دل یہ اس کے کارخانے ہیں	کوئی دنیا میں آتا ہے کوئی دنیا سے جاتا ہے	〃
خدا دکھاتا ہے بندوں کو قدرتیں کیا کیا	بنا بنا کے بگاڑی ہیں صورتیں کیا کیا	〃
دیکھا دنیا میں جو کچھ آنکھوں نے	اس کی قدرت کا اک تماشا دیکھا	〃
گدا کو شاہ کرے شاہ کو گدا کر دے	کسی کو دخل ہے کیا اس کے کارخانے میں	عالم
کہیں سامان ہے شاہی کا کہیں جھونٹ فقیرو نکا	کہیں مسند کہیں تکیہ عجائب شان قدرت ہے	عرش
رموز خالق عالم میں فکر بے جا ہے	نہ ہو سکیگی کبھی مدحت دہن خاموش	عاشق
ابر نیساں میں یہ دیکھ کیسی کچھ تاثیر ہے	کیا عیاں بطن صدف سے گوہر غلطاں ہوا	〃
چمن میں دیکھتے ہیں قدرت اسکی رنگارنگ	نہ گل سے انس ہمیں نے بہار سے اخلاص	〃
خدا کی قدرت کو دیکھو عاشق کہیں تو عرش بریں بنایا	کہیں ہے تحت الثریٰ کا نقشہ فلک کے اوپر زمیں بچھائے	〃
اس کی قدرت کا کھیل عاشق زار	آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے	〃
جدا جدا ہے ہر اک کی صورت الگ ہے ہر اک کی رنگت	طرح طرح کے بنائے ہیں گل وہ اپنی صنعت دکھا رہا ہے	〃
ہر طرح کی اس نے صنعت اپنی دکھلائی ہے خود	کیسا یکتا دو جہاں میں خالق یزداں ہوا	〃
کوہ سے پیدا کیا ہے لعل کیا منتخب	سب جواہر میں ہے یہ تو خوب ہی تاباں ہوا	〃
تری قدرت کی وسعت کا کچھی کو علم ہے یارب	کیا دو حرف کن میں دونوں عالم کو عیاں تو نے	〃
لاکھ پردوں میں گر کہے کوئی	پر یہ ممکن نہیں خدا نہ سنے	عاجز
نہ کچھ بھی کر سکا موسے کا فرعون	بڑا قادر مرے اللہ تو ہے	
اس کی قدرت سے نہیں دور کہ وہ چاہے اگر	آگ میں پیدا کرے پھول شرر پانی میں	علی احمد
تری قدرت ہی ہر اک جا دیکھی	کونسی جا ہے کہاں ہے کہ نہیں	عاقل
کل تک جو مارے پھرتے تھے در در برہنہ پا	آج ان کو حق نے مالک اقبال کر دیا	فدا
کیا قدرت خدا کا جہاں میں ظہور ہے	غم ہے کسی کو اور کسی کو سرور ہے	〃
خالی نہیں ہے عالم و جاہل سے روزگار	کوئی ہے بے وقوف کوئی ذی شعور ہے	〃
محتاج ہے کوئی یہاں نان شبینہ سے	آٹھوں پہر کسی کا فروزاں تنور ہے	〃
کوئی ہے نوجواں کوئی پیر منحنی	کوئی ہے خاکسار کوئی پر غرور ہے	〃
ہے فاقہ مست کوئی تہیدست ہر کوئی	کوئی ہمیشہ نشہ دولت میں چور ہے	〃
پھرتا ہے دوڑ دھوپ میں کوئی برہنہ پا	سر پہ کسی کسی کے کلاہ سمور ہے	〃

اس کے ید قدرت میں مرض بھی ہے شفا بھی	دیتا ہے وہی درد بھی کرتا ہے دوا بھی	فروغ
سبحان تری قدرت آسودہ ہے سب خلقت	مچھلی کی کریں دعوت یہ منہ ہے سلیماں کا	قدر
اک کف خاک سے دیکھی تری صنعت کیا کیا	مورچہ کوئی بنا کوئی سلیماں بنا	"
آدمی کی کیا حقیقت تھی اسے کیا کر دیا	اے سحاب کرمت قطرہ کو دریا کر دیا	"
نہ پوچھو کھیل قدرت کے عجب دنیا بنائی	مرقع کر دیا ہے باغباں نے صحن گلشن کو	
ملا جہاں سے جہاں آفریں کا ہم کو پتہ	بنا سے ساری حقیقت کھلی ہے بانی کی	"
جو تو چاہے خاک کردے تیرے آگے کھیل ہے	ہے فلک بھی اک گھروندا تیری بازیگاہ کا	قلق
یہ نیرنگیاں ہیں جو باغ جہاں میں	یہ سب گل ترے ہی کھلائے ہوئے ہیں	قربان
پتھر میں لعل سیپ میں در یتیم	اللہ اللہ کیا ہے قدرت تیری	کوثر
اللہ رے زور قلم صانع قدرت	تصویر سے تصویر کی صورت نہیں ملتی	نیر
ہر اک شئے میں نظر آتا ہے جلوہ	ذرا دیکھو تو یہ صنعت خدا کی	عب
خدا خود آپ ہے دانا و بینا	ہمیں پھر اس سے کیا حاجت دعا کی	
دیکھو اگر بچشم تامل تو مصحفی	اس کارگاہ دہر کا مختار ایک ہے	مصحفی
کیا عقل پیر خلقت افلاک اس کے	ایسا طلسم اور کوئی تو بنا سکے	"
ایک اک پھول میں سو رنگ دکھاتی ہے بہار	قلم قدرت صانع کی عجب قدرت ہے	"
پتے ہیں کسی میں کوئی بے برگ شجر ہے	نیرنگی قدرت کا سماں پیش نظر ہے	مسیح
جسے چاہے وہ گھر بیٹھے دے سب کچھ	جسے چاہے اسے در در پھرائے	مہر
کس نظر سے قدرت صانع کے منظر دیکھئے	آسماں کو دیکھئے یا بحر و بر کو دیکھئے	"
جس سانچے میں چاہے ڈھال دے وہ	مٹی ہے دست کاسہ گر میں	سکیش
جاری ہیں سیکڑوں کلیں اس میں	تن انساں کا کارخانہ ہے	"
پانی سے اس جہاں میں ہر شئے کی زندگی ہے	عالم میں کیا بنایا پروردگار پانی	"
ہر اک بشر میں دیکھتا ہوں تیری قدرتیں	کس کو کہوں میں عام یہ سارا جہاں ہے خاص	"
مجمع یہ عناصر کا ضدین ہیں سب اک جا	عالم سے نرالا ہے کمینڈا تری حکمت کا	"
یہ کشف و تر جہاں گردش زمانہ نہیں	بدلتا ہے کوئی لیل و نہار کی صورت	"
حق نے دو مشعل یہ روشن کی ہیں عالم کیلئے	رات بھر ماہ درخشاں اور دن بھر آفتاب	"
کرتا ہے کیا انگریزی چرخ پر بیٹھا ہوا	سنگ خارا میں بنا دیتا ہے جوہر آفتاب	مضطر
عدم کو کوئی جاتا ہے کوئی ہستی میں آتا ہے	عجب خالق کی قدرت کا جہاں میں کھیل جاری ہے	"
وہ جس کو چاہے گدائی دے بادشاہی دے	کسی کو دخل ہے قدرت کے کارخانے میں	ناسخ
گر آنکھ ہے تو باطن انساں کی سیر کر	کیا کیا طلسم دفن ہیں مشت غبار میں	نیاز
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا	از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا	نشاط
ہر جگہ جلوہ ہے ترا بر ملا	فیصلۂ قول خلا ہو گیا	"
اس کی قدرت کے ہیں یہی معنی	اس کا چاہا ہوا مرا نہ ہوا	"
طلسمات جہاں کے صنع کا عالم نرالا ہے	عیاں یاں کا دکھاتا رنگ کیا کیا ہی نہاں ہو کر	

قدرت خدا

[illegible] — نظیر

[illegible] — نظیر

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — نسیم

خداوند دو عالم

قدردانی

سچ تو یہ ہے قدر نعمت ہوتی ہے بعد زوال
پیر ہو کے دل سے کوئی پوچھے جوانی کا مزہ

اپنے ہم قفس کو رکھتا ہے ہر ایک شخص عزیز
کرتے ہیں اہل سخن دل سے سخنور کی تلاش

عاشق کی تو بیوں کا ہے اب ذکر جابجا
سچ ہے کہ زندگانی میں قدر شناس نہیں

نعمت کی قدر ہوتی ہے سب کو زوال میں
پیری میں یاد آتی ہیں باتیں شباب کی

مرنا قریب عیش ہے اتنا ہے عمر کم
ہوتی قدر دنیا میں مرکر بچھڑ کر

ہے بڑا دل ہی ایسا ہے قدر نیکیوں کی
ہم بزرگ ہیں تو پھر ہے آ کیا ہے

قدر انسان کی اس سے قدر ہے انساں سے بعد
جب سبھی قتل کیا جب میں انہیں یاد آیا

قدران مردہ وفروشوں نے مجھے تڑپا دیا
ہنر ہی سے ہے میری شہرت جابجا تھی میں تھا

پہچانتے میں خاک قابل ہے مرتبوں کو
سمجھیں گے مجھ کو سب قابل تو نادان عاقل سے مرتبے

خدا نے مجھ کو سب طرح بامراد کیا
ہر ایک باقی رہی دل میں قدردانی کی تلاش

خداوند دو عالم سب ہے تیرے دست قدرت میں
وسعت چمن طرازی قدرت کی دیکھنا
نعمتیں کھانے کا حق نے کیا ساماں پیدا
عجب نقاش ہے صنعت یہ دیکھو کلک قدرت کی
عجب ہے نقش کاری خامۂ نقاش قدرت کی
ہے پیدا کی تو نے باغ عالم میں شام غم ہی سے صبح راحت
زمیں کے زرۂ فلک کے تارے بندھے ہیں اک سلسلہ میں سارے
کہ اس صانع کی نیرنگی صنعت پر نظر ہمدم
یہ جو بے پایاں ہے دریائے جہاں بہر عبور
قدرت حق پہ نظر کیجو کہ بے چوب طناب
ماہ و خورشید کیا ہیں کیجو نظر
قدرت حق سے کیا مور نے مہماں ورنہ
چاہئے وحس کو نطق و سماعت عطا کرے

اگر تو شاہ کو چاہے تو اک دم میں گدا کر دے
پیدا ہے جلوۂ گل و شمشاد ہر طرف
عہد طفلی میں دہن میں کئے دنداں پیدا
کہ کی ہے نقش کاری شمع سے گردوں کی چادر میں
ستاروں سے کیا زریں فلک کا شامیانہ ہو
جو روتے تھے مثل شبنم ان کو ہی گل بنا کر ہنسا دیا ہے
خدا نے ہر ایک شئے پہ قانون کا تسلط بٹھا دیا ہے
ہوا سے روز موج آب جو بنتی بگڑتی ہے
ہیں بندھے قدرت سے ساتوں آسمانکے بے طنابیں
خیمۂ افلاک دم میں تنتے تنتے تن گیا
رونق روزگار ہیں دونوں
جاہ و حشمت میں سلیماں تھے کچھ ہمدم کم
پیدا ہو خاک سے دہن و گوش نقش پا

نواب
حشمت
ہرچند
"
"
ہمایوں
"
ہمدم
"
"
ہوش
"

قدردانی

تم نے آصف کی نہ کی قدر وہ ہے مرد شجاع
صاحب علم و ہنر مند کی سب کرتے ہیں قدر
بشر کو بعد نعمت کے ہے ہوتی قدر نعمت کی
قدر نعمت بعد نعمت کے ہے کرتا آدمی
خدمت حق میں نہیں کوئی کمی کی ہم نے
کار اعلےٰ کو کرے ادنیٰ وہی بیقدر ہے
سچ ہے بڑھ جاتی ہے مر جانیسے انسانکی قدر
پستی قد مانع عز و شرف ہوتی نہیں
رتبہ بقدر حال ہے سب کا جہان میں
کوڑی کے کام کا نہیں جو ہر جہان میں
کیا رہے قدر۔ جو ہر قطرۂ نیساں ہو گہر
چشم تحقیر سے دیکھا نہ کسی کی جانب
صاحب علم و ہنر مند کی سب کرتے ہیں قدر
دور فلک نے ہم کو گو خاک میں ملایا
اے جلیل آپ بھی کس وہمیاں میں ہیں خیر تو ہے
سچ ہے انساں کی ہوا کرتی ہے پرسش اسکے بعد

ایسی خوبی کا تو پیدا نہیں انساں ہوتا
نہیں ہوتا ہے کبھی بے ہنر انسان عزیز
غنیمت جانتا ہے لنگ اپنے پائے چوبیں کو
عہد پیری میں جوانی کا مجھے افسوس ہے
جانفشانی کا اب انصاف ہے سرکار کے ہاتھ
دیکھ لے قیمت میں کم ہوتا ہے کمل شال سے
دوش پر لے کے چلے ہیں مرے غمخوار مجھے
سب پہاڑوں سے زیادہ مرتبہ ہے طور کا
کیونکر زمین پست نہ ہو آسماں بلند
باہر نہ نکلے سیپ میں دُر ثمیں رہے
رتبہ ہر چیز کا دنیا میں ہے نایابی سے
ذرہ ذرہ کو میں خورشید درخشاں سمجھا
نہیں ہوتا ہے کبھی بے ہنر انسان عزیز
ہے قدرداں کے آگے وہ ہی وقار ابتک
خواہش قدر ہنر کسب ہنر سے پہلے
آج غم کرتے ہیں میرے آشنا میرے لئے

آصف رح
آتش
"
"
امیر
اسیر
"
بحر
"
تراب
جوش
جلیل
جویا

فہم ہے جن کو وہ اہل کار کی کرتے ہیں قدر / ناسمجھ حاکم کو کوئی قدرداں ملتا نہیں — محب

ہوں نگاہ مردم بینا میں گل / چشم بدبیں کی نظر میں خار ہوں — "

کسی علم و فن میں جو ہوتے ہیں کامل / انھیں کو یہاں محترم دیکھتے ہیں — "

اگر ہو جوہر ذاتی سے آدمی ممتاز / تو پھر کہیں نہ کہیں قدرداں نکل آئے — ماہ

قدر گردوں کی خاطر ہے یہ تصویر گلی / پھر نشاں ملتے نہیں خاکستر برباد کے — مسکیں

مار ڈالا ممسکوں کی قدردانی نے مجھے / مثل زر خاک کدورت میں میں مدفوں ہوگیا — ناسخ

چاند چھپتا ہے جو دو دن ہوتی ہے مشتاق خلق / ہوگئی قدر اس کی جو نظروں سے پنہاں ہوگیا — "

مبصر ہو جو آئے ہمدم اسے دکھلائیے گوہر / سخن کہئے اسی سے جو کوئی قدر سخن جانے — ہمدم

اہل دولت کو ہے لازم صاحب جوہر کی قدر / ہوگیا زر سنگ سے پارس کے جب آہن ملا — "

قدر صاحب کمال کی کرنی / ہے امیروں کے واسطے زیبا — یقین

قدر جوہر کی کریں وہ جس میں خود جوہر بھی ہو / ورنہ ناقص کر سکے گا کیا بھلا کامل کی قدر — "

قدر ہوتی ہے علم سے بے شک / قدر جاہل کی کوئی کیا جانے — "

ہنر سے قدر ہے اہل ہنر کی / نہ ہو جس میں ہنر ہو اسکی کیا قدر — "

قسمت

اک زمانے کو کیا تسخیر آصف آپ نے / آپ کی تقدیر اچھی آپکی تدبیر بھی — آصف

اس کے اقبال سے کیا کیا نہ ہوا دنیا میں / شاہ آصف تو نصیبے کا سکندر نکلا — "

منجموں کا نہیں بھروسہ کہ علم رکھتا ہے حق تعالیٰ / نہیں ہے روشن کسی پر اصلا کہ کیا ہے مطلب خط جبیں کا — اسیر

قصر رہبر آب حیواں سے سکندر بے نصیب / کامیابی دہر میں موقوف ہے تقدیر پر — "

اس کو منظور نظر ہے اور کچھ ہوتا ہے کچھ / ہنستی ہے تقدیر کیا کیا صاحب تقدیر پر — "

فائدہ ممکن نہیں تقدیر اگر کوتاہ ہے / اس قدر دست ستم کرتا ہے کیوں ہزن دراز — "

دست و پا ہم کیا ہلائیں جو رضا اللہ کی / وہ کریں تدبیر جو قائل مقدر کے نہیں — "

جائے کیا رنج مقدر عالم اسباب میں / چہرے پر گوہر کے ہے گرد یتیمی آب میں — "

جو قسمت میں نہ ہو ہرگز نہیں ملتا ہے انسانکو / سکندر نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا آب حیواں کو — "

نہ علم ہو نہ ہنر ہو نہ فضل ہو نہ کمال / یہ ایک بات بشر میں نہ ہو مقدر ہو — "

پستی کے سوا اوج مقدر میں کہاں ہے / رفتار ہماری روش آب رواں ہے — "

طالع ملے ہیں پست ہمیں حوصلے بلند / دوزخ میں بھی گزر نہیں جنت پسند ہے — "

بعد فنا بھی گردش قسمت پسند ہے / مٹی کو میری شیشۂ ساعت پسند ہے — "

ہوں میں سمند حادثۂ دہر پر سوار / قسمت کا پیچ پانوں میں پیر سوار ہے — "

کیا بار اں طلب بجلی گری کشت توقع پر / عجب طالع ہمارے ہیں عجب قسمت ہماری ہے — "

روئے رفعت نہ دکھایا کبھی پستی کے سوا / باز آیا میں مقدر کی مددگاری سے — "

کیا خبر خلق کو درویشی و سلطانی سے / کوئی آگاہ نہیں ہے خط پیشانی سے — "

قسمت

بیقراری جو مقدر میں لکھی تھی نہ گئی
انتہا ان بعد فنا قرعۂ رمال ہوا — [illegible]

پھرے زمانہ ادھر کی ہو سب ادھر غفلت
نہ سمجھے طالع خوابیدہ نام کروٹ کا — "

تدبیر ہر ایک کام میں ہم نے نہ کی کبھی
جو کچھ ہوا وہ خواہش تقدیر سے ہوا — "

دلیل پستی تقدیر ہے کثافت طبع
آثار ہیں جو ہوتا ہے پیرہن میلا — "

نہ ہو دشمن کو بھی وہ روز نصیب
جس طرح سے کٹی ہماری رات — "

پائی نجات زحمت تدبیر سے چھٹا
اچھا ہوا جو قائل تقدیر ہو گیا — "

دشمن پہ ہو نہ فتح نہ چاہے اگر خدا
کیا اعتماد نیزہ و تیر و تفنگ پر — "

بڑھ کر کوئی زمانے میں اس سے نہیں رفیق
تقدیر میری ہاتھ سے میرے کہیں ہوئیں — "

چشم فلک کی مدتوں گردش تو پایا ایک تل
رزق انساں کو مقدر کے سوا ملتا نہیں — "

وصل ممکن نہیں ہے بے قسمت
سارے بیکار یہ مساعی ہیں — [illegible]

قسمت

مصرع	شاعر
علم ہے سب سے بلا اسباب راحت خلق کو بیکس و منعم ہیں باہم گدا و شاہ میں	آتش
کب سعی سے اچھلتے ہیں ڈوبے ہوئے نصیب دریا کے پار کب ہوئیں موجیں لگا کے ہاتھ	״
ڈوبے ہوئے نصیب نہ اچھلے کسی طرح کشتی ابھر ابھر کے تباہی میں رہ گئی	״
کب خزانہ غیب کا ملتا ہے بے قسمت امیر چھانتا ہے خاک ناحق خواہش اکسیر میں	״
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کے جس چیز کے قابل نظر آیا	ذکی
جو مقدر میں لکھا ہے وہ نہیں مٹنے کا کیا کرے گا یہ زمانہ مرا دشمن ہو کر	رشک
ہم اپنے دل میں سمجھتے تھے سہل کام جسے وہ بے مشیت پروردگار ہو نہ سکا	״
بے مقدر نہیں کچھ اتنا کسی کو ملت کام آتا نہیں انسان کے ہنر دیکھ لیا	״
بہت سے ہو گئے سزاوار تخت و تاج ہوئے ہزاروں ہیں کہ جنھیں بوریا نہیں ملتا	״
نہیں ملنے کا افزوں تجھ کو ہرگز تیرے حصے سے مشیت میں قضا و قدر کا مٹنا نہیں لکھا	״

اصغر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کیوں اٹھاؤں میں دعا سے بے توقع ہوکے ہاتھ	ہے وہ قادر کیا بدل سکتا نہیں تقدیر کو	امیر
گور فرہاد سے اب تک یہ صدا آتی ہے	کہ بن آتی نہیں قسمت جو بگڑ جاتی ہے	״
تحصیل علم فہم فراست کمال عقل	انساں کو کچھ نہ چاہئے تقدیر چاہئے	״
ہیں ہر جگہ زمیں میں خزانے گڑے ہوئے	دولت قدم قدم پہ ہے تقدیر چاہئے	״
شاہوں کے سزاوار ہے یا افسر شاہی	لیتے متحمل جو ہم اس بار کے ہوتے	״
گردش کی احتیاج نہیں مثل آسیا	پہنچے گا منہ تلک جو مقدر کا دانہ ہے	״
چاہا تو بہت پر نہ ہوا وصل میسر	تقدیر کے آگے کوئی تدبیر نہ سوجھے	״
توشۂ راہ عدم کی نہ کر اتنی تدبیر	آب دانہ کا تیرے ساتھ ہے اسباب حباب	״
جب تک نہ ہو تدبیر سے تقدیر موافق	بن آتی نہیں صاحب تدبیر سے تدبیر	״
مٹتی کسی عنوان نہیں لوح جبیں سے	لکھی جو گئی صاحب تقدیر سے تقدیر	״
چشمہ نہ سکندر کو ملے خضر سو رہبر	بگڑی ہوئی تقدیر بناتا نہیں کوئی	״
کیا کروں میں جو گزر خانہ دلبر میں نہیں	دخل انسان کا سچ ہے کہ مقدر میں نہیں	״
وائے قسمت کے تلاطم نے الٹ دی کشتی	جب لگا دور سے ساحل نظر آنے مجھکو	״
کمی کس شے کی ہے فضل خدائے بندہ پرور سے	تلاش دانہ کی خرمن ملا مجھکو مقدر سے	״
کس کا شکوہ کیجئے کس کا گلہ	تھی مقدر میں جو ہونی ہو گئی	״
دعائیں مانگ کر انساں ناحق وقت کھوتا ہے	بکا میں کیا اثر رکھا ہے کیا زاری سے ہوتا ہے	احدی
مطلب نہ سر نوشت کا سمجھا تو شکر کر	دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے	آتش
وا ہوئے ہرگز نہ وہ عقدے جو تھے تقدیر کے	سعی کرتے کرتے ناخن گھس گئے تدبیر کے	״
کبھی قسمت کے لکھے سے زیادہ لکھ نہیں سکتا	وہ ناداں ہے جسے خوف کراماً کاتبیں آیا	״
کہوں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا بخت سویا کیا	״
نہیں ٹلتی کسی صورت سے بلائے مبرم	ڈھونڈے کسواسطے آتش کوئی گنڈا تعویز	״
مقسوم کا جو ہے سو وہ پہنچے گا آپ سے	پھیلائیے نہ ہاتھ نہ دامن پسارئیے	״
ابلیس حسد سے رہے تدبیر میں میری	تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر میں میری	״
سعادت مند ہیں قسمت پہ شاکر	ہما کو مغز بادام استخواں ہے	״
مقدر میں اگر ہے میوہ چکھنا	ملے گی جھک کے آتش بارور شاخ	״
دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا	راہبر قسمت سے رہزن ہو گیا	״
ہے برخلاف سارا زمانہ تو کیا ہوا	کی بخت نے مدد تو وہ دلبر ہے اور ہم	״
جنس مقصود مقدر ہی سے ہاتھ آتی ہے	یوں تو بڑھیا بھی ہے یوسف کے خریداروں میں	״
نہ پھیرو اس سے منہ آتش جو کچھ در پیش آجائے	دکھاتا ہے جو آنکھوں کو مقدر دیکھتے جاؤ	״
لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر	سامنے تقدیر کے چلتی ہیں تدبیریں کہیں	امیر
تم کو پھولوں کے چھپر کٹ ہیں کانٹے ہیں نصیب	خیر قسمت وہ تمہاری ہے یہ تقدیر اپنی	״
گردش جو ہو تقدیر میں کچھ سعی کام آتی نہیں	منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو میں منزل کے پاس	״
مٹ نہ سکا تقدیر کا لکھا روز رہے پامال خطر ہم	صرصر غم سے دفتر دل کے سارے ورق ہیں برہم	״

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
چارہ ساز اپنے تو مصروف بدل ہیں لیکن	کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں	انشا
دہر میں جس کا مقدر نام ہے اے ہمدمو	عمر بھر دیکھو نہ ہم سے وہ کبھی سیدھا ہوا	احد
سوچو تو آگے چل کر قسمت میں کیا لکھا ہے	دیکھو گھروں میں کیا تھا اور آج کیا رہا ہے	اکبر
ہے جو قسمت میں وہی ہوگا نہ کچھ کم نہ سوا	آرزو کہتے ہیں کس چیز کو حسرت کیسی	"
دنیا کے انتظام پہ اکبر نہ ہو ملول	انصاف یہ نہیں ہے کہ پا جاؤ سب تمہیں	"
جتنا قسمت ہے ملے گا وہی	ایک دانہ سوا نہیں ملتا	انور
غبار کارواں ہیں ہم اگر قسمت رسا ہوگی	کسی صورت پہنچ جائیں گے گرتے پڑتے منزل پر	اختر
لاکھ تم چاہو مگر ملتا ہے اے انجم وہی	بخت میں جو لکھ دیا ہے کاتب تقدیر نے	انجم
کوشش و تدبیر سے جاتی نہیں قسمت کی کھوٹ	کیوں پڑے ہیں لوگ اس کے پیچھے پنجے جھاڑ کے	اثر
کیونکر سلجھاؤں بھلا الجھے ہوئے کاموں کو	پھانس اک تقدیر کی ہے ناخن تدبیر میں	احسن
نصیب شرط ہے پل رزق کے ہیں بند تو کیا	ملے صدف کو نہ دریا سے بوند پانی کی	بحر
بیٹھوں گھر میں یہ ہو نہیں سکتا	روز پھرنا ادھر ادھر مجھ کو	"
بحر عمر آخر ہوئی در در گدائی تا کجا	اب نہ بستر سے ہو تکیہ کرو تقدیر پر	"
گلے شکوے نہ کر ارض و سما کے	خدا کو یاد کر بندے خدا کے	"
ہم صفیرو دیکھئے تقدیر میں کیا ہے لکھا	آشیاں میرا بھی ہے گھر ہے جہاں صیاد کا	"
بحر اپنی اپنی قسمت ہے بخشش مہر و ماہ	زر اسے بخشا اسے کاسہ دیا خیرات کا	"
کبھی تقدیر پہ تدبیر کو غالب نہیں دیکھا	یہاں خشت جبیں سے توڑتے ہیں خم فلاطوں کا	"
بیاں کیا کیجئے مصیبت کسی پہ کیا زور اپنی قسمت	نہ مجھ کو اغیار کی شکایت نہ شکوہ محبوب نازنیں کا	"
ہاتھ آتا ہے مقدر سے ہمائے دولت	جال کس کس نے بچھایا نہیں دانائی کا	"
خوبیٔ قسمت سے مجھ کو عیش غم ہو جائے گا	دل اگر خوش ہو کے پھولے گا ورم ہو جائیگا	"
عیش قسمت سے مجھے جلوہ دکھا کر اڑ گیا	رال کا شعلہ تھا جام آتش تر اڑ گیا	"
اڑ کے پہنچا میں وہاں لے گئی تقدیر جہاں	آب و دانہ کو میں اپنے لئے دو پر سمجھا	"
جو مقدر کا مقر ہے نظر آیا خاموش	جو ہے تقدیر کا منکر اسے سائل دیکھا	"
اہل تدبیر کے قولوں سے نکلتی ہے یہ بات	جو کہ تقدیر سے غافل ہوا عاقل بھیڑا	"
نصیب فتح کبھی ہے کبھی شکست مجھے	کہیں تو تیر ہوا میں کہیں نشانہ ہوا	"
بے کوشش آب و دانہ میسر قفس میں ہے	اس اپنی بے پری کے تصدق ہزار پر	"
جو بدا ہے ہماری قسمت میں	ہم بجا لائیں گے وہ ساری شرط	"
بحر کچھ کام نہ نکلا کبھی دانائی سے	کرے گستاخیٔ تدبیر کو تقدیر معاف	"
دربدر مثل گدا پھرتے ہیں ٹکڑے کے لئے	مطمئن جو بے حیا اپنے مقدر سے نہیں	"
بس نہیں چلتا بشر کا کام نکلے کس طرح	تنگ رہ تقدیر ہو جاتی ہے تدبیر میں	"
تقدیر سے کیا زور ہے لیکن وہ گدا ہوں	در بند کروں میں جو مجھے دربدری ہو	"
کاردانی پہ نہیں دولت دنیا موقوف	بخت انسان کے اچھے ہوں ہنر ہو کہ نہ ہو	"
اہل دولت کے تقرب میں بھی تقدیر ہے شرط	دخل کیا پنجۂ مژگاں کو گہر ہاتھ لگے	"

قسمت

ہوگئے سلطان گدا جس وقت قسمت پھر گئی
سب امور سلطنت خواب پریشاں ہوگئے
بارو مندی اگر قسمت میں ہے
تو پھل پاؤں عقیقوں کے شجر سے
نہ بڑھے گا سوا مقدر سے
جو ملا ہے جو ملال آتا ہے
مقدر کی چشم عنایت [illegible]
تارے کی گردش [illegible] انقلاب [illegible]
بخت تو خوش ہے [illegible] مقدر ہے
بدل نہ جائے گا تیرا جو کچھ مقدر ہے
مقدر کا پانسہ پلٹا نہیں
فلک رنگ رنگ کا دور چلتا نہیں
کوئی چیز اپنی نہیں دنیا میں [illegible]
جو بشر چاہے وہ حاضر ہے مقدر چاہئے
ننگ رہ پائے طلب کو لئے بخت نہیں
جو مقدر میں رسائی تو رسائی ہو جائے
فال پھر نکلے گا جو مقدر میں نہیں
ڈھونڈے پارس کوئی یا نخود اکسیر کوئی
عزت میں جو حرف آئے محبت میں بن آئے
تقدیر کے لکھے کو مٹا پایا نہیں جاتا
مقدر میں

قسمت

مقدر میں جو ہے وہ ہوگا ضرور
وہی پیش آئے گا ہر وقت بکیسؔ — جنون

ہم نے کھلتے ہی نہیں دیکھا گرہ تقدیر کی
دستیابی درِ مقصود کی دشوار نہیں — ″

کس کو تقدیر کے لکھے کی خبر اے برہمؔ
لکھا پیشانی کا پیش آیا اب رونے سے کیا حاصل

آج کی تو گزر گئی لیکن
بے تردد جو مقدر میں ہی ہوتا ہے نصیب — ″

چلے تھے جب سوئے ہستی کہا تھا قسمت نے
یارو کیوں پھرتے ہو تدبیر میں دنیا کی خراب

خاک تاثیر ہو طالع جو موافق ہی نہیں
جو ہے تقدیر پہ راضی توکل اسکو کافی ہے

اپنی خواہش کے موافق نہ ہوا کام کوئی — حبیب
ترابؔ اپنی تدبیر سے باز آ

بہت تدبیر کر دیکھی درست آئی نہ کوئی بھی
جو مقدر ہے ملے گا وہی بے سعی و تلاش — جبار

نصیبا ہو تو بن آئے سبھی بات
کیا کہوں مضمون کیا ہے غیب کی تحریر کا

عقدۂ تقدیر کوشش سے کھلے تسلیمؔ کیا
سیرِ گلزارِ ارم یا قیدِ زندانِ سفر — ″

کشائش کار بستہ کی کہاں ممکن ہے اپنوں سے
بعد مردن رکھتے ہیں امیدِ راحت کیوں بشر

کس لئے چارہ گر درد تو تدبیر میں ہے — جوشؔ
تسلیمؔ کیوں بگڑتے ہو ہردم نصیب سے

شکایت کیا مجھے بیرحمیٔ صیادِ ظالم سے
عمر بھر تدبیر سے بگڑے مرے سامانِ وصل — ″

قضائے الٰہی میں جو لکھ گیا
قلم سے جو تقدیر کے ہے رقم

بگڑی مری خود آپ ہی بنجائے گی توفیقؔ
زورِ قسمت پہ چل نہیں سکتا

عجب پرپیچ ہے کچھ منشیٔ تقدیر کا خط
مرد دانا چھین ہی لیتے شہِ خاور کا تاج

کلیدِ قفلِ مرگ و زیست یا گنجینۂ قسمت

کہ آئی ہوئی موت ٹلتی نہیں — برق
ازل سے جو قسمت میں میری لکھا ہے — بکیس

پیش کچھ جاتی نہیں ہے ناخنِ تدبیر کی — بیدل
ہاں مگر شرط ہے قسمت کا رسا ہوجانا — بازغ

نہیں معلوم کہ کیا کیا ابھی پیش آنی ہے — برہم
بھلا تقدیر پر بیدمؔ کسی کا زور چلتا ہے — بیدم

کل مقدر میں دیکھیں کیا کیا ہے — پرتو
کبھی تقدیر کو محتاجیٔ تدبیر نہیں — ″

جو پیش آئے گا ناچار دیکھتے جانا — تجمل
ہوگا حاصل وہی تمکو جو ہے قسمت میں بدا — تراب

لکھتے ہیں لوگ عبث بادِ ہوائی تعویذ — ″
دوا دھوکے کی ٹٹی ہے وہی اللہ شافی ہے — ″

وہی ہوتا ہے ترابؔ اس نے جو کچھ چاہا ہی — ″
برائے خدا تن بتقدیر ہو — ″

وہی ہوتا ہے اے یارو جو کچھ اللہ کرتا ہے — ″
روز و شب دغدغہ و فکرِ معیشت ہے عبث — ″

کوئی پرساں نہیں جگ میں ہنر کا — تسلیم
پڑھ نہیں سکتا ہیں لکھا کاتبِ تقدیر کا — ″

کام کچھ کرتا نہیں ناخن یہاں تدبیر کا — ″
دیکھئے کیا دیکھتے ہیں خاک ہوجانے کے بعد — ″

نہیں تدبیر ناخن کارگر عقدہ انامل ہیں — ″
کیا بدلجائے گا مرنے سے مقدر خاک میں — ″

ہو رہے گی کبھی صحت بھی جو تقدیر میں ہے — ″
ممکن نہیں کہ حکمِ قضا و قدر پھرے — ″

مری تقدیر میں اک دن اسیرِ دام ہونا تھا — ″
وائے نادانی کہ پھر قائل نہیں تقدیر کا — ″

نہیں کوئی ہرگز اسے چھیلتا — ″
نہیں ہونے کا اسمیں کچھ بیش و کم — تائب

ہے ناخنِ تدبیر مرے عقدہ کشا آپ — ″
موت کا وقت ٹل نہیں سکتا — توفیق

نہ کھلتا ہے نہ مٹتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے — ثاقب
بس اگر چلتا کسی تدبیر سے تقدیر پر — ″

اگر قبضہ میں آجاتے تو ہر بندہ خدا ہوتا — ″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کیسی تقدیر کی تحریر ہے پتھر کی لکیر	لکھ گئی روز ازل جو وہ مٹائی نہ گئی	جوہری
نہیں ملتا ہے جو قسمت میں نہیں ہے جوؔیا	گرچہ ہم سینکڑوں تدبیر کیا کرتے ہیں	جویا
گر نہ ہو قسمت میں تو جوؔیا کبھی	خاک نہ ہو فائدہ اکسیر سے	"
بیکار ہیں ہنر نہ ہو قسمت میں کچھ اگر	قسمت اگر ہے خوب تو مت ہو ہنر نہ ہو	"
لاکھ اے عاشق کرو تدبیر تو ہوتا ہے کیا	مٹ نہیں سکتا نوشتہ خامۂ تقدیر کا	جلیل
لکھنا اور پڑھنا ہے سب تقدیر کا	تنگ ہے یاں قافیہ تدبیر کا	حالی
رہنے دے مے کو ساقی ہم تو چلے جہاں سے	قسمت میں جس کے ہوگا وہ جام پی رہیگا	حسرت
پھرتا ہے جب مقدر پھرتی ہے ساری دنیا	ہیں گردشیں ہزاروں اک گردش زمیں میں	حمید
تدبیر موافق ہو تو ہے خیر نہیں تو	اپنا نہ کسی کا ہے نہ بیگانہ کسی کا	حیرت
خط تقدیر کا شکوہ ہے عبث	اس نوشتہ کا ہے بیکار جواب	خلیل
آج فردا کی عبث فکر ہے ایدل تجھ کو	وہی پیش آئے گی واللہ جو پیش آنی ہے	خرد
جو بندۂ مولا ہیں وہ تقدیر میں ہیں خوش	پابند نفس کوشش و تدبیر میں ہیں خوش	خوشدل
ناصحا خاموشؔ تو رہ کچھ نہ کہہ	جو مری تقدیر سو تدبیر ہے	خاموش
تو نہ کر اپنے لئے تدبیر اپنے ہاتھ سے	کام کرتی ہے تری تقدیر اپنے ہاتھ سے	"
زور و زاری ہے نہ کچھ زر سے ہو مطلب حاصل	اپنی قسمت کا لکھا جو ہے وہی ہوتا ہے	"
کچھ سعی سے اقبال میسر نہیں آتا	ہر آئینہ گر داغؔ سکندر نہیں ہوتا	داغ
حاصل ہوئی بھی عقل فلاطوں اگر تو کیا	چلتی نہیں کسی کی مقدر کے روبرو	"
تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی	بگڑی ہوی تقدیر بنائی نہیں جاتی	"
جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا	حکم ازلی ذوقؔ یونہیں ہو ہی چکا تھا	ذوق
مثل سچ ہے سمجھ لیں اب تو دل میں حضرت ذاکرؔ	بنے تدبیر سے کیا کام جب بگڑا نصیبا ہو	ذاکر
گلزار روزگار میں وہ خوش نصیب تھے	دامن میں اپنے جو گل امید بھر گئے	رند
ہوگا وہی جو کہ ہے تقدیر الٰہی	قائل نہ شگوں کا ہوں نہ میں فال زباں کا	"
جو لکھا ہے مقدر میں وہی فعل اس سے ہوتا ہے	عجب انسان کو مستوجب الزام کرتے ہیں	"
نہ ملے گا زیادہ قسمت سے	رنج بیہودہ کیوں اٹھاتا ہے	"
ہے جو قسمت میں بہر تقدیر ملتا ہے وہی	استخارہ کیجئے یا استخارہ کیجئے	رشک
راسخؔ مٹے گا کیا تری تقدیر کا لکھا	یعنی نکل گیا جو قلم سے نکل گیا	راسخ
کچھ مسبب نہیں حاجت ہے سبب کوئی اور	فکر ساماں نہ کرو بے سروساماں ہو کر	سحر
کم زیادہ ہو نہیں سکتا ہے کچھ تقدیر میں	گو کہ قدرت ہے اسے لیکن ہے عادت کے خلاف	"
بے جا ہے عوض مطلب بیکار ہے دعا بھی	ہوگا وہی ابد تک جو لکھ دیا ازل میں	"
رنج سے ہوتا ہے کیا جبتک نہ ہو تقدیر	آنسوؤں کو آبرو مثل گہر ملتی نہیں	"
جسکی تقدیر میں جو ہے وہی ملتا ہے اسے	چاند نے گردۂ ناں تاروں نے دانے پائے	"
ہر حال میں نوشتۂ تقدیر پاس ہے	فرمان خسروی کی سند کیا ضرور ہے	"
کس کا سبب مسبب الاسباب اور ہے	تشویش و فکر و کوشش دشوار کیا ضرور	"

قسمت

جو مقدر میں ہے تحریر وہی ہوگا سعید
خط تقدیر مٹائیں سے نہیں مٹ سکتا — سعید

چارہ قسمت پہ نہیں ہے اپنا اپنا ہے نصیب
خضر پہنچے آب حیواں پہ سکندر رہ گیا — "

مر گیا کر کے جتن کوئی عمر بھر تو کیا
تحریر بھی مٹی ہے کہیں سر نوشت کی — سودا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف
ناخن تدبیر بہت سے ہارے — "

پھر نے فرسودہ [illegible]
[illegible] چشم مرے سر نوشت میں — سودا

گزرا ہے جو ملا کہ جو تھا سر نوشت میں
لیکن نہ وہ تلاش نہیں کاروبار ہے

گر چند ہے والۂ تقدیر مال ہے
کرنا اسے کیمیا کیا [illegible] — سالک

یاوری طالع کرے تو زر ہو جائے لعل
سنگریزہ ہاتھ میں [illegible] — سخن

پیش تقدیر ہے تدبیر کو کیا دخل سخن
وہی ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے — "

کیا کھلے عقدہ پھر اس سلسلۂ تقدیر کا
بس جہاں چلتا نہیں ہے ناخن تدبیر کا

نفع کیا ہے کیوں کروں تدبیر اپنے ہاتھ سے
کام خود کرتی ہے جب تقدیر اپنے ہاتھ سے

[illegible]

قسمت

ہاتھ جب بن آئی نہ کوئی اسے ظفر تدبیر سے
پڑی جا وہ ہے کہ جو تقدیر سے شامل ہے — ظفر

دانا ہے وہ جو سمجھے کہ قسمت ہے کیمیا
احمق ہے وہ جو خواہش اکسیر میں پھنسے — "

اپنا اپنا ہے نصیبا ایک کو دائم ہے عیش
عمر گزری ہے غم و محنت میں ساری ایک کی — "

دل ہے کہتا اور ہے کچھ تدبیر کہتی اور ہے
عقل کہتی اور ہے نہ زور سے نہ تدبیر سے چلے — "

نہ مال سے نہ زر سے نہ نقش تدبیر سے ہم
دولت اگر ہو اقبال تو نقش نہیں تدبیر سے ہم — "

اپنی دانست میں چوکے نہیں تدبیر سے ہم
کیا کریں بس نہیں ناچار ہیں تقدیر سے ہم — "

ہو نہیں سکتا نوشتہ سے زیادہ ایک حرف
اس پہ ہو راضی رہے جو کہ قلم لکھ چکا ہے

بنائے سے کہیں تقدیر بنتی اور بگڑتی ہے
مگر تقدیر سے تدبیر بنتی اور بگڑتی ہے

اس سے اے ظالم کہاں جا بچا کوئی بھلا
ہے فقط فرمان اگر یا کاتب نقش کا

عالم اگرچہ لاکھ طرح سے بچے کوئی
ٹلتا نہیں ہے حکم قضا و قدر غلط — عالم

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
صبر بہتر ہے نہ کیجے کوئی تدبیر سراج	جو ہے قسمت میں وہ ہوتا ہے مگر آپ سے آپ	سراج
بساط دہر میں ہم مہرۂ شطرنج کی صورت	پھریں گھر گھر بھی تو کیا فکر لاحاصل سے ہوتا ہے	سفیر
یہ جدھر چاہتی ہے کھینچکے لیجاتی ہے	ایک جا بیٹھنے دیتی نہیں قسمت ہم کو	"
میٹ سکتا کوئی حرف خط تقدیر نہیں	گرچہ ہوتی ہے خطا پر مری تقصیر نہیں	سید
ہے جو تقدیر حق وہی حق ہے	نہیں اس میں کسی کا چارہ ہے	"
کیا جانئے کیا لکھدیا قسام ازل نے	معلوم ہمیں حال مقدر نہیں ہوتا	سرور
اس نے جو چاہا مقدر میں لکھا روز ازل	کاتب تقدیر کا لکھا مٹا سکتے نہیں	شوق
ہوتا ہے جو قسمت کا وہی ہوتا ہے آخر	چارہ نہیں انسان کو امر شدنی میں	شاد
کام سب ہم نے حوالہ کر دیا تقدیر کے	جب نہ بن آئی کوئی تدبیر اپنے ہاتھ سے	شفق
جو بدا تھا نصیب میں پایا	تھا جو تقدیر کا لکھا دیکھا	"
کب وہ ہوتا ہے جو بندہ کی رضا نے چاہا	وہی ہوتا ہے جو مولا کی رضا نے چاہا	شہید
ہے وہی ہوتا جو لکھا ہے تری تقدیر کا	کیوں تو ہے مغرور قائل خوبی تدبیر کا	"
تدبیر سے وہ مٹ نہیں سکتا ہے زینہار	جو کچھ قلم نے دفتر تقدیر پہ لکھا	"
بہت اپنی تدبیر کرتا ہے بندہ	یہ ہوتا ہے وہ جو خدا چاہتا ہے	"
پنجۂ تقدیر پر رکھ عقدۂ دل کا کشود	کیوں تو منت کش ہے غافل ناخن تدبیر کا	"
قسمت میں نہ ہو آب تو ظلمات میں ٹانی	ہمراہ خضر جا کے سکندر نہیں پاتا	"
ہر چند کہ مختار حقیقت میں ہے تدبیر	ظاہر میں کوئی شئے نہیں تدبیر سے بہتر	شہیدی
بے مقدر دولت باقی نہ حاصل ہو کبھی	آ کے قابو میں مرے وہ سیمبر جاتا رہا	"
اور بھی دیتا جو حق سے کرکے منت مانگتا	پر فزوں قسمت سے کیا ہیں اہل غیرت مانگتا	شاداں
جو یار نے کیا سو بھلا دیکھ کر کیا	تقدیر کے لکھے کو نہ کوئی مٹا سکے	"
ہے خاک نشیں کوئی کوئی تخت نشیں ہے	ہوتی ہے مقابل کہیں تقدیر سے تقدیر	شاطر
شاطر جو ازل میں فقط لکھدیا ہو رب	تقدیر کا نوشتہ مٹایا نہ جائیگا	"
تدبیر ہراک چیز کی آسان ہے اے شرم	تقدیر جو بگڑے تو بنائی نہیں جاتی	شرم
احباب فکر عیش کریں یا نہ کچھ کریں	ٹلتا نہیں نصیب کا شیدا لکھا ہوا	شیدا
بیفائدہ سب سعی ہے بیکار ہے کوشش	ملتا نہیں انساں کو مقدر سے زیادہ	صفدر
شاہد قسمت کا ہو دیدار صابر کس طرح	زنگ آلودہ ہے آئینہ مری تدبیر کا	صابر
متہم قسمت ہو بگڑے کام گر تدبیر سے	ہیں رواں اشک ندامت دیدۂ تقدیر سے	"
لاکھ سر پھوڑیں تو ہم ہوتا ہے کیا بے سود ہے	ملگئی تدبیر بھی اب شومئ تقدیر میں	صغیر
جو یہ سمجھے کہ ملتا ہے وہی جو کچھ ہے قسمت میں	رہا اس کو ظفر پھر فکر بیش و کم سے کیا مطلب	ظفر
لکھا پیشانی کا پیش آتا ہے ہم شاکی نہیں	کاتب تقدیر کی تحریر پہ شاکر ہیں ہم	"
جو ہیں نصیب پہ شاکر سدا کبھی انکو	نہ کچھ نشاط فراخی نہ رنج تنگی ہو	"
ظفر نوشتۂ تقدیر پر جو راضی ہیں	نہ انکو لوح سے شکوہ نہ ہے قلم سے گلہ	"
ہے عبث کوشش فروغ انساں کا ہے قسمت کے ہاتھ	جب تلک طالع نہ چمکا ہے نہ چمکے آدمی	"

قسمت

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
عالم کسی کو مرضئ مالک میں کیا دخل	تقدیر کا زباں سے نہ کرنا گلہ کبھی	عالم
ہے وہ تقدیر کی کجی جس سے	کام سیدھا خراب ہوتا ہے	"
کسی سے شکایت نہیں ہم کو عالم	مقدر میں تھا جو لکھا ہو رہا ہے	"
کیوں فکر کم و بیش ہے کم حوصلہ تجھ کو	ملتا نہیں قسمت سے ہے کم اور زیادہ	عیش
قسمت میں جو ہے وہی ملے گا	مقسوم قسیم ہے ہمارا	عرشی
عقدے ہزاروں ناخن تدبیر سے کھلے	لیکن کبھی نہ عقدۂ تقدیر وا ہوا	عید
فکر کیوں کرتا ہے عاجز جو تری قسمت میں ہے	تجھ کو ملجائے گا اک دن وہ تری تقدیر ہے	عاجز
لکھدیا کاتب تقدیر نے جو کچھ لکھنا تھا	کرتا ہر لحظہ ہے پھر شکوۂ تقدیر عبث	عاشق
سرائے دہر میں تقدیر کا یہ حکم جاری ہے	کوئی بیٹھے کمر کھولے کوئی بیٹھے کمر باندھے	"
کام بگڑے تو کسی طور بنائے نہ گئے	جو نوشتے تھے مقدر کے مٹائے نہ گئے	"
میں قائل تحریر مقدر ہوں ازل سے	کچھ فکر سے مطلب ہے نہ تدبیر کی حاجت	"
تدبیر سے کچھ خاک بھی ہوتا نہیں حاصل	ملتا ہے کب انساں کو مقدر سے زیادہ	"
کیوں نہ قسمت کا ہو شکوہ پھر بھلا	پیش یاں کوئی نہ جب جوہر چلے	"
جو مٹائے سے مٹے وہ نہیں لکھا میرا	کیوں مشیت کہوں تحریر مقدر نہ کہوں	
عبث رگڑتا ہے سر پتھروں سے تو زاہد	بھلا مٹے گا یہ تقدیر کا لکھا کیونکر	غریب
موافق ہے جب تک کہ اپنا زمانہ	بہت خوب کہتا ہے سارا زمانہ	"
کاتب اعمال کرتے ہیں عبث تحریر کیا	حشر میں دیکھا نہ جائیگا خط تقدیر کیا	"
ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا	پر مقدر کے نوشتہ کو نہ ٹلتے دیکھا	فقیہ
جسکی قسمت میں جو لکھا تھا وہ موجود ہوا	کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا	فدا
جب تلک ہو نہ خواہش تقدیر	کام آتی نہیں کوئی تدبیر	"
تقدیر سے کچھ بس نہیں چلتا ہے کسی کا	بیکار ہوئے جاتی ہے تدبیر کسی کی	فیض
لاکھ منصوبے کرو ہوگا وہی	جو خدائے پاک کو منظور ہے	فوق
اس مقدر نے ہیں اے دوستو	شکل جو جو کچھ دکھائی دیکھ لی	"
جو مری تقدیر میں لکھا ہے وہ پیش آئیگا	زور کچھ تدبیر سے چلتا نہیں	
وقت کھوتا ہے تو دل مفت میں تدبیر کے بیچ	آپ ہی ہوگا جو لکھا ہے ترا تقدیر کے بیچ	قایم
کوئی مختار کہے یا کوئی مجبور ہمیں	ہم تو واقف ہیں کہ اصلا نہیں مقدور ہمیں	"
قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا	"
لیجا کے رکھ دیا خط تقدیر حشر میں	ثابت ہوئیں نہ میری خطائیں کسی طرح	قدر
تقدیر میں لکھا ہے تو وہ اڑکے ملے گا	ہوگا تہ کہسار اگر دانہ ہمارا	"
میں نہ کہدونگا جو کچھ تو نے لکھا ہیں نے کیا	خود خط تقدیر ہی خط اماں ہو جائے گا	"
معاذ اللہ تعزیرات عصیاں مجھ پہ ناحق تھے	خدا نے خیر کی تقدیر کا لکھا نکل آیا	
حسد کی جا نہیں یہ اپنی اپنی قسمت ہو	کسی پہ لطف کوئی مورد عتاب رہا	قلق
قسمت میں جو لکھا ہے وہ تحریر ہاتھ میں	بس ہے مجھے مرا خط تقدیر ہاتھ میں	قطب

قسمت

شعر	شاعر
بے سود تگ و دو کے تو چکر میں ہے / ملجائے گا جو تیرے مقدر میں ہے	مہر
بنجاتے ہیں خود کارکنان تقدیر / باہر ہے کہ قہر آدمی گھر میں ہے	"
مجروح کیوں یہ فکر ہے ہوگا وہی ضرور / جو کچھ کہ ہے مشیت پروردگار میں	مجروح
کس کو دکھلائیں مقدر میں لکھا کیا اپنے / کوئی پڑھ سکتا نہیں ہے خط تقدیر عجیب	میکش
بنتی تھی غضب کار و تقدیر میں یارو / سو بار کٹی ہاتھ تدبیر کی گردن	"
ذرا دیکھو تو کس درجہ ہیں محکم حرف پیشانی / مٹائے سے نہیں مٹتی ہے یہ تحریر کبھی کی	"
بے مقدر کے کوئی کام نہیں بنتا ہے / اف رے تقدیر کہ دیں سب مری تدبیریں توڑ	"
بے مقدر کچھ کسی کو مل نہیں سکتا کبھی / آب حیواں تک اگر پہنچی سکندر کیا ہوا	ماہ
اپنا اپنا ہے یہ مقسوم کہ قسام ازل / ایک کو خاک نہیں ایک کو زر دیتے ہیں	"
کیا جانئے کیا ہو خط تقدیر سے پیدا / آگاہ نہیں لوح و قلم بھی شدنی سے	بخت یاور

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہے عبث یہ تردد و تشویش	پہنچے ہے وقت پر جو ہے مقسوم	میر
سوال گور میں آکر کریگے جب کہ نکیر	دکھاؤں گا خط قسمت جواب کے بدلے	منتہی
شاہوں میں گداؤں میں زہادوں میں رندوں میں	جس جا پہ نظر آئی تقدیر نظر آئی	"
آئے ہیں لوگ چین نہ آرام کے لئے	تقدیر لائی ہے فقط الزام کے لئے	"
جو کچھ کہ لکھدیا تھا ہوا جو کہا کیا	تہمت ہے پر جہان کی سر پڑگئی ہوی	"
ہوتا نہیں ہے آہیں کم و بیش آج کل	پھر دیکھو نوشتۂ تقدیر کیا کروں	"
مقدر سے زیادہ ایک لقمہ	گدا کیا لے گا کیا سلطان دے گا	"
لکھدیا تھا جو ازل کو وہ ہوا	ہیں جہاں میں مفت رسوا ہوگیا	"
جو کچھ کہ لکھدیا تھا ازل میں وہی کیا	روز حساب ہوگا مجھ سے حساب کیا	"
دربدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے	وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے	"
دشمن و دوست کی تدبیر سے کیا ہوتا ہے	وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے	"
عبث کرتے ہو کیوں ہر کام میں تدبیر پہلے سے	وہ ہوگا لکھ چکا جو کاتب تقدیر پہلے سے	مہر
کوئی تقدیر کے لکھے کو نہیں پڑھ سکتا	ہو رہے گا مری قسمت میں جو ہونا ہوگا	"
ایک صورت کبھی طالع کی نہ دیکھی ہم نے	خط تقدیر لکھا ہے عجب الٹا سیدھا	"
باہر ہے کہ آدمی گھر میں ہے	دشت و کہسار یا بحر و بر میں ہے	"
تقدیر نچا رہی ہے ہر اک کو ناچ	جسکو دیکھا اسی کے چکر میں ہے	"
کب تک خوار و زبوں پھرائے گی تو	کب تک در در مجھے جھنکائے گی تو	"
اب چین بھی لینے دے ذرا اے تقدیر	کب تک مجھے یوں ناچ نچائے گی تو	"
کیا فکر بیش و کم سے پھل پائے گا	جو قہر مقدر میں ہے ملجائے گا	"
لوٹا لے جا کنوے پہ یا دریا پر	پانی تو بقدر ظرف ہی آئے گا	"
کس طرح سے کارگر ہو کوئی تدبیر	گز بھر چلتی ہے قہر آگے تقدیر	"
ہم سوچتے کچھ ہیں ہوتا ہے کچھ	دیکھو تو یہی حکمت اللہ قدیر	"
سرگشتہ و حیران پڑے پھرتے ہیں	دانا ہیں کہ انجان پڑے پھرتے ہیں	"
تقدیر کا چکر ہے وہ چکرائے قہر	احباب پریشان پڑے پھرتے ہیں	"
مشیت ازلی ہیں. جو ہو چکا مرقوم	مجال کس کی ہے جو کر سکے اسے تغییر	"
اسی سبب سے ہے کل سعی سعی لاحاصل	کبھی جبیں کی مٹائے نہیں مٹی تحریر	"
نصیبوں کو عبث روتے ہیں کیا حاصل ہے رونیسے	نہیں ملنے کی دھونے سے بھی یہ تحریر پانی ہیں	"
نہ کر تحصیل عزت کے لئے یہ سعی لاحاصل	وہی ملتا ہے جو پیشانی میں تحریر تیری ہے	"
جو تری تقدیر کا ہے خود بخود ملجائے گا	لیکن اس سے تو اگر چاہے سوا ملتا نہیں	"
رکھتا ہے جسے قہر زمانہ تقدیر	در اصل وہی ہے حکمت رب قدیر	"
ممکن نہیں کوئی اس پہ غالب آجائے	بیکار اسی لئے ہے ساری تدبیر	"
سعی و تدبیر تو ہے اپنی اپنی	لیکن ملتا ہے جو مقدر ہے وہی	"
اے قہر سمندر میں لگاکر غوطہ	کوڑی لایا ہے کوئی موتی کوئی	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
بخت یاور ہے ترا کیا کرے کوئی محجوب	گرچہ بن جائے عدو ایک زمانہ تیرا	محجوب
سعیِ بے سود میں مصروف عبث ہے اے دل	کبھی تقدیر کے بنتے نہیں تدبیر سے کام	"
اس بخت پہ کوشش سے تھکنے کے سوا حاصل	گر چارۂ غم کرتا رنج اور سوا ہوتا	مومن
بے بخت رنگ خوبی کس کام کا کہ میں تو	گل تھا ولے کسی کی دستار تک نہ پہنچا	"
فغان آبشار و اشک ابر و گریۂ شبنم	جدھر دیکھو اُدھر رونا ہے اپنی اپنی قسمت کا	نظم
وہ داغ جو قسمت میں لکھا ہے نہیں مٹتا	گھستا ہے جبیں ماہ تو مٹتی ہے جبیں اور	"
تقدیر کے لکھے کو میں کیونکر برا کہوں	لغزش محال ہے قلم کارساز میں	"
زانو پہ ہاتھ مار کے پتھر پہ پھوڑ سر	مٹتا نہیں نصیب کا غافل لکھا کبھی	"
ہوتا نہیں نوشتۂ قسمت کو انقلاب	مٹتا نہیں لکھا ہوا تقدیر کا کبھی	"
ہیں کہتے بدھ اب یاں سوچ بڑی ٹھیراتی ہے	تقدیر کے آگے یارو تدبیر نہیں کام آتی ہے	نظیر
ہے یونہی تدبیر ناداں عالم اسباب میں	ناؤ کاغذ کی بہائیں جیسے اطفال آب میں	ناسخ
خار تدبیر ہے پیش گل تقدیر عبث	وقت پر باغ میں آگئی بہار آپ سے آپ	"
دنیا میں لاکھ سعی سے پایا نہ ایک باغ	ملنا نہ سہل جان تو اے بےخبر بہشت	"
دولت تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں	معدن زر ہے جہاں اکسیر کی حاجت نہیں	"
سعی سے گوہر مقصد نہیں ہوتا حاصل	نہ کبھی آب رواں سے ہوا گوہر پیدا	"
سمجھیں کہ نرم و سخت مقدر ازل سے ہے	کب ہر کسی کے گوشت میں ہے استخواں عبث	"
گر بخت ہے بلند تو کیا چاہئے ہنر	تیغ ہلال کو نہیں جوہر کی احتیاج	"
ہے جو قسمت کا لکھا آئیگا بر رو ہر طرح	خط رخسار کو کچھ حاجت تحریر نہیں	"
کسی میں زر کسی میں سنگ یہ ہے پھیر قسمت کا	برابر گرچہ ناسخ دو نو پلے ہیں ترازو میں	"
مٹ نہیں سکتا ہے اے نساخ قسمت کا لکھا	محو ہو سکتا نہیں داغ جبین ماہتاب	نساخ
ایک ساعت میں بدلجاتی ہے سو بار یہ	خاصہ تقدیر میں ہے پہلوے دلدار کا	نسیم
نیک و بد تقدیر سے ہے ورنہ سب ہیں جانتے	دوستی ہوتی ہے نیکی میں بدی میں دشمنی	"
ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ	قائم جو زمین و آسماں ہے	"
منحصر علم و ہنر پر ہے نہ ہے تدبیر پر	ہاتھ آنا مال و زر کا بند ہے تقدیر پر	نصیب
ہو نشاط یا غم ہو اپنی اپنی قسمت ہے	چاہئے برا کس کا گرچہ ہو بھلا اپنا	نشاط
ازل میں جو کچھ ہوا مقرر نہ حال اسکا کھلا بشر پر	پڑھا کسی نے نہ آجتک یہ کہ کیا ہے مضمون خط جبیں کا	نواب
ہوگا وہی جو ہونا لکھا ہے نصیب میں	بے فائدہ ہے کوئی کرے اب ہزار سوچ	وقار
کھا نہیں سکتا ہے قسمت کا کسی کی گر کوئی	رشک کیوں کھاتا ہے پھر انساں کو انساں دیکھکر	"
جو وقار اس نے لکھا اس سے قلم پھرتا نہیں	زائد و کم تھا جو ہونا وہ مقرر ہوگیا	"
کیوں اے دل غافل تو ہے تدبیر کے پیچ	تدبیر سدا رہتی ہے تقدیر کے تابع	"
جو لکھا جس کے مقدر میں وہی ہوتا ہے	کاسۂ دہر کے اے ہمدم نہ مٹیں ظرف کے حرف	ہمدم
ہمدم جناب حضرت دل سے یہ عرض ہے	تقدیر جو ہی ہے وہی تدبیر آپ کی	"
لاکھ تدبیر کرو پر یہ ہلالی سچ ہے	خط تقدیر میں جو ہے وہ لکھا دیکھیں گے	ہلالی

قسمت

شعر	شاعر
جو مقدر میں نہ ہو قطرہ نہ اترے حلق سے آب حیواں پیکے بھی تشنہ سکندر پھر گیا	آتش
تقدیر کے لکھے کو مٹاتا نہیں کوئی دکھلاؤں جاکے ہاتھ میں کیوں برہمن کے پاس	"
قابلیت، حکمت، ذہن و ذکا و عقل و ہوش کچھ نہ ہو انسان میں گر اچھی ہوئی تقدیر ہو	"

کدورت

شعر	شاعر
ہے اس طرح کدورت دل میں یہ جسم زار شامل ہو جس طرح کوئی تنکا غبار میں	اسیر
روشن دلوں سے صاف کبھی زشت رو نہیں زنگی کو آئینہ سے ہمیشہ ملال ہے	"
عمر کٹتی ہے کدورت میں ہماری شب و روز یہ وہ کشتی ہے جو خشکی میں رواں اپنی ہے	"
دل کو کدورتوں نے مکدر بنا دیا اس آئینہ کو سد سکندر بنا دیا	"
پیری جو گرد کدورت سے ہے وہ بے گناہ نامۂ اعمال بھی ہے صاف اگر دل صاف ہے چاہے گرد	"

کدورت

ہے فکر عبث قلب مکدر کی صفا کا
جب گرد ہو آئینہ پہ پھر کیا ہے علاج جلا کا — ناسخ

قہقہہ شیشۂ ساعت سے ہے کس نے برسنا
کیا ہنسی آئے گی جب دل میں کدورت ہوگی — عزیز

کیا خاک وہ دیکھیں گے الٰہی ترا جلوہ
جو آئینۂ دل کو مصفا نہیں رکھتے — ماجد

ہم آئے ہیں یہاں عیش و طرب میں زندہ ہیں
ایک ہم ہیں کہ مرے اور ہیں یک کدورت پہلے — قمر

کدورت ان کی طینت میں ہے جو دنیا میں ظالم ہیں
سیاہی اوڑھتے ہیں ان کی کدورت نہیں — "

کمی ہے روز افزوں طلعت سے ابتلا سے
اہل عروج رکھتے ہیں ایسی کدورتیں — بیتاب

رنج کہہ کر حسد سے دل کو
صاف سینہ نہیں رکھتے ہیں کدورت والے — مہر

ہرگز مجھے کسی سے کدورت نہیں ہے اب
آئینہ دل اپنا مصفا ہے اس نکال — "

سینہ میں اگر خودی ہے خدا کا وہ گھر نہیں
دل میں اگر ہو دل میں رہے روشن یار کا — "

منعکس کیونکر ہو دل میں اے ناداں جلا کچھ بھی نہیں
تیرے آئینہ میں — ریاض

چاہئے گرد کدورت سے رہے دامن پاک	دل کے آئینہ میں زنگار نہ آنے پائے	امیر
جس دل سے کدورت نہ گئی خاک ہو وہ دل	کیا آئینہ جو اہل صفا ہو نہیں سکتا	"
کام کیا گرد کدورت سے اسیر	صاف اپنا سینۂ بے کینہ ہے	"
کدورت سے دل میں تعفن ہو پیدا	نہیں کام آتی کبھی پال سڑ کر	اشک
کوئی دل گرد کدورت سے نہ خالی پایا	اے فلک ہم نے بہت خاک یہاں چھانی ہے	اختر
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر	لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا	اکبر
کدورت کب جگہ پاتی ہے دل میں صاف طینت کے	نہ دیکھا گرد کو جس نے کبھی دریا کے ساحل پر	امیر
ڈھیر ہے دل میں یہ کدورت کا	مٹی لینے کلال آتا ہے	بحر
یکرنگ آشنا نہیں ہم نے پرکھ لیا	منہ پر کھرے ہیں آپ مگر دل میں کھوٹ ہے	"
صاف طینت رہے انسان بہت مشکل ہے	دخل کیا خاک کا پتلا نہ کدورت رکھے	"
لوٹ دنیا میں اسی طرح نظر پاک رہے	جس طرح آنکھ نہ سرمہ سے کدورت رکھے	"
دل رہے صاف کدر یار نہ آنے پائے	آئینہ پر کبھی زنگار نہ آنے پائے	"
کدورت کو نکالے قلب سے عیقل گری یہ ہے	پھٹے دل کو کرے ثابت رفوگر ہو تو ایسا ہو	"
آدمی دیکھے کدورت کا صفا کا رتبہ	ہے زمیں زیر قدم اور آسماں بالائے سر	"
دل مکدر رہا صفا نہ ہوا	فیض آئینہ رواں کا نہ ہوا	"
تیرہ دروں سے ہے امید کرم عبث	پانی کہیں برستا ہے ابر سیاہ سے	توفیق
غبار دل کو آنسو رفع کر سکتے نہیں ہرگز	کدورت دور ہو سکتی نہیں دریا سے ساحل کی	"
دیتے ہیں اہل کدورت ساتھ کس کا دہر میں	گرد رہ کو ہمرہی کارواں سے کیا غرض	"
ٹھہرنے دیتی نہیں طبع مکدر یک جا	روز مثل شیشۂ ساعت سفر رکھتے ہیں ہم	"
جاک اس دل پہ پڑے شیشۂ ساعت کی طرح	آئینہ ہو کے بھی جس دل سے کدورت نہ گئی	"
سینے میں کدورت نہیں گر اہل حسد کے	کیوں آئینۂ دل کو مصفا نہیں کرتے	جنون
آئینہ دل ہے مرا اور یہ ہو جائیگا صاف	خاک میں کس کو ملائے گی کدورت تیری	جرار
کدورت سے زمانہ کی بہ رنگ شیشۂ ساعت	ملے ہم درد گر کوئی تو کیجے دل بہم خالی	سودا
چھپا سکے نہ کبھی ہم بشکل آئینہ	ذرا بھی دل میں کسی سے اگر غبار ہوا	سفیر
کیوں سیاہی بڑھے نہ دل کی سفیر	جب ہیں فکر شست و شو ہی نہیں	"
کدورت آتی ہے دل کی زباں پر	کہے انساں نہ رنجش میں سخن صاف	شہیدی
دل مکدر ہو تو در کیونکر سخن کا باز ہو	کھل نہیں سکتا جو قفل آلودہ ہو زنگار میں	صابر
جس سے آزردہ ہو دل ایسی صفائی کو سلام	حال خوب و زشت کہہ دیتا ہے منہ پر آئینہ	طاہر
یہ جان لو آئینہ ہے آئینہ بھی بے مثل	آلودہ کدورت سے اگر دل نہیں ہوتا	"
صاف طینت کو کدورت سے کسی کی ڈر نہیں	چاندنی کا فرش کب مٹی سے میلا ہو گیا	عاشق
عالم میں کدورت نہ کسی سے جو ذرا ہو	تب سینہ میں دل آئینۂ عیب نما ہو	"
ہے گرد کدورت سے بری جوہر ذاتی	ہیرے میں کسی طرح کثافت نہیں ہوتی	"
کدورت سے صفا سے فرق ہو جاتا ہے رتبہ میں	انھیں بالوں سے بنتے ہیں یہ کملی وہ دوشالہ ہے	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
رہیں گرد کلفت میں اہل کدورت	زمیں اس زمانے کے قابل یہی ہے	نیر
مثال آئینہ روشنضمیر ہم ہیں نصیر	رہے ہے اہل کدورت کے زنگ سینے پر	نصیر
کدورت سے تعلق کیا انھیں جو پاک طینت ہیں	نہیں ممکن جو الجھے خار سے دامن بیاباں کا	نسیم
گو ہے عسل سے خانہ زنبور سب بھرا	بے نیش و نوش سے دل پرکینہ کب بھرا	وقار
خوبرویان ازل کو کب کدورت ہو نصیب	شوب کی حاجت نہیں ہے خانۂ گل پاک ہے	ہرچند
ملے اغیار سے بھی بے کدورت ہم ملے جسدم	کسی صورت نہ میل آنے دیا آئینۂ دل پر	یکتا

کم ظرف

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
شست و شو سے گر ہوا اُجلا رزیل	جامۂ اصلی میں دھبا رہ گیا	انیس
آفت جاں ہے فرومایہ کو طاقت ہونا	چوب کو تیر کے ملتا ہے قیامت پر کا	آتش
نہیں رہتا مزاج سفلہ ہرگز ایک حالت پر	بلندی کا بگولے کی مآل کار پستی ہے	"
بد اصل میں امیر کہاں جوہر شرف	کرتا ہے کون سجدہ زمین کثیف پر	امیر
اڑ چلا اسفل فلک پر جب اسے طاقت ہوئی	جب نکالے مورچہ نے پر سلیماں ہو گئے	بحر
کم ظرف تھے سارے غنچۂ گل	کیا پھولے ہیں ایک مشت زر میں	جلیل
کیا عیب پوش ہوگا تنگ جس کا ظرف ہے	چھپتا نہیں ہے جسم قبائے حریر سے	سفیر
بنی میں دوست اور بگڑی میں بنجاتے ہیں وہ دشمن	خدا منھ بھی نہ دکھلائے کبھی ایسے کمینوں کا	سرور
کیا تنک مایہ کی ہمت سے پڑے گی پوری	کاسہ لبریز کہیں اس سے بھی کم ہوتا ہے	سودا
کہیں طغیانئ بارش سے دریا بھی اُبلتا ہے	جو عالی ظرف ہیں کب مال وزر پاکر ابھرتے ہیں	شفق
رکھتا ہے تلخ کام فرومایہ کو خدا	اکثر ہو شور مثل نمک آب چاہ کا	صابر
دیکھا نہیں حباب نے دریا کے ظرف کو	پیچیدہ باد کبر جو غافل کے سر میں ہے	عزیز
کیا ہو کم مایہ سے امید کرم	جام بھرتا ہے تو چھلکتا ہے	"
ظرف دیکھو چرخ پر ہے آجکل اس کا دماغ	جس نے پائی مثل خورشید ایک نان سوختہ	"
کم ظرف ہے وہ ضبط جو کرتا نہیں نالہ	گل ہنستے تھے جب مرغ چمن گرم فغاں تھا	عاشق
سفلوں سے نہ ہو پرورش اہل سعادت	امکان نہیں بوم کے بیضہ سے ہما ہو	عاقل
جب کسی کمظرف نے چاہا اٹھاؤں بار علم	بوجھ بھاری ہوگیا اور جسم ہلکا ہوگیا	عرش
دریائے فیض سے ہے تنگ ظرف بے نصیب	مثل صدف گہر نہ ہو پیدا حباب میں	فدا
کمظرف ظرف چاہئے نعمت کے ظرف کو	برتن تھا اوچھا جس سے ترا دودھ اُبل گیا	قطب
اعلیٰ کی جگہ ملتے ہیں اسفل کئی دن سے	اشراف بنے پھرتے ہیں ارذل کئی دن سے	"
خواہان بزرگی ہوئے ادنےٰ بھی جہاں میں	تعظیم طلب کرتے ہیں ارذل کئی دن سے	
سفلہ جب تک کہ ہے محتاج اسی میں ہے خیر	دشمن جاں ہوئے جسوقت جمے مور کے پر	مسکیں

کم ظرف

نفع فیاضی سے کم ظرفوں کو کیا مثل چراغ — ناسخ
گھر تو روشن ہوگیا پر خود سیہ رو ہوگیا — ناسخ
ضرر عالی منش کو پست ہمت سے نہ ہو ہرگز
کہ مطلق سیل پہنچا سکتا نہیں دریا کے دامن کو — نصیر
تنگ ظرفوں سے کبھی ممکن جو کوئی فیض کو پہنچے
کہ لب جام حباب بھرے سے تر ہو نہیں سکتی — "
تنگ چشمی ہے یہ منعم سبب گردش آہ
ہم نے دیکھا جو یہاں دیدۂ غربال سے خوب — "
تنگ ظرفی موجب شہرت عطا ہو کس طرح
آج تک بجھنے نہ پائی کس نے پیتے کو حباب — ہرچند
فیض دریا ہو تو تنگ ظرف سے کیونکر جاری
قطرہ کب آب گہر سے لب ساحل پہ رکا
سیراب دریا دل سے نہ کمظرف ہو سکے
پانی کسی نے دیکھا ہے جام حباب میں — "
ہوئے کمظرفوں کو ہرگز دولت دنیا نصیب
پیدا ہوئے موتی کسی نے دیکھے ہیں تالاب میں
تیرہ بختوں کو نہ ہوا اس بزم میں ہرگز فروغ
روشن اپنا کر سکے ہے کب گل سوسن چراغ

کمالؔ

کوئی کمال تو رکھتا ہو آدمی اے اشک	کہ کام آ ہی رہے گا ہنر کبھی نہ کبھی	اشک
اسیر آیا جو مضموں ہاتھ ہم کو ماہ کامل سے	مقدر داغ سے خالی نہیں صاحب کمالوں کا	امیر
انساں کے واسطے ہے ہنر باعث فروغ	یوسف عزیز خواب کی تعبیر سے ہوا	"
ہے کمال ابدل جہاں میں دشمن اہل کمال	مشک نافہ باعث خونریزی آہو ہوا	"
نامور انساں کو بعد مرگ رکھتا ہے ہنر	آئینہ سازی سے اسکندر کا باقی نام ہے	انور
ارباب ہنر کی کرۂ ارض پہ ہے دھوم	سب حلقہ بگوش انکے ہیں وہ سب کے ہیں مخدوم	اسمعیل
لو جان بیچکر بھی جو فضل و ہنر ملے	جس سے ملے جہاں سے ملے جسقدر ملے	"
ناقص و کامل ہیں پھر کیا بات رہ جاتی اگر	جام خالی کی طرح معمور ساغر بولتے	بحر
مزید مردم مفلس کا مال ہوتا ہے	ذلیل اہل غرض کا کمال ہوتا ہے	"
اس زمانہ میں نہیں کوئی خریدار کمال	ید بیضا بھی اگر ہو تو نہ زر ہاتھ لگے	"
شکوہ صدمات فلک کا نہ کریں اہل کمال	آتے ہیں نخل ثمردار پہ اکثر پتھر	"
کمال ہو کسی فن میں کمال مشکل ہے	ہوا میں پیر تو میرا ہنر جوان ہوا	"
ذات میں چاہیئے صفت اچھی	گل کو معشوق رنگ و بو نے کیا	تراب
نہیں علم و ہنر جس میں بہائم سے وہ بدتر ہے	وہی انساں ہے دنیا میں جسے کچھ بھی کمال آیا	تجمل
رکھتا ہے نقص جو وہ ہے حیوان اصل میں	ہے انحصار عزت انساں کمال پر	"
کمال شئے ہی جب وجہ مآل نقص شئے ٹھہرا	مہ تو کس طرح گھٹ کر مہ کامل نہ ہو جاتا	توفیق
مرے کمال نے کی داد بے کمالی کی	بنایا ناز نے میرے نیازمند مجھے	"
کمال جوہر انساں مثال جاودانی ہے	نہیں باقی کوئی مردا اور نام مرد باقی ہے	جویا
مر کے پاتے ہیں شہرت اہل کمال	ڈوبنے والے ہی اُبھرتے ہیں	جلیل
اہل کمال خلق میں ہوتا ہے ایک ایک	خالی زمانہ رہتا نہیں ہے امام سے	خلیل
جوہر دکھاؤ صاحب جوہر کے روبرو	ہے قدر آئینہ کی سکندر کے روبرو	داغ
آسماں دشمن ارباب ہنر ہوتا ہے	شکر صد شکر کہ آتا نہیں کچھ کام مجھے	"
اے داغ فلک دشمن ارباب ہنر ہے	ظالم کو خبر ہو نہ کمالوں سے ہمارے	"
مری بے کمالیاں ہیں مجھے سودمند راسخ	کوئی باکمال ہوتا تو اُسے زوال ہوتا	راسخ
کمال کیا کرے حاصل سرائے فانی میں	وہ دن ہیں کوچ کے جو اعتبار کے دن ہیں	سحر
کیا ہو قدر کمال دنیا میں	سیکڑوں صاحب ہنر گزرے	"
دخل کامل سب فنوں میں قدردان ہر کمال	کیوں نہ ہو قربان دلی ایسے طبیعت دار کے	"
جو ہوا حال و قال کا جامع	ہے وہ بے شک کمال کا جامع	سالک
نام ہو جاتا ہے کامل کا ہو کوئی بھی کمال	کیا ہی مشہور شجاعت میں تہمتن دیکھا	سعید
مٹایا حرف غلط کی طرح زمانے نے	نظر کہیں جو کوئی صاحب کمال آیا	سخن

جو ہوا کامل وہ کرتا ہے خموشی اختیار	ماہ نو جب بدر ہوگا بے زباں ہو جائے گا	گویا
اسباب کے محتاج نہیں صاحب جوہر	سامان کچھ آئینہ کے گھر میں نہیں رہتا	مہر
خوشبو دیتا ہے مشک ڈبے میں رکھا	فانوس میں بھی شمع رہی نور افزا	"
ارباب کمال لاکھ اپنے کو چھپائیں	جوہر نہیں اے مہر چھپائے چھپتا	"
اہل کمال کو نہ زوال آیا ایک فن	کب داغ دل سے ماہ کی صورت بدل گئی	ماہ
ہر با کمال بندۂ اہل کمال ہے	ہے جوہری کو صاحب جوہر کا اشتیاق	"
چھپانے سے نہیں چھپتا کمال شئے کسی کا بھی	زمانہ میں ہنر والوں کا شہرہ ہو ہی جاتا ہے	میکش

گناہ

جو عصیاں کرکے دعوے کر رہا ہے بیگناہی کا	نہیں ڈر اس کو روز حشر اعضا کی گواہی کا	امیر
توبہ کی احتیاج نہیں وہ کریم ہے	بدتر سمجھ گناہ سے عذر گناہ کو	"
انساں کو چاہئے کہ بری ہو گناہ سے	اندیشہ کیا ہلال کو روئے سیاہ سے	"
دل گناہ کرنے میں خیرہ ہو گیا	جو صغیرہ تھا کبیرہ ہو گیا	"
عجب نہیں ہے گنہگار آدمی ہیں اگر	یہاں تو آکے فرشتے خطا سے پاک نہیں	"
مرضی ہے آپ کی نہ کریں آپ اگر قبول	بدتر کہیں گناہ سے عذر گناہ ہو	"
لازم ہے اجتناب معاصی سے غافلو	کیا داستاں سنی نہیں قوم ثمود کی	"
اس گزرگاہ میں لازم ہے گناہ سے پرہیز	راہرو چاہئے اپنا نہ گراں دوش کرے	آتش
اعضا گواہی دینے کو حاضر ہیں روز حشر	مرتا ہے کیا سمجھ کے یہ انساں گناہ پر	"
جمع عصیاں کا یہ پشتارہ کیا	بوجھ سا اک اپنے سر پہ دھر چلے	احمد
ساتھ عصیاں تو لئے جاتے ہیں ہم	خوف سے عادل کے گھبراتے ہیں ہم	"
گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے	خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے	انیس
کیا گناہوں کی دم نزع تلافی کرتے	دست و پا پھول گئے وقت سفر کچھ نہ ہوا	اشک
ہرگز پھٹک نہ گرد معاصی کے اے عزیز	اپنے صفائے قلب سے کھو زنگ آئینہ	انشا
افسوس سفید ہو گئے بال ترے	لیکن ہیں سیاہ اب بھی اعمال ترے	اکبر
ملکے یاروں سے ہوا شوق گناہ	آدمی کا آدمی شیطان ہے	"
ڈر خدا کے قہر سے حال گناہ	سب کہیں گے تیرے اعضا صاف صاف	"
ڈھاک عیب مرے تو ہی کہ ہر بات میں یا رب	ہر عضو گواہی کے لئے بول رہا ہے	"
ظلمت عصیاں سے ڈرنا چاہئے	یہ بلائے ناگہانی اور ہے	"
دکھائے گا کسے محشر میں اپنا منھ انجم	سیہ کار بھی ہے اور روسیاہ بھی ہے	انجم
تردد ہے یہی یا رب کہ روز حشر مرقد سے	گراں بار عمل ہے سر پہ کیونکر لیکے نکلیں گے	"
بھرا ہے گناہوں سے اعمال نامہ	مجھے بخش یا رب گنہگار ہوں میں	افسر
ہے تار تار مد گناہ ہائے بے شمار	دامن ہمارا فرد بنا ہے حساب کا	احسن
اہل دنیا کے نوشتہ میں سیہ کاری ہے	فردیں مختوم ہیں قلبوں میں سوید کیسی	بحر

گناہ

مقام شرم ہے دنیا سے رو سیاہ چلے	خدا کے سامنے کس منہ سے عذر خواہ چلے	بحر
ہم اس جہان سے کیا ہی بعز و جاہ چلے	کہ دوش پر لئے پشتارۂ گناہ چلے	"
بیمار معصیت کو دوا کیا مفید ہو	جب تک نہ غرق ہو عرق انفعال میں	"
آلودہ گناہوں سے کرے دل کو نہ انساں	ہے قلب بشر منزل الہام خدا کا	مجاور
ہے گرمیٔ عصیاں سے بشر [illegible]	[illegible]	تسلیم
کیا پوچھے اللہ سے [illegible]	ہر بشر کے ساتھ اک جاسوس ہے ہمراز کا	توفیق
لے ہے بار گنہ [illegible]	[illegible] گنہگار کی صورت	"
[illegible]	وہ کیا کون سا گناہ ہے کیا نہ ہوا	تراب
پوچھے [illegible] تو ہم سے کچھ بھی ہے	اسکو تاب [illegible] گناہ باقی ہے	"
دل میں ذوق گناہ [illegible]	حشر میں غفار کہہ کر پکارا ہیں	"
کیا ہوا گر عاصیوں میں آپ کو پایا ہیں		

ندامت اعمال

گناہ

بازار زندگی میں اچھا بنا یہ سودا
دنیا سے معصیت کی ہم لے چلے کمائی — سودا

سوئے عدم جبکہ جاؤنگا میں تو پاؤں کیونکر اٹھاؤنگا میں
گراں ہے بار گنہگاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

روکے دنیا میں مٹا فرد گنہ دنیا کی
آج کا کام عبث کل پہ اٹھا رکھا ہے

دوش پر بار گنہ راہ عدم دور دراز
پیش آئی کٹھن منزل توبہ بھاری آئی

بہت ہوئے ہیں گناہ بھاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
خطا کا بندہ ہوں ذات باری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

زنگ عصیاں سے صفا کیوں نہ ہو دل کی زاہد
چاند چھپ جاتا ہے جس وقت گھٹا آتی ہے

زندگی جنکی گزرتی ہے برے حالوں کے بیچ
شامت عصیاں بھری ہے انکے اعمالوں کے بیچ

شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

داور محشر مجھے بخشے نہ بخشے اختیار
میں خطاوار ہوں سیہ کار ہوں گنہگار ہوں نہیں ہوں

گرے جب اشک ندامت تو عیب سے داغ
صدا یہ آتی ہے کہ غفار گنہ پسند ہوا — سیماب

شامت اعمال سے واں حشر میں ہونگے سبک — حیرت
وہ سزاوار جہنم کیوں نہ ہو
ہم سے گنہگار کا احوال ہو گا کیا
وہاں سے پاک آیا یاں سے کیا ناپاک جاتا ہے — ،،
تو اس ناخدا کو نہ کہہ با خدا
دیکھیں کسطرح لگے پار خدا خیر کرے
گر یہی اعمال بد ہیں دیکھئے کیا ہو تراب — حبیب
شامت فسق و زنا سے جگ میں آتی ہے وبا
ناخدا کہتا ہے کشتی عاصیوں کی دیکھکر
رہے جو غرق بحر عیش دن رات — حافظ
واں آئیگا آگے جو کیا ہے عمل بد
ہو صغیرہ بھی سمجھ کر تو کبیرہ ہے گناہ
شبستاں کب بنا زنداں مہ کنعاں کے جلوؤں سے
جب گناہ لہرائے دل میں نور عرفاں چھپ گیا — حسین
کلید دوزخ و جنت انھیں کے ہاتھ میں ہے
خدا سے بھی خطائیں بخشوا ہی لیں مری آخر — خلیل
غرق موت کے قطروں کی گنہ سے یہ ہٹ
اٹھالیں گے مرے اشک ندامت
شامت گناہگار ہیں وہ ہوں کہ الاماں — خورشید
اک اک عمل زشت کی گھڑیوں ہے ندامت
گناہ بولے ہیں گھبرا گیا جو روز حساب
آدم کی نسل سے نہیں جس سے نہ ہو گناہ — درد
گناہ ہم نے کئے ہیں سر پہ کمال اٹھا ہے بوجھ بھاری
کچھ نہیں میرے ہے بے شمار گناہ
کیوں نہ ڈھانکوں منہ کفن سے میں سراپا جرم ہوں — ذاکر
مجھ سے گنہگار کو بھی حشر میں جلیل
پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہیں
شرم گناہ سے حشر میں روپوش ہے جلیل
دوش نازک پشت خم تن زار اور بہت ضعیف
خدا کے واسطے اے ناخدا اب دستگیری کر
طاعت کو پوچھتا نہیں جویا کوئی کہیں
ہے سر پہ گناہ کا بوجھ بھاری
عصیاں بدن سے پھوٹکے نکلے ہیں مو نہیں

یاں گنا ہوں سے نہ میزان عمل بھاری کرو — تراب
غرق عصیاں جو قدم تا سر رہے — ،،
دل کو مرے یہی قلق و اضطراب ہے — ،،
جو اس عالم سے تر دامن بزیر خاک جاتا ہے — ،،
گناہوں سے جس کا لدا ہو جہاز — ،،
ہوگئی ناؤ گنہ گاروں کی بھاری افسوس
کس طرح دوزخ سے ہوگی رستگاری ہائے ہائے — ،،
آدمی ہوتا ہے بدکاری سے ناری ہائے ہائے
کیا گنا ہوں سے ہوی یہ ناؤ بھاری ہائے ہائے — ،،
وہ عاصی ہوگئے تر دامان اٹھے
دوزخ ہے لگی ہائے گنہگار کے پیچھے — ،،
ناسمجھ ہوتے ہیں چھوٹے تو سمجھدار بڑے — ثاقب
سیہ کاروں کے دل میں کیا اثر ہو نور ایماں کا — ،،
سچ تو ہے کب سامنے کالے کے جلتا ہے چراغ — ،،
گناہ کر کے جو عذر گناہ کرتے ہیں — ،،
یہ طفل اشک پھر سنبھلتا ہے کسکی جب مچلتا ہے — ،،
کہ یونہیں ہم ترے بیمار کو لے ڈوبیں گے — ،،
سیہ نامہ کے دھبتے آستیں سے
دوزخ پناہ مانگے گا میرے گناہ سے — ثابت
یہ شغل جلال آٹھ پہر خوب ہے میرا — جلال
ابھی تو پرسش اعمال تھی عذاب نہ تھا — ،،
واعظ ہنسے گا کیا مرے فسق و فجور پر — جنوں
عدم کی جانب ہے اب سواری الٰہی توبہ الٰہی توبہ — جوش
وہ اگر بر سر حساب نہیں — جلیل
شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے — ،،
امید مغفرت کی خدا کے کرم سے ہے — ،،
ہیں گڑ گیا زمین میں شرم گناہ سے — ،،
پھرتی ہے ڈھونڈھتے اُسے رحمت غفور کی
میرے مولا مجھ سے عصیاں کا اٹھے گا بار کب — جلالی
کہ ہے جویا پڑا ڈوبا ہوا دریائے عصیاں میں — جویا
ہے دو جہاں میں ہر کوئی پرساں گناہ کا — ،،
جاتا ہے بہت ہی دور ہم کو — ،،
یاں تک تو اے کریم بھرے ہیں خطا سے ہم — ،،

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
میرے گناہوں سے مری تربت بھی تنگ ہے	تربت نہیں ہے حلقۂ کام نہنگ ہے	ناسخ
وہ سیہ کار ہوں کہ کالا منہ	تختۂ گور آبنوسی ہے	''
جو کچھ نہ ہونا تھا رب غفور ہم سے ہوا	کئے گناہ بہت کم قصور ہم سے ہوا	''
گناہگار نہ ہوتے تو عفو کیا ہوتا	الٰہی تیرے کرم سے ظہور ہم سے ہوا	''
قیامت میں نہ ہوگی بات ہلکی پلہ بھاری ہے	مرے عصیان بیحد سے ترے احسان بیحد کا	''
قابل حسرت ہے مرگ راسخ عصیاں شعار	ہاتھ خالی لے چلا ہے بوجھ سر پہ لے چلا	''
گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر	آدھی شباب میں گئی آدھی خضاب میں	''
سما جائینگے لیکر بار عصیاں جیتے جی یارب	زمیں کا سینہ پھٹتا ہے جہاں ہم پاؤں دھرتے ہیں	''
اس قدر شرم معاصی سے ہوں پانی پانی	آنکھوں کی راہ سے بہ جاؤنگا آنسو ہو کر	رشید
دنیا سے سبھی بُرے بھلے جائیں گے	کیا ساتھ بجز گناہ لے جائیں گے	سرور
گنہ آجائیں اپنے جب تجھے یاد	بہت افسوس کر اے مرد دانا	''
عفو گناہ کے لئے حق کی جناب میں	منت بہت سی چاہیے اور بیشمار عرض	''
امانت میں خیانت جو کرے دوزخ میں جائیگا	رہیگا بول بالا دونوں عالم میں امینوں کا	''
ہے منفعل بہت ہی یہ سرور گناہ سے	کس طرح آئے گا یہ تری بارگاہ میں	''
یوں تو بے شک گناہگار ہیں ہم	معترف ہیں گر گناہ کے ساتھ	سخن
سمجھ چکے کہ غفور الرحیم ہے معبود	گناہ کرکے ہیں انفعال کیا ہو گا	''
دیکھ لینا سبب بخشش عالم ہو گا	جب کھلا حشر کے دن نامۂ عصیاں میرا	''
تصور میں گناہوں کے میں اب ایسا پشیماں ہوں	ڈبو دیگی مجھے تر دامنی بحر ندامت میں	''
ضعیفی کا فقط حیلہ ہے اے یارو حقیقت میں	کمر خم ہو گئی اس سے ہے سر پر بوجھ عصیاں کا	سعید
ہیں ایسے گنہگار کہ بخشش سے ہیں مایوس	لیکن تری رحمت کے طلبگار ہیں ہیں	سید
وہ سیہ کار ہوں میں دیکھتے ہی عرصۂ حشر	ایسا سمجھے کہ مرا گوشۂ داماں ہو جائے	سفیر
جتنی خطائیں کی تھیں وہ سب کہدیں صاف صاف	کس طرح میں چھپاتا کہ خالق علیم تھا	''
چکر میں چرخ ہے مرے حال تباہ سے	اک حشر حشر میں ہے ہجوم گناہ سے	''
للہ ہاتھ روک لے اے کاتب عمل	رحمت کو انفعال ہے میرے گناہ سے	''
اللہ رے تیرگی ترے عصیاں کی اے سفیر	جس سے کہ آفتاب قیامت گہن میں ہے	''
اس درجہ بڑھ گئی ہے سیاہی گناہ کی	ظلمات چھانوں ہے مرے بخت سیاہ کی	''
چلا تھا شوق میں حوروں کے سیدھا باغ جنت کو	گریباں گیر ہو جائیں گے عصیاں یہ سمجھا تھا	''
گناہ سے کرے توبہ جلد اے شوق	وگرنہ دیکھ پچھتانا پڑے گا	شوق
جان کر جو گناہ کرتے ہیں	خود کو خود ہی تباہ کرتے ہیں	''
اے شفق عصیاں سے باز آ ورد کر نام خدا	موت ہر دم سامنے ہے کیا بھروسہ جان کا	شفق
عصیاں میں تو نے عمر گزاری مگر شفق	افسوس ایک کار ثواب آج تک نہیں	''
ریش میں تیرے شفق آنے لگے موئے سفید	باز آ بہر خدا اب تو سیہ کاری سے	''
عدم سے تو ہستی میں ہم صاف آئے	گناہوں میں یاں سے چلے ہم تنظر کر	شاد

گناہ

حشر کے دن مرے ستار نے رسوا نہ کیا
چھپ گئے میرے گنہ پردۂ ستاری میں — نسیم

خاک ہو جائے اگر جاں تو نہیں غم ہے مگر
گرد آلودۂ عصیاں مرا داماں نہ رہے — شائق

کس طرح طے کریں گے خدا ہم یہ پل صراط
گٹھری ہمارے سر پہ ہے بار گناہ کی — ''

ندامت اعمال پر روتا ہوں خوں ابر بہار
دل میں ہے خوف خدا یعنی سیہ کار و غنی ہوں — شہید

گناہ و معصیت کیا ہے خدا سے سرکشی کرنا
خدا کو بھول جانا اس سے ہر دم خودسری کرنا — صفدر

خلاف عقل و مذہب راتدن عصیاں ہی میں رہنا
خدا کی دوستی کے بدلے خود سے دشمنی کرنا — ''

شریعت سے بغاوت اور خدا سے منحرف ہونا
خود اپنے ساتھ نیکی چھوڑ کر اپنے بدی کرنا — ''

گناہ و معصیت ہرگز نہیں انساں کی فطرت میں
کرے یوں جستقدر چاہے جو چاہے آدمی کرنا — صابر

دن میں جو کرتے ہیں اے مضطر گناہ
رات کو رو رو کے دھو لیتے ہیں ہم — مضطر

اے مضطر راہ عدم میں پھر سبکساری کہاں
سر پہ رکھ لی باندھ کر جب گٹھری عصیاں کی پوٹ

گناہوں

گناہ

جز رنج و درد و یاس و الم اور گناہ
لے اپنے ہاتھ جاؤ گے قرباں جہاں سے کیا — قرباں

مرضی حق میں کبھی رکھا نہ ثابت اک قدم
عمر ساری کٹ گئی اپنی تو تقصیروں کے بیچ — گویا

دامن تلک تو عفو کے پہنچا گنہ کا ہاتھ
اللہ کیا ہے شوخی تقصیر کی طلب — لائق

کیا فائدہ رکھتا ہے گنہگار کا جینا
جوں جوں کہ بڑھی عمر گھٹا نامۂ اعمال — مصحفی

سودا ہوا ہے سر میں بہت عز و جاہ کا
پشتارہ دوش پہ ہے ہمارے گناہ کا — منشی

بار گنہ سارے گنہگار نظر آنے لگے
حشر میں جب میں لئے نامۂ اعمال آیا — "

دل میں بھری ہوئی ہے ہوس عز و جاہ کی
گٹھری دبی ہوئی ہے بغل میں گناہ کی — "

پال لے دھوئے لئے جاتا ہے ہر اک بار گناہ
جو نظر آتا ہے منزل دور نظر آتا ہے — "

رحمت غضب میں ہے نسبت برق و سحاب ہے
جس کو شعور ہو تو گنہگار کیوں نہ ہو — میر

ہو جائے کیوں نہ دوزخ باغ زمانہ ہمرہ
ہم بے حقیقتوں کے کردار ایسے ہی تھے
کہیں سو گیا — "

گناہوں کی سیاہی سے بچانا اپنے دامن کو
کہیں دھبا نہ لگ جائے لباس زندگانی میں — عیش

آکے دنیا سے یہ تحفہ لے چلے ہم روسیاہ
ہاتھ میں اعمال نامہ بار عصیاں پشت پر — عشقی

خبر جو یاس کی رحمت سے گریہ دیتا ہے
گناہگار ہیں تر دامن اشکباری سے — عزیز

عزیز نامۂ اعمال کیا پڑھا جائے
کہ چھپ گئی ہے سپیدی سیاہکاری سے — "

کہونگا حشر میں میری خطائیں عفو کردے اب
کہ سہو انسان سے پروردگارا ہو ہی جاتا ہے — عاجز

بحر عصیاں سے مرا پار لگا دے بیڑا
کون ہے تیرے سوا یاں مرا یاور یارب — علی احمد

راہ عدم ہے اور گناہوں کا بار ہے
ہیں خالی ہاتھ اور یہ منزل ہے دور کی — "

ڈرتے رہو عصیاں سے رکھو یاد اسی کو
ایک ایک کے اللہ عمل تول رہا ہے — "

چھپتا نہیں چھپائے سے خالق پہ ہے عیاں
پوشیدہ لاکھ کیجئے فسق و فجور کو — عالم

لیکر چلے بار گنہ باغ دہر سے
کیا خوب سیر ہستی گلزار کر چلے — "

جتنا ہو کم قصور ہے اپنے قصور کا
ہے بحر عفو جوش پہ رب غفور کا — عاشق

عصیاں کے بار سے مجھے دے سبک خدا
اٹھتا نہیں ہے بار عذاب الیم کا — "

مجھ سا کوئی آلودۂ عصیاں نہیں یارب
تجھ سا کوئی بخشندۂ عصیاں نہیں دیکھا — "

نیکیوں کا ہر کوئی محضر لئے جاتا ہے ساتھ
عاشق بیچارہ پر عصیاں کا دفتر لے چلا — "

مجھ جیسے خطاوار گنہگار کا صاحب
جز فضل خدا کوئی بھی خواہاں نہیں دیکھا — "

خدا کے رحم نے بخشے گنہ کیا ہلکا
یہ بار جب کہ نہ مجھ شرمسار سے اٹھا — "

کچھ نہ پوچھو ہم نشینو ہائے مجھ سا ناتواں
سر پہ شرم معصیت کا بار کیونکر لے چلا — "

اس بیکس و عاجز کی تو رکھ لیجو خدا شرم
لرزاں ہیں معاصی کے سبب ہاتھ دعا میں — "

خطر ہو کیا انھیں دریائے معصیت کا کچھ
جو بحر اشک ندامت میں ہیں نہائے ہوئے — "

دریائے معصیت میں ہوں ڈوبا ہوا بہت
یارب تو اپنے فضل سے مجھ کو ابھار دے — "

گلشن دہر میں بھی آکے خجل ہم تو ہوئے
کیا خبر تھی ہمیں آلودۂ عصیاں ہونگے — "

ہیں پُرگناہ اور تو آمرزگار ہے
فضل و کرم سے اپنے تو حرف گناہ کاٹ — "

ہے سر پہ بار گناہ بھاری الٰہی توبہ
نجات کس طرح ہو ہماری الٰہی توبہ — "

دکھلائے جو بندوں کو وہ خالق کرم اپنا
مجھ سا کوئی آلودۂ عصیاں نہ ملے گا — "

اظہار بھی گناہ کا کرنا گناہ ہے
اللہ کو ہے بندہ کی تقصیر کا لحاظ — "

بہت کم پاک دامن ہے کسی کا لوث عصیاں سے
جہاں میں نام باقی رہ گیا ہے پارسائی کا — فدا

فعل بد کا مرتکب ہے بے خطر دنیا میں تو
کیا نہ مجھ کو دیکھتا ہے حاکم دربار غیب — "

کیا آشنا نہ کار خیر بد افعال ایسا ہوں
کہ جو پاسنگ بھی ہوتا ترازوئے قناعت کا — قلق

اٹھا کے پشت پہ پشتارۂ گناہ چلے
جہاں سے صورت قاروں عدم کی راہ چلے — "

چھپائیں محشر میں کیا گناہ ہم گواہ اعضا ہیں اپنے باہم
یہ ہاتھ خود اپنے حق میں ہیں سم ہر ایک ہے سانپ آستیں کا — قدر

اسی طرح سے مرے بے حساب عصیاں ہیں
کہ جس طرح تری رحمت کا کچھ حساب نہیں — "

بعد مرنے کے ہوا قدر گناہوں کا یہ بوجھ
ہائے مر مر گئے لاشہ کے اٹھانے والے — "

کیوں لحد میں نہ رہے تاریکی
عمر بھر میں نے سیہ کاری کی — "

کہیں سو کیا کہیں سر پہ ہمارے	قیامت شامت اعمال لائی	میر
ہیں گناہ پہ مجبور کرتی ہے عادت	اگرچہ فطرت انساں ہے معصیت سے بری	مرزا
اللہ مرے گناہ بے حد	وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا	مومن
مومن از بس ہیں بے شمار گناہ	غم روز حساب نے مارا	"
نہ کیوں ہو سکتہ سا مجھ پہ طاری گنہ سے ہے طرفہ شرمساری	مثال فوارہ ہائے جاری گیا قدم تک عرق جبیں کا	ماہر
پے منفعل میں گناہوں سے تھا دم گریہ	کہ تر عرق میں مرے آنسوؤں کا تار رہا	"
جہاں میں آئے تھے ماہر تو تھی سبکدوشی	چلے تو سر پہ گناہوں کا بار لیکے چلے	"
شرم گناہ کم نہیں بار گناہ سے	اٹھتی نہیں زمیں سے گنہگار کی نظر	منت
تمنا مغفرت کی ہے کہ ہے غفار نام انکا	وگرنہ انتہا کیا ہے گنہ ہائے کبیرہ کی	مضطر
روح رواں گنہ سے سبکدوش ہو رواں	منزل ہے دور سر پہ نہ بار گراں اٹھا	ماہ
عصیاں کی میرے گرچہ کہانی دراز ہے	بس اتنا آسرا ہے کہ تو بے نیاز ہے	مہر
اس درجہ دب رہا ہوں میں بار گناہ میں	آیا ہوں سر جھکائے تری بارگاہ میں	بیکش
وہاں پہ دیکھئے کیا ہوگا روز محشر میں	یہاں تو اپنا گنہگار بال بال ہوا	"
گناہگاروں کو دوزخ جلاتی ہے جس دم	حصار تیری ہی رحمت کا نور ہوتا ہے	"
مرقد میں پسا جاتا ہوں بار گنہ سے	جھکتا ہے جو گردوں تو دباتی ہے زمیں اور	نظم
کسی کی خانہ ویرانی نہیں کرتا وہ عادل ہے	جو عابد کے لیے جنت تو عاصی کے لئے دوزخ	ناصر
پایا نصیر گلشن ہستی سے یہ ثمر	بار گنہ سے صورت شاخ خمیدہ ہوں	نصیر
عدم کی راہ میں ہو خوف کس طرح نہ بھلا	ہم اپنے دوش پہ بار گناہ رکھتے ہیں	نواب
ذرا سے جرم پہ جھانکے کنویں فرشتوں نے	یہ آدمی ہیں کہ کیا کیا گناہ کرتے ہیں	وزیر
الٰہی ہمارے گناہوں سے ہم کیا	ہمارے فرشتے بھی شرما رہے ہیں	وسیم
افعال تو وہ کہ جس سے شیطاں ہو خجل	پھر اس پہ ہیں نفس کی بدی سے غافل	وحشت
اے جلوۂ قدس اک نظر اس جانب بھی	تا گرد گنہ سے پاک ہو میرا دل	"
رہتا ہے یہ دھیان میرے دل میں اکثر	ہے شرک بڑا گناہ سب سے بدتر	واسطی
قرآن میں اللہ یہ فرماتا ہے	لاتدع مع اللہ الٰہاً آخر	"
عرض ہمدم کی یہی ہے کہ اے میرے اللہ	میرے اعمال کا دھو ڈال منگا کر کاغذ	ہمدم
تیرگی عصیاں کی کھو دی دولت ایماں کو کیوں	گنج کا عالم میں پاتے ہیں محافظ مار کو	ہوش
محشر میں مغفرت ہوئی عذر گناہ پر	رحمت نے خاک ڈال دی فرد سیاہ پر	یکتا
نہ ہو ہمکو امید بخشش کی کیوں کر	گنہ کر کے اک عمر نادم رہے ہم	"
روز و شب کر گناہ اے یکتا	گر جہنم کی ہے ہوس دل میں	"

گوشہ نشینی

عزلت کر اختیار کہ حاصل ہو آبرو	ٹھہرا صدف میں قطرۂ نیساں گہر ہوا	اسیر

گوشہ نشینی

ہوں اس طرح میں گوشہ نشیں بحر اشک میں / بیٹھا ہو جیسے کوئی حباب از تباہ پر	اسیر
کنج خلوت میں ہمارے تا نہ ہو شادی کا دخل / گرد غم سے چار سو کھینچی ہیں گے دیوار ہم	"
عزلت گزیں ہوں مجھ کو کسی کی خبر نہیں / گھر میں مرے حجاب کے مانند در نہیں	"
ہمارا گوشۂ عزلت بھی ہے صدف آسا / بجائے بیٹھے ہیں ہم آبرو گہر کی طرح	"
عنقا کی طرح سے ہیں خلوت پسند ہم / سارے جہاں سے گوشۂ عزلت پسند ہے	"
آخر تو ہو گیا گور کا تہ خانہ خوابگاہ / بس دل میں ہے یہ بیٹھ کے میں عزلت میں چھپ رہوں	"
مخصوص ہے گوشۂ عزلت میں [illegible] / دربار کی تلاش نہ سرکار کی تلاش	"
[illegible] / دربار کا دماغ نہ دستار کا دماغ	"
[illegible] / نا معلوم خود نما نہیں گوشہ نشیں ہیں	"
ہزاروں گردوں کا کبھی ساتھ نہ دے گوشہ نشیں / مہر و ماہ لاکھ پھریں قطب کہاں پھرتا ہے	بانوئے عزلت

گوشہ نشینی

کنج خلوت شرط ہے تحصیل نالوں کے واسطے
کیا مزے حاصل ہیں یہ بے جنت زبانوں کے واسطے

ذوق تنہائی جس نے پایا ہو
گور میں وہ کبھی نہ گھبرائے

مزہ جب ہے اگر گوشہ نشینی ہو تو ایسی ہو
بنے آزاد مشرب اور آزادانہ کھینچکر بیٹھے

کہاں جاؤں نہیں ملتا کسی جا گوشۂ عزلت
زمیں کو خضر نے گھیرا فلک پہ چھا گئے عیسیٰ

خدا کو خود بھی عزلت ہی پسند آئی خدا والو
کہ گھر اپنا بنایا مومنوں کے خانۂ دل میں

رہا کرتے ہیں یہ محفوظ دنیا کے حوادث سے
بسر کرتے ہیں بے خوف و خطر عزلت گزیں کیا کیا

انجمن کا تھا مزہ گوشۂ تنہائی میں
ایک دل اور ہزاروں ہی خیالات رہے

جس پہ سو انجمنیں صدقہ ہوں
وہ مرا گوشۂ تنہائی ہے

جلیل گوشۂ عزلت کو مغتنم جانو
کہاں کوئی رفاقت بیکسی کی طرح

جو آبرو کی طلب ہے تو بیٹھ عزلت میں
[illegible] گہر سے نہیں ہوتا — جب تعلق

پانوں عزلت میں دل بے سروساماں پھیلا — نسیم
موجب نام آوری ہے زاہد گوشہ نشیں
مرحلے طے کنج عزلت میں کئے
جتنے عارف ہیں وہ دنیا سے الگ بیٹھے ہیں — تراب
تماشا گوشہ گیری دشت غربت کا دکھاتی ہے
اس قلزم ہستی میں ہیں وہ گوشہ نشیں ہم
نہ اٹھکر در بدر ہو کنج عزلت میں جو بیٹھا ہے — مصحفی
رعونت کونسی شئے پر ہے ان عزلت گزینوں کو
رتبۂ اکمل کو پہنچا جو ہوا عزلت نشیں
باغ عالم میں ہے سب کو محفل آرائی پسند — ثاقب
اجل پسند ہے ہم کو بھی کنج تنہائی
راتدن گوشۂ عزلت میں پڑے رہتے ہیں
رائگاں تنہائی میں کرتا ہے کیوں عمر عزیز — ”
کنج عزلت میں وہی لوگ ہیں مشغول بحق
جی میں کیا آگیا انشا کے یہ بیٹھے بیٹھے
سیر گلشن کی نہ تکلیف ہمیں دے انشا
پسند آئی ہے عزلت میں ہوں اور اب گھر کا گوشہ ہے — جنوں
جفائے دہر سے کیا خوف ہے عزلت نشینوں کو
ضرر پہنچ نہیں سکتا ہے گوشہ گیروں کو — جلیل
نہ ملاقات کسی سے ہو تمنا ہے یہی
مانند غول سب سے کنارہ ہی خوب ہے
خدا کا فضل رہا زاویہ نشینوں پر — ”
چھٹ گئے گردش سے جو قیدی ہوئے
جبکہ بیٹھے گوشۂ عزلت میں مثل آسیا
ساتھ آیا مرے کوئی نہ کوئی جائے گا ساتھ
گوشۂ عزلت میں رہتا ہوں میں عنقا کی طرح
اہل عزت کو ہے عزلت یہاں لازم ملزوم
عجب آرام آج تک پایا — جوہر
دل دانا مرا بس دیکھ چکا سب کا سلوک
مناسب ہے رہیں اب سارے عالم سے کنارہ کش
یہ نظر جز اولیا تسلیم کس کو ہے نصیب
کھولکر آنکھیں جو دیکھا بعد مردن قبر میں
کنج عزلت کے مزہ سے دل کبھی بھرتا نہیں

جوں گدا ہاتھ نہ تو پیش خسیساں پھیلا — امیر
پانوں اپنا جوں نگیں گھر سے نہ تو باہر اٹھا — ”
بیٹھے بیٹھے سیکڑوں منزل گیا — امیر
خضر کب گھر میں ہیں رہزن کے ٹھہرنے والے — ”
وطن میں ہوں مگر مجھ کو ہیں یاران وطن بھولے — آتش
دن رات رہا مثل حباب اپنا مکاں بند — ”
دامن سے چھوٹ کر بقدر دیکھا ہم نے زنداں کو — ”
حصیر کہنہ دیکھا دست خشک و پائے شل پایا — ”
گوہر یکتا صدف میں قطرۂ دریا ہوا — احد
ہے دل شاعر کو لیکن کنج تنہائی پسند — اقبال
رہیں گے چین سے مرقد میں اپنے گھر کی طرح — اشک
جاکے بیٹھیں جہاں ایسی کوئی صحبت ہی نہیں — ”
ہو جو میت کا گماں عزلت گزیں ایسا نہ ہو — ”
جو در دل پہ لگا بیٹھے ہیں ابجد کا قفل — انشا
کر پسند اس نے کیا عالم تنہائی کو — ”
کنج عزلت ہی میں ہم اپنے بھلے بیٹھے ہیں — ”
خدا کی یاد منزل ہے قناعت اپنا توشہ ہے — اکبر
چراغ زیر دامن کو نہیں اندیشہ صرصر کا — انور
شکار تیر نہ ہرگز کماں کا زاغ ہوا — ”
بند کر بیٹھے دروازہ ارادہ ہے یہی — بحر
نظارہ کر جہان کا وحشت کی آنکھ سے — ”
کبھی نہ قطب نے مانند ماہ کی گردش — ”
گوشۂ عزلت ہمیں زنداں ہوا — ”
پیٹ کا پتھر ہمیں نان توکل ہو گیا — ”
مورد لطف ازل سے ہوں میں تنہائی کا — ”
خلق میں شہرہ ہے گمنامی سے میرے نام کا — باقی
گھر کب اس شرم کے پتلے کا دل زار نہیں — پرتو
سر پہ احساں ہیں کنج عزلت کے — ”
عالم ہستی میں خوش منزل عزلت آئی — ”
وہ ڈوبا بحر نخوت میں جسے ہم آشنا سمجھے — تسلیم
بیٹھکر خلوت میں تنہا سیر کثرت دیکھنا — ”
غیر تنہائی رفیق بیکسی کوئی نہ تھا — ”
بے نیازی نے عطا کی ہے مجھے عنقا کی حرص — ”

جب تعلق کو ترک کر بیٹھے
کیوں آج میں جدا نہ رہوں سب سے ناصحو
گوشہ گیروں ہی کو بخشی ہے خدا نے رحمت
عہد کا اپنے فلاطوں اُسے ہم نے سمجھا
ترک عزلت بسبب رنج و الم ہوتا ہے
ہے اگر حق نے دیا عیب و ہنر کا امتیاز
کنج عزلت جیتے جی مرمٹ کے گور
اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
الگ سب سے ہو قبر ہو یا مکاں
کیوں نہ میں قدر کروں گوشۂ تنہائی کی
سخن جہان میں بس تم الگ رہو سب سے
لطف تنہائی میں وہ میں نے اٹھایا ہے کہ اب
کنج عزلت ہم نے عالم میں کیا ہے اختیار
جب مرگئے کسی کو کوئی پوچھتا نہیں
جوں مردمک چشم سدا گوشہ نشیں ہوں
جو نام صفحۂ عالم پہ چاہتا ہے تو
جب مرگئے کسی کو کوئی پوچھتا نہیں
جو رہے سب سے جدا اس کو زیادہ ہو فروغ
مثال آئینہ عزلت سے پائی ہے عزت
رہئے اب ایسی جگہ چلکے جہاں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہئے
پڑھئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
جو تنہائی ملی ہے صحبت ارباب دنیا سے
دامن کہسار کے سایہ میں جاکر بیٹھ رہ
خواہش یہی دل میں اک ہے یارب
عالم کی سیر کرتے ہیں عزلت میں بیٹھکر
گوشۂ عزلت میں بیٹھا چھپکے آخر کار میں
کوئی واقف نہیں احوال سے میرے اب تک
اے خوشا حال جو ہیں غرق تصور میں ترے
عزلت گزیں نہ بدلیں گے اے بادشاہ عہد
دنیا ہے دنی اس کی ہے ہر بات کمینی
جس طرح حوض میں رہتا ہے گل نیلوفر

کوئی دشمن ہے اور نہ یار اپنا
کیا جائیگا لحد میں مجھے اک جہاں نہ چھوڑ
بطن مادر میں کسے غم ہوا تنہائی کا
کنج عزلت میں جو تنہا کوئی انساں بیٹھا
طفل جب تک کہ رہا بطن میں گریاں نہ ہوا
بیٹھکر گوشہ میں کر ہر اک بشر کا امتیاز
مجھ کو دو گوشے ملے آرام کے
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی
بہر طور ہے کنج عزلت پسند
کوئی توقیر نہیں مردم ہرجائی کی
نہ کام غیر سے رکھو نہ آشنا سے غرض
جی الجھتا ہے مرا مردم کی کثرت دیکھکر
اہل دنیا کی شناعت اور عداوت دیکھکر
عاشق چھٹے نہ گوشۂ عزلت حیات میں
گھر سے قدم اپنا کبھی باہر نہ نکالا
تو گھر میں گوشۂ عزلت وہیں پکڑ کر بیٹھ
عاشق چھٹے نہ گوشۂ عزلت حیات میں
کون سب انجم سے انور ہے سوائے آفتاب
ہوا ہوں خانہ نشیں حفظ آبرو کے لئے
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
اور اگر مرجائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو
مزہ تب خضر نے پایا ہے عمر جاودانی کا
کاٹنی ہے زندگی اپنی اگر راحت کیساتھ
عزلت میں کٹے یہ زندگی اب
جلوے ہمارے دل ہی میں ارض و سما کے ہیں
خوش نہ آیا اختلاط مردم دنیا مجھے
میں تو اس شہر میں ہوں گوشہ نشیں مدت سے
کنج عزلت میں خبر سارے زمانہ کی نہیں
گوشہ تری کلاہ کا کنج فراغ سے
چھوڑو بھی اسے اور کرو گوشہ نشینی
گرچہ عالم میں ہیں رہتے ہیں عالم سے الگ

جویا
״
خلیل
״
״
خوشدل
راسخ
سودا
״
سحر
سفیر
سخن
شائق
״
״
شہید
ظفر
عاشق
عزیز
״
غالب
״
״
فدا
فوق
محب
״
مصحفی
״
״
منیر
مہر
״

گوشہ نشینی

[illegible]

گوشہ گیری کو وہ اللہ نے شہرت دی ہے
بیٹھے ہیں گوشۂ عزلت میں ہم اب توڑ کے پاؤں
نہیں پہنچے گا صدمہ گوشہ گیروں پر کبھی صورت
حادثات دہر سے خانہ نشیں کو خوف کیا
گوشہ گیری سے بچے انساں فریب دہر سے
گوشہ گیری کے سبب یکتا ہوا انساں دہر میں
آبرو گوشہ نشینی ہے تو پھرنا ذلت
کنارہ کش ہیں جو بحر جہاں سے بے خطر ہیں وہ
کی ہے ازل سے گوشہ نشینی جو اختیار
نہ کیونکر گوشۂ عزلت میں بیٹھوں
دل سے باتیں۔ رفع سارا شور و شر۔ قائم حواس
جو ہے نام منظور ہو گوشہ گیر
واسطی چاہیے ارباب دول کو عزلت

کہ نہ اس کے پر پرواز کو عنقا پہونچا
ہاتھ منت کش ارباب دول کیا ہوگا
بلائے آسمانی سے رہا خم میں فلاطوں ہے
طائر قبلہ نما کو ڈر نہیں صیاد سے
خوف عنقا کو کبھی ہوتا نہیں صیاد کا
ہو صدف میں گوہر نایاب قطرہ آب کا
تھا گہر بے بنا رشتۂ گوہر آنسو
نہیں درویش کی کشتی کو خوف غرق طوفاں میں
عنقا کا نام خلق میں ہے کس قدر بلند
حوادث سے فراغت چاہتا ہوں
سارے عالم سے ہے ہم کو گوشۂ عزلت پسند
کہ عزلت سے عنقا کی شہرت ہوئی
حصہ چوروں کا ہوا گنج جو مدفوں نہ ہوا

نظم — " — ناسخ — " — " — وزیر — " — واسطی — " — " — " — "

گورِ غریباں

دو جگہ خفتگان خاک مجھے
نہ ہو آواز پا سے درد سر عالی دماغوں کو
رہتی ہے گور غریباں کی سڑک کب خالی
خفتگان خاک کی قبروں پہ آہستہ چلو
چل سوئے گور غریباں اے حریص مال و زر
تماشا دیکھ گورستاں میں نیرنگ زمانہ کا
اجالا نہیں قبر میں کچھ بھی امین
تمیز نیک و بد ہرگز نہیں ہے خاک کے نیچے
خشک گل۔ افسردہ سبزہ۔ شمع چپ۔ بالیں واس
مدتوں کی خوش بیانی بزم نظم و نثر میں
ہم یہ سمجھے رکھ گئے جب گور پر غمخوار شمع
یہی ہے کہ نوبت بجے مقبرے پر
آسودگان خاک کا عالم نہ پوچھیے
سوتے ہیں مدفن میں ہم کس چین سے آرام سے
روؤنگا حسرت مردہ پہ میں انکی اے جوش
نشان رہرو ملک عدم عنقا صفت پایا
تلاش پوشش مرقد عبث رہتی ہے یاروں کو

تھوڑے تھوڑے ذرا پرے سرکو
ذرا غافل قدم آہستہ رکھ گور غریباں پر
آہی رہتے ہیں غم و درد کے مارے دو چار
سو رہے ہیں چین سے انکو جگانا کیا ضرور
دیکھ کتنی آرزوئیں نذر مدفن ہوگئیں
جو گل ہے خندہ زن تو رو رہی ہے شمع مدفن پر
اندھیرے ہی میں ہم تو سوتے ہیں پڑکر
بشر یکساں نظر آتے ہیں سب آغوش مادر میں
جی بھر آیا عالم گور غریباں دیکھ کر
چلئے اے تسلیم اب شہر خموشاں کی طرف
گھر میں تاریکی ہے جلتی ہے پس دیوار شمع
سوا اس کے کیا غل مچانے سے حاصل
دن ہے نہ رات ہے نہ مہینہ نہ سال ہے
صبح کا دھڑکا نہ دن کا غم نہ دل ہے شام سے
ہوگا جانا جو سوئے گور غریباں میرا
نہیں معلوم ہوتا حال کچھ شہر خموشاں کا
کہ کافی چادر مہتاب ہے گور غریباں پر

اسمٰعیل — امیر — " — " — اوج — آتش — امین — برق — تسلیم — " — " — " — " — جوش — " — جرار

گور غریباں

[illegible]

جلیل — جلال — حیرت — " — سراج — شاد — شائق — شہید — عاشق — " — ہمایوں

ہمسائیگیٔ گورِ غریباں سے ہے آرام	تکیہ نہ ہو تو ہاتھ سے بستر نہیں رکھتے	عاشق
اے آرمیدگانِ زمیں غم سے چھٹ گئے	پھیلائے پاؤں لیٹے ہو کیسے فراغ سے	״
اندھیرا ہی قبروں پہ افسوس ہے	ہے بے شمع گورِ غریباں ہنوز	عالم
سرمۂ حلق ہوئی گور کی ظلمت شاید	شور بستی میں تو ہے شہرِ خموشاں میں نہیں	عزیز
گزرا احباب کا ہوتا نہیں گورِ غریباں پر	ہماری قبر تک محتاج ہے دو چار پھولوں کی	قدر
آرہی ہے یہ لبِ گورِ غریباں سے صدا	بوجھ منتِ خاک پر ہے سیکڑوں من خاک کا	قلق
دلا یہ گورِ غریباں بھی روز بستی ہے	بجائے ابر یہاں بیکسی برستی ہے	گویا
شاہوں کے مقبروں سے الگ دفن کیجیو	ہم بیکسوں کو گورِ غریباں پسند ہے	لاعلم
شان و شکوہ گورِ غریباں نہ پوچھئے	گنبد نہ قبر پر نہ کہیں شامیانہ تھا	ماہ
شان و شکوہ گورِ غریباں نہ پوچھئے	جو ذرہ خاک کا ہے چراغِ مزار ہے	״
اک حال پر ہیں شہرِ خموشاں میں روز و شب	یہ آسماں وہاں ہے نہ یہ آفتاب ہے	میکش
یاں ہیں آرام میں کیا کیا نہ نزاکت منشاں	مت چلو خاک پہ اے راہ نورداں گستاخ	ممنون
اگر ہے مخلصی قیدِ علائق سے تو اس جا ہے	نظارہ کیا نتائج خیز ہے شہرِ خموشاں کا	مہر
حسرت و یاس و تاسف نے کیا دل میں ہجوم	ہم جو نکلے طرف گورِ غریباں ہو کر	ہزبر
بیکسی غم نہیں جو قبر پر آئے نہ کوئی	ہیں مہ و مہر تو چادر کے چڑھانے والے	ہوش
نقدِ جاں دے کر خریدا ہے مکانِ قبر کو	اب نہ جائیں گے کہیں شہرِ خموشاں چھوڑ کر	ہرچند

لڑکپن

کم سن ہے بشر جتنا اُتنا ہی بری غم سے	کوتاہ اگر دن ہو مزدور کو راحت ہو	اسیر
فکر کچھ دنیا و عقبیٰ کی نہ تھی	اپنی طفلی کا زمانہ خوب تھا	احمد
کیا بند نیکی کو مٹھی میں اپنی	بدی نے نہیں راستہ جس میں پایا	افضل
بے غمی عالمِ طفلی کی جوانی میں کہاں	کاش ہم نے نہ کبھی ہوش سنبھالا ہوتا	تسلیم
کیا بھلے ہیں عہدِ طفلی کے بھی دن	عیش ہے مخصوص اسی سن کے لئے	عاشق
ہر اک آلائشِ دنیا سے ناداں پاک رہتا ہے	تعلق سے بری ہے جب تلک انسان ہے لڑکا	ماہ
پڑا سوتا ہے بچہ رات دن غفلت کی نیندوں میں	جب آنکھیں کھولتا ہے تو ہے حالِ زار کا رونا	مہر
غرض سونے میں اور رونے میں اسکی عمر جاتی ہے	بتا سکتا نہیں کوئی بڑا ہو کر وہ کیا ہوگا	״
رہیں گے کونسے جذبات اسکے طبع پر حاوی	کریں گے کونسے افکار اسکے دل میں گھر اپنا	״
بہت آتے ہیں دنیا میں بہت جاتے ہیں دنیا سے	یہ بچہ بھی کہیں اس رہ میں چھوڑیگا نشانِ پا	״
بدلتے سین اس پردہ میں ہیں آہستہ آہستہ	بدن میں جس طرح نشو و نما پاتا ہے وہ بچہ	״
وہ اسکی شکل و صورت جس سے بھولا پن برستا ہے	وہ اسکی حرکتیں ہیں جان و دل ہی اس پہ سب شیدا	״
وہ مطلب کا ادا کرنا نگاہوں اور اشاروں سے	وہ اسکی چشمکیں جن پر فدا ہے گھر کا گھر سارا	״
ہٹیلی اور پیاری ضد وہ اسکی چھوٹی باتوں میں	وہ کہنا اور کرنا کام کرنا اور باز آنا	״

لڑکپن

وہ اسکا بولنا ٹوٹے ہوئے الفاظ بے معنے	مہر
شرابی کی طرح وہ لڑکھڑاتی چال کا چلنا	״
نہ ہو گر بیکسی اس میں تو کیا اچھا زمانہ ہے	״
تماشا گر نے پڑتے ہیں یہاں اپنے کو دانا ہے	״
بچے کو جو آتی ہے ہر شے کی ہوس	״
پوری ہوتی نہیں تو رو دیتا ہے بس	״
سمجھا ہے غلط زمانہ بے فکری	״
اس بوالہوسی و بے کسی کو ہر بس	״
بچے کو سمجھتے ہیں کہ یہ ہے دلشاد	״
یہ ہے سرور اور یہ ہے آزاد	״
سرور اگر ہے تو یہ رونا کیسا	״
دلشاد اگر ہے تو کیسی فریاد	״
بچے کو خوشی ہے۔ یہ ہے کہنا بچپن	״
گھر دور خوشی کا ہے بہت حضرتِ من	״
محتاج ہے ہر بات میں جو اوروں کا	״
اس کے دل میں کہاں خوشی کا مسکن	״
اس بات کا اے مہر تو ہے گواہ	״
اس بات میں جمع ہیں خیالات تباہ	״
خاطر نہیں۔ نعمت ہے۔ یہ ہے کہنا بچپن	״
بچپن میں بھی آرام نہیں خاطر خواہ	״

موٹے حروف

موٹے ہوں یا کہ دبلے گورے ہوں یا کہ کالے	کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے	نظیر
یہ بالے پن کا یارو عالم عجب نیا ہے	یہ عمروہ ہے جس میں جو ہے وہ بادشاہ ہے	"

محنت

منزل دنیا نہیں ہے یہ مقام امتحاں	جیت لے میدان مشقت سے نہ ہمت ہار دل	امیر
چُرائے رنج و مشقت سے جی نہ طالب عیش	کہ نوش نیش کے ہمراہ گل ہے خار کے ساتھ	"
اوروں پہ امیر تکیہ کب تک	تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو	"
زور بازو سے کماتے ہیں سو یہ کہتے ہیں	خشک روٹی میں مزہ ہے سو مزعفر میں نہیں	انشا
جی چھوڑ بیٹھے مرد یہ ہمت سے دور ہے	قسمت تو ہر طرح ہے پہ محنت ضرور ہے	آزاد
محنت کرو انعام لو انعام پہ اکرام لو	جو چاہو گے مل جائیگا محنت کرو محنت کرو	"
یاں آئے ہو تو کچھ تو کر کے بیٹھو	مت ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھو	احمدی
حصول مدعا چاہے تو استعمال قوت کر	اثر اللہ نے محنت میں دے رکھا ہے محنت کر	"
نہ کی جب شرط کی پروا گیا مشروط ہاتھوں سے	اہم مقصد کہاں ہوتے ہیں حاصل خالی باتوں سے	"
بعد محنت ہو جو راحت اور ہو جاتی ہے حرص	بھوک بڑھتی ہے شفا ہوتی ہے جب بیمار کو	اسیر
بے مشقت کبھی ہوتی نہیں راحت حاصل	غرق دریا ہوا غواص تو گوہر پایا	"
باتوں سے حاصل کچھ نہ ہو ہمت سے اب باندھو کمر	بک بک سے کیا ہے فائدہ محنت کرو محنت کرو	افضل
محنت جو کی جی توڑ کر ہر شوق سے منہ موڑ کر	کر دوگے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو	"
بچپن رہا کس کا سدا انجام تو سوچو ذرا	یہ تو کہو کھاؤ گے کیا محنت کرو محنت کرو	"
ہاتھ پاؤں کو ہلا راحت اگر مطلوب ہے	رات آسائش سے ہوتی ہے بسر مزدور کی	انور
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے	بے کاوش جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے	اسمعیل
بے خون پیے لقمۂ تر کس کو ملا ہے	بے جورکشی تاج ظفر کس کو ملا ہے	"
جو رتبۂ والا کے سزاوار ہوئے ہیں	وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں	"
کیا خوف ہاتھ پاؤں خدا نے عطا کئے	چلتے رہیں تو حاجت خیل و خدم نہیں	"
غایت ترکیب اعضا ہے یہی کچھ کام کر	کاہلی اے بے خبر منشا نہیں تقدیر کا	"
معطل نہیں بیٹھتے شغل والے	شکار افگنوں کو نشانے بہت ہیں	"
نہیں مبتلا جو تن آسانیوں میں	انھیں دم بدم تازہ دم دیکھتے ہیں	اصغر
امید کیجئے اگر امید کچھ نہیں	غم کھائے بہت جو خیال سرور ہو	"
اگر مفلسی ہو تو کیوں رنج کیجے	کسی کی نہیں رہتی یاں ایک حالت	"
جو محنت مشقت کرے کوئی انساں	کما سکتا ہے زر بقدر ضرورت	بکر
فائق ہے سلطنت سے مشقت کا مرتبہ	مٹی کی ٹوکری بھی جو سر پہ ہے تاج ہے	"
ٹوکری سر پر مشقت کی ہے تاج سروری	سایۂ بالا ہما سایہ ہے برگ کاہ کا	"
عرق ریزی ہے ناحق مثل باراں باغ دنیا میں	کہ غیر از خار و خس آخر کو کچھ حاصل نہ ٹھیرے گا	"

محنت

مشتاق تھے مدت سے اس آواز کے / آئی تو صدائے جرس عیش پس غم	بازغ
اچھا کہ بُرا ثمرہ تو ملتا ہے سب کو / ہر حال میں بیکار تو محنت نہیں جاتی	پرتو
لازم ہے ہاتھ پاؤں ہلانا برائے رزق / رکھتا ہے گر عیال تو عزلت گزیں نہ ہو	تجمل
کرو محنت و جانفشانی کی عادت / نہ بدنام ہو عیش و عشرت میں پڑ کر	"
نسب کیا کام آئے گا دم حشر / بزرگوں پر نہ ہو نازاں عمل کر	تسلیم
تکلیف اٹھا پہلے جو راحت کا ہے خواہاں / بے چاک کی گردش کے نہ پیمانہ بنے گا	جنوں
ہر کوئی بیج اپنا خود بوتا ہے خوب / کام اپنا آپ ہی ہوتا ہے خوب	حالی
گر گئے جو بے پندار کے تھے متوالے / بڑھ گئے پیشہ و مزدوری و محنت والے	"
فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو / اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ	"
قصد کر کسب ہنر کا مہ تاباں کی طرح / داغ جب دل پہ اٹھائے گا تو کامل ہوگا	رشک

طمع دولت

طمع دولت کی بے تاب و تعب رکھے زمانہ سے	مہوس تانبہ جو پھنکے آگ میں مس زر نہیں ہوتا	سودا
دوڑ دھوپ ایسی کرے انساں تو حاصل ہو کمال	ماہ کامل سب ستاروں میں سریع السیر ہے	سحر
جو جسکا طلبگار ہے پالیتا ہے اسکو	برباد کسی شخص کی محنت نہیں ہوتی	سعید
جو کرتا ہے محنت وہ پاتا ہے راحت	جو پیسے ہے آٹا وہی چھانتا ہے	شاداں
گر تجھے زر کی طلب ہے کر تو محنت اختیار	آسماں سے کچھ خدا سونا نہیں برسائے گا	صدر
محنت جو کرو تو پاؤ راحت	محنت نہ کرو تو ہوگی زحمت	عاجز
محنت سے سنورتا ہے ہر اک کام	سستی کا برا سمجھ تو انجام	״
محنت سے کبھی نہ جی چرانا	آرام کی ہو اگر تمنا	״
محنت سے ہو علم و فضل حاصل	ناقص ہو تو اس سے ہوگا کامل	״
محنت جو کرو ملے گی دولت	محنت جو کرو تو ہوگی عزت	״
محنت ہی سے دور ہوگی پستی	رفعت بھی نصیب اسی سے ہوگی	״
محنت ہی سے ہو نصیب صحت	محنت میں غرض بڑی ہے برکت	״
محنت سے ملے گی آبرو بھی	محنت سے برآئے آرزو بھی	״
محنت سے مدعا ہو پورا	ہر کام ہو سستی سے ادھورا	״
محنت کرو چاہیئے جو صحت	محنت کرو چاہیئے جو عزت	״
محنت ہی تو رحمت خدا ہے	محنت ہی تو نعمت خدا ہے	״
افلاس سے پھر نہ ہوگی زحمت	محنت کی ہو جس کسی کو عادت	״
محنت سے کشود ہو میسر	محنت رہ مدعا کی رہبر	״
عاجز تمھیں کیوں ملے نہ راحت	ضائع نہیں جب کہ ہوتی محنت	״
وہ روشنی طبع سے کچھ بہرہ ور ہوا	کھایا دھواں ہے راتوں کو جس نے چراغ کا	فدا
بڑی مشقت و محنت سے ملتی ہے روٹی	بڑی اذیتوں سے دانت سب نکلتے ہیں	قدر
بے مشقت کام دنیا کا ہوا حاصل کہاں	مل گیا غواص کو گوہر لب ساحل کہاں	״
ممکن نہیں کمال کو پہنچے ہر ایک شخص	محنت ضرور چاہیئے ہر فن کے واسطے	قطب
ہیں سراپا رات دن مصروف اپنے کام میں	رہتے ہیں بیکار کب اہل ہنر کے ہاتھ پانوں	״
ہر نخل تازہ ہو کر ہوتا ہے بار آور	محنت کا پھل ملے گا محنت کرو برابر	کمال
ہر عضو ریاضت سے قوی ہوتا ہے	پھل پاتا ہے جو تخم شجر ہوتا ہے	محب
محنت سے محب ملتی ہے دولت عزت	کھوتا ہے وہ دولت جو بہت سوتا ہے	״
طفلی میں جو کرتا ہے محب محنت سخت	طالع ہے بلند اسکا جواں اسکا ہے بخت	״
خوشی اس زندگی کی کاہلوں کو ہو نہیں سکتی	کہ راحت آدمی کی منحصر ہے شغل و محنت پر	״
کثرت کار سے ہوتی ہے قوی ہر طاقت	کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے	״
ایک مدت میں ریاضت کا ثمر ملتا ہے	کیا لگاتے ہی شجر علم کا پھل لائے ابھی	״
بے جوتے بوئے مانگتے ہیں خوشۂ مراد	طالب یہ ناسمجھ ہیں خدا سے محال ہے	״
جھیلنے میں سختیوں کے کچھ تو ملتی ہے مدد	عیش و عشرت میں بھی محنت کی اگر عادت رہی	״

محنت

نعمت دنیا خدا دیتا ہے اہل کار کو / اس مقولہ کی صداقت میں ہے کسکو قیل و قال	محب
پھل ریاضت کے ہیں دنیا میں خوشی مال و جاہ / کاہلی کے ہیں نتائج نکبت و رنج و ملال	״
راحت کی نہ کچھ قدر نہ محنت کی خوشی / کاہل کو نہیں زیست کا واللہ مزہ	״
جو کرتے نہیں اپنے بازو سے محنت / وہی دست اہل کرم دیکھتے ہیں	״
جب سے چھوڑا ہم نے ذکر محنت و صبر و ثبات / فقر و نکبت ذلت و خواری میں ہیں ہم مبتلا	״
کاہلی چھوڑ دے مائل ہو ریاضت کی طرف / اس سے بہتر نہیں آرام کا پہلو اے دوست	مومن
ہے مزہ جاں کنی کا مری کچھ تو ہو حصول / کسی کی آج تک رائگاں نہیں	ہم
محنت میں اور کام میں باہم نباہ ہے / محنت سے کام کیجئے تو واہ واہ ہے	״
محنت سے کام لے کر پھل ہے آخر انجام / امتحاں سخت ہے پر ملتا ہے اچھا انجام	
محنت سے کٹھن ہوتا ہے دولت دنیا ملی / گرچہ جھیلیں جو ہم نے سختیاں	واسطی
سنگ سے یہ جوہر پوشیدہ پیدا ہو گیا / مثل ہے	

ہے مثل نگیں شرط جگر کاوی محنت	عالم میں ارادہ ہے اگر ناموری کا	واسطی
کاہیدہ ہو ریاضت باطن سے دل اگر	لیجائے سوئے خلد اڑاکر ہوائے دل	وزیر
سچ ہے حرکت کے ساتھ ہے برکت	طالب زر کو ہے سفر سے فیض	وقار

مساوات

گدا و شاہ برابر ہیں خاک کے نیچے — لحد میں ساتھ یہ قصر بلند و بام نہیں
برابر صانع عالم کو ہست و نیست عالم ہے — نہ شادی کچھ بنانے کی نہ کوئی غم مٹانے کا
باغ دنیا ہو کہ فردوس برابر مجھ کو — یہ چمن زار ہے کس کا وہ گلستاں کس کا
جیتے جی ہے دہر میں شاہ و گدا کا امتیاز — مرتے ہی ہو جاتے ہیں دونوں برابر خاک میں
ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر — ہے کوئی ان میں خشک اور کوئی تر
کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے — خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
یہیں گر چھوڑ جانا ہے تو پھر دونوں برابر ہے — اگرچہ قصر سلطانی ہو یا تکیہ گدا کا ہو
جو فرق ہے تو فقط نیک و بد عمل کا ہے — بنے ہیں ایک ہی مٹی سے سب رذیل و شریف
آنکھوں کے بند کرتے ہی مطلق رہا نہ فرق — دیکھا مقام ایک امیر و فقیر کا
ہے تخت نشیں کوئی کوئی خاک نشیں ہے — انجام غرض ایک ہے ہر شاہ و گدا کا
تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی — محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جیسی بن آئی
مقام عدل پہ جس دم سریر آرا ہو — ہر ایک خرد و کلاں میں برابری ہو جائے
ہے یاں پہ امتیاز امیر و فقیر کا — واں ہے حقیقت ایک گدا اور شاہ کی
کچھ کسی سے غرض نہیں میری — مجھ کو یکساں ہیں سب غریب و امیر
نہیں ہے فرق غریب و امیر کا ایدل — پس فنا نہ شمار گدا و شاہ رہے
عالم اسباب میں دونوں رہے محتاج تاج — فرق کیا فرق گدا و فرق عالمگیر میں
فرق کچھ منعم و مفلس میں نہیں آخر کار — ایک ساں شاہ و گدا دونوں کفن رکھتے ہیں
مفلس کی طرح امیر کو بھی اک دن — دو گز چادر کفن کی مل جاتی ہے
ہوں اہل مناصب کہ ہوں نااہل و رذیل — دنیا دونوں کے واسطے فانی ہے
مشہور ہے مونگ موٹھ میں کون بڑا — ہے شاہ و گدا کا مہر یکساں رتبہ
جب تک جیتے ہیں آدمی ہیں دونوں — جب مرگئے خاک میں بتا فرق ہے کیا
جا برابر ہے دل مادر میں ہر فرزند کی — رتبہ زیر خاک یکساں ہے گدا و شاہ کا
وہبی عبث اغماض ہے مفلس سے غنی کو — کچھ فرق نہیں زیر زمیں شاہ و گدا میں
امیری فقیری کا ہے ایک حال — زمانہ میں حاصل ہے کس کو فراغ
کنج قفس میں دونوں برابر ہیں ہمصفیر — ہو صرصر خزاں کہ نسیم بہار ہو
کچھ مرتبہ میں شاہ و گدا بیش و کم نہیں — رکھتا ہے تاج شاہ رکھے ہے گدا کلاہ
شاہ میں اور گدا میں نہیں خارق جو حیات — مرتے ہی ایک سے ہے دونوں کا مکاں کیا باعث

آتش، تسلیم، "، "، حالی، ذوق، ذاکر، رمز، سفیر، سخن، سودا، "، شائق، فدا، مضطر، ماہ، "، مہر، "، "، ناسخ، وہبی، وحشت، "، ہمدم، ہوش

مصائب

کیا خوشی کا کوئی زمانہ تھا — اب زمانہ کا رنج ہے آصف — آصف
نرم دل کو سختی ایام کر دیتی ہے سخت — جم گئی جب برف پانی سنگ خارا ہو گیا — امیر
ایذا سے دہر میں گنہگار شاد ہوں — ہونا تھا جو عذاب وہاں وہ یہیں ہوا — "
کیا حادثات دہر سے دولت ہوئی نصیب — لوٹا گیا جو گنج پڑا میرے نام کا — "
تکلیف رفع ہوتی ہے کب فیض غیر سے — احسان مہر سے نہ مٹا داغ ماہ کا — "
ہے گرانجانی فقط آفات عالم کی دلیل — ورنہ مردے کو نہیں کشتی کی حاجت بے دلیل — "
ہے مصیبت دہر میں اہل ریاضت کے لئے — بہتر دیوار گرتی ہے سر مزدور پر — "
آفاق میں جگہ نہ ملی غم کو جب کہیں — آخر کو آکے بیٹھ رہا میری گور پر

کنج عزلت

کنج عزلت میں نہیں مجھ کو حوادث سے نجات	زیر بام آکر بجھاتی ہے ہوائے بام شمع	اسیر
کب ملی ہم کو زمانہ کے حوادث سے نجات	ہے وہی سینہ وہی سنگ وہی گردن وتیغ	"
اپنی بربادی سے کرتے ہیں جہاں کو شاد ہم	باغ عالم میں ہیں مثل نکہت برباد ہم	"
حادثات دہر سے غافل ہیں کب اہل جہاں	گھر حباب آسا بناتے ہیں رہ سیلاب میں	"
بھاگ کر پست و بلند دہر سے جاؤں کہاں	کوئی گھر دنیا میں صحن و بام سے خالی نہیں	"
حادثات دہر سے نازک دلوں کو خوف کیا	طوق اے ساقی کبھی شیشے کی گردن میں نہیں	"
وہ صابر ہیں کہ تلخی باغ عالم کی گوارا ہے	مزہ ملتا ہے ہمکو میوۂ شیریں کا حنظل میں	"
حادثوں کی تاب لا سکتے نہیں ہیں خام طبع	گرتے دیکھا جلد باراں میں گلی دیوار کو	"
حادثات دہر کی ہے تند اگر ایسی ہوا	ایک دن اپنا چراغ زندگی خاموش ہے	"
فارغ جہاں میں رنج سے اہل رقم نہیں	ہرگز بغیر زخم زبان قلم نہیں	"
دنیا میں مبتلائے مصیبت ہیں اہل حق	یوسف کنوئے میں اور پیمبر تھے غار میں	"
ہو روا حاجت کب اُنکی جن کو ہے گردش مدام	کب کوئی پیتا ہے پانی کاسۂ گرداب میں	"
پیدا ہوا ہیں دہر میں رنج ومحن کے ساتھ	ہے مثل صبح چاک مرے پیرہن کے ساتھ	"
لقمۂ غم میں ہے شاید خاصہ اکسیر کا	کھائیے جتنا زیادہ اشتہا پیدا کرے	"
سارے عالم میں تو آرام نہ پایا ہم نے	ہاں اسیر ایک ہے اب گوشۂ تربت باقی	"
آلام سدّ راہِ سبکرو نہیں اسیر	کب روکتی ہے موج کو زنجیر پائے موج	"
اس غمکدہ میں جو ہے وہ آفت رسیدہ ہے	ہے صبح عید بھی تو گریباں دریدہ ہے	"
زندگی بھر مورد آفات عالم میں رہا	برق سے خرمن جلا گھر گر گیا سیلاب سے	"
سختیٔ ایام نے توڑے دل اہل جہاں	ایک پتھر سے ہزاروں فتنے برپا ہو گئے	"
کبھی تو برق گرتی ہے کبھی سیلاب آتا ہے	ہمیشہ مورد آفات عالم اپنا خرمن ہے	"
کیا کلفت جہاں سے بچیں مردم جہاں	چارہ ہے رہروؤں کو کہاں گرد راہ سے	"
پیس ڈالے گی ہمیں اک روز دانہ کی طرح	گردش گردون دوراں آسیا ہو جائے گی	"
دنیا کے حادثات سے جسمیں نجات ہو	ایسی کوئی زمیں نہ کوئی آسماں ملا	"
فلک سے سنگ حوادث ہمیشہ آتے ہیں	میں اپنا شیشۂ دل کب تلک بچاؤں گا	"
بیشتر حادثۂ دہر ہے محتاجوں پر	تن عریاں کو ستاتی ہے زمستاں کی ہوا	"
گرداب قہر موج ہے آفت ستم حباب	اشراف سے کمینے ہیں برتر تو کیا ہوا	"
مثل نئے انجمن دہر میں ناشاد ہیں سب	دہن غیر سے آمادۂ فریاد ہیں سب	"
قلزم مواج میں کبتک ٹھہرتا ہے حباب	عالم آشوبی میں ہے فکر تن آسانی عبث	"
صورت دانہ پیستا ہے مجھے	چرخ ہر صبح آسیا ہو کر	"
عدم کچھ خوب تھا اے زندگانی	پھنسایا کس بلا میں ہم کو لاکر	"
زنداں سے کم یہ پیکر خاکی نہیں اسیر	جبتک جیئے عذاب رہا اپنی جان پر	"
سختیٔ دہر سے دم بھر نہیں آرام اسیر	قید خانہ میں مرے آتے ہیں اکثر پتھر	"
بحر عالم میں ہے آفت لازم اہل کمال	ٹوٹنے کا خوف ہے قطرہ جو گوہر ہو گیا	"

مصائب

بے نصیب خلق کب میخانۂ عالم میں عیش بادہ ملتا ہے یہاں تو زخم کے انگور کا	اسیر
نجات دنیا کے مخمصوں سے ہمیں نہیں کوئی دینے والا دراز عمر حمام قاتل جو آسرا ہے تو اک دم کا	"
اس ششجہت میں خوب جو دیکھا تو اے اسیر اندوہ صدمہ درد مصیبت ملال رنج	"
جز خرابی سیل آفت سے کہاں جائے قیام پانی پانی ہے حباب آسا ہمارے گھر کے گرد	"
حادثوں سے نہ ملا امن بہت کی تدبیر ابر نے برق گرائی مری بارانی پر	"
ایکدم بھی نہ ملا بحر جہاں میں آرام ہو گئی عمر بسر کشتی طوفانی پر	"
راحت کہیں نہ خانۂ آفاق میں ملی ہر چند پیش و پس در و دیوار کی تلاش	"
دور گردوں سے ہیں سرگرداں بگولوں کی طرح خاک تیرے خانہ بردوشوں کو ہو گھر کی طرح	"
اس میکدہ میں عیش سے واقف نہیں ہیں ہم آتی کبھی ہنسی تو بہ ہجوم ملال ہیں	"
فکر دنیا غم دیں پاس احباب غم دوست اتنے کاموں میں بھی ہم ٹھہرے ہیں بیکار نہیں	

آفت دہر

مصائب

ہو ایسے حال میں پھر خاک زندگی کا لطف
زمانہ برسرِ کیں چرخ ہے برسرِ بیداد — آزاد

کس کو نہیں گردشِ زمانہ
چکر میں یہاں ہیں آسماں تک — ″

دوست کوئی نہیں دشمن ہے زمانہ سارا
لاکھ آفت میں مقدر نے گرفتار کیا — آزاد

کیا پوچھتے ہو عمر کٹی کس طرح اپنی
جز درد نہ دیکھا کبھی اس تیس برس میں — آتش

جہاں میں آفتوں کا سامنا دن رات رہتا ہے
مصیبت ہے مصیبت پر یہاں مشکل ہے مشکل پر — اسرار

سیکڑوں صدمے ہزاروں رنج لاکھوں آفتیں
ایک جاں انسان کی اللہ کس مشکل میں ہے — احسن

ہوں جفا میں ایک دو تو صبر بھی کوئی کرے
اپنے دل کو مار کر پھر جبر بھی کوئی کرے — ″

خاطر رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہیں
میزباں ہو کے ہوا ہیں انھیں مہمانوں کا — امیر

عشرتکدۂ دہر میں صدمے ہیں صدمے
اس پہ بھی ہیں یاد کبھی گھر نہیں آتا — ″

داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا — ″

ہر جگہ

آفت دہر سے خالی کوئی تعمیر نہیں
اہل حق بھی ہیں یہاں پست و بلند
مقام فکر ہے نیرنگیٔ ریاض جہاں
راحت نصیب اہل جہاں ہو گماں نہیں
ہے ثمرۂ مصیبت خاصان حق کا حصہ
اے ربط چار عنصر تو نے ہیں پھنسایا
راحت سے تھے عدم میں ہستی میں رنج اٹھائے
حادثوں میں ہوتے ہیں مغلوب غالب بیشتر
دل قوی جن کا ہے وہ کیونکر حوادث سے ڈریں
سارے عالم میں نہ پایا چین کا ہم نے مقام
دیکھتا ہوں جسے پاتا ہوں اُسے سرگرداں
دنیا میں ہے ہوائے حوادث اگر یہی
آسودگی کی ارض و سما میں نہ رکھ امید
بزم جہاں میں غم سے کسی کو نہیں نجات
دنیا کی آفتوں سے چھٹا جو گیا امیر
نظر آتی نہیں آرام کی جا ساری دنیا میں
جو آفت میں رہا کرتے ہیں انکو خوف آفت کیا
گردش چرخ سے پیدا ہیں حوادث کیا کیا
ایک آفت جو ٹلی دوسری آفت آئی
دیکھا نہ غیر روز سیہ میں نے عمر بھر
جوش باران حوادث سے نہیں جائے خطر
آنکھ کھولی تو ہجوم غم و حرماں دیکھا
رنج یاں جسکو ہے آتش انھیں واں راحت ہے
ہستیٔ چند روزہ نے تو تنگ ہی رکھا
گھر گرایا جو مرا سیل حوادث نے تو کیا
رات آرام سے کٹتی ہے نہ دن راحت سے
رنج دنیا سے زیادہ ہے عذاب مرقد
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
ہے بجز رنج و الم غمکدۂ دہر میں کیا
خوشی کا نام بھی اپنی زباں پر اب نہیں آتا
بسر کیونکر ہو اس دنیائے ناہموار میں اپنی
اس قدر عالم ہستی میں اٹھائے صدمے
ملا نہ چین خرابات دہر میں کوئی دم

گوشۂ امن بجز خانۂ زنجیر نہیں — امیر
چرخ پر بیٹھے ہیں یوسف چاہ میں — ″
وہ کون غنچۂ گل ہے جو سر بجیب نہیں — ″
اسکی طلب ہے دہر میں جسکا نشاں نہیں — ″
کھنچتا ہے سر پہ ارّہ کیسی اماں شجر میں — ″
اندوہ میں بلا میں تشویش میں محن میں — ″
آئے امیر ناحق خلوت سے انجمن میں — ″
لوٹ لیتی ہیں وبا میں عورتیں بازار کو — ″
سیل کی پروا نہیں کچھ آہنی دیوار کو — ″
چل کے زیر خاک کچھ تربت میں راحت ہو تو ہو — ″
کون راحت میں ہے اس گنبد گرداں کے تلے — ″
برباد ایک روز یہ مشت غبار ہے — ″
ناداں تہی یہ دیگ خالی تغار ہے — ″
سوزاں ہے مثل شمع اگر تاجدار ہے — ″
سرحد ہے گور ملک عدم کے دیار کی — ″
نکالوں اے جنوں کیونکر قدم زنجیر کے گھر سے — ″
نہیں ڈر کو دکان اشک کو مژگاں کے لشکر سے — ″
مینھ ہمیشہ یہ کماں تیروں کا برساتی ہے — ″
تا دم مرگ بکھیڑے یہی دنیا کے رہے — ″
رحلت مری جہاں سے شب درمیاں ہوئی — ″
وہ گدا ہوں مری کملی مجھے بار آتی ہے — ″
محفل دہر میں کب عیش کا ساماں دیکھا — ″
اے خوشا حال جو دنیا سے خفا جاتے ہیں — آتش
خواب عدم میں دیکھیں گے صورت فراغ کی — ″
چار دیواری عناصر کی گرائی ہوتی — ″
زندگانیٔ دو روزہ مجھے پیاری ہے — ″
جائے آرام نہیں گنبد گرداں کے تلے — ″
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے — ″
کوئی آرام سے یاں اپنی بسر کیا کرتا — اشک
سہے اے اشک میں نے اسقدر رنج و محن ایسے — ″
جہاں دیکھو ہزاروں خار ہیں لاکھوں ہی ٹیلے ہیں — ″
جو گیا یاں سے وہ پھر کر کبھی آتا ہی نہیں — ″
مر کے گر جائیں گے کہیں نہ کہیں — ″

ہر جگہ جنگ ہے ہر جگہ ہے نزع	عرصۂ کارزار ہے دنیا	امیر
نشۂ عیش یاں نصیب کسے	کہ سراپا خمار ہے دنیا	"
امیر اک مرقع ہے یہ دار فانی	غم و کلفت و حسرت و بیکسی کا	"
آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کٹی مدام عمر	تنکے چنے تمام عمر صورت کہربا عبث	"
خالی مصیبت سے نہیں انساں کو ہستی و عدم	ہیں منزلیں دونوں کٹھن ایک اسطرف اک اُسطرف	"
غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا ساماں کروں	اتنی اس غمکدۂ دہر میں فرصت ہی نہیں	"
مقام شکر ہے غافل مصیبت دنیا	اسی بہانہ سے اللہ یاد آتا ہے	اکبر
فکر دنیا خوف عقبےٰ سیکڑوں رنج و الم	ہائے کیا کیا کلفتیں ہیں اک دل ناشاد میں	"
زندگی میری بسر اشکوں کے دریا میں ہوئی	جسم و مرکب آشنائے بستر و بالیں ہوا	امانت
دل آفت زدہ اپنا نہ ایذا سے ہوا خالی	نیا پیدا ہوا ناسور گر زخم کہن بگڑا	"
مشکلوں کا ہے بہت دل میں ہجوم افسر کے	کام ہو جائے خدایا کہیں آساں میرا	افسر
ایک آفت ہو تو انسان کہے حال اس کا	گور کے گود میں پلتا ہوں میں پیدا ہو کر	بحر
گرد و کلفت سے میں آلودہ ہوا ہوں بال بال	اس زمیں نے ڈھا دیا ہے آسماں بالائے سر	"
بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد	غم نہیں آفت پہ آفت ہو جہاں بالائے سر	"
کبھی نہ میرے عناصر کو تازگی بخشی	نہ چار باغ سے میری ہوی دوچار بہار	"
خدا سے کہونگا کہاں مجھ کو بھیجا	میں اس غمکدہ میں نہ دم بھر رہا خوش	"
روتے ہیں ساری رات سارے دن	کیا بُرے کٹتے ہیں ہمارے دن	"
آب و دانہ مجھے کہاں لایا	نہ ملا چین عمر بھر مجھ کو	"
بچائے موجۂ آفات سے ہو ناخدا ایسا	جہاز زندگی تھم جائے لنگر ہو تو ایسا ہو	"
طالع منحوس کیا کم تھے تباہی کے لئے	چرخ کیوں درپے ہوا مجھ خانماں برباد کے	"
ہزاروں میں نہیں ہے خانۂ دنیا کی آرائش	مرے پر فیصلا ہے جیتے جی سارا بکھیڑا ہے	"
نہ دیا چین کبھی حسرت دنیا نے مجھے	داغ بن بنکے جگر میں مرے ارمان رہے	"
گھر بیٹھے ہی نصیب جو آفت سفر میں ہے	چکر ہماری روح کو دوران سر میں ہے	"
چین دینے کے نہیں اے بحر یہ لیل و نہار	دن کو تڑپا کیجئے راتوں کو رویا کیجئے	"
عدم سے آئے تھے ہستی میں کیا بری ساعت	نہ اس قدر جئے ہم رنج جس قدر گزرے	"
لشکر اندوہ و غم سے ایسی بربادی ہوئی	پیکر خاکی ہمارا گرد لشکر ہو گیا	"
تھوڑی سی زندگی میں اٹھائے بہت عذاب	پیری میں موت کا بھی تقاضا اٹھا لیا	"
طفل کرتے ہیں فغاں پیٹ سے پیدا ہو کر	کوئی اس خانۂ احزاں میں نہ دلشاد آیا	"
خبر نہیں مجھے دنیا تھی یا جہنم تھا	یہ جانتا ہوں کہ میں مورد عذاب رہا	"
ان آفتوں میں پڑا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں	خدا نے کی نہیں اس شخص کی قضا پیدا	"
سامنا ایسی بلاؤں کا رہا دنیا میں	ملک الموت بھی آئے تو ہراساں نہ ہوا	"
رنج دن رات ہے پروانہ و سرخاب کی شکل	زحمت روز کبھی ہے تو کبھی کلفت شب	"
قالب خاکی میں کیونکر روح بے کھٹکے رہے	خوف دب مرنے کا ہے اس قصر بے بنیاد سے	"

مصائب

جو زیر زمیں سوئے ہیں راحت سے وہی ہیں
آرام سے کسی کو نہیں دنیا میں [illegible] — ناظم

طفل و جوان و پیر ہیں سب ایک حال میں
[illegible] زمانہ [illegible] چرخ کہن میں [illegible] — تجمل

تمہیں نہیں [illegible] پیش رہتی ہیں [illegible] تجمل کو مدام
فکریں لاکھوں [illegible] اس خرابہ آباد میں — "

چین پل [illegible] نہیں ہے وہ بوجھ بھاری ہے
اپنے غم کا [illegible] گردوں کا — تسلیم

لوٹ جائے [illegible] وہ رنگ جہان خراب کا
صدموں سے ہے [illegible] — جنون

جو حال [illegible] عدم سے [illegible] دنیا میں
کر [illegible] اس غمکدہ میں [illegible] رنج و [illegible] — "

ایک جا [illegible] وہ [illegible] دیکھ لیا
کیا علاج اپنا [illegible] رنج و محن دیکھ لیا — "

جو کہ تقدیر میں [illegible] چرخ کہن دیکھ لیا
کیسے کیسے ستم [illegible] عمر [illegible] — جو[illegible]

بندگی [illegible] کیا کیا بلائیں یہاں نہیں
آدمی [illegible] عشق یہاں دیکھا

مصیبت میں [illegible] آسماں دیکھا
زمیں پر جب سے ہم آئے [illegible]

اٹھائے

مصائب

شعر	شاعر
سامنا رہتا ہے اندوہ و الم کا ہر دم / ایک دم غم کدۂ دہر میں دل شاد نہیں	زند
ڈال سے آئے تھے لگا کچھ نہ ہم لیتے / پھر چلے پات سے لاکھ غم لیتے	انگیں
کچھ ہو تو ہو عدم میں راحت / ہستی میں تو ہم نے غم ہی دیکھا	سودا
جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے / مجھ دل داغدار کی صورت	"
آئے ہیں ہم جہان فانی میں / داغ اٹھانے کو رنج سہنے کو	میر
زندگی تلخ ہو جائے گی / سحر ایسے جیے رہے	"
یہی دن جو گزرے سے ہوئے بیزار ہم / عشرت و آرام و راحت سے ہوئے بیزار ہم	"
غم ہمارا دوست غم سے ہو گئے غمخوار ہم / کارخانے میں جہاں کے عیش کے غم ہیں فزوں	سخن
ایک دن ہو عید تو دس دن محرم چاہئے	"
دنیا میں عیش کم ہے مصیبت زیادہ ہے / دس دن ہیں اگر غم کے تو دو دن ہیں عید کے	"
جب تک کہ آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھا کیاں / مند گئیں جب آنکھیں تب سوز سب آنند ہیں	سوز

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اٹھائے میں نے جو صدمے الم کے	کسی کا دل نہ یارب یوں حزیں ہو	جویا
کدھر جاؤں کہاں ٹھہروں نہ یہ پرساں نہ وہ خواہاں	گل بازی بناتے ہیں زمین و آسماں مجھ کو	جلیل
مختصر حال زندگی یہ ہے	لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا	"
حسرت و اندوہ و حرمان و غم و رنج و فراق	مونس و ہمدرد ہیں اپنے یہ دو چار اندنوں	جوشش
اے جوشش درد و حسرت ایذا و رنج و محنت	اترے ہیں یہ مسافر آکر سرائے تن میں	"
سختی سہی نہیں کہ اٹھائی نہیں کڑی	دنیا میں کیا کسی پہ مصیبت پڑی نہیں	چکبست
باغ جہاں میں ہم رہے رنج و عنا کے ساتھ	دیکھا نہ ایک گل کبھی عیش و غنا کے ساتھ	حیرت
یاس و حسرت ہیں اور کہیں آہ و فغاں	گھیرے رہتے ہیں عدو ہر گھڑی دو چار مجھے	"
یار ہے دکھ میں یار ہے غم میں	ہم نے دنیا میں آکے کیا دیکھا	حسرت
اے فلک باقی نہیں میرے جگر میں جائے داغ	اور کیوں دیتا ہے مجھ کو داغ پر بالائے داغ	"
آسمان و زمیں شکنجہ ہے	چین اس میں ذرا نہیں ملتا	خلیل
چمن دہر میں خالی نہیں زحمت سے کوئی	ٹوٹتے پھول ہیں پڑتے ہیں ثمر پر پتھر	"
کھٹکے ہزار ہا ہیں جہاں میں قیام سے	اچھے رہے جو کر گئے کوچ اس مقام سے	"
جہاں میں آئے تھے کیا رنج ہی اٹھانے کو	الٰہی تو نے ہمیں کس بلا میں ڈال دیا	داغ
فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں	سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں	"
کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے	ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے	"
کیا درد دل کہوں کہ سراپا ہوں درد مند	آتی نہیں ہے بات سوائے فغاں مجھے	"
اے حیات دو روزہ لے آئی	کن گرفتاریوں میں تو مجھ کو	"
پورا ہو کوئی کام مصیبت زدوں سے کیا	جو رہ گئی مراد تباہی میں رہ گئی	"
دل زمانے کے ہاتھ سے سالم	کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا	درد
اے ذرد جس کی آنکھ کھلی اس جہان میں	شبنم کی طرح جان کو اپنے وہ رو گیا	"
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے	ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے	"
ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر	اپنے تئیں آپ رو گئے ہم	"
روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے	اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے	"
ہوا نہ سامنا دنیا میں کس کس آفت کا	دو روزہ زندگی میں سیکڑوں ملال ہوئے	رند
ایسے جینے پہ رند خاک پڑے	موت اس زندگی پہ ہنستی ہے	"
سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی	آسرا غیر کا مردان خدا لیتے ہیں	"
دم بھر نہ رہے چین سے افسوس ہے اے چرخ	ایذا ہی اٹھاتے رہے پیدا ہوئے جب سے	"
کیوں دئے ہیں تو نے قسام ازل	رنج لاکھوں ایک جی کے واسطے	"
رنج و اندوہ و ملال و رشک و غم	صدمے ہیں یہ آدمی کے واسطے	"
سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے	اور جلاد نے چرکا دیا جاتے جاتے	"
زیر گردوں نہیں آرام کی صورت کوئی	سب اٹھانے کو یہاں رنج و محن بیٹھے ہیں	"
یوں ہو گئی زراعت دل پائمال غم	گویا ہوا گذار ملخ اپنی کشت میں	"

گہر ہونے سے پہلے قطرۂ دریائے رحمت تھا	اٹھائیں روح نے قالب میں آکر سختیاں کیا کیا	سراج
آرام سے ہے کون جہان خراب میں	گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں	شیفتہ
چکر میں ہوں ہر رات تو گردش میں ہوں ہر روز	گرداب کی صورت ہے مجھے گھر میں سفر روز	شہید
سچ ہے فراق میں کبھی آتا نہیں خیال	آتا خدا کا نام ہے رنج و محن میں یاد	״
کیا خاک عمر چین سے اپنی گزارئیے	بزم جہاں میں عیش ہے کم غم زیادہ ہے	״
ستم ہے سیل حوادث کے زیر گنبد چرخ	حباب دار نہیں کوئی اکدم محفوظ	״
چار دن کٹنے خوشی سے یاں مگر افسوس ہے	عشرت امروز رہن فکر فردا ہوگئی	״
اے شوق سیر دار محن خوب کر چلے	پایا نہ ہم نے اس میں دل شادماں کہیں	شوق
فکر دنیا اک طرف ہے فکر عقبےٰ اک طرف	اپنی ہستی کو تہ تیغ دو دم رکھتے ہیں ہم	شاد
بن گیا آماج گاہ ناوک رنج و بلا	کچھ نہ پوچھو حال مجھ سے اس دل رنجور کا	شفق
گریاں رہے کبھی کبھی گرم فغاں رہے	کچھ روز آکے ہم جو تہ آسماں رہے	״
نقش قدم بنے ہیں کہیں اور کہیں غبار	پامال روزگار رہے ہم جہاں رہے	״
گوشۂ عافیت اس دہر میں ناپیدا ہے	چین مجھ کو تہ گردوں نہ تہ خاک آیا	״
چکر دئے اس چرخ ستمگار نے کیا کیا	گردش میں شب و روز ہوں پرکار کی صورت	״
رنج و غم و درد و الم بیکسی و تنہائی	ہیں یہی مونس و دل سوز ہمارے دوچار	״
پریشانی میں ہوتی ہے بسر عمر	برابر ہیں ہمیں شام و سحر حیف	״
کشمکش سے دہر کے ہم تنگ ہیں	اے اجل آچک کہ قصہ پاک ہو	״
ہیں اک نہ اک رنج میں سب مبتلا شفق	آرام نام کو تہ چرخ کہن نہیں	״
دنیا میں کچھ سوائے رنج و محن نہ دیکھا	کنج قفس میں ہم نے رنگ چمن نہ دیکھا	صفدر
رنج دنیا سبب راحت عقبےٰ ٹھیرے	وہی اچھے رہے جو مورد آفات رہے	صبا
نہ گھبرانا ہجوم رنج و فرط درد سے صابر	کہ ہے افواج کی کثرت سے ہر سردار کی رونق	صابر
آدمی کے لئے زندان الم ہے دنیا	حاصل عمر یہاں رنج سوا کچھ بھی نہیں	ظہیر
ایسی مصیبتوں کا جس سے فلک بھی کانپے	کیونکر مقابلہ ہو اک مشت استخواں سے	ظفر
منجدھار میں ہے کشتی ٹوٹا ہوا ہے لنگر	سر پر ہے رات کالی طوفان ہے بلا کا	״
آرام جس کو کہتے ہیں کونین میں نہیں	زندے جو ہیں خراب تو مردے عذاب میں	״
سرور ہو یا ہو عیش و عشرت بلا ہو یا ہو غم و مصیبت	گلے پڑی ہے جو زندگی اب تو چاہئے سب گزار دینا	عرش
ہمیشہ رنج و الم میں ہوئی بسر اوقات	سمجھ میں آیا نہ کچھ اپنے ماجرا دل کا	عارف
حیف اک دن بھی نہ دنیا میں اٹھائی راحت	کاش اس سے تو میں عالم میں نہ پیدا ہوتا	عالم
درد و غم سے ایک دن فرصت مجھے ملتی نہیں	کیا مری تقدیر کی خالق یہی تحریر ہے	״
عجائب لطف سے صدمے دل ناداں اٹھاتا ہے	سزا اپنے کئے کی آپ یہ جس وقت پاتا ہے	״
کون فارغ ہے فکر و غم سے عیش	کیا ہے دنیا میں غیر رنج و قلق	عیش
عمر کٹنے کو کٹ گئی لیکن	چین سے ایک دن بسر نہ ہوئی	״
رہیں خوش کس طرح دنیا ہے سراپا غم و رنج	خانۂ غم میں بسر زیست بشر کرتے ہیں	״

مصائب

یہ سنگ حوادث فلک سفلہ نے مارے	ہر عضو مرے کالبد خاک کا ٹوٹا	غافل
آئے ہیں تنگ ہم ستم روزگار سے	جائیں کہاں نکل کے فلک کے حصار سے	،،
وہ رنج اٹھائے ہیں کہ غیروں کا تو کیا ذکر	خود اپنی مصیبت کا مجھے غم نہیں ہوتا	فروغ
موت کی بھی التجا کرنے کو فرصت چاہیے	جان دینا بھی ہجوم غم میں مشکل کیوں نہ ہو	،،
فروغ آرام کب پایا ہوا ہوں جب سے میں پیدا	دیا ہے رنج اٹھانے کے لئے حق نے مجھے دل کو	،،
دین کی پابندیوں کی شرط ہے دنیا کے ساتھ	ہائے کیا کیا دقتیں ہیں آدمی کے واسطے	فوق
ہماری آب و گل میں ہے ازل کے دن سے بربادی	لڑکپن میں جو کھیلے کھیل تو خاکبازی کا	قلق
طالب طبل و علم کو بھی نہ دیکھا چین سے	کیا میں اس غمخانہ میں اسباب راحت مانگتا	،،
دم بھر یہاں بسر نہ ہوئی اپنی عیش سے	دست جفائے چرخ سے داغوں پہ کھائے داغ	،،
یارب زمین سخت ہے اور آسماں ہے دور	بے بس ہوا ہوں مرغ گرفتار کی طرح	قدر
ٹکڑے دل و جگر ہوے آنکھوں کے سامنے	کس کس کے اس جہاں میں خدا نے دکھائے داغ	،،
بنے قدر ایسے غبار ہم ہوئے گردشوں میں وہ خوار ہم	کہ مثال دائرہ فلک جو اٹھے تو بیسرو پا ہوئے	،،
سخن گو کے لئے سختی یہاں ہے	جبھی بتیس دانتوں میں زباں ہے	،،
ٹوٹا جہاں کوئی شہاب سمجھا میں خانماں خراب	مجھ پہ پڑا کوئی عذاب مجھ پہ کوئی بلا چلی	،،
گلشن دنیا کا پھل ہر ایک ہے برچھی کا پھل	چوب درباں ہے نہال خشک اس گلزار کا	گویا
غم و رنج و اندوہ حرمان و یاس	ہمارے بھی کیا کیا مددگار ہیں	منتہی
گردش دھر درپئے دانا	صفت سنگ آسیا ہے یہ	،،
بہر زمین کہ رسیدیم آسماں پیداست	کہو تو چین کی صورت ہو پھر کہاں پیدا	مہر
اک اگر دکھ ہو تو ناصح کیجئے اس کا علاج	سر میں سودا دل میں سوزش ہے جگر میں درد ہے	،،
ہے خمیر زندگی افکار و آلام سے	چین سے کیا بیٹھنے پاتا ہے یاں کوئی بشر	،،
اے مہر حکیم دے اگر تلخ دوا	بیجا ہے مریض کی شکایت بیجا	،،
حکمت میں نہ دے حکیم مطلق کی دخل	شائد کہ مصائب ہی میں ہو تیرا بھلا	،،
آدمی جب تھپیڑ کھاتا ہے	اس کو اللہ یاد آتا ہے	،،
عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں آنکھیں بند کیا	یعنے رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا	میر
ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے	پیوند ہو زمیں کا شیوہ اس آسماں کا	،،
جن بلاؤں کو میر سنتے تھے	ان کو اس روزگار میں دیکھا	،،
کبتک اس تنگنا میں کھینچئے رنج	یاں سے یارب تو ہی نکال ہمیں	،،
فکر معاش یعنی غم زیست تا بکئے	مرجائے کہیں کہ ذرا آرام پائے	،،
کھا گئی یاں کی فکر سو موہوم	وہاں کیا ہوگی کچھ نہیں معلوم	،،
آتش غم میں بسکہ جلتے ہیں	شمع ساں استخواں پگھلتے ہیں	مصحفی
دل ایک اور لاکھوں ہی افکار رنج و غم	دنیا کے مخمصوں سے پریشاں نہ ہوں تو کیا	،،
سختیٔ دہر نے جس طرح مرا دل توڑا	کبھی اسطرح سے شیشہ کو نہ توڑے پتھر	،،
نے حلق خونچکاں ہوں نہ حلق بریدہ ہوں	اتنا تو جانتا ہوں کہ آفت رسیدہ ہوں	،،

کشتیٔ تن کو نہیں بحر حوادث میں امن	ٹوٹ ہی جاتے ہیں ہر موج میں لنگر دوچار	میکش
جمے ہیں غم کے پرے آکے کشور دل میں	نقارہ بج گیا اندوہ کے رسالوں کا	"
ہو رہی ہے تنگ دنیا میں رہ تفریح طبع	ہمدم ضیق النفس باد سحر ہونے کو ہے	نیر
تلواریں ہم نے دست حوادث سے کھائی ہیں	بیٹھے ہیں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے	"
اس زندگی سے حشر میں اللہ ہی بچائے	انسان جس کو رنج و بلا میں بسر کرے	"
بیکس نہیں ہے بے وطنی میں کوئی بشر	دنیا کی آفتوں کو ہے صحبت غریب سے	"
ہندوستان بھر میں ہے ماتم معاش کا	جس گھر میں دیکھتا ہوں یہی ہائے ہائے ہے	"
جی میں ہے آہ سے احوال دگرگوں کر دوں	تنگ رکھتی ہے مجھے گردش ایام بہت	مجروح
کیا مصیبت کی سختیاں ہوں بیاں	دن قیامت ہے اور رات پہاڑ	مضطر
مضطرب کیوں نہ ہو دل مضطر	بن گئیں اس کو مشکلات پہاڑ	"
یارب مجھے نجات دے اس مخمصہ سے تو	افکار کا ہجوم ہے دن رات بے طرح	"
چلتی رہی نفس کی چھری دل پہ رات دن	عالم میں چین صورت بسمل نہیں ملا	نظم
لی نہ غم کدۂ دہر میں جگہ اتنی	کہ روؤں بیٹھ کے میں نامرادیٔ دل پر	"
خوف سے بھولے ہوئے ہیں لوگ اپنی خواہشیں	ایسے پر آشوب عالم میں کہاں کی خواہشیں	نظر
دیکھیں ہوتا ہے دن بسر کیونکر	شب تو گزری خدا خدا کرتے	نواب
گر یہی حال ہے میرا تو سوئے ملک عدم	میں اگر آج نہ جاؤں گا تو کل جاؤں گا	"
تم تو دانا ہو کہیں کیا اے نصیر اتنا یہ رنج	فروغ دنیائے لاحاصل پہ کیوں کھینچیں ہیں آب	نصیر
آرام نہیں تو ہے نصیر آہ ہمیں ذرا	دنرات رہتی ہے فلک پیر کو جنبش	"
گلچیں روزگار کے ہاتھوں سے اے نصیر	دیوار و در کی سیر کروں کیا بنا کے پھول	"
حادثوں سے بے خطر نساخ ہیں عالی دماغ	خوف اہل آسماں کو کب ہوا سیلاب کا	نساخ
حادثات دہر سے ایمن رہے عالی دماغ	خوف سکانِ فلک کو کب ہوا بھونچال کا	"
اس دور میں گزر نہیں جز غم نشاط کا	وہ کون ہے دل کہ جو اندوہگیں نہیں	"
آرام کہاں نصیب ہم کو	کھٹکا در پیش ہے سفر کا	نسیم
گھر بنا ہے اس قدر کثرت سے رنج و یاس نے	دل مرے سینے میں چھتا ہو گیا زنبور کا	"
جاتا کہاں حوادث عالم سے بھاگ کر	کس جا یہ آسماں نہیں یہ زمیں نہیں	واسطی
لگا رہتا ہے کھٹکا ہر گھڑی سیل حوادث کا	خرابات جہاں میں گھر کوئی آباد کیا کیجے	"
ہے پختہ مزاجوں کے لئے سنگ حوادث	رہتا ہے سلامت ثمر خام ہمیشہ	وقار
وحشت نہ پوچھ حال پریشانیٔ دماغ	ہیں ناوک بلا کے ہدف چار سو سے ہم	وحشت
کہیں کیا جو دنیا سے ہم لے چلے	غم و رنج درد و الم لے چلے	ہوش
پختہ مغزوں کو نہیں باد حوادث سے ضرر	صدمۂ صرصر سے ہو جاتی ہے شاخ خام خم	"
کر دیا موج حوادث نے وہیں برباد آہ	جوں حباب اس بحر میں ہم کوئی دم بیٹھے اٹھے	ہمدم
ہر شخص سے اٹھنے کا نہیں بار مصیبت	دشمن بھی کسی کا نہ کبھی پائے مصیبت	ہنر
نازک دل انساں ہے دکھائے نہ مصیبت	موت آئے مگر شکل نہ دکھلائے مصیبت	"

مصائب

دنیا میں بڑا روگ ہے آزار مصیبت	ہنر
یارب کوئی انساں نہ ہو بیمار مصیبت	
رستم کا جگر پانی ہوا اس رنج و الم میں	"
بہمن کے رواں ہوش مصیبت سے ہوئے دم میں	
ہنگام مصیبت کا نہیں کوئی بھی ساتھی	"
یوسف سے سگے بھائیوں نے دیکھو دغا کی	
بن کا بھی مصیبت میں عدو ہو گیا بھائی	"
پھر کس سے تمنا کرے اس وقت میں کوئی	
کیا قہر خدا ہے یہ مصیبت کا زمانہ	"
اس وقت میں بیگانہ کہاتا ہے یگانہ	
کانوں سے سنا جس نے مصیبت کا فسانہ	"
موت بھی وہ مر گیا کچھ کر کے بہانہ	
جینے سے ہو دل تنگ مصیبت میں ہر اک آن	"
گزرے جو مصیبت ہی میں ہو لاکھ کا ایمان	
ڈرتا ہے مصیبت سے ہنر کیوں ہوا ناداں	"
کچھ غم نہیں ہے تجھ کو اللہ ہے نگہباں	

مصیبت

مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں

عین بے جا ہے قریبوں سے کشائش کی امید	اشک کا عقدہ کشا ناخن مژگاں نہ ہوا	امیر
بعد مردن نہیں ہوتا ہے کسی کا کوئی	دفن ہمراہ برادر کے برادر نہ ہوا	〃
گور میں مردے کو رکھ کر ہو گئے رخصت عزیز	ہم سفر کوئی ہمارا پہلی منزل میں نہیں	〃
گور میں ساتھ پس مرگ کسی نے نہ دیا	اقربا چھوڑ گئے اول منزل مجھ کو	〃
مردہ وبال خویش و احبا ہے بعد مرگ	تابوت ہے درست نہ اپنا کفن درست	〃
آشنا بھی نہیں آتے ہیں برے وقت میں کام	دفن ہوتی نہیں ہمراہ بدن خاک میں روح	〃
اقربا کے رشتۂ الفت بھی کٹ جاتے ہیں صاف	قطع کرتے ہیں فرشتے جب طناب زندگی	〃
ساتھ کسی نے نہ دیا وقت قتل	ہاتھ جدا پاؤں جدا ہو گیا	〃
کسی کا ساتھ مصیبت میں کوئی دیتا ہی	قفس میں پھول نہ ہمراہ عندلیب آیا	〃
مرگ کے بعد کسی نے نہ دیا ساتھ امیر	کام بیگانہ ہی آیا نہ یگانہ ٹھیرا	〃
سچ ہے کوئی نہیں ہوتا ہے مصیبت میں شریک	نیند کیا موت بھی آئی نہ شب ہجراں میں	〃
نہیں ہے بزم جہاں میں مرا کوئی پرساں	ذلیل صورت ناخواندہ مہماں ہوں میں	〃
چل دلا سوئے عدم آب زندگی کا لطف کیا	کوئی غمخواروں میں کوئی دوستداروں میں نہیں	〃
جدا ہیں جسم سے اعضائے جسم زیر زمیں	خدا کی شان جو اپنے تھے وہ پرائے ہوئے	〃
کشتی شکستگاں کا نہیں ناخدا شریک	کون اب بجز خدا ہو برے وقت کا شریک	〃
یہ اہل عیش مجھ نالاں کا کیا درد جگر جانیں	چمن میں ہنستے ہیں گل کون سنتا ہے عنادل کی	〃
سفینہ بے کسوں کا غرق ہوتا ہے تو ہوتا ہے	کسے پروا بلا جانے سبکساران ساحل کی	〃
چھوڑ کر ہم کو لحد میں چل دئے	دوستوں کی بے وفائی دیکھ لی	〃
وقت بد میں کون ہوتا ہے مصیبت کا شریک	ہجر کی شب کے اندھیرے میں مہ کامل کہاں	آتش
رفیق حال برے وقت میں نہیں کوئی	شریک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں	〃
حالت بد کا نہیں کوئی زمانہ میں شریک	جسم سا ممکن نہیں ہے پیرہن میں آ ملے	〃
ساتھ دیتا نہیں مشکل میں امانت کوئی	صبر آیا نہ کہیں عاشق بیتاب کے پاس	امانت
سب برے وقت پہ کرتے ہیں کنارہ افسوس	آیا ساحل نہ کہیں ماہی بیتاب کے پاس	〃
وقت بد میں اشک بھی ہو جاتے ہیں اپنے عدو	آسماں بن جائے آہوں کا دھواں کیا دور ہے	اشک
وقت بد میں نہ ہوا کوئی امیر آ کے شریک	یار سمجھا تھا میں جس کو وہ مرا یار نہ تھا	امیر
کسی کا ساتھ زمانہ میں کوئی دیتا ہے	پھرا جو سر تو نہ دیکھا کلاہ کی گردش	〃
پتلیاں تک بھی پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع	وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں	〃
امیر آیا جو وقت بد تو سب نے راہ لی اپنی	ہزاروں سیکڑوں میں درد و غم دو آشنا ٹھیرے	〃
برے وقت کا کب کوئی آشنا ہے	زمانہ ادھر ہے جدھر کی ہوا ہے	اطہر
برے وقت کا کوئی ہمدم نہ یاور	بھلے وقت کا ہر کوئی آشنا ہے	افسوس

مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں

تیرہ بختی کا نہیں ہے دلسوز شریک — حسن
شمع سے مجھ کو شکایت ہے نہ پروانہ سے
اے آسماں ترا شکوہ ہے بیجا — آسماں
زمانہ میں کوئی ہوا ہے کسی کا
سایہ بھی ہے ادھر سے ادھر اپنے جسم کا — بحر
ساتھ کون کسی کا زوال میں
دنیا ہے کہ اپنا گلا کاٹ ڈالئے — 〃
سر چھوڑ کے کوئی اپنا کسی کا سر پر آتا ہے
فریاد رس نہیں جب زور ہے سر پر نصیب — 〃
قفل گھر ہوتی ہے جب کوئی نہیں یاور
میلے گھڑوں کو بھی سنتا ہے کسی کا درد دکھ
کون دنیا میں ہے کسی مزدور کا
کون مرا بوجھ لیتا ہے جدا ہوتے ہی دیکھ — 〃
خزاں میں پھول سے پتے جدا ہوتے ہوئے دیکھ
ہزار احباب ہوں کوئی دم مشکل نہ پہچانتا
اچھا لگے جو پھول تو بو باس بھی کہاں
نہیں شریک ہوتے ہیں کب آشنائے عیش — باقی
خدا کسی کو نہ روز سیاہ دکھلائے
کہیں یہ جا ہے ترا سے شریک یار نہیں
تباہ وقت پر میں چشم وفا شخص غیر سے
سایہ بھی ساتھ دے نہیں سکتا زوال میں

زوال میں نہیں باقی کوئی کسی کا شریک	رفیق دوست پسر اقربا غلام عزیز	باقی
تنہا لحد میں چھوڑ کے ہم کو چلے گئے	افسوس اپنے کام نہ اسوقت آئے دوست	بلاغت
کون ہوتا ہے برے وقت کا ساتھی بیدل	طور جل جل کے پھنکا داد نہ دی موسیٰ نے	بیدل
جانتے تھے جس کو ہم اپنا وہی بیگانہ تھا	سچ تو یہ ہے کوئی بگڑے وقت میں اپنا نہ تھا	بیدم
جز خدا آشنا نہیں کوئی	کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور	بیان
سب بھلے وقت کے اخلاص بتانے والے	پر برے وقت کوئی دوست مددگار نہیں	پرتو
سکھ کے سب ساتھی ہیں دکھ کا تو نہیں کوئی رفیق	یار راحت ہیں بہت یار مصیبت کم ہیں	تراب
وقت مشکل میں کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے	ہر گراں بار سے کرتے ہیں سبکسار گریز	تجمل
وقت مشکل خود غرض دیتے نہیں ہمدم کا ساتھ	آرزوئیں رہ گئیں دل میں گیا تنہا شباب	تسلیم
لو نزع کے عالم میں بھری جاتی ہے پتلی	سچ ہے کوئی اپنا دم مشکل نہیں ہوتا	"
مصیبت کو کوئی مٹاتا نہیں	اڑی پر کوئی کام آتا نہیں	"
راحت و آرام و عقل و طاقت و ہوش و حواس	مہرباں کرنے لگے نامہربانی وقت نزع	جرار
وقت بد میں بدتر از غیر آشنا ہو جائے گا	گور میں ہر عضو آپس میں جدا ہو جائے گا	جنون
ساتھ کس کا کوئی دیتا ہے پریشانی میں	رنگ گلشن میں کبھی ہم سفر بو نہ ہوا	جلال
وقت پڑتا ہے تو کوئی آشنا ہوتا نہیں	دشمن فرہاد نکلا تیشۂ فرہاد بھی	جلیل
دل سے نالے بھی نکلے جاتے ہیں	کون اپنا شریک حال ہوا	"
وائے قسمت کہ رہا میں لب بحر ذخّار	آشنا چھوڑ کے تنہا مجھے سب پار ہوئے	جویا
عزیز و اقربا و دوست سب دنیا کے جھگڑے تھے	فنا کے بعد کوئی دیکھنے آیا نہ تربت میں	حیرت
زندگی میں ہی ہیں سب یار سمجھ لو حیرت	کوئی آتا نہیں پھر گور غریباں کی طرف	"
دن اچھے تھے جب تک مرے مہرباں تھے	برے وقت ہیں سب کنارے ہوئے ہیں	داغ
نہ کرے دوست یگانوں کا بھروسا کوئی	سچ ہے مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا کوئی	ذوق
وقت بد میں کون دیتا ہے کسی کا ساتھ رند	یار ثابت اک ملی دنیا میں تنہائی مجھے	رند
ہیں یہ سارے جیتے جی کے واسطے	کون مرتا ہے کسی کے واسطے	"
ہوا نہ روز فراق میں یوں کہ ایکدم بھی آپ میں ہو	نہ رہتے دیکھا کبھی برے وقت آپ کو بھی ہیں یار اپنا	سودا
قبر تاریک میں احباب نے تنہا چھوڑا	اٹھ گئی شمع بھی باری شب اول بھر کے	سفیر
چھوڑ کر قبر میں رخصت ہوئے سارے احباب	نہ رہا ایک نگہباں سر تربت باقی	سراج
نہ بعد از دفن مرقد پر عزیز و اقربا ٹھیرے	نہ ہمدم ایکدم ٹھیرے نہ یار و آشنا ٹھیرے	سعید
رنج و الم میں کون دے ساتھ بلا نصیب کا	چھوڑ دیا امید نے دل کو فگار دیکھ کر	شاد
دل بستگی اے شہید چھوڑو	دنیا میں نہیں کوئی کسی کا	شہید
چل دئے صبر و خرد بیتابیٔ دل دیکھ کر	راہ لی ہمراہیوں نے راہ مشکل دیکھ کر	"
ایام مصیبت میں کسی نے نہ وفا کی	سچ ہے یہ مثل کوئی کسی کا نہیں ہوتا	شفق
وقت خدا نہ خواستہ پڑ جو گیا تو سب خلاف	شاد کہاں کسی کو یاد آگئی تری بھلائیاں	شاد عظیم آبادی
ہمیں رو کے خوشی جو نصیب ہوئی تو عزیز و رفیق بھی ساتھ رہے	رہ ملک عدم کی طرف جو چلے کوئی اپنا شریک سفر نہ رہا	صفدر

مصیبت میں کوئی کسی کا ساتھی نہیں

برا ہوتا ہے وقت بد نظیر ابرو نہ دکھلائے — بیگانے غیر بیگانے ہیں اکثر وقت مشکل پر — نظیر
بجز ذات خدا کوئی نہیں اپنا زمانہ میں — یہ باتیں دیکھی جہاں جانچی تو لی امتحانی ہیں — "
نہیں ہوتا ہے بیکس مرگ کسی کا کوئی — درد و ٹک بھی تو مرے حال میں شامل نہ ہوا — "
ہیں مروت نہیں ہوتا کسی کا آشنا کوئی — گرہاں زندگی کے یار سب احباب جانی ہیں — عاشق
کب بھلا کوئی کسی کے دکھ میں ہوتا ہے شریک — حال بن کرتے ہیں حال زندگی بیمار پر — "
سب ہی کے ہیں ساتھی دنیا میں — کوئی بگڑی کا ساتھی نہیں منہ چھپا گئے — "
سرخن تو بہت تھا لب گور تک بھی — یہاں آشنا تھا اپنی سوا نہ لگی — "
جو مدد کا ہمدردی کرے اپنی کوئی دل بیزار کا — کون ہمدردی کرے کوئی دل بیزار کا — "
پوچھنے والا نہیں کوئی دو سرا نہ تھے — بھی بہتر کا دوسرا نہ تھے — عاشق
حال بیکس عجب جسم و خرد جان و تن سے ہیں — پرساں نہ غم میں صبر و خرد جان و تن کے ہیں
ہمدرد ہو کوئی نہ کسی بھی وطن کے — کس پاس سے

مصیبت میں کوئی کسی کا ساتھی نہیں

شعر	شاعر
جب تک ہے زر دار ترے یار ہیں سب / جب تک نہ پڑے وقت وفادار ہیں سب	مہر
جب وقت پڑے گا دیکھ لیجیو غافل / جب وقت پڑے یار وہ عیار ہیں سب	״
سمجھا تھا جسے / جو دن برے ہوں تو ہمدم کوئی جہاں میں نہیں / چمن میں مرغ چمن ہم سفر خزاں میں نہیں	منیٹن
خسارہ روح کو کرجاتی ہے وقت مرگ انساں سے / قیامت ہے مصیبت میں نہ ایسا آشنا نکلے	ماہ
مشکل کے وقت کون کسی کا ہے آشنا / پڑی جو سر پہ تو دیتے چلے دست و پا جواب	״
مرنے کے بعد کوئی کسی کا نہیں ہے ساتھ / جاتا ہے جب مسافر ملک عدم الگ	مضطر
رکھ کے مرقد میں چلے احباب / میں اکیلا ہی رہ گیا افسوس	״
تیرہ بختی میں کسی کا نہیں دیتا کوئی ساتھ / اقربا و دوست سب اس وقت بدل جاتے ہیں	ناسخ
کسی کا کیا کوئی روز سیہ میں ساتھ دیتا ہے / کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے	
کیا وقت بد میں ساتھ رہے کوئی ہم نشیں / پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں چمن سے دور	

وقت بد میں

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کس یاس سے اک ایک کا منہ دیکھ رہا ہوں	کوئی بھی برے وقت میں شامل نہیں ہوتا	عارف
مشکل میں شریک ہو نہ کوئی	مرنے پہ جدا ہو تن سے جاں تک	عرش
ملا کے خاک میں تن کو گئی بہشت میں روح	کسی کا کون زمانہ میں یار ہوتا ہے	״
حادثات دہر میں یاروں کی یاری دیکھ لی	آزمایا جس کو ہم نے وقت پر جاتا رہا	״
وقت بد میں شریک درد والم	نہ برادر نہ آشنا دیکھا	عالم
یہ بعد دفن مری قبر سے صدا آئی	عجیب دوست تھے جو خاک میں ملا کے چلے	״
اکیلے گھر میں سہارا ہے تیرا اے مالک	اندھیری قبر میں ہمدم ہمیں سلا کے چلے	״
سچ تو یہ ہے زندگی تک ساتھ ہیں یار و عزیز	بعد مردن کس کو ہے گور غریباں سے غرض	״
ہم نے تکلیف میں دیکھا نہ کسی کو ہمدرد	بس بھلا چاہتے ہیں خویش و برادر اپنا	״
کام آیا نہ برے وقت کوئی اے غافل	جس کو سمجھا تھا میں اپنا وہی بیگانہ ہوا	غافل
کون ہوتا ہے بُرے وقت میں حالت کا شریک	کہ دم مرگ یہاں آنکھ بھی پھر جاتی ہے	״
کام آیا نہ برے وقت کوئی اے غافل	نہیں معلوم یہ اپنے ہیں کہ بیگانے ہیں	״
برے وقت میں کون دیتا ہے تن	جو تھے دوست نا آشنا ہو گئے	فیض
برے وقت پر کام آتے نہیں	عجب لوگ ہیں اس زمانہ کے لوگ	״
تنگدستی میں کسی نے بھی نہ پوچھا اے فوق	کام نکلا کبھی اپنے سے نہ بیگانے سے	فوق
بدل جاتی ہے صورت نزع میں پھر جاتی ہیں آنکھیں	کسی کا ساتھ دیتا ہے کہاں کوئی مصیبت میں	فروغ
مرنے کے بعد کوئی ساتھی نہیں کسی کا	سب لوگ اپنے اپنے کردار دیکھ لیں گے	قدر
یہ اندھیرا ہے کہ وحشت ہے لحد میں ہم کو	کس جگہ چھوڑ گئے ہائے سب احباب ہمیں	״
ہم کو لحد میں رکھ کے ہیں یوں دوست منتشر	جیسے لٹا پٹا ہو کوئی کارواں خراب	״
قلق نہ کوئی برے وقت کا شریک ملا	بہت شریک بہت دردمند دیکھ چکے	قلق
جسد کو روح نے چھوڑا جو دیکھا نزع کا عالم	کسی کا ساتھ دیتا کون ہے وقت مصیبت میں	قدیر
وقت مجھ پر جب پڑا ہر ایک نے دھوکا دیا	صبر رخصت لے گیا راحت نے استعفا دیا	مصحفی
کیسے رفیق کس کے ہوا خواہ کس کے دوست	رخ پھیرتے ہیں سب یہ مخالف ہوا کے ساتھ	محب
آشنا مطلب کے ثروت میں تو لاکھوں ہیں محب	ایک بھی آفت میں یار مہرباں ملتا نہیں	״
سچ ہے کہ بعد مرگ کسی کا کوئی نہیں	رکھتی نہیں ہے روح تن زار سے غرض	مزنب
نزع میں مردم دیدہ بھی تو پھر جاتے ہیں	ہاں برے وقت میں ہے کون کسی کا ہوتا	״
آشنا کنج لحد میں ہمیں سب چھوڑ گئے	اس برے وقت میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا	״
دیتا نہیں ہے ساتھ برے وقت میں کوئی	طاقت بھی ہو گئی ہے تن زار سے الگ	مہر
ہمچشموں کی آنکھوں کو بدلتے ہوئے دیکھا	جب وقت پڑا کوئی بھتیجا تھا نہ بھائی	״
اپنا دیکھا ہے اور پرایا دیکھا	سو بار ہے سب کو آزمایا دیکھا	״
اے قہر برے وقت کا جو ساتھی ہو	ایسا کوئی نہ ماں کا جایا دیکھا	״
اپنا دیکھا ہے اور پرایا ہم نے	سو بار ہے سب کو آزمایا ہم نے	״
اے قہر بنی کا ہے زمانہ ساتھی	بگڑی کا کوئی یار نہ پایا ہم نے	״

وقت بد میں ہر طرف سے چشمکیں ہونے لگیں
آئینوں میں جا بجا سورج گہن ثابت ہوا — نظم

پہلو سے دو گھڑی جو سرکتے نہ تھے کبھی
گھبرا گئے وہ قبر میں تاخیر دیکھ کر — "

کسی کے کوئی کام آتا نہیں وہ وقت آیا ہے
کہ انساں ہاتھ سے اپنے لحد اپنی بنا رکھے

روز بد سے ڈر کے ہوجاتے ہیں پھر
دوست دشمن آشنا نا آشنا — نسیم

بیکسی میں بجز اللہ کے دیکھا ہم نے
اپنا غمخوار کوئی یار و برادر نہ ہوا — نواب

دیکھا نہ پھر کے آنکھ چرائے چلے گئے
رکھ کر لحد میں اپنے پرائے چلے گئے — "

کوئی شریک برے وقت کا نہیں سچ ہے
عدو تو کیا نہ مرے دوستدار کام آئے

کسی کا ساتھ مصیبت میں کون دیتا ہے
بدن کے ساتھ ہوئی دفن کب مزار میں روح — وہی

سایہ بھی تو ہمراہ لحد میں نہیں جاتا
ساتھی کوئی مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا — واسطی

اسیر دام ہو کر بلبل نالاں نہ کر شیون
شریک حال ہوتا کون ہے کسکی مصیبت میں — ہمت

مصیبت کے بعد راحت

فروغ جاں کبھی بے کلفت ملال نہیں
وہ آفتاب نہیں ہے جسے زوال نہیں — امیر

بعد تکلیف کے راحت کا بھی ہونا ہے ضرور
کیا عجب آڑے مری آئے مصیبت میری — انجم

بے رنج راج ہووے نہ بختاور احصول
راحت کی گر طلب ہے تو رنج و محن کو دیکھ — بختاور

مصیبت اگر ہے تو راحت بھی ہوگی
کہ گاہے چناں اور گاہے چنیں ہے — ترکی

جو پہلے نیش کھائے ذائقہ وہ نوش کا پائے
برائی سر پہ لے اول تو ہو ساماں بھلائی کا — جوش

کیوں آمد خزاں سے ہوں افسردہ مثل گل
کیا پھر کبھی نہ آئے گا موسم بہار کا — جویا

آتے ہیں اشک کثرت خنداں سے آنکھ میں
افسردگی دلیل ہے ہونا سرور کا — "

ہے سامنا بلا کا پس از عافیت ضرور
ہوتی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد — حالی

میں رنج و غم سے گھبراتا نہیں اسکا سبب یہ ہے
مصیبت کہتی ہے بعد اسکے راحت آنیوالی ہے — سراج

شکایت کیا خدا سے ہے اگر بنکر بگڑتی ہے
بدل عسرا کا یسرا ہے اگر تقدیر پھرتی ہے — شاطر

سختی سے ملا کرتی ہیں آرائشیں صابر
بے پسیے نہ ہاتھوں میں ہوا رنگ حنا کا — صابر

اے سپہر مدعی اب غم سے فرصت چاہئے
بعد عسرت کے مقرر ہے جو سیرت چاہئے — عاشق

عاشق کشود کار کے امیدوار ہیں
حد سے زیادہ غم ہے ہوی انتہائے رنج — "

اٹھالے تھوڑی سی تحصیل علم میں محنت
یہ سچ ہے ملتی ہے محنت کے بعد راحت بھی — عاجز

یکساں کبھی زمانہ کی حالت نہیں رہی
عسرت بھی کیوں رہیگی جو عشرت نہیں رہی — عاشق

رنج کے بعد میسر تجھے راحت ہوگی
غم نہ کھا غم سے پریشان طبیعت ہوگی — مہر

چھٹکر قفس سے جائینگے گلشن میں ہمصفیر
ہونگے کبھی نہ قابل پرواز بال کیا — میکش

اشارہ یہ تجنیس خطی سے ہے
وہ رحمت میں ہے جو کہ زحمت میں ہے — محو

کسی کو ملک و مال آساں نہیں دیتا کبھی گردوں
اگر یوسف بھی ہو پہلے کنویں اسکو جھنکار کھے — نظم

راحت کے بعد رنج ہے راحت ہے بعد رنج
ایسا یہی ہے گردش لیل و نہار کا — ہوش

مصیبت کے بعد راحت

ہمہ زمانہ میں خوشی بعد محن دیکھتے ہیں
شام غربت میں نہاں صبح وطن دیکھتے ہیں — ہوش

معرفت

کر چکا تنگی سے عبث قصد کعبہ
یہاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے — آصفی

بہت دور ہے منزل دوست اے دل
جو یہ طے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے — "

عشاق کی گزر تو ہے مر مر کے زندگی
ان کے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا — "

پرنور ہے وہ جلوۂ جانانہ کسی کا
خود شمع کا شعلہ بھی ہے پروانہ کسی کا — "

کیا گزرتی ہے کس طرح سے نہیں
ہائے اس سبزہ زار کی یاد تیری — "

رہے ادھر ادھر ہمیشہ بس تو ہی تو ہے
جدھر دیکھو ادھر بس تو ہی تو ہے — آزاد

بند کر لیجئے جس وقت رہ دیدہ و گوش
بے تکلف جبر ارض سما آتی ہے

اس نے

معرفت

جدھر دیکھتا ہوں انہیں کا ہے جلوہ
وہ نظروں میں ایسے سمائے ہوئے ہیں
تصور ترا ہے احاطے سے باہر
مکاں اب مرا لامکاں ہو رہا ہے
مدت سے دل اس کو ڈھونڈھتا ہے
جس کا کہ کہیں نہیں پتا ہے
اسرار اگر چشم خدا بیں ہو میسر
ہر چیز میں آ جائے نظر جلوہ خدا کا
جب اپنے گریباں میں ذرا سر کو جھکایا
آرام خدائی کا تماشا نظر آیا
دولت ہے دوست ہی اے چشم تصور دل
اور چشم شوق و در دولت ہے دولت
جہان دہر کے جلوہ ہی خالی ہو نہیں
سما رہا ہے جو نظروں میں جمال یار نہ ہو
گرا وہ جو ہوں تو بیٹھا ملتا ہے
جب تک خودی کریں خدا ملتا ہے
تجلی پیہم ہی سے نظر جب اپنا ہے
عشرت میں بھی عشرت کا مزا ملتا ہے
ہر ساغر میں تجلیات حق ساری ہیں
جن و انس ملک اسی کے شیدائی ہیں
ہے ذوق و ذرا

اس نے موسیٰ سے کیا ہے لن ترانی کا خطاب
پرتو خورشید وحدت قصد کثرت جب کرے
کیا جانے کوئی نور ہے کب سے ترا روشن
کعبہ و دیر میں بھی ڈھونڈھ پھرے
دیر و کعبہ میں ڈھونڈھا انور نے
اس کا جلوہ عیاں ہے ہر شئے میں
انور عبث تلاش میں اسکی ہو تم خراب
کیونکر اس بے نشاں کو ڈھونڈھیں
برنگ بوئے گل ای شوخ تو چھپتا نہیں ہرگز
مطلع اپنی حقیقت سے نہ ہم اک دن ہوئے
دیکھ سکتا ہے ترا دیدار روز حشر کون
ناحق صفت جام تنک بزم میں چھلکا
جو نہ بوجھ اٹھا کسی سے وہ اٹھایا کس طرح
نظر آتی ہیں باہر سو صورتیں ہی صورتیں مجھ کو
خبر اول و آخر نہیں مطلق آتش
بحر میں صورت حباب ہیں ہم
ہے عالم کثرت میں بھی وحدت کی نمائش
جادۂ راہ بقا غیر از فنا ملتا نہیں
کمال نیستی سے دل اگر آگاہ ہو جاتا
اہل حکمت کی طرح یارب مجھے مجرم نہ کر
پاک ہو جلد لگا بحر فنا میں غوطہ
ہوا ہو غفلت دنیا کا جس سے عمر بھر بھٹکا
کوئی مرتے نہیں جو آئے ہیں غش پر غش
عالم بے خودی میں جا کر ہم
عرش و کرسی کی خبر لائے ہیں لانیوالے
یاد میں تیری ہیں زخود رفتہ
جو بھول جائے تجھے تو حرام ہے کھانا
تم جو چڑھے ہوئے ہو ہماری نگاہ پر
ہم نے جو چپے چپے پر سجدے کئے تجھے
جلوے دکھائے پردۂ قدرت کی آڑ میں
اتنا تو اپنے چاہنے والوں کا ہو خیال
آنکھ اٹھا کر جدھر جدھر دیکھا
وہ نظر سے گو کہ نہاں رہا وے اس کا دل میں خیال تھا
یاں کفر سے غرض ہے نہ اسلام سے غرض

معرفت میں رتبہ عیسیٰ کو ملا رنجور کا — انور
سینہ ہائے صاف کو کاسہ کرے بلور کا — ،،
ہے فاصلہ معلوم کسے روز ازل کا — ،،
اس کے گھر کا پتا نہیں ملتا — ،،
نہ یہاں وہ ملا نہ واں نکلا — ،،
چشم حق بیں سے کب نہاں ہے یار — ،،
جو بے نشاں ازل سے ہو اس کا نشاں کہاں — ،،
قاصر ہمت ہے جستجو کی — ،،
نہاں ہو لاکھ پردوں میں ولیکن آشکارا ہے — ،،
ہست و بود اپنی مثال کاغذ باطل ہی — ،،
چشم موسیٰ تو نہ لائی تاب تیرے نور کی — ،،
منصور تھا شیشہ کی طرح پیٹ کا ہلکا — ،،
ضعف خلقی میں اگر جوش توانائی نہ تھا — آسی
کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا — آتش
نہ تو آغاز ہے معلوم نہ انجام اپنا — ،،
دم میں مل جائیں گے حبذا ہو کر — اسیر
عاقل ہے تو موجوں کو نہ دریا سے جدا جان — ،،
ہے خودی جب تک کہ انساں میں خدا ملتا نہیں — ،،
زباں سے ہو نکلتا تن فنا فی اللہ ہو جاتا — ،،
عقل ان کو چاہئے مجھ کو جنوں درکار ہے — ،،
جسم خاکی جسے کہتے ہیں وہ آلائش ہے — ،،
خبر کیا تھی جسے میں آپ سمجھا تھا وہی تو تھا — ،،
ہم تو عاشق ہیں ترے نام پہ مرنیوالے — انجم
کیا کہیں دیکھ آئے کیا کیا کچھ — ،،
ایک موسیٰ ہی نہ تھے طور کے جانیوالے — ،،
خود نہیں یاد اپنا نام ہمیں — ،،
ہے جو یاد میں تیری تو ئے حرام نہیں — ،،
آنکھوں میں جب سمائے تو پردہ کہاں رہا — ،،
کیونکر کہیں کہ دیر و حرم میں نہاں رہا — ،،
پھولوں کی اوٹ سے صفت بو عیاں رہا — ،،
بے خانماں کیا تو وہ خود لامکاں رہا — ،،
تجھ کو اے یار جلوہ گر دیکھا — ،،
کیا غور ہم نے جو آسماں یہ فراق عین وصال تھا — ،،
بس ہو اگر غرض تو تیرے نام سے غرض

معرفت

مصرع	مصرع	شاعر
ہے فرق ذرا سا اور نہ ہر شئے ہمہ اوست	گرداب و حباب و موج سب پانی ہیں	امجد
حرم اور دیر میں یکساں ہے جلوہ دوست کا لیکن	یہ بینائی ہی اپنی مانع دیدار ہوتی ہے	افسوس
ہیں سارے جلوے سبحان والے	آنکھوں سے دیکھیں عرفان والے	اکبر
کنت کنزاً مخفیاً کا رنگ ہر غنچہ میں ہے	پڑھ رہا ہے سورۂ انّا فتحنا پھول پھول	رر
جل گیا طور۔ گرے غش میں جناب موسیٰ	ہے تجلی تری یا خالق سبحاں آتش	رر
گلشن میں جاکے دیکھو بلبل کی یہ صدا ہے	تو ہی بسا ہوا ہے ہر گل میں ہر کلی میں	رر
ہر رگ و پے میں نہاں ہے پھر بھی ہے نازِ حجاب	کیا ترا جلوہ نہیں لکھا مری تقدیر میں	رر
بند کیں آنکھیں تو میرے سامنے پھرتا رہا	کھول دی آنکھیں تو چھپ بیٹھا دلِ دلگیر میں	رر
مسجد میں میکدہ میں کعبہ میں بتکدہ میں	ہر جا مکاں ہے تیرا او لامکان والے	رر
جلوہ گر دل ہی میں اکبر ہے جمالِ محبوب	کعبہ و دیر میں تم خاک اڑاتے ہو عبث	رر
نہ ہو وحدت تو کثرت بھی عدم ہے	حدوث آئینہ حسن قدم ہے	اسمٰعیل
نہ پایا ہے نہ پائے گا کبھی تو	کہ ہے معروف و عارف آپ ہی تو	رر
منہ پہ لاؤں تو یہ کم ظرف بہک جائیں ابھی	بات جو پیر خرابات نے سمجھائی ہے	رر
ہم عالم خواب میں ہیں یا ہم میں خواب	ہم خود سائل ہیں خود سوال اور جواب	رر
آئی نہیں کوئی شے کہیں باہر سے	ہم خود ہیں سبب اور ہیں خود ہی اسباب	رر
حقیقت سے نہیں ہے کوئی آگاہ	مشبہ اور موحد سب ہیں یکساں	رر
مطلق یگانگی ہے تو نزدیک و دور کیا	پہونچا ہے جو قریب وہی دور دور ہے	رر
تارک وہی ہے جس نے کیا کل کو اختیار	یعنی حریص تر ہے وہی جو صبور ہے	رر
شعور ہستئ موہوم ہے کفر	فنا بعد فنا بعد فنا فرض	رر
بیاں تک ہیں یکساں و یکسو بنوں	کہ تو میں بنے اور میں تو بنوں	رر
تیمم کر کہ خاکستر ہے دریا	لگا غوطہ کہ ہے گرداب صحرا	رر
اگر ناسوت میں ہے موج پر جوش	تو ہے لاہوت میں دریائے خاموش	رر
وہیں ہے جب کہ اشارہ ہو خودنمائی کا	عجب کہ بندہ نہ دعویٰ کرے خدائی کا	رر
آئینہ بن کہ شاہد و مشہود ایک ہے	اس روئے پاک کو نظر پاک چاہئے	رر
ہیں اگر وہ ہوں جو ہونا چاہئے	ہیں ہی میں ہوں پھر مجھے کیا چاہئے	رر
ہیں زمین و آسماں ہنگامۂ وحدت ہمہ پر	مجھ کو آتی ہے یہ میری ہی صدا کہسار سے	رر
خود منادی و منادیٰ ہوں نہ غیبت نہ حضور	عالم غیب ہے یوں دل میں ندا آتی ہے	رر
عیاں دیکھا تو ہو چھپا غیب ہو میں	نہاں ڈھونڈھا تو آیا رنگ و بو میں	رر
مگر مطلق میں ہے تو عین مطلق	نہ جامد ہے نہ مصدر ہے نہ مشتق	رر
ہے اصل روح تو روحانیوں میں	ہے قید جسم تو جسمانیوں میں	رر
مقید میں مقید ہے تری ذات	نہیں ہوتا کسی خانہ میں تو مات	رر
تری وحدت میں کثرت ہے نمودار	کہ بے کثرت نہیں وحدت کا اظہار	رر
ہے اک آئینہ خانہ بزم کثرت	بتاؤں میں کس کو ماسوا کہا	رر

معرفت

اقرار بندگی کی ہے خدائی کا ادعا
عجز و نیاز کیا ہے کمال غرور ہے
وحدت میں بے اعتبار حدوث و قدم نہیں
تھا جو بطون میں یہ وہی تو ظہور ہے — اسمٰعیل

چھوٹی نہیں کلیاں پڑھ کر قل ھو اللہ احد
بج رہا ہے باغ میں وحدت کا ڈنکا شاخ شاخ — ״

خود بول اٹھا انا الحق خود بن کے [illegible]
اک مرد حق کو ناحق سولی چڑھا کے مارا — اکبر

اول بنا کے پتلا سینے میں جان ڈالی
پھر اس کو خود قضا کی صورت میں آ کے مارا — ״

پھر اس میں قمریوں کی الفت کا طوق ڈالا
گردن میں [illegible] میں سما کے مارا — ״

بلبل کو بار تو نے [illegible] جلوہ وحدت کا لیکن
حرم اور دیر میں یکساں ہے [illegible]
بینائی ہی اپنی مانع دیدار ہوتی ہے — افسوں

یہ ملا پایک تصور کوئی کسی جانے دیتا
وہ خدا جانے کہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا — حسن

توحید میرے دل میں سمائی [illegible] حسن بھری ہوتی
ذرہ بھی اب تو حاصل عرش بریں ہوا — ״

[illegible] نہ دیکھ تیرا اسرار [illegible]
بیخودی میں دیکھیں ہم پائیں کیا
دیدۂ حق میں — ״

گر کفر کی راہ سے رسائی ہو وہاں
بندہ ہوں تو اک خدا بتاؤں اپنا — اسمٰعیل

ہے بندگی و ہم اور خدائی پندار
ڈھونڈھا کرے لاکھ کوئی کیا ملتا ہے — ״

جب تک کہ ہے بندگی خدائی کا حجاب
کس طور سے کس طرح سے کیونکر پایا — ״

باقی رہا مدعا نہ دعوی نہ دلیل
مقصود ملنے بعد جستجو سے باہر — ״

اندر باہر کا سب تعین ہے غلط
تقریر سے وہ فزوں بیاں سے باہر — ״

اندر باہر ہے وہ نہ پیدا پنہاں
بیداری وجود ہے خواب عدم میں غرق — ״

ہے راہ کی تلاش تو کر گمرہی طلب
خاک سے افلاک تک ہے ورد تیرے نام کا — ״

اول و آخر بھی تو ہے ظاہر و باطن بھی تو
ایک دو گھونٹ جام وحدت کے — ״

سب سمائے تجھ میں ہی یا تو سما یا سب میں ہی
کیسی طلب کہاں کی طلب کس لئے طلب — ״

ہے کائنات گر درہ کائنات عشق
مر چکے جیتے جی خوشا قسمت — ״

جلوت کا بھروسہ ہے نہ خلوت کی توقع
ہے شعور ما سوا بھی اک حجاب آگہی — ״

غیر سمجھا ہے کسے اے ہمنشیں
تم نے کب دیکھا ہے بے رنگی کا رنگ — ״

تیرے سوا اُسے نظر آتا نہیں کوئی
جب تک ہے عشق و عاشق و معشوق میں تمیز — ״

اپنی ہی جلوہ گری ہے یہ کوئی اور نہیں
اتنا تو جانتے ہیں کہ بندے خدا کے ہیں — ״

ہے مجھے کشمکش سعی و طلب سے نفرت
ہو دم عرض تجلی پاش پاش — ״

حُسن کی کیا ابتدا کیا انتہا
نہ ہو جب فرق ہی تو راہ کیوں ہو — ״

تھی چھیڑ اسی طرف سے ورنہ — ״

اس کفر کو تو جادۂ اسلام سمجھ
خالق ہوں تو اک جہاں دکھاؤں اپنا — اسمٰعیل

میں وہ ہوں کہ خود پتا نہ پاؤں اپنا
دن کا کہیں رات کو پتا ملتا ہے — ״

بندہ کو بھلا کہیں خدا ملتا ہے
دل نذر کیا سراغ دلبر پایا — ״

کھوئے گئے آپ ہی تو سب بھر پایا
وہ گل ہے دلیل رنگ و بو سے باہر — ״

مطلب ہے کلام و گفتگو سے باہر
ادراک سے وہ بری گماں سے باہر — ״

سرحد مکان و لامکاں سے باہر
لب بند ہو گئے یہی روز نشور ہے — ״

عاقل وہی ہے عقل میں جسکی فتور ہے
کونسی محفل ہے وہ جس میں ترا چرچا نہیں — ״

تو ہی تو ہے پر کہیں تیرا پتا لگتا نہیں
جو نہ پی لے وہ متقی ہی نہیں — ״

اس پہیلی کو کسی نے آج تک پوچھا نہیں
ہم ہیں تو وہ نہیں ہے جو وہ ہے تو ہم نہیں — ״

وہ دل ہی کیا کہ جس میں تری جستجو نہ ہو
اس سے اچھی تو زندگی ہی نہیں — ״

سب وہم تھا یاروں نے جو تاکے تھے ٹھکانے
بے خبر جب تک نہ ہولے باخبر ہوتا نہیں — ״

میرے دل میں بدگمانی اور ہے
بے نشانی کی نشانی اور ہے — ״

حاصل جہاں میں جسے عین الیقین ہے
کھلتا کسی پہ راز حدوث و قدم نہیں — ״

غور سے دیکھ اگر آنکھ میں بینائی ہے
آگے حواس گم خرد نارسا کے ہیں — ״

دل مرا ترک تمنا کا تمنائی ہے
سینہ مثل طور سینا چاہیے — ״

شیفتہ بھی بے سرو پا چاہیے
نہ ہو کوئی تو پھر آگاہ کیوں ہو — ״

ہیں اور محال آرزو کی — ״

دیدۂ حق بیں نہ تھی محتاج دیدار حبیب	کون ایسی جا نہیں ہے وہ جہاں ملتا نہیں	اکمل
زاہد ذرا مقام تصوف کی سیر کر	جس نے خودی مٹائی وہ بندہ خدا ہوا	اوج
راہ مقام یار تصور سے ہی قریب	جب آنکھ بند کی وہیں طے راستہ ہوا	،،
خالق کی معرفت میں ہے عاجز ہر اک بشر	آگاہ کیا جدید ہو حال قدیم سے	بحر
دیکھ آنکھوں میں اگر کچھ معرفت کا نور ہے	کرمک شب تاب بھی موسیٰ چراغ طور ہے	،،
توجس سے ہے بعید وہ تجھ سے قریب ہے	غافل تجھے خبر نہیں حبل الورید کی	،،
جو اس کو دور سمجھتے ہیں عقل سے ہیں دور	کہ یار ہے رگ جاں سے زیادہ تر نزدیک	،،
حبابوں نے ساحل پہ مٹ کر بتایا	کہ ہستی خودی ہے خدائی فنا ہے	بیدل
نیستی باعث شہرت ہے مثال عنقا	ہم نہ ہوتے تو یہاں نام ہمارا ہوتا	برق
پردہ پوشی سے رہا آپ کی پردہ سب کا	شکل دکھلاتے جو تم اور ہی نقشا ہوتا	،،
اسی کا جلوہ جہاں میں ہے وہی ہر مکاں میں ہے	وہ جسم میں ہے وہ جان میں ہے نشاں بتاؤں میں کیا مکیں کا	،،
وصال یار تمہید فراق ہر دو عالم ہے	کہ اوس کا ہو کے پھر کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا	بجود
نظر آیا مجھے ہر رنگ میں تیرا ہی ظہور	میں نے ہر شئے میں تری جلوہ نمائی دیکھی	باقی
نئی شان سے ہوا جلوہ گر وہ جہاں پہ جلوہ کناں ہوا	کہیں بیگمان و گماں بنا کہیں بے نشان و نشاں ہوا	بیدم
کہیں خیر و شر کہیں بوالبشر کہیں راہرو کہیں راہبر	کہیں آپ اپنا یقیں بنا کہیں آپ اپنا گماں ہوا	،،
دونوں عالم میں بجز یار کوئی غیر نہیں	بس حقیقت میں یہی ماحصل عرفاں ہے	،،
کہیں رب ارنی کی دی صدا کہیں لن ترانی سنا گیا	جو نہاں ہوا تو نہاں ہوا جو عیاں ہوا تو عیاں ہوا	،،
کہ مریض و مرض و مسیح بن وہی چارہ ساز و دوا بنا	کبھی دل بنا کبھی دلربا کبھی اپنا درد نہاں ہوا	،،
کبھی اپنی ہستی عدم دیکھتے ہیں	کبھی حملہ حادث قدم دیکھتے ہیں	،،
جو تیرے سوا دیکھتا ہو سو جانے	تو ہی تو ہے اتنا تو ہم دیکھتے ہیں	،،
اسرار جو مختص ہیں وہی کھول رہا ہے	در پردہ ہر اک ساز میں جو بول رہا ہے	،،
آپ کو کھو کے نہ پوچھو کہ ملا کیا ہم کو	ہو کے بیدم بخدا جلوۂ جاناں دیکھا	،،
دوئی کا دور ہو یکسر نشاں یکتا نظر آئے	مٹے پردہ توہم کا تو یہ ناداں بنے دانا	بختاور
جب تک پردہ خودی پڑا ہے نظر نہ آئیگا ہرگز	کھو کے خودی کو خدا دیکھو دہو اس کو اسا پایا ہے	،،
ہے نہیں خالی کوئی جا اس کے شمع نور سے	جو نظر سے اپنی گزرے ہے وہی ہے سر بسر	بختاور
دیر و مسجد میکدہ کیا کعبہ و بتخانہ کیا	جس کو دیکھے گا یہی سمجھے گا ہے اس کا ہی گھر	،،
اس بے نشاں کا جیسا نہ ملتا تھا کچھ نشاں	ویسا ہی اب ملا ہے نشاں ہر نشاں کے بیچ	،،
بسا آنکھوں میں ہے جلوہ جو تیرا	نظر آتا ہے تو ہی چار سو آج	،،
خلق کی جانب سے سی بے چشم اپنی اے عزیز	شوق ہے تجھ کو اگر اس یار کے دیدار کا	،،
پھروں تھا ڈھونڈتا جسکو اسے اب جا بجا دیکھا	ہر اک شئے میں وہی ظاہر اگرچہ ہے چھپا دیکھا	،،
عشق اس کا مجھے بھاتا ہے جو ہے کل پہ محیط	وہی ہر سو نظر آتا ہے جو ہے کل پہ محیط	،،
نخل فرحت سے وہی سب کو ثمر بخشتا ہے	اور وہی رنج دکھاتا ہے جو ہے کل پہ محیط	،،
خاک سے کرتا ہے پیدا وہی شکل انساں	خاک میں پھر وہ ملاتا ہے جو ہے کل پہ محیط	،،

معرفت

[illegible]

معرفت

شعر	شاعر
ہاں کیوں نہ ذکرِ یار ہمیشہ رہے تراب / کرتا ہوں نفی غیر میں ہر لا الہ سے	تراب
سکتا ہوں رہ نہیں وہ جس کو حقیقت سے آگہی / آدمی کا کو معرفت اپنی کب ہی پاتا ہے	"
تراب اتنا سمجھا رہ کہ وحدت میں نظر آتا / نظر صورت کثرت پیچ حقیقت پر ہی	"
اول و آخر وہی ہے ظاہر و باطن وہی / جو بعد غور کے ثابت ہو کثرت کوئی نہ جا بجا	"
ہر شے میں وحدت ہی وحدت سے ہے وہی ہے / یہاں الٰہی ہر جانب سے اس کا شکل	"
بندہ فانی انا الحق کہہ سے اپنی نکلا	"
حقیقت میں نکل بیں سب میں وہی ہے	"
وہی مسجود اور انسان سے اس کی نقد	"
وہ تو مے نجھ سے ملا جس کو جدا جانے ہے	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
جس سمت نظر جاتی ہے ای یار توہی ہے	گلزار میں گل توہی ہے اور خار توہی ہے	بختاور
تجھ کو ہی تو کہتے ہیں نرنکار نرسخن	اور جگت میں جو بنا ہے اوتار توہی ہے	"
ایجاد اور ابقا کا ہے مالک توہی پیارے	افنا سے پھر رکھتا بھی سروکار توہی ہے	"
ہر بزم میں روشن ہی توہی شمع کی صورت	پروانہ نمط جلنے کو تیار توہی ہے	"
مسجد میں کہیں بیٹھکے تو وعظ کرے ہے	میخانہ میں بنتا کہیں میخوار توہی ہے	"
جز تیرے نہ بختاور غمگین کو ہے خواہش	کونین میں مطلوب بس اے یار توہی ہے	"
جب چشم بستگی ہو مجھے اس جہان میں	آنکھوں کے سامنے وہی عالیجناب ہو	بیان
ذاتِ حق ہے جلوہ گر لیکن نہیں طالب کوئی	شمع تو روشن ہے پر افسوس پروانہ نہیں	تاباں
انا الحق صورتِ منصور ہر ذرہ کے لب پر ہے	کوئی دیکھے عیاں ہوتا ترے اسرارِ پنہاں کا	تمنا
عجب دولت ہے یارو گنجِ عرفاں	خدا کی معرفت ہے کانِ نعمت	تراب
نہ دنیا سے لذت نہ عقبیٰ سے رغبت	ادھر ہوں تو کیا ہوں اُدھر ہوں تو کیا ہوں	"
اسے وہ کیوں نہ پہچانے جو خوب اپنے تئیں جانے	کہیں چاہے سو ملّا نے تراب ایسا نہیں بھولا	"
تراب اس ذات میں ایسا تو گم ہو	گھلے جس طرح پانی میں بتاشا	"
کس طرح تراب آتی ہے ارواح بدن میں	کوئی عارفِ حق صاحبِ اسرار سے پوچھو	"
نشاں اس کا کسی سے کب بیاں ہو	وہی پائے نشاں جو بے نشاں ہو	"
کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم سے تراب	بندہ جب چھوٹے خودی سے تب خدائی نقد ہے	"
وہی ہے سمیع اور وہی ہے کلیم	یہ طرفہ سخن ہے عجب بات ہے	"
نہ کوئی معشوق ہے صوری نہ کوئی عاشق مجازی ہے	وہ اپنے حسن پر خود آپ گرمِ عشقبازی ہے	"
جائے اندیشہ ہے گھر خالی رہے گر ای تراب	دل میں جب حق بس گیا تب اُٹھ گئے سب وسوسے	"
ہے عدم کے سوا بطون میں کیا	معرفت کا مزہ ظہور میں ہے	"
رہو جاگتے چاہو سوتے رہو	مصاحب تمہارا وہ دن رات ہے	"
چاہوں مسجد میں رہوں چاہوں بسوں برہمن جا	حق رہے پاس تو پھر دونوں یہ گھر ہیں اپنے	"
کنت کنزاً سے نہیں علم جسے کیا جانے	کس طرح آئے یہاں کون و مکاں آئے	"
نہیں جس سے ہرگز ملاقات ہے	جو دیکھا تو سب کے وہی سات ہے	"
بد کہے کیونکر کسی کو بوجھ کر دل میں تراب	سب ظہورِ رب ہے جگوں سب جلوہ بیچون ہے	"
وہ تو ہے دل میں ترے کعبہ چلا ہے جس لئے	شیخ جی باہر نہ جا گھر سے خدا کیواسطے	"
طبیعت سے اپنی نکل جائے سالک	کھلے تب حقیقت سفر در وطن کی	"
کہاں طالب کہاں رہتا ہے مطلوب	جہاں موجود اور واحد وہی ہے	"
ہر فنا میں ہے رویدا و بقا	ترکِ مطلب حصولِ مطلب ہے	"
غائب از خلق کیوں تراب نہ ہو	وہ تو حاضر ترے حضور میں ہے	"
تیرے قدم سے حرمتِ دیر و کنشت ہے	مسجود ان کا تو ہے نہ گل ہے نہ خشت ہے	"
لگا تو شوق سے بحرِ محیط میں غوطہ	کہاں کی موج کہاں کا حباب جانے دے	"
ذرہ ذرہ میں چمکتا ہے وہی مہرِ منیر	نور سے اس کے نہ کوئی ذرہ کو خالی کہئے	"

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
مجھے یار سے اب بھی گفتگو ہے	جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہی	تراب
تراب اس نے دل میں ترے گھر بنایا	تو کس کے لئے در بدر کو بکو ہے	״
تراب کہہ نہیں سکتا نشان شعلۂ طور	پتا جب اس کا ملے طالب سراغ چلے	״
جہاں تک نظر جائے دیکھوں اسی کو	جہاں ہیں وہی جلوہ گر چار سو ہے	״
ارنی تو یہاں کہکے بہت مر گئے عشاق	اس وادیٔ ایمن میں قدم رکھو سنبھل کے	״
دور نزدیک کس کو کہئے تراب	نظر آتا مجھے وہی سب ہے	״
کلمۃ الحق ہے کہ جز حق نہیں موجود کوئی	ہم تو اس بات سے کچھ اور ہی اثبات ہوئے	״
پیدا جو ہم نہ ہوتے اُسے کون جانتا	ظاہر ہوا ہے وہ تو ہمارے ظہور سے	״
ہی پردۂ نے میں نغمۂ ہو	گویا ہے وہی زبانِ نے سے	״
وہ نیستی کا مذاق لوٹے جو قید ہستی سی اپنے چھوٹے	تراب کا دل جو سب سے ٹوٹے ملے خدا سے بنے گیانی	״
آنکھ پھیلا کے دیکھ ہر بندہ	اپنے مولا سے کیا مقرب ہے	״
نہ سمجھے کوئی یار سے غیر مجھ کو	کہ صورت میں میری وہی ہو بہو ہے	״
صفت جس کی سب حسن کے مشتاق ہیں	خدا جانے یار وہ کیا ذات ہے	״
ہر ابتدا کو چاہئے کچھ انتہا تراب	آغاز عشق کو نہیں انجام چاہئے	״
جدھر جاؤں تراب اور ادھر وہی ہے	کوئی اس سے کہاں جائے کدھر جائے	״
بچ گئے وے جو اُسے پہچانکے چپکے رہے	بڑھ کے باتیں جو کریں عرفاں کی مارا پڑے	״
پھر اسی کا وجود دیکھ پڑے	اپنی ہستی کو جب عدم کر دے	״
حقیقت کا مزہ سالک نہ پائے	طبیعت سے نہ جب تک خوب مرے	״
اُسے میں آپ سے باہر کہاں ڈھونڈوں کہاں بھٹکوں	حقیقت عین صورت ہی کھلا یہ نحن اقرب ہے	״
کثرت سے اس قدر تری وحدت کا زور ہے	چاروں طرف جہاں میں اناالحق کا شور ہے	״
کون بوجھے یہ معما کس سے کہئے چیستاں	خود وہی گویا ہوئے اور خود وہی شنوا ہوئے	״
اس طرف شرک جو کفار کو سمجھاتا ہے	اس طرف کلمۂ توحید وہ فرماتا ہے	״
ہر شئے میں تراب اصل کو دیکھ	کیا کام تجھے لحاظ شئے سے	״
قرب پہ یار کے دلیل صریح	ھو معکم و نحن اقرب ہے	״
رام کہتا ہے کوئی اس کو کہیں کوئی خدا	وہی مولا ہے وہی حق ہے وہی داتا ہے	״
تراب اور سب سے یہی خوب ہے	کہ اپنی محبت خدا دے مجھے	״
وہ باہر نہیں اپنے طالب سے ہرگز	اِدھر اور اُدھر جہل سے جستجو ہے	״
سب گرفتار یک تعین ہیں	ہم تو عاشق ہیں لاتعین کے	״
جہاں چاہو وہاں دیکھو جگ اس کے نور سے پر ہے	نہیں اسکی تجلی سے کوئی سنگ و شجر خالی	״
اناالحق کہہ اُٹھا منصور جب حق سے ہوا معمور	وہی خود بولتا ہے نے میں جسکی نغمہ سازی ہے	״
وہ صورت گو مری آنکھوں سے ہے دُور	خیال اس کا تو میرے روبرو ہے	״
جوشِ ہستی میں ہیں تماشائی	نیستی جانِ نامرادی ہے	״
عارف اس کو کہئے جو اپنے تئیں پہچانلے	ہر جگہ اپنی حقیقت کا تماشائی رہے	״

معرفت

شعر	شاعر
حقیقت کو اپنی جو سمجھا ہے خوب / وہی اہل کشف و کرامات ہے	تراب
کچھ حق سے ملنا جب تک عالم میں نجات [illegible]	״
دو عالم سے کچھ ہو جس کو عشق پر / یار دل میں اس کو پایا گیا ہم	״
ہیں تو اپنے دل میں دکھا تو اسے دیکھا	״
گر وہ [illegible] ہم نے تو وہی نور سے دل ترا	״
وصل نور کو [illegible] خاص ہے	״
تراب اس کا [illegible] میں خطرہ نہ	״
تو اس کے سوا جی میں ہم نے بھی اسے دیکھا	״
آفتاب خاکی میں [illegible]	״
جا طور [illegible] نظر نہیں	״
ہمیں تو اپنے سوا کچھ [illegible] اپنا	״
عجیب دیر ہے کہاں اب بھاگ کے جاؤں تراب	״
پار کھیر سے ہی کہاں [illegible]	״
جس طرف دیکھو وہی ہے کوئی [illegible] حصہ	״
دیکھا تو خود ہی میں بھی خدائی کا [illegible] نہیں کرتا	״
کسی کو نہیں ملتی ہے خزانہ کی کلید	״
ہر کسی کو نہیں ملتا ہے ظرف پہ اسرار خدا / کھوتا ہی نہیں [illegible] وہی دل میں	״

معرفت

واعظ [illegible] صومعہ و دیر کس لئے
ایسی کوئی جگہ ہے کہ جس جا خدا نہ ہو
جو پردہ سے دل میں وہی سمایا ہو اب
ہم ہو گئے تراب ان سے خودی و انانیت
[illegible]
[illegible]
منزہ وہ ہے کون و مکان سے
مکان اس کو کہاں جو لا مکاں ہو
[illegible] ذات کا طالب صفت [illegible]
کوئی نام و نشاں [illegible] ہمت سے
ظاہر و باطن وہی ہے جلوہ [illegible]
دیکھئے اور پوچھئے کہنا ہے دور
طالب و مطلوب [illegible]
من عرف نفسہ [illegible] حال کھلا
اپنے کو جانا حق کو پہچانا ہے

تراب

وہی دل میں سمایا ہے وہی آنکھوں میں چھایا ہے
مسجد و دیر و صومعہ کعبہ
غیر حق کوئی نہیں ہرگز تراب
نہ ہو وہ جس سے کبھی جدائی کریں نہ ہرگز جو بیوفائی
جہل سے تم پر ہوئی یہ معرفت کی راہ گم
آپ ہی میں اس کو پائے کچھ جو پائے آپ کو
اپنے نام و نشاں سے جب گزرے
جلوہ گر اک ذات ہی جسکی صفت ہیں سینکڑوں
ہے تراب عاشقی اسی کی خوب
کعبہ و مسجد میں جاتے ہو بھلا جی کس لئے
ہوا جو کوئی محوِ ذاتِ قدم
آنکھ کھولو دیکھ لو عالم میں ہے کس کا ظہور
دیکھ پڑتا ہے کچھ تو ان کو حق
حق تو فرمایا ہی ہیں تو سب کہیں ہوں سب کے پاس
آشنا دریا سے ہو موجوں سے مت سازش کرو
کیا میں اس کا نشان بتلاؤں
ہر جگہ یار جلوہ گر ہے تراب
گر خدا سے وصال چاہے تراب
وہی ہے اول و آخر وہی ہے ظاہر و باطن
بالیقیں ہے تراب سب ہیں وہ
کہنا بعید ہے یہ گھر تو ہے دُور تیرا
جو عالم بگاڑے گا اپنا تراب
نہ تجھ سے ملا جو یہاں جیتے جیتے
دیکھتا ہوں عرش کے اوپر سے تا تحت الثریٰ
اس طرح تنزیہہ بوجھ اور اس طرح تشبیہ جان
ہماری شکلیں ہیں یہ سب جو دیکھ پڑتی ہیں
جو خالی نہیں اس سے کون و مکاں
بندہ کا محرک تو وہی حضرت حق ہے
جدا بندہ سے وہ کب ہے جو کہتا نحن و اقرب ہے
حق تعالیٰ عشق اپنا دے تو بہتر ہے تراب
نہ ہوتا ہے بیاں اس کا نہ ملتا ہے نشاں اس کا
کچھ حق کے سوا نسبت بندہ کو نہیں پھبتی
گر مومن و کافر میں رشتہ ہے حقیقت کا

تراب ایسے مصاحب سے کدھر چھوٹے کہاں بھاگے
سب کہیں وہ رہا کہاں تو نہ رہا
جھوٹی تہمت ہم یہ کس پہ باندھتے
اسی کی بہتر ہے آشنائی تراب اسکو تو آشنا کر
ہو معکو انیا الکنتم سے کیا واقف ہو تم
اور کوئی اس سے نہیں نزدیک تر راہ وصول
راہ تب پاؤ بے نشاں کی طرف
اک طرف کہتا ہے مرجا اک طرف کہتا ہے قُم
حُسن کو حسن کے ہو کبھی نہ زوال
وہ تو ہے دل میں تمہارے پھرتے ہو تم جس لئے
نہیں اس پہ لگتا وجود و عدم
کون ہے ظاہر زمیں سے لیکے تا چرخ ہفتم
دھیان جو اس طرف لگا بیٹھے
کس طرح دیکھوں اس کو ہیں عالم سے الگ
دم میں بہ جائیں گی پانی ہو کے موجیں کُلّہم
بے نشاں ہے نشان سے باہر
گھر اسی کا ہے کعبہ ہو یا دیر
آپ کو نفی کر اُسے اثبات
تراب اس سے یہی کہہ کلمۃ الحق کا جو ہے سائل
ہے جو وہم و گمان سے باہر
ہے جلوہ گر ہر اول جوں کوہ طور تیرا
رہے گا بنا وہ ہی عالم کے بعد
اُسے عمر بھر غم رہا زندگی کا
شرق سے تا غرب اک ہی ہے نہیں کوئی دوسرا
دونوں حالت میں نہیں کوئی دیدا اس کے ماورا
جہاں تمام ظہور و نمود ہے اپنا
تو باطل نہ کس طرح کہیے خلا
اک ذرہ تراب آپ سے جنبش نہیں کرتا
طلاوہ سب سمجھیوں اب ہے بہم جوں دامن اور چولا
حسن صوری کچھ نہیں اس سے تو جی بالکل اٹھا
خدا ہی جانے کیا عالم ہے اسکی بے نشانی کا
مجبور ہوا تو کیا مختار ہوا تو کیا
تسبیح ہوئی تو کیا زنار ہوا تو کیا

نہ مسجد سے غرض اسکو نہ بتخانہ سے کچھ مطلب
جو آپ کو کچھ اور کہے اور اُسے کچھ اور
تو عیاں کس سے کہوں پنہاں رکھوں کس سے تراب
غیر اُٹھ جائے نظر سے جس کی عارف ہے وہی
نحن واقرب الیہ کے معنی
ہم تو اس بیرنگ کو ہر رنگ میں لیتے ہیں دیکھ
جاہلوں کو کیا خبر وہ کس طرح ہے جلوہ گر
قصد مسجد کرے یا عزم سو دیر کرے
جان بوجھ اللہ کیا منھ سے کہے اپنے تراب
تم وجہ اللہ سے معلوم ہوا سب میں ہے وہ
ذرہ ذرہ میں ہے تراب وہی
کنت کنزاً تو اشارہ و کنایہ ہے تراب
غیر انسان کسی سے اُٹھ نہ سکا
عارف نفس عارف رب ہے
آپ کو جس نے کچھ نہ پہچانا
تراب کیوں نہ کروں ہر کسی سے میں الفت
کیوں اس سے چھپکے رہئے کیا حق میں اسکے کہئے
حق تو محسوس ہے کون اسکو کہے ہے معقول
فانی کسے کہتے ہیں فنا ہوتی ہے کیا چیز
جو بندہ آپ کو پہچانتا ہے
جس نے خلوت میں حضوری کا مزہ پایا تراب
جس نے کیا سب سے ہمیں بے خبر
آپ کو پہچان کے جو اس کو پہچانے تراب
ہمیں تو لاتعین دیکھ پڑتا ہے تعین میں
ہے مجاز آئینہ حقیقت کا
ہے بحکمت دوا دوش تیری
کہنے کو ایک مرتبۂ ذات بحث ہے
خودی سے اپنی گزرنا ہے جیتے جی مرنا
رہے جو سدا پاس تیرے تراب
مہر کو ذرہ میں اور بحر کو قطرہ میں دیکھو
نرا ناخدا تو خدا ہے تراب
کھلی ہے یوں انھو معکو کی کیفیت مجھ پر
ہم کو بہ کثرت ہیں وحدت دیکھ پڑتی ہے تراب

تراب اس طرف رُخ کرتا ہے ای مولا جدھر ہے تو
نزدیک میرے وہ تو حقیقت سے دور ہے
ظاہر و باطن نہیں اس کے سوا کچھ اور ہے
ہر جگہ واجب کو دیکھے دید امکاں چھوڑ دی
وہی سمجھے گا جس کو عرفاں ہے
دور کہئے اسکو کیونکر سب سے جو نزدیک ہے
روز روشن بے بصیرت کو شب تاریک ہے
مالک الملک ہے چاہے وہ جدھر سیر کرے
صفحۂ دل پر جو اس کے نقش ہو مکتوب ہے
منہ کیا ہم نے جدھر یار ہی کا پایا منھ
گو منزہ جناب باری ہے
ہم نے جو ذات نہاں تھی سو نمایاں دیکھی
کیا امانت کا بوجھ بھاری ہے
واہ جی معرفت کا کیا فن ہے
وہ تو جاہل ہے سخت کودن ہے
مجھے تو سب کہیں محبوب دیکھ پڑتا ہے
نزدیک ہو جو سب سے کہنے میں دور آوے
جو کہ موجود ہے کس طرح سے محسوس نہ ہو
نابود وہ کب ہوگا جسے بود ہے یارو
وہ عارف ہے خدا کو جانتا ہے
خلق سے وحشت ہے اسکو سب سے بھاگا بھاگ ہے
ہم کو تراب اس کی خبر چاہیے
عارف اس کو کہئے ہم طالب ہیں اس عرفان کے
حقیقت سے نہیں خالی ہمارا عشق صوری ہے
دیکھو ہر شئے میں جلوۂ اللہ
کہیں درد اور کہیں دوا ہے تو
ورنہ صفات ذات سے کب منفصل ہوئی
بڑی خرابی سے ہوتی ہے طے فنا کی راہ
تو اس سے نہ بہر خدا دور ہو
زیادہ اور کیا کہوں ہے بات بڑی چھوٹا منھ
وہ کس طرح تجھ سے بھلا دور ہو
کہ جیسے بحر ہو سرتا قدم حباب کے ساتھ
وہ موحد ہی نہیں وحدت کا جو قائل نہ ہو

معرفت

زینہار ای دل نہ باہر آپ سے دلبر کو دیکھ
بر میں تیرے کون بیٹھا ہے تو اپنے بر کو دیکھ
عزیزو لوح دل پر جس کے نقش یار ہی کندہ
وہ خطرہ غیر کا لائے تو خاطر ہو پراگندہ
ہیں وہی ظاہر و باطن وہی اول نہ آخر
نہ یہاں سے کچھ کوئی نہ وہاں سے آئے
ہمیں تو کلمۂ اجنبیت سے ہوا معلوم
کہ تخم فتنہ و نمائے جہاں محبت ہے
اس نے چاہا کہیں اظہار کرو لیکن نہیں
تب تو اجسام میں ہو عالم جاں سے آئے
ہم تنزل میں کیا اور ہی کچھ نام اپنا
بے نشاں ہر طرف اک اور ہی نشاں ہوا ہے
شیخ حرم و پیر خرابات ایک ہے
کچھ اصل میں خلاف نہیں ذات ایک ہے
نام و نشاں جس کا کسی سے بیان نہ ہو
آخر تراب کو ہے اسی بے نشاں سے کام
نیرنگ جلوہ گر ہے عجب رنگ رنگ سے
کیا فرق کر رہا ہے تو زرد و کبود میں
ہوں بری وہم و فہم سے تیری
کیا بتاؤں تراب کیا ہوں میں
چھپا کو میں

معرفت

ساری عالم کا ہر ایک عدد میں عدد واحد ہے
ہم کو مشہود وہی سب میں بخدا نشاں ہے
بات کلمہ کو جب تراب جو سمجھا ہو جیا
فی الحقیقت وہی مسجود وہی ساجد ہے
ذات مطلق ہے کہ اطلاق میں معبود وہی
نشان تقید میں ہر سو اس کے سوا عابد ہے
مقصد اپنا کو فی الحال سے لگی تراب
وہی مقصود وہی قصد وہی قاصد ہے
دیکھ مقصود کثرت میں ہے وحدت کی دید
جب کو وحدت ہے ارشاد ہے
وہ بڑا عارف ہے نقش جو چار سو جہاں
جہاں میں کیا ہوں نقش ہوں تو نور ہے
طلوع شمس و قمر میں وہ چھپا ہے
جو تراب ہے ادراک نہیں اور کان و دل
اس سے زیادہ اس کے عکس حسن سے خالی نہیں
ایک ذرہ اس کے جلوہ ہے کیا باہ ہو
سب میں وہی ہے جس کے جلوے
اس ذات ہے کو مرد دیکھے یار و
مقبول کوئی ہے کیوں نہ سمجھے یار و
اول و آخر ہے وہی انجام ہیں
وہی آغاز ہیں ہے وہی انجام ہیں
ہم دل جان ہے

تراب	جس کو میں چاہوں وہ مجھے چاہے	غیر ہے کون جس کو چاہوں میں
،،	کوئی میرے سوا نہیں موجود	عرش ہوں فرش ہوں سما ہوں میں
،،	اُسے نام و نشاں سے اپنے کیا فکر	جو گم رہتا ہو فکرِ بے نشاں میں
،،	دل مرا محو یار ہے ایسا	خطرۂ ماسوا کی تاب نہیں
،،	مجھ سے سب مانگتے ہیں اپنی مراد	سب کا مقصود و مدعا ہوں میں
،،	حقیقت سے گر بے خبر ہوں تو کیا ہوں	تک ہوں تو کیا ہوں بشر ہوں تو کیا ہوں
،،	آشنائی اسی کی خالص ہے	ہو جو یکرنگ ظاہر و باطن
،،	صورت میں تفرقہ ہے حقیقت میں کچھ نہیں	سیدھا ہی قد وہی ہے جو خم ہی سجود میں
،،	ایک قطرہ بھی نہ پایا ہم نے پانی کے سوا	جزو ایسا کون ہے جس میں وجود کل نہیں
،،	اہلِ عرفاں کو ہے ہمیشہ قرب	حسب دلخواہ آگے کیا کہئے
،،	چاہے کوئی برا کہے چاہے بھلا کہے	اپنی تو جان بوجھ میں دن رات ایک ہے
،،	موت سے یار وہی بے ڈر رہے	زندگی میں آپ سے جو مر رہے
،،	وحدت کی آنکھ سے جو نظر بھر کے دیکھئے	عالم ز ارض تا بسما ذات ایک ہے
،،	ہندو سے پوچھو چاہو مسلمان سے پوچھ لو	دونوں یہی کہیں گے کہ حق بات ایک ہے
،،	سدا میں آپ سے رہتا ہوں نے کی طرح نہی	وہی میں کہتا ہوں جو کچھ حبیب کہتا ہے
،،	کافر ہے وہ گر ہے جو نفی دوگانگی	مومن کو لا اِلٰہ سے اثبات ایک ہے
،،	تراب اس کو کہاں چون و چرا ہو	جو ہر صورت میں اس بے چوں کو دیکھے
،،	اسی سے جب ہے حقیقی ہو یا مجازی ہو	اسی سے نام اسی سے نشان الفت ہی
،،	توحید کی سمجھ میں جو ہے تراب یکتا	اس کو نہیں کسی سے ہرگز دوگانگی ہے
،،	خودی گم ہو تو پھر کیا خود بدولت ہی خدا ہے	جو بیخود ہو تو جانے بیخودی میں کیا خدائی ہے
،،	راہِ فنا میں سالک ثابت قدم نہ ہوں گے	ہستی سے اپنی بالکل جب تک عدم نہ ہوں گے
،،	سلوکِ راہ حق بے پیر کیا ہو	نہیں خالی یہ رستہ رہزنوں سے
،،	کب اپنا تو لوا ہووے کسی پہ روشن	جب تک نہ اس کے دل میں وحدت کا نور آئے
،،	تراب آئے جو کوئی مسجد سے بتخانہ میں آئے دی	خدا کا گھر ہے وہ انہیں کسی کا کیا اجارا ہے
،،	تراب اس بے نشاں سو کوئی نشانی کس طرح لائے	نہ واں تک عقل پہونچی ہے نہ واں ادراک جاتا ہے
،،	ہے سب اللہ آگے کیا کہئے	ہے وہ ہمراہ آگے کیا کہئے
،،	کس سے کہئے تراب اس کا بھید	اس حقیقت سے کون محرم ہے
،،	حق تو بے پردہ عیاں ہے آنکھ کھول دیکھ لو	سو سمجھتا جس کو نہیں وہ کیا کرے معذور ہے
،،	وہ مفید کس طرح عالم میں ہو	جس کو سیرِ عالمِ اطلاق ہے
،،	اندھا ہے وہ جو اس کی طرف دیکھتا نہ ہو	اہلِ بصر کو خواہش دیدار چاہئے
،،	جو ہر وجود میں ثابت اسی کی ہستی ہے	تو خود پرستی سری عین حق پرستی ہے
،،	ہوا تھا عالمِ ارواح میں جو ستہ الست	یہاں بھی اس کو وہی بیخودی ویتی ہے
،،	وہی کچھ سمجھے بے نشاں کی بات	اپنا جو ہستی و نشاں سے گزرے

ہم دل و جان سے بندہ ہیں اسی مولا کے
تراب اس لاتعین سے پڑا سابقہ جس کو
نیک و بد اور کسے کہئے ہمیں ہیں سب کچھ
پھر انا الحق ہی نکلتا ہے مرے منھ سے تراب
جب تلک اس بے نشاں کی فکر میں گم ہو نہ عقل
تو دی شیخ جام گر مجھ کو قسم ہے پیر مغ تجھ کو
تراب جو رگ گردن سے ہے مرے نزدیک
یار دانی کہو جہاں چاہو
حق تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے ہوں نزدیک بہت
سوا اس کے نہیں کوئی جہاں میں
میں پاس شریعت سے نہیں کہتا ہوں یہ حرف
گر آنکھ کھلی ہووے نظر آوے وہ سب میں
تراب اس کو وہی دیکھا اپنے تئیں بھول
تراب پھر تو خدا ہی خدا نظر آئے
کوئی دوسرا ہو جس سے کہے غیریت کی بات
آنکھ موندی تو عدم کی سیر ہی گم ہے وجود
حباب کا تو ظہور و بطون دریا ہے
زمیں سے تا بفلک بلکہ اور عرش تلک
بچشم معرفت کچھ فرق ہم نے
یار میرے دل میں ہے اور دل ہی میرا یار میں
عجب دولت ہے یار و گنج عرفاں
ہر طرف دیکھتے ہیں اس کا جمال
وہ ہرجائی نے اپنا پردہ آپ ہی آپ سے کھولا
کعبہ ہو کہ بتکدہ ہو یار و
خدا کی شکل پر آدم بنا ہے
تعین میں نہیں جز لاتعین
کہیں موسیٰ کہیں فرعون ہاماں
کہیں زاہد کہیں عابد کہیں رند
کہیں دارا کہیں شکل سکندر
کہیں ہنستا کہیں روتا کہیں چپ
کہیں حکمت کہیں دارو کہیں درد
کہیں دشمن کہیں ہے دوست جانی
کہیں ذرہ کہیں خورشید غرا

تراب

جس کو رحمان کہیں کہتے ہیں اور رام کہیں
وہ کب غفلت سے پڑتا ہی تعین کے بکھیڑے میں
ہم ہی ہیں نیک کہیں اور ہمیں بدنام کہیں
جس گھڑی اپنی خودی سے میں گزر جاتا ہوں
تب تلک اس کی نشانی معتبر ملتی نہیں
سقاہم ربہم پڑھکے شراب آگے مری دھر دے
اسی کو اب میں گلے سے لگا کے بیٹھ رہوں
ہے تجلی کو وہ طور عیاں
ناحق اب دور اسے جانکے دل بھٹکاؤں
تلاش اس کی کرو یار و جہاں ہو
ساجد ہے وہی ایک جو مسجود ہے یار و
خورشید ہر اک ذرہ میں موجود ہے یار و
رہے گا کب تلک تو ما و من میں
خودی سے اپنی جو وارستہ مجرد ہوں
اک یار ہے تراب کی دید و شہود میں
آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن وہی
اسی سے نکلا اسی میں حباب ڈوب گیا
جو دیکھتا ہوں تو سارا وجود ہے اپنا
یگانہ ہے نہ بیگانہ میں دیکھا
یہ نہ پوچھو دل کہاں اور گھر کہاں دلدار کا
خدا کی معرفت ہے کان نعمت
حضرت ذوالجلال کے طالب
نہیں گر سب کہیں تو ثم وجہ اللہ کیوں بولا
ہیں دونوں اسی طرف کی راہیں
یہ آدم کیا عجب عالم بنا ہے
وہ ہے بیچوں یہ سب عالم بنا ہے
کہیں عیسیٰ کہیں مریم بنا ہے
کہیں شبلی کہیں ادہم بنا ہے
کہیں زال و کہیں رستم بنا ہے
کہیں شادی کہیں ماتم بنا ہے
کہیں زخمی کہیں مرہم بنا ہے
کہیں غیر و کہیں محرم بنا ہے
کہیں قطرہ کہیں قلزم بنا ہے

معرفت

تراب اس کو کسی دم جھوٹ نہ مت
کہ وہ ہر دم ترا ہمدم بنا ہے
انا الحق صورت منصور ہر ذرہ کے لب پر ہے
کوئی دیکھے عیاں ہوتا تری اسرار پنہاں کا
ہو المعشوق للعشاق لا معشوق الا ہو
دم وحشت یہ نعرہ ہے مرے چاک گریباں کا
میں باغ میں ہوں طالب دیدار کسی کا
گل پہ ہے نظر و چمن میں رخسار کسی کا
جو ہے گھر کے اندر وہی گھر کے باہر
وہ آنکھوں میں دل میں سمائے ہوئے ہیں
ذات حق ہے جلوہ گر یاں نہیں طالب کوئی
شمع تو روشن ہے پر افسوس پروانہ نہیں
ہم دیکھے موسیٰ کو اگر تاب نظر ہو تجھ کو
کیونکر نہ ترا جلوہ بر ہر تن جان ہو
دل وہ کیا تیری طرف جھکی کہ جیت نہ ہوئی
قطرہ وہ کیا جو کبھی واصل دریا نہ ہوا
گر نہ ہوتا جلوہ ذاتی ترا حرف وجود
دفتر نیرنگی امکان کیا تھا کچھ نہ تھا
اے محبت تو نے اس گل کو بنایا رنگ گل
جب نہ تھا مظہر ترا انسان کیا تھا کچھ نہ تھا

کلیم اللہ

معرفت

[illegible]

توفیق — " — تعجب — " — " — " — [illegible] — [illegible] — "

کلیم اللہ پر کیا کیا نہ بن جاتی خدا جانے
دیکھیں جو الگ عالم نیرنگ سے ہو کر
اک خاص ادا حسن تلون کی ہے ورنہ
جلوہ ہے جو عالم اس کا کیا دل کی خصوصیت
ایمن و طور تو کیا خود بھی نہ ہوتے موسیٰ
وہ پاس مرے ہو کر پنہاں ہیں نگاہوں سے
چاہیں وہ آپ ہی جب اپنا تماشا ہونا
کس طرح رنگ دوئی اس کا نظر میں جچتا
ہر ایک رنگ میں گر اس کی دید لازم تھی
کسی کے جلوہ کے قائل ہوں بے سبب کیونکر
رہا کرتے ہیں جویا جس کے ہر سو مومن و کافر
آ کر جہاں میں ہم پہ کھلا ان کا راز حسن
وہ اس لئے ہمیں نظر آتا نہیں ہنوز
پنہاں وہ اس طرح ہے کہ پیش نگاہ ہے
سنتے ہیں جلوہ گر ہے کوئی بزم دہر میں
تھا اور کون حائل شوق خیال بجز
تھا امتیاز جزو و کل اپنی نگاہ میں
بہر کلیم خاص تھی کیوں جلوہ گاہ طور
تھا ایک کارگاہ تعین کا نام بحر
ہو کے نزدیک بھی وہ دور رہا آنکھوں سے
کہیں ہم دل کو کس حجت پہ منظر گاہ ناز اس کی
بنا آئینہ اشیا تجلی گاہ حسن ان کو
کسی کا بار غم عشق اور مرا دل زار
آپ سے جانا ہے توفیق ٹھکانا میرا
نہیں جویا جو ہر پہلو میں تیرا
پھر وہی وادیٔ ایمن ہے وہی جلوۂ طور
آ جاؤ نظر صاف کہ منکر کو یقیں آئے
خیال کھینچ کے باہر نکال ہی لایا
جو کرتے بھی تو کسی کی تلاش کیا کرتے
ہے اتصال مانع دید اور تو قریب
مانا کہ تیری دید نہ مشکل سہی مگر
ظہور مستغنیٔ مطلق ہے بے اعتبار وجود
تو بیخودی سے بچ نہ سکے حضرت کلیم

حجاب بیخودیٔ شوق اگر حائل نہ ہو جاتا
اک وہم ہے کہتے ہیں جسے ارض و سما آپ
فرمائیے کیا ہیں کہ جو ہیں سب سے سوا آپ
آزاد تعین کیوں پابند مکاں ہوتا
ایک دم اور جو تو جلوہ نما ہو جاتا
کیا ہوتا خدا جانے گرد و رمکاں ہوتا
ان سے خلوت میں بھی ممکن نہیں تنہا ہونا
جس کو آتا ہو ہر اک رنگ میں یکتا ہونا
تو ہم سے بھی کہیں اس کو دوچار ہونا تھا
نہاں نہ تھا تو کہیں آشکار ہونا تھا
اسے ہم اپنے نزدیک رگ گردن سمجھتے ہیں
جب ہم نہ تھے تو پردۂ ہستی حجاب تھا
تاب نظر بقدر تماشا نہیں ہنوز
پیدا وہ اس طرح ہے کہ پیدا نہیں ہنوز
آنکھیں مگر کسی سے شناسا نہیں ہنوز
خود شوق دید پردۂ چشم حباب تھا
ورنہ جو بحر تھا وہی عین حباب تھا
جب ہر جگہ جمال ترا بے حجاب تھا
جب امتیاز قطرہ و موج و حباب تھا
قرب مطلب سے رہا بعد منازل مجھ کو
وہ کیونکر جلوہ آرائے مکاں ہو لامکاں ہو کر
ہوئے وہ اور بھی پیدا نگاہوں سے نہاں ہو کر
عجب ہے کوہ گراں کاہ سے اٹھا کیونکر
جادۂ گم شدگی جادۂ منزل ٹھہرا
مجھے بتلا کہ ہے وہ کونسا دل
دیکھنے کو بھی تو آئے کوئی موسیٰ بنکر
کیوں آئینۂ وہم میں ہیں جلوہ نما آپ
چھپے وہ لاکھ مگر آپ کو چھپا نہ سکے
ہم اپنے آپ کو کھوئے بغیر پا نہ سکے
پھر کس طرح سے تیرا تماشا کرے کوئی
موسیٰ کا حوصلہ بھی تو پیدا کرے کوئی
وگرنہ کیا ہے حدوث اور یہ قدم کیا ہے
پردہ نگاہ شوق کا حائل نہ ہو سکا

حرم و دیر میں ہے جلوہ نمایاں کس کا	کلمہ پڑھتے ہیں سب گبر و مسلماں کس کا
قطرہ وہ ہوں کہ مجھ میں سمائی ہے بحر کی	مطلوب جزو و کل ہوں وہ طالب ہوں یار کا
کلام ہر دم یہی ہے اسکے غریق دریائے معرفت کا	نمود بحر جہاں میں شل حباب ہم لیکے کیا کرینگے
تصور ہم نے جب تیرا کیا پیش نظر پایا	تجھے دیکھا جدہر دیکھا تجھے پایا جدہر پایا
کیا پتہ دوں تجھے قاصد وہ کہاں رہتا ہے	دل سے دور اور قریب رگ جاں رہتا ہے
موسیٰ کو سوچ ہے کہ ہیں ہم ہیں طور پر	کانوں میں آرہی ہے کدہر سے صدائے دوست
سبھوں کسے رقیب کروں کس سے دشمنی	آتا نہیں نظر مجھے کوئی سوائے دوست
سارا جہاں آئینہ خانہ ہے یار کا	آیا وہی نظر جدہر اپنی نظر گئی
دیکھنا جلوۂ دیدار کا مشکل ہے جلیل	ہو نہ باور جسے وہ حالت موسیٰ دیکھے
ہر جگہ شان نئی آن نئی رنگ نیا	کیا کرے دیکھنے والا ترا کیا کیا دیکھے
دریا سے دور رہنے میں قطرہ کا ہے وجود	پایا تجھے تو آپ کو پانا محال ہے
نہ کعبہ ہی چھٹا ہم سے نہ چھوٹا کوئی بتخانہ	جلیل اس بے نشاں کی جستجو گھر گھر پھرالائی
تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا	لن ترانی اب تری بیکار ہے
رنگ وحدت باغ میں چھایا ہوا ہے ای جلیل	سونگھتے ہیں ایک سی بو دوست دشمن پھول میں
اس کے نیرنگ پہ ہم مرتے ہیں	بے نشاں ہو کے جو ہر جائی ہے
وہ ہے پردہ میں مگر پھر بھی جلیل	سارے عالم سے شناسائی ہے
حسن یکتا کے فدا وحدت میں کثرت دیکھئے	ایک صورت اور لاکھوں دلبیں جا پیدا کرے
دیکھوں ہزار آنکھ سے جلوہ ترا اگر	جب دیکھنے بھی دے مجھے کثرت ظہور کی
گر اُسے پردۂ کثرت میں نہ چھپنا ہوتا	ذرہ ذرہ میں نہ یوں جلوہ نمائی ہوتی
جلیل اسکی طلب سے باز رہنا سخت غفلت ہے	غنیمت جانیے اسکو کہ وہ مشکل سے ملتا ہے
بے نشاں سمجھ کو سمجھکر صبر آجاتا مجھے	پر یہ مشکل ہے کہ میں واقف ہوں تیرے نام سے
دل میں تھا وہ سرور وہ آنکھوں میں نور تھا	سمجھے تھے ہم جو دور سمجھ کا قصور تھا
ہم نے پیا تھا بادۂ وحدت ازل کے دن	کچھ کچھ ابھی تک اس کا مزہ ہے زبان پر
ہے چار طرف خدا کا جلوہ	پردہ تو کہیں اٹھے خودی کا
کو چلی ہے آپ سے باہر مجھے اسکی تلاش	یہ سفر اپنا سفر اندر وطن ہو جائیگا
یار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم	جان ہے گرم تلاش اور ہے جاناں دل میں
جلوہ ہے رنگ میں خلاق بے اشباہ کا	ہے ہر اک بلبل ہیں عالم مرغ بسم اللہ کا
ہوتے ہیں صورت پرستی سے بشر معنی پرست	ہے فنائی الشیخ سے رتبہ فنا فی اللہ کا
ہر بزم میں وہ زینت محفل نظر آیا	ہے سب سے جدا سب میں وہ شامل نظر آیا
کوہ پر حضرت موسیٰ تجھے کب دیکھ سکے	جس نے دیکھا ہے ترے حسن کو پنہاں دیکھا
کیوں بھٹکتے پھرتے ہیں دیر و حرم	منزلوں ہے دور راہ کوئے دوست
ہوئی ہے جب سے تجھ سے آشنائی	ہوا ہر ایک سے نا آشنا دل
بے پردگی سے اسکی ہے خود رفتگی کا حال	موسیٰ کے دل سے پوچھئے بے پردگی کا حال

شاعر
ثاقب
”
جوش
جلال
”
جلیل
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
”
جوہر
”
جوہری
”
”
”
”

معرفت

دل میں جلوہ صاف ہے باہر نظر آتا نہیں
جس قدر وہ پاس ہے نظروں کو اوجھل وہ رہا — جوہری
دیکھ لیتا ایک دم میں کیا ہوا جویا کا حال — جویا
سمجھا اگر یہ آگاہ وہ اپنے نفس سے ہو گیا — ”
نور کو دیکھے بشر [illegible] شکل انساں میں
ہے خدا [illegible] ہم راز باطن — ”
کھل جائیں [illegible] ایک دم کو [illegible] اندھا ہے
قابو میں رکھیں گر نظر اندھی یا اندھا ہے — ”
زمین و آسماں پر [illegible] اندھی اندھا ہے
ادھر اندھی اندھا ہے [illegible] کیلئے
[illegible] تجھے بھی [illegible] اندھی اندھا ہے — ”
[illegible] صدا [illegible]
[illegible] شاخ و گل و برگ [illegible] اندھی اندھا ہے — ”
[illegible] قطرہ و گل [illegible] جلوہ کی [illegible]
[illegible] عیاں [illegible] اندھی اندھا ہے — ”
[illegible] موجزن دریا
[illegible] دل ادھر [illegible] اندھی اندھا ہے — ”
[illegible] دریا میں [illegible] اندھی اندھا ہے
[illegible] اللہ کی صورت [illegible] معنی — ”
[illegible] اس [illegible] جلوہ گر [illegible] ہے
عبث دیر و حرم

معرفت

شعر	شاعر
سوار محمل کی جستجو میں ہزاروں وقت طلب میں دل پر / نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ فقط جو دیکھا غبار دیکھا	غالب
کہاں میں ہے تیری کائنات [illegible] / [illegible] جو دیکھا دریا میں اک حباب دیکھا	″
کچھ وہ کہو کہ [illegible] بھی قسمت کی ہمیں تیرا / [illegible] ڈھونڈھا ہزار دیکھا	″
چلا کہیں بھی تو [illegible] کسی کو ڈھونڈا ہزار دیکھا / ملا کہیں سے جو اس کا کثرت سے ہے وحدت کا ظہور	وزیر
صنعت خالق کی کیا کیا ہے نمودار ہوا / دیکھ انسان سے کیا کیا ہے ظہور نور یار	″
جز و کل میں ہے عیاں ہی یار کی قدرت کا فروغ / [illegible]	″
ذرہ ذرہ میں ہے کثرت نور کی [illegible] کا فروغ / ہر گز ہستی کا ہے [illegible] وحدت کا شمار	″
اس قدر ہے بادہ ساغر کو لا الہ کا فروغ / ایک ہی ہستی سے ہو جاتا ہے کثرت کا فروغ	″
ایک ہی ہستی ہے عین وحدت میں بے زوال / دیکھ جب تک ہے [illegible] قیل و قال	″
[illegible] عرفاں کی ڈھونڈھے / کس لئے کعبہ میں جا میں ہو نہیں	″
کس لئے دل ہے [illegible] نقش نا ہو نہیں / نہ کسی گل میں ہے یہ بو دیکھا چشم	″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
عبث دیر و حرم میں جستجو کرتا ہے تو جویا	جہاں ڈھونڈو وہیں آتا نظر اللہ ہی اللہ ہے	جویا
آنکھوں سے دل میں آیا جس وقت نور تیرا	ایماں نے ہو کے روشن دیکھا ظہور تیرا	جلالی
پیکر شراب وحدت بھولا میں خواب غفلت	چھایا مری نظر میں جس دم سرور تیرا	″
وحدت کا ہر طرف سے کیوں شور و غل اٹھے	بیٹھا ہوا ہے سکہ نزدیک و دور تیرا	″
اللہ رے بے نیازی اللہ رے کارسازی	پایا ہر ایک شئے میں ہم نے ظہور تیرا	″
دعویٰ ہوا خودی کا جھگڑا مٹا دوئی کا	ہم خاکیوں میں آیا جس دم غرور تیرا	″
مسجد و کعبہ و بتخانہ پہ کیا ہے موقوف	جس جگہ چاہا تجھے ہم نے وہیں دیکھ لیا	″
نہ چھپا پر نہ چھپا تیرا اجمال وحدت	پردہ اُٹھتے ہی تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا	″
حق یہ ہے تاب انا الحق تھی کہاں منصور کو	اس کے منہ میں نطق کی گویا زباں تو ہی تو تھا	″
کون دوزخ کو بنا سکتا تھا جنت کا چمن	نار میں اک نور قدرت کا نشاں تو ہی تو تھا	″
غافل ظہور اس کا کعبہ میں دیر میں ہے	واں ہے خدا یہاں بت زاہد خدا خدا کر	″
ہے فرش خاک پر بھی روشن تری تجلی	اور عرش پر بھی پایا ہم نے مقام تیرا	″
جو کوئی غور سے دیکھے تو کثرت عین وحدت ہے	نظر آتا ہے خوشہ میں وہی جو کچھ ہے خرمن میں	حامد
آیۂ سخن کے معنی کا کوئی ناظر نہیں	گر ہوا حافظ تو کیا قرآن پڑھ کر آدمی	حشمت
فکر یک ساعت نہ کی مسجود و ساجد کون ہے	عمر بھر سجدہ کیا سر کو جھکا کر آدمی	″
جو نہیں گزرا خودی سے کیا خدا کو پائیگا	سیکڑوں اس راہ میں بیٹھے ہیں تھک کر آدمی	″
نظر میں جگر میں سماعت میں دل میں	جہاں دیکھتا ہوں وہاں تو ہی تو ہے	″
دل میں سینہ میں جسم میں جاں میں	دیکھتا ہوں تو سربسر تو ہے	″
کچھ ایسا گم گئے ہیں ہم تلاش یار میں جاکر	کہ مطلق مل نہیں سکتا ہمارا ہی پتہ ہم کو	″
بجز حق کے نظر آتا نہیں ہے غیر نظروں میں	کہوں میں کون ہے یاں ماسوا اللہ ہی اللہ ہے	″
جہاں میں ذرہ ذرہ نور سے معمور ہے اس کے	کوئی دیکھے تو آنکھوں سے ذرا اللہ ہی اللہ ہے	″
بغیر از یار کے مجھ کو نظر آتا نہیں میں بھی	کچھ ایسی میری نظروں میں بسی ہے یار کی صورت	″
دیکھتا ہوں جدھر اُدھر ہے تو	کہیں ناظر کہیں نظر ہے تو	″
جس طرف سر کو جھکاتا ہوں تو پاتا ہوں تجھے	دیر و کعبہ میں نہیں خاص ٹھکانا تیرا	″
دیکھتا ہوں میں جدھر تو ہی نظر آتا ہے	وصل ہر دم مجھے حاصل ہے خدایا تیرا	″
تجھ میں ہیں ہوں نہیں معلوم کہ تو ہی مجھ میں	کس طرح حل ہو خدایا یہ معما تیرا	″
دیکھتے ہیں تجھے ارباب نظر ہر پل میں	دیدۂ اہل بصیرت ہے ٹھکانا تیرا	″
ایک شہ رگ میں کیا خدا او ندا	ہر رگ و پے میں جلوہ گر ہے تو	حق نما
یہ جتنے مذہب و ملت ہیں سب دنیا کے جھگڑے ہیں	ذرا سمجھو تو خالق کون ہے شیخ و برہمن کا	حیرت
جلوہ فرمائے لامکاں تم ہو	کوئی جس جا نہیں وہاں تم ہو	″
اے گوہر یکدانہ خلقت تو نہ تھی پہلے	لیکن تری قدرت سے وحدت میں یہ کثرت ہے	″
کونسی شئے ہے کہ جس میں نہیں جلوہ تیرا	ہم کو تو ہی نظر آتا ہے جدھر دیکھتے ہیں	″
خبر نہیں یہ کہ کیا ہے کیسا ہی کون ہی اور تو کہاں ہے	یہ اپنے میں اور تجھ میں ہم نے خدا تک کا ستوار دیکھا	حالی

جو دیکھا چشم حقیقت نگر سے سوئے زمین
صورت جدی ہے سب کی مگر اک وجود ہے
تحیّر مجھے ہے تری جستجو ہے
تجھے جب کہ ڈھونڈھا نظر آپ آیا
بسا ہے وہ بیرنگ ہر رنگ میں یوں
آپس میں کیوں جھگڑتے ہو اے شیخ و برہمن
ہر رنگ سے نمود ہے کون و مکاں میں کون
شیخ اور برہمن نہیں سمجھے
اگر ہے راحت جنت وگر ہے محنت دوزخ
وہ کعبہ ہے مکان کس کا وہ بتخانہ محل کس کا
زلیخا بنکے سودائی پھری جوں چاہ یوسف میں
بشکل انساں میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
باوجودیکہ ترا مژدۂ نحن اقرب
گمنامی ہماری ہے یہی نام ہمارا
ذرا تو دیکھو ذرا تو سوچو خدا سے دل کو بھلا بھلا کر
وہی ہے حاضر وہی ہے ناظر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
گیا میں دیر و حرم میں ڈھونڈا نہ پایا آخر کو پایا دل میں
نہ پوچھو خاموش ہو رہو تم ہے آپ مختار اپنے دل کا
ہم نہیں ہیں اب ہم نہیں ہیں ہم نہیں
ڈھونڈھتے ہیں جبکہ حق کی ذات کو
مانند گل و خار بُرے یا ہیں بھلے ہم
دیر سے مطلب نہ کعبہ سے غرض
شیخ سے ہے نہ مدعا گبر سے ہے نہ التجا
نہیں مجھ کو چاہت ہے دیر و حرم کی
اگر شکل گل ہوں وگر خار ہوں میں
کہا ہے قرآں میں نحن اقرب نہ سمجھو اسکو نقاب میں ہے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اگرچہ روشن ہے ماہ رخشاں فلک منور میں ہے نوراں
دماغ صاف ہو تو بو کو سونگھیں کھلیں جو آنکھیں تو سیر دیکھیں
خودی جو دور ہوئی قیس بن گیا لیلیٰ
ہمیشہ آپ کو ڈھونڈھا تمھارے پردہ میں
ہٹا جو پردہ خودی کا تو کھل پڑا وہ ہے
عدم سے دیکھنے رنگ ظہور ہم آئے

تو ذرہ ذرہ اک آئینہ ہے خدائی کا	خاطر
گل میں ہے کون خار مغیلاں میں کون ہے	خاموش
تو آئینہ سا خود سرے روبرو ہے	،،
عیاں ہوں میں تجھ میں نہاں مجھ میں تُو ہے	،،
رگ و ریشۂ گل میں جس طرح بُو ہے	،،
دیر و حرم کا سمجھو تو بس ایک بانی ہے	،،
بیرنگ ذات پاک اگر لامکاں میں ہے	،،
دیر و کعبہ بسا دیا کس نے	،،
اوسی سے نور ہے پیدا اُسی سے نار ہے پیدا	،،
اُدھر ہے کفر کی صورت اِدھر دیندار ہے پیدا	،،
جہاں میں سب اوسی سے عشق کا بازار ہے پیدا	،،
حق سے ناحق میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا	،،
گرچہ قرآں میں لکھا تھا یہ مجھے معلوم نہ تھا	،،
آغاز ہمارا ہے نہ انجام ہمارا	،،
سوا خدا کے نہیں ہے کوئی خدا سے ڈر تو خدا خدا کر	،،
تو آپ کہتا ہی میں ہی میں ہوں ہوا ہے کیوں بے حیا حیا کر	،،
ملا ہے مدت کے بعد مجھ سے بہت سا مجھ کو پھر پھرا کر	،،
رکھا ہے بلبل کو کیوں رُلا کر رکھا ہے گل کو ہنسا ہنسا کر	،،
دیکھنے کو ہم نظر آتے ہیں ہم	،،
آپ خود اپنے تئیں پاتے ہیں ہم	،،
ہیں کون اسی گلشن قدرت کے پھلے ہم	،،
جی جہاں جاتا وہیں جاتے ہیں ہم	،،
دیر کدھر کدھر حرم عقل کہاں ہے ہم کہاں	،،
جہاں تو ہے واں ملا چاہتا ہوں	،،
گلستان قدرت کا اظہار ہوں میں	،،
رکھا نہیں وہ کسو سے پردہ خودی ہے اپنی تو خود حجاب میں ہے	،،
ہے ایک نکتہ کہ جس کا مطلب بیان ساری کتاب میں ہے	،،
نظر میں آوے نہ کچھ بھی جاناں تو اپنی مستی کے خواب میں ہے	،،
اوسی کی خوشبو تو عطر میں ہے اوسی کی نکہت گلاب میں ہے	،،
ہوا حباب سے نکلی تو عین آب ہوا	دل
تلاش مشک میں آہو بہت خراب ہوا	،،
حجاب میں نے اٹھایا وہ بے نقاب ہوا	،،
ملا نہ جس کے لئے اتنی دور ہم آئے	داغ

معرفت

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار / اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے	درد
وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آ سکے / آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے	،،
ہے جلوہ گاہ تیرا کیا غیب کیا شہادت / یاں بھی شہود تیرا واں بھی حضور تیرا	،،
اے درد منبسط ہے ہر سو کمال اس کا / نقصان اگر تو دیکھے تو ہے قصور تیرا	،،
مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا / ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا	،،
احوال دو عالم ہے مرے دل میں ہویدا / سمجھا نہیں پر اپنے تئیں میں کہ کیا ہوں	،،
[illegible] تا حال [illegible] صفا میں کی کدورت / ہے منعکس انوار [illegible]	،،
[illegible]	،،
[illegible]	،،
[illegible]	

معرفت

لاکھ ڈھونڈا ہی کئے پر نہ ملا تیرا نشاں
آپ جب گم ہوئے ہر سو ترا جلوا دیکھا — سرور

غور سے جب کہ نظر ہم نے ہر اک جانب کی
ذرہ ذرہ میں الٰہی ترا جلوہ دیکھا — ″

اس لطیفہ پہ فدا ہوں میں اس مہر پہ نثار
ہر سنگِ دیر میں اپنا جلوہ جو اس نے دکھایا — ″

دیکھا جدھر کو ہم نے نظر آتا ہے وہی
پردہ دوئی کا آنکھوں سے جب ہم نے اٹھادیا — ″

اٹھا کر نظر میں جہاں دیکھتا ہوں
خدا ہی خدا کو عیاں دیکھتا ہوں — ″

زمین و زماں اور مکین و لامکاں میں
ہر اک جا میں تیرا مکاں دیکھتا ہوں — ″

کہاں ڈھونڈھنے جاؤں اس یار کو میں
بس اپنے میں اس کا مکاں دیکھتا ہوں — ″

جس طرف دیکھتا ہوں تو ہی نظر آتا ہے
تجھ سے خالی کوئی صحرا کوئی گلزار نہیں — ″

جسے ڈھونڈھتے تھا تو دیر و حرم میں
ترے دل میں وہی پردہ نشیں تھا

وہی دیر و حرم میں ہے نمایاں
جہاں دو ہے در و دیوار دیکھا

وہ کس جا ہے کہ

بھٹکتے پھرتے ہیں عاشق تیری ہر جا زمانہ میں	نہیں ہے دیر و کعبہ میں پتا پھر اب کہاں تو ہے	ذاکر
زمانہ بھر میں حاصل ہے تصرف ہر جگہ تجھ کو	یہ دل تو ہے جگر تو ہے زباں تو ہے بیاں تو ہے	″
پتہ دیر و حرم میں کیا ملے شیخ و برہمن کا	نشان بے نشاں تو ہے مکان لامکاں تو ہے	″
تری ہر سمت سے آواز آتی ہر طرف ہیں یوں	تو ہے ناقوس بتخانہ میں مسجد میں اذاں تو ہے	″
ترا ملنا نہ ملنا دو ہی باتیں ہیں زمانہ میں	عیاں بتخانہ میں دیکھا تو کعبہ میں نہاں تو ہے	″
کہیں عاشق کہیں معشوق میں جلوہ ترا دیکھا	زلیخا بھی تو ہی یوسف بے کارواں تو ہے	″
زمانہ میں عیاں ہر سو یہ تیرا رنگ قدرت ہے	جہاں میں تو ہی تو ہے تو زماں ہے آسماں تو ہے	″
نظر آتا ہے ہم کو ذرہ ذرہ میں ترا جلوہ	نہاں تو ہے عیاں تو ہے گماں تو ہی یقیں تو ہے	″
کمند فکر کیا جائے ہماری بام گردوں تک	کسی نے بھی جسے دیکھا نہیں وہ نازنیں تو ہے	″
کہیں تو نور بنکر آنکھ کی پتلی سے ظاہر ہے	بنے ہیں دل ترا مسکن کہیں پردہ نشیں تو ہے	″
غرض ہم کو نہیں دیر و حرم سے ہم تو عاشق ہیں	جہاں پر ٹک گئی اپنی جبیں دیکھا وہیں تو ہے	″
یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہیں ظاہر کہیں باطن	مکاں دونوں ہیں تیرے دیر و کعبہ میں مکیں تو ہے	″
بتوں کی محبت میں کیا ہو رہا ہے	کہ دل میں خدا ہی خدا ہو رہا ہے	″
خاک میں مل کے خاک ہو جانا	ماسوا اس کے کیمیا کیا ہے	″
سمایا ترا جلوہ آنکھوں میں ایسا	نظر جس جگہ پڑ گئی تو ہی تو ہے	″
ترا نور دیکھا زمیں سے فلک تک	ادھر تو ہی تو ہے اُدھر تو ہی تو ہے	″
کیوں ہم تری تلاش کو دیر و حرم میں جائیں	وہ کونسا مکاں ہے جہاں تو مکیں نہیں	رنجور
لاکھ پردوں میں ہو تو ڈھونڈھ نکالیگا خیال	دل ہیں سو آنکھیں ہیں ہر آنکھ میں بینائی ہے	رمز
خدائی پہ جب ڈالتا ہوں نگاہیں	خدا ہی خدا ہر طرف دیکھتا ہوں	رحمت
کوئی صورت نظر آتی نہیں اچھی مجھ کو	میری نظروں میں کھبا جب ہے جلوہ تیرا	راکب
آئینہ خانہ دنیا میں رہی جن کی تلاش	دل میں وہ دیدۂ بد دور نظر آتے ہیں	راسخ
جستجو ہے حرم و دیر سے مایوس ہوں میں	کچھ پتا تو ہی بتا دے ایمن ان کا	″
زندۂ جاوید تھا جو مرچکا تھا پیش مرگ	پاک تھا جو خاک ہوجانے سے پہلے خاک تھا	″
چشم موسیٰ نے لیا پردہ میں یہ عین خواب	ترے جلوہ پہ کیا صیاد تجھے دیکھ لیا	″
پتا پتا دفتر وحدت ہے اس گلزار کا	فرد ہے وحدت کا اسکی ہر شجر کا ہر ورق	سرور
ملت پہ ناز شیخ و برہمن کو ہے ہمیشہ	اے دوست تو ہے کام یہاں امتیاز کا	″
انسان میں سنا ہے کہ خدا رہتا ہے پنہاں	کیا جانے کوئی اس میں جو اسرار ہے تیرا	″
نشاں تیرا پایا تو پایا اسی نے	نشان خودی جس نے اپنا مٹایا	″
حرم میں بھی تو دیر میں بھی تو ہی ہے	تو ہی جلوہ گر ہے جہاں دیکھتا ہوں	″
جدھر دیکھئے اس کا جلوہ عیاں ہے	جہاں جس نے ڈھونڈا وہیں تجھ کو پایا	″
سینکڑوں رنگ میں تجھ کو ہے خدایا دیکھا	در بدر دیکھا کہیں تخت پہ بیٹھا دیکھا	″
آکے دنیا میں عجب ہم نے تماشا دیکھا	جس طرف آنکھ اٹھی یار کا جلوا دیکھا	″
بکتے آیا ہے کہیں یوسف کنعاں تو ہی	کہیں رسوا تجھے ہمشکل زلیخا دیکھا	″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
وہ کس جا ہے کہ جس جا تو نہیں ہے	جہاں پر دیکھا ہم نے تو وہیں تھا	سرور
یوں تو مشکل ہے نشانِ یار کا ملنا تجھے	ہاں وہ مل جائیگا جب تو بے نشاں ہو جائیگا	"
جس طرف دیکھا وہی یار نمایاں پایا	کہیں ظاہر اُسے دیکھا کہیں پنہاں پایا	"
کون ہے وہ جو نہیں بندۂ احساں تیرا	کلمہ گو ہے ہر اک گبر و مسلماں تیرا	سعید
پردے کو تعین کے در دل سے اُٹھا دے	کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا	سودا
چھپتا چھپتا آپ ہی اپنے میں مستانہ ہوا	کیا قیامت ہے کہ کس پر کون دیوانہ ہوا	سالک
تو ہی جب چاہے تو ملنا ہے نہیں تو تو کہاں	تیری خواہش میں یہاں دیوانہ ہر دانا ہوا	"
شخص و عکس و آئینہ یہ اصل میں سب ایک ہیں	آپ اپنا غیر کہلانے کو بیگانہ ہوا	"
آپ ہی کرتا ہے کرواتا ہے اچھا یا بُرا	جو کہ سمجھا اس کو اے سالک وہ فرزانہ ہوا	"
وصل کا تجھ کو حق کے ہے گر شوق	رکھ نہ باقی خودی ذرا ہرگز	"
ایک تم یہ بات سچ دیگر نہیں موجود ہے	غیر حق کس کو بھی ہم بھولے سے تیلائیں گیا	"
غیر ہو کر دیکھنا سالک محالات سے ہے	دیکھ لو اپنے میں جب چاہو نشاں کوئی دوست	"
کرلے سالک تو حاصل اکثر قبض	بسط ناقص ہے اور کامل قبض	"
جو ہے راہِ سلوک سے واقف	وہ کریگا یقین دل پر قبض	"
یعنی سمجھو یہی ہے کلا سان	بسط سے لاکھ درجہ بہتر قبض	"
اس صفت کو لیا ہے پروانہ	جان کھوتا ہے اپنی رکھکر قبض	"
ہے قدم پہلا عارفوں کو بسط	اور نہ سمجھو قدم ہے دیگر قبض	"
کشف گوئی کا گر تجھے ہے خیال	چشم ظاہر کو کر نہ وا ہرگز	"
رویت حق ہو اس جہاں میں اگر	غیر کے وہم کو نہ لا ہرگز	"
گر بقا حق سے ہونا چاہے تو	دل کسی سے نہ تو لگا ہرگز	"
گر فنا فی الرسول ہونا ہے	پیر سے تو نہ منھ پھرا ہرگز	"
تجھ کو منظور غیب دانی ہو	دے کسی کو نہ دل میں جا ہرگز	"
غیب میں ہستی کا اپنی آپ ہی دیوانہ تھا	علم کے بھی قید سے اس جائے پر بیگانہ تھا	"
جب خیالوں کا مفصل کے بنایا اک مکاں	وہ مکاں کیا تھا کہ گویا کُن کا اک کاشانہ تھا	"
میں کہوں میں کون ہوں اور رب ہے میرا کونسا	کہتے ہیں دو ایک کو آنکھوں سے نادان دیکھکر	"
شرک کی باتوں سے اس عالم کے میں بیزار ہوں	کیوں نہیں ہر شے کو کہتے ذات یزداں دیکھکر	"
کیا ہوا غفلت کا جالا کس لئے اُن پر پڑا	قل ھو اللہ احد بھولے ہیں قرآں دیکھکر	"
یسمع بی یبصر بی یبطش اللہ نے کہا	بھول بیٹھوں کس لئے یہ قول رحماں دیکھکر	"
ہم کہاں سے آئے ہم کو کب صفت اور ذات ہے	جو نہیں ہے اس کو ہی کہنا نہ اے جاں دیکھکر	"
دیکھکر اللہ کو کہتے نہیں اللہ ہے	یہ عجب الٹے ہیں میں ہوں ان کو حیراں دیکھکر	"
سب جگہ اللہ ہی ہر شے میں اس کی ذات ہے	غیر ہیں معدوم اس سے کیوں ہیں انجان دیکھکر	"
یہ عجب اُلٹی سمجھ ہے دیکھ اک دو بولتا	شرک پر لائے نہیں پر حق پہ ایمان دیکھکر	"
ثم وجہ اللہ خود قرآں میں اللہ نے کہا	کس لئے قائل نہیں ہوتے ہیں ذیشان دیکھکر	"

معرفت

اُٹھا دے خودی کا اگر تو نقاب
تو دیکھے گا ذات خدا بے حجاب
خدا میں ہے بندہ تو بندہ میں حق
ہیں دونوں میں برزخ رسالت مآب
ہے اس طرح بندہ میں حق کا وجود
کہ ہے جس طرح گل میں بوئے گلاب
تعین کا ہے شک سے شر لازمہ
کہ ہو ذات خالص سے کار صواب
ہے سب سے ظاہر ہے ذات خدا
مگر جیسا سراب
کہ دکھلاتی ہے تو محسوس رب
ہے معقول بندہ کی میا ہے
ہو سالک اسی رمز سے کیا ہے
غیریت کا جو شخص قائل ہے
قربت اس کو رب کی حاصل ہے
عینیت جس کو رب کی حاصل ہے
وہ وصال خدا میں کامل ہے
ہے جو اپنے سے غیر رب سے عین
ہے عارف اسی کو واصل ہے
تکلف جس کو ہے مثال اپنا
حال کی اس کو پہلی منزل ہے

سالک
"
"
"
"
"

معرفت

جملہ عالم ہے قائل وحدت
زاہدا تجھ کو دو غم غم کیا ہے
ایک مرتے ہے جو مر جاتا ہے
سے رہ وصل کو کسر جب آتا ہے
سدا نفی و اثبات کا ذکر کر
تیرے دل کا نہ ہو رخ ہوئے فتور
دیکھ سے چشم غور سے تسبیح
ہر جگہ پہ عیاں ہے نور خدا
لا مکوں ہوئے کسی نے بھی پایا نہ مکین
یہ مکاں سکوت کا جو کچھ ہوا ہوا
زندہ وحدت سے رہا کر مخمور
یہ باطن ہیں تو نمرتا رہیں
مت نظاہر ہیں ہے باطن وہ ایک جاتے ہیں
جنہیں ہیں اہل عرفان وہ دورو حضور تیرا
پنہاں وآشکارا کی کچھ بھیر جو جاتا ہے
گلشن توحید بعل آنکھ ارہیں ہیں
کھیں ہیں ہمیں اصل سمجھ اے صوفی
اس تصور کو بے اصل یار کی تصویر نہیں
کہ نہیں پیش نظر ہو جاتی بھی کی
حضوری خاص شاغل یہ تھا دل
مگر انوس ہے
حق تو یہ ہے

پیر

وحدت کے مرتبہ میں جس شخص کی نظر ہے
اندھا ہی یاں کا عقبے میں بھی وہ اندھا بیشک
ہے فرض عین سب پر دنیا میں حق کو پانا
سالک سلوک سے حجاب پردے اٹھا دو ساتوں
رب سے عیاں عبد ہے عبد سے ظاہر ہے سب
خلق میں خالق ہی یوں گل میں ہی جیسے کہ بو
ایک سے ہوتے ہیں لاکھ لاکھ میں وہ ایک ہے
ظاہر و باطن ہیں دو نام یقین دیکھ لو
ایک کی نسبت ہیں دو پر نہ حقیقت میں ہیں
ذات کو کہنا ہی ذات اور صفت کو صفت
ذات بقا جس طرح علم بھی ہے اس طرح
تھا گنج میں اس ذات کے ہیرے کا اُجالا
محتاج جو تھا نور کا وہ عدم اضافی
پھر پہلی تجلی سے کیا ثانی تجلی
پوشیدہ نظر سے ہوا الماس کا ٹکڑا
خارج کا پکڑ شوق نکل آیا جو باہر
جنت میں لگا رہنے کو لے حوروں سے خدمت
خارج ہوا جنت سے لگے ہونے ظہورات
کیا کیا نہ تماشا کیا اے خاک کے پتلے
کرنے کو بیاں کیا ہوا اب اپنی حقیقت
کس واسطے ہے اپنی حقیقت سے فراموش
ذات مطلق میں فنا کر کے دیا اوج بقا
نہیں اپنی ہستی سے مطلق خبر
انسان ہے تو لازم ہے کہ کر دل سوا اشترط
چشم عرفاں سے جہاں میں نے نگاہ غور کی
حقیقت میں نہ جسکو خاص وحدت سے محبت ہے
کب چھپا ہے وہ بشر کے آگے
اگر ہے وصل تو ظاہر نہ کر وصال کا راز
ہم ہیں زمین ہم ہیں ستارے ہیں قمر
ہم ہیں مریض ہم ہیں مرض ہم ہیں دردِ دل
ہم باغ ہم نہال ہیں ہم پھول ہم ثمر
ہم رند ہم ہیں زہد ہیں کفر ہم ہیں دین
سید کہیں جو کلمۂ توحید کیا عجب

سالک

اپنے سے بے خبر ہے اللہ سے باخبر ہے
بیٹا ہے وہ جو علم عرفاں سے باخبر ہے
جو دور اس سے ہوگا شیطان راہبر ہے
تو دیکھ یاں سے حق کو گر تجھ کو وہ نظر ہے
لازم و ملزوم سا ایک کا اک ہے سبب
بات ہے نادر یہی حق میں جو خلقت ہی سب
غیریت و عینیت حق سے ہی یوں روز و شب
ایک میں ہے خود احد ایک میں شکل عرب
اصل میں دو جو کہا اس کا ہے مشرک لقب
اس کو وہ اور اس کو یہ کہنا سراسر غضب
ہو گی حقیقت فنا بو لو یہ خلقت کی کب
اس گنج سے جب ہیرے نے اپنے کو نکالا
اس ہیرے کے پرتو سے ہوا ماہ دوبالا
ڈالا فلک کن پہ وہی ماہ نے ہالا
پہنا ہے مگر اس نے اسی موتی کا مالا
آدم ہوا خود دسلمۂ اللہ تعالیٰ
پھینکا ہے وہی نور نے اک نور کا جالا
ہر شئے سے نمایاں ہوا اس کا ہی اُجالا
کس جائے سے تو آ کے یہاں ہوش سنبھالا
دے گنج ظہورات خداوند تعالیٰ
کیوں آ کے یہاں کرنے لگا حیلہ حوالہ

سید

عشق کا اعجاز اک جادو نظر آیا مجھے
محبت نے یاں تک مٹایا مجھے
روز ازل اللہ سے کر آیا ہے کیا شرط
جلوۂ جاناں ہر اک پہلو نظر آیا مجھے
وہ باطل سے ملا ہے آپ کو حق سے جدا جانے
ہے عیاں سب کی نظر کے آگے
چھپا چھپا کہ یہ ہے رب ذوالجلال کا راز
ہم برج آفتاب ہیں ہم آسماں ہیں ہم
ہم ہیں علاج ہم ہیں دوا نبض داں ہیں ہم
بلبل ہیں ہم بہار ہیں ہم باغباں ہیں ہم
ہم حسن ہم ہیں عشق بلائے زماں ہیں ہم
ہم ہیں کلام ہم ہیں دہن اور زباں ہیں ہم

حق تو یہ ہے کہ اس کے ہیں معنی مراقبہ
اگر اوج چاہے تو کر نور تن کو
یار جس کے رگ و ریشہ میں سماتا ہے تو
نہ خلوت نہ جلوت پہ کچھ منحصر ہے
ہوا جس دم خدا کو ذات کا عشق
اسی کے ہاتھ آیا مقصدِ کل
ید قدرت نے خود نوک قلم سے
جب کھلے تجھ پہ راز من عرف
بجز دکھ ہی ہونا کبھی ہنسنا کبھی رونا
جو تیری محبت کے مارے ہوئے ہیں
خدا سے نہیں جن کو سید محبت
آپ ہی خدا ہے آپ نبی آپ کائنات
کام کیا عشق حقیقی سے تجھے اے زاہد
جب تلک ظاہر نہ ہو نور خدا
ذات میں ذات گم کر اے سید
جسے راز الٰہی کھل گیا وہ بے بصر کب ہے
موج دل سے نماز پڑھ سید
ہوا محو عرفان میں اس قدر
جس نے نہ پیا جام مئے ناب طریقت
تم وجہ اللہ کا جس دم تصور بندھ گیا
کیا کہیں نے فنا عشق خدا میں آپکو پہلے
کیسے کہتا نہ بھلا قالوا بلیٰ یہ سید
آنکھ جب کھولی نہ کچھ ہر سو نظر آیا مجھے
جو محو مقامات ہے عرش اسکی جگہ ہے
ہر دل میں جو خود جلوہ نما آپ ہوا ہے
کیوں تو مشغول ذات غیر ہوا
گم کرے گر آپ کو تب ہو عیاں
دیدۂ باطن اگر کھولے گا تو
نور اس کا ہے ہر جگہ ظاہر
کیا جلوۂ خالق دلِ انساں میں نہیں
نحن واقرب ہے کیوں ہے غافل نادان
نیست ہونے سے تو ہستی پائیگا
نفی کا کر ذکر تو شام و سحر

خلوت میں بیٹھ جائے جہاں سے اُٹھائے دل	سید
بلاشبہ پہونچے گا تو لامکاں تک	„
بے تصور اُسے ہر جا نظر آتا ہے تو	„
نہ دم جائے خالی رہے محویاں تک	„
دیا انسان کو بے انتہا عشق	„
خدا کی ذات سے جس نے کیا عشق	„
ہے لفظ کن سے بھی پہلے لکھا عشق	„
جز خدا پھر رہے نہ کوئی خیال	„
ہر وقت میں یہ حال ہے بہر فقر اشرط	„
وہ دونوں جہاں سے کنارے ہوئے ہیں	„
وہی اپنی بازی کو ہارے ہوئے ہیں	„
ہر رنگ بے عدیل ہے اس بے عدیل کا	„
سمجھے کیا راز کہ تو محرم اسرار نہیں	„
دین و دنیا میں نہ پائیگا فروغ	„
تو میسر ہو تجھ کو حق کا وصال	„
جو اہلِ معرفت ہوگا وہی اس کا مزہ جانے	„
بحرِ حق کا یہی کنارا ہے	„
کسی نے نہ عالم میں پایا مجھے	„
کامل نہیں سالک نہیں مستانہ نہیں ہے	„
ظاہر و باطن اسی کا رُو نظر آیا مجھے	„
اُسے اہل طریقت کیوں نہ پھر اہل بقا جانے	„
انت انت کے فسانہ کو بھلایا تو نے	„
جس طرف دیکھا اُدھر بس تو نظر آیا مجھے	„
اللہ کے عاشق کے لئے بام یہی ہے	„
اے اہل نظر عین دلارام یہی ہے	„
دیکھ اللہ کے سوا کیا ہے	„
ورنہ پردہ ہے خودی کا درمیاں	„
دیکھ لیگا آپ میں سارا جہاں	„
ایک وہ ہے ہزار آنکھوں میں	„
پہچان کہ تو صورت حیواں میں نہیں	„
کیا تذکرہ اس بات کا قرآں میں نہیں	„
ہست سمجھے گا تو پستی پائے گا	„
تجھ کو تا اثبات حق کی ہو خبر	„

معرفت

ارے آپ کو تو مٹا دے یہاں تک / کہ باقی رہے پھر نہ نام و نشاں تک	پیر
نور نظر کھلے تو شہود و وجود ہو	سرمست
سر نکات عالم علم علیم کا	„
کیا کہوں راز حقیقت کفر اور اسلام کی	
دیر و کعبہ کی پرستش سے گیا ہے خوار آج	„
نحن اقرب کے اشارہ سے تو یاں موجود ہے	
کیا فلک پہ ڈھونڈھنے جاؤں تجھے بیکار آج	سرمست
کوئی تجھ سا بھی اک آدم نہ ہوا میرے بعد	
راز سربستہ کسی پہ نہ کھلا میرے بعد	„
خاتمہ بار امانت کا ہوا ہے ہم پر	
عشق کا داغ کسی نے نہ لیا میرے بعد	„
وحدت بغیر اپنا ٹھکانا کہیں نہیں	
چلا کر جوں کہاں میں ہے تیری کہوں	„
مژدہ اے دل ہو مبارک تم وجہ اللہ کا	
آئینہ خانہ یہ ہے ہستی کے جلوہ گاہ کا	„
عین ہستی ہستی آدم ہے عین اللہ کا	
مظہر مطلق ہوا ہے حق نمائش گاہ کا	„
شغل دل کو کیوں نہ ہووے لا و الا اللہ کا	
عشق میں پہلا سبق ہم کو ملا ہے آہ کا	

دیدہ دل سے

معرفت

نشہ میں سمجھی ہوتا ہوں اثبات سمجھی ہیں
نقش سکیں ہیں ہیں راز نہیں ہونے ہیں ہیں
سرمست شہود وجود سے کیا رازداں ہیں ہوں
تماشا میں نقل سے مسجود میں ہیں ہیں
دیکھو دیکھو تو اپنی خودی کا نظارا دیکھو
نظر آتا ہے جلوہ تمہارا دیکھو
عینیت سے تو ہر اک سرمست خدارا دیکھو
عین حق بنتا ہے جو دیکھے یار کی تصویر کو
آئینہ دل میں جو نقش یار کی تصویر کو
کہ تعین ہیں کی تب سے بیاں ہیں
نمود اسمی میں دیکھتا ہوں یار کی تصویر کو
نقش جمعیت میں جو صنعت ہے بالا الا سے
خلقت آدم جو ہے صورت لا خالق کی تصویر
خاک کیا ہے جو بنا ہے خالق کی تصویر کو
خلقت آدم ہے فنا خالق میں ہے اسی کی تصویر
دیکھ لے اربع عناصر میں جا ہی نور ہے
زمین آسمان ملک میں ہی معبود ہے
شجر سے ملک سے یونہی شمع کا نور ہے
ذرہ ذرہ جس کو ہی منظور ہے
صدا با شغول ...

ظاہر و باطن

سرمست

=
=
=
=
=
=
=
=

دیدۂ دل سے ہوا شیدا ہوں حق درگاہ کا
لا الٰہ سے ہزاروں مرحلے طے ہو گئے
برج وحدت میں نہ کیوں روشن ہو نقش لا الٰہ
خضر و موسیٰ جادۂ امکاں میں دونو ایک ہیں
ہو گیا تسبیح الف سے لام کو اللہ کا
تھے ملک مسجود آدم دیکھ کر نور وجود
کیوں نہ دیکھے عکس حق کو روئے پر تنویر میں
تھا ارادہ کن میں جو کچھ ہستیٔ بے بود کا
کیا کہوں راز حقیقت ساجد و مسجود کا
جاعل فی الارض میں ہے رمز بھی ہو بود کا
کنت کنزاً پر اشارہ جب ہوا معبود کا
دیکھ کر ناز و ادا اس نقطۂ مفقود کا
مل گیا بار امانت کا صحیفہ جس گھڑی
وہ خدا جو بے خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
کیوں نہ لے عہد بھی معبود کے بے پردہ لباس
نور مطلق کے لئے بدنام مجھ کو کر گیا
پردۂ دل میں تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا
غضب انداز ترا پردہ نشیں دیکھ لیا
لا الٰہ سے تجھے غیر کہیں دیکھ لیا
دل میں کس کس کے نہیں تجھ کو مکیں دیکھ لیا
بے نشاں تجھ کو سبھی لوگ یہاں کہتے ہیں
خود تو حیران ہوا مجھ کو کیا سرگرداں
ہستیٔ موہوم کے جذبہ سے کیونکر مر گیا
باد کے مانند ہم کرتے یہاں ہیں بود و باش
اسم کی صورت سے ہم رکھتے ہیں مخفی ہر جگہ
نو محل کی رونمائی جبکہ حاصل ہو گئی
دیدۂ حق سے ہوئے ہیں یار کے نگراں ہم
کونین کے مقصود میں موجود ہمیں ہیں
ابلیس کہاں اور کہاں حضرتِ آدم
شعلہ میں ہمیں نار ہمیں نور ہمیں ہیں
گلزار ہمیں نار ہمیں نور ہمیں ہیں
اپنا ہی تماشا میں یہاں آپ ہی دیکھا
دیتا ہوں انا الحق پہ میں ہی کفر کا فتویٰ

کیوں نہ حاصل ہو نظارا ہم کو وجہ اللہ کا
مشغلہ تھا یہی ہے واقف و گمراہ کا
شش جہت پر تو فگن ہے نور الا اللہ کا
فرق یاں کچھ بھی نہیں رتبہ گدا و شاہ کا
شاہدی رشتہ جو نظم میم پایا آہ کا
ورنہ یہ خاکی کا پتلا مشت تھا اس کاہ کا
آئینہ اعظم ہوا ہے خاص مہر و ماہ کا
خلقت آدم میں وہ مظہر ہوا موجود کا
صورت آدم سے نقشہ بن گیا معبود کا
یعنی آدم ہے خلیفہ عالم موجود کا
آئینہ آدم بنا کل عالم موجود کا
مظہر آدم بنا عالم میں کل موجود کا
بن گیا آدم مسجد عالم ذی الجود کا
پر تعین میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
درمیاں دل کے خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
جب عدم سے جانب ہستی کے مرکز پر گیا
نحن اقرب سے جہاں چاہا وہیں دیکھ لیا
لامکاں سمجھا تھا پر تجھ کو مکیں دیکھ لیا
جلوہ گر تجھ کو ہر اک شے میں یہیں دیکھ لیا
لاکھ پردوں میں تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا
با نشاں ہم نے تجھے دل کے قریں دیکھ لیا
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا
جسم بے سایہ کو کس کی عاریت میں دھر گیا
بن گئے پردہ نشیں گو ہو گئے پردہ سے فاش
گاہ کثرت میں تو گہ وحدت میں کر لی بود و باش
اٹھ گیا پردہ حجابی ہو گیا اسرار فاش
دیکھتے ہیں ذرہ ذرہ میں اسی کی شان ہم
بندہ کے بھیس میں معبود ہمیں ہیں
مقبول خدا آپ ہیں مردود ہمیں ہیں
موسیٰ ہیں ہمیں جلوہ گہ طور ہمیں ہیں
آذر ہیں ہمیں اور بت مغرور ہمیں ہیں
ناظر ہیں ہمیں دیدۂ منظور ہمیں ہیں
خود دار ہمیں جذبۂ منصور ہمیں ہیں

سرمست
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
سرمست

ظاہر و باطن کے اپنے واجب و امکاں کو دیکھ
ابتدا سے انتہا تک ہے سفر اپنا مدام
تو ہی سب عبد و رب کے مخمصے میں رکھدیا سب کو
کمال عشق اگر چاہے تو رکھ مد نظر خود کو
نفی اثبات کے جھگڑے سے ہیں سرمست چھوٹا ہوں
روز اول سے مجھے سودا ہے نور و نار کا
صورت انسان پہ حق خود ظاہر و پیدا ہوا
اشرف الاذکار سے ٹوٹا ہے دم ناسوت کا
لا ہے اول لا ہے آخر لا ہے ظاہر اور بطون
لا کی ہستی ہیں سراپا معنئ انسان ہے
لا کے اسرار حقیقت سے وہی ہے فیض یاب
پیر اشرف نے مجھے سرمست یاں ٹھہرا دیا
نور مطلق کا مجھے جس دم اشارہ ہو گیا
موت قبل الموت کا یہ راز افشا ہو گیا
لا نفی مخلوق حق اثبات آلہ ہو اگر
نقطۂ اول کا جب حاصل نظارا ہو گیا
کُل شئیٍ امر کن سے آشکارا ہو گیا
عدم سے ڈھونڈھتا تجھ کو کہاں کہاں نکلا
قسم وجہ کا معنے یہ بے گماں نکلا
پتہ کیا تیرا لگائے بھلا کوئی دانا
کبھی تو رام ہوا گاہ تو رحیم بنا
طلسم وحدت و کثرت ہی کے عناصر ہیں
خدارا واجب و امکاں کے تو بطوں سے نکل
دریائے احدت سے بنا وحدت حباب
دیر میں کعبہ میں کلیسا میں
جو ہے اقرب رگ گلو سے سراج
دیر و حرم میں کیا ہے جو واں ہے یہاں بھی ہے
جو ہے اقرب رگ گلو سے سراج
واحد خدا کی ذات ہے اے دل دوئی کو چھوڑ
ہر شئے میں اس کا ذرہ ہے ہر ذرہ طور ہے
دل کو آئینہ بنا زنگ دوئی دل سے مٹا
زمیں پہ کیا کوئی اس کا پتہ لگائے گا
جستجو جب کہ تری ہے تو ہے میرے نزدیک

بے خبر رہ کر نہیں مردود ہونا چاہئے — سرمست
ہو کے یاں نابود پھر موجود ہونا چاہئے — ،،
تا وہ شئے ہے کیا جو تیرے میرے سوا بھی ہے — ،،
رموز لا آلہ میں فنا بھی ہے بقا بھی ہے — ،،
جو ظاہر لا ہے الا اللہ حقیقت میں آلہ بھی ہے — ،،
کون کہتا ہے ہمارے سر سے خیر و شر گیا — ،،
گاہ حوا آدم و گہ مریم و عیسےٰ ہوا — ،،
بندھ گیا جب سے تصور عالم ملکوت کا — ،،
لا میں ہے رمز و کنایہ اشرف الجبروت کا — ،،
لا ہے مظہر گنج مخفی منزل لاہوت کا — ،،
صفحۂ دل سے دُور کر دے نقش جو ناسوت کا — ،،
فاصلہ جب اک قدم کا رہ گیا ہاہوت کا — ،،
میں تماشے کے لئے خود بزم آرا ہو گیا — ،،
خواب بیداری کے عالم کا تماشا ہو گیا — ،،
پھر تصور کس کی، چشمی کا نقشا ہو گیا — ،،
وہ نقاب محویت سے آشکارا ہو گیا — ،،
کارہائے دین و دنیا ختم سارا ہو گیا — ،،
چھپا تو مجھ میں تھا دیکھا تو جان جاں نکلا — ،،
تو شش جہت ہی کا برزخ وہ راز داں نکلا — ،،
کہ جس کے نام و نشاں کا نہ کچھ نشاں نکلا — ،،
عجیب ناز ترا یار فیض رساں نکلا — ،،
چھپا وہ نقطہ کی صورت میں تھا قراں نکلا — ،،
اگر تو بر سر انصاف مہرباں نکلا — ،،
وحدت کی موج دیکھئے کثرت میں میم کا — ،،
نظر آتا ہے یار ایک ہی شخص — سراج
تو اُسے ڈھونڈھتا ہے باہر کیا — ،،
جنگل کو اختیار نہ کر اپنے ہی کو چھوڑ — ،،
تو اُسے ڈھونڈھتا ہے کیا باعث — ،،
رکھ بیخودی سے کام ہمیشہ خودی کو چھوڑ — ،،
موسیٰ کی طرح طالب دیدار بھی تو ہو — ،،
شکل دلدار کی آئے گی نظر آپ سے آپ — ،،
کہ آسماں کو بھی اس کا مکاں نہیں معلوم — ،،
مسجد و دیر و کلیسا و حرم چاروں ایک — سخن

معرفت

ذرہ ذرہ میں نور ہے اس کا
شک جو ہو مہر و ماہ سے پوچھو — سخن
جلوہ فرما ہے وہی انجمن آرا ہو کر
سیر وہ آپ ہی کرتا ہے تماشا ہو کر — ،،
نگاہ ہو تو ہر اک جا اسی کا ہے جلوہ
مقام یار معین کسی مکاں میں نہیں — ،،
ہوش رکھتے ہیں جو دنیا میں خبر کچھ بھی نہیں
ہیں وہی چین سے یاں جن کو خبر کچھ بھی نہیں — ،،
منت ہو تو ہو تیری ہی منت
تمنا ہو تو ہو تیری آرزو ہو — ،،
اگر کچھ ہو تو ہو تیرا ہی انتظار
مرے گھر میں یکہ جلوۂ جاناں ہے سوا کے ساتھ — ،،
دل لگ گیا مشاہدۂ ماسوا کے ساتھ
کعبہ و دیر میں مگر مجھ کو — ،،
انس ہے تیری جلوہ گاہ ملے ساتھ
نظر کیونکر پڑے اپنی کسی پر — ،،
نگاہوں میں ہماری جب کہ تو ہو
جلوہ یہ کس کا میری نظر میں سما گیا — ،،
بیخود یہ ہوں کہ کچھ مجھے اپنا نظر نہیں
خود رفتہ ایک میں ہی نہیں اس کی راہ میں — ،،
لاکھوں وہ گم شدہ ہیں کہ جن کی خبر نہیں
میں تو تھا علم

معرفت

ہوتا اگر تو تو نہ ہوتی ہستی	پیدا ہر شے وجود کی ہے تصویر	شاکر
ہر شے میں ہے نور جلوہ گستر تیرا	ادراک میں آتا نہیں جوہر تیرا	"
ڈالا ہے تحیر میں کرشموں نے ترے	دیدار ہو آہ کیسے میسر تیرا	"
آنکھوں سے نہیں ہے تنویر تری	خود آئینہ دل میں ہے تصویر تری	"
ہے بلبل و بہار سے عیاں جلوہ ترا	عارض ہے وہ یہ زلف گرہ گیر تری	"
گھر کر گئی سینہ میں محبت تیری	ممکن نہیں دیکھوں جو نہ صورت تیری	"
پتھر کی لکیر بن کے رہ گئی کبھی	کچھ کہیں خدا یا نہیں الفت تیری	"
وہ ذات منزہ ہے جواب و تحمل سے	خلوت سے جدا ہے نہ الگ محفل سے	"
نام آتا ہے پر دم سے زباں پیدا کر	رہتا ہے کہاں پوچھ یہ پیر دل سے	"
دیکھا نہیں آنکھوں سے پہچانا تجھ کو	سب کہتے ہیں معبود زمانہ تجھ کو	"

سمجھا بھی تو کیا

ہیں تو تھا علم الٰہی میں ازل سے پہلے	عالم کون و مکاں پر ہے تقدم مجھ کو	سخن
دل تو تیرا امکان ہے گویا	بلکہ تو دل کی جان ہے گویا	"
بے نشاں ہو کے دُور رہو سچا ہیں	گھر مرا لامکان ہے گویا	"
جلوہ فرما ہے تو ہر رنگ میں ای جان جہاں	تو نے جس جامہ کو پہنا ہوا زیبا کیسا	"
دوئی درمیاں نہ ہوتی تو میں نیری شکل ہوتا	تری شکل گر نہ ہوتا تو تری مثال ہوتا	"
جس نے اس صاعقۂ طور کا جلوا دیکھا	اس کو موسیٰ کی طرح محو تجلے دیکھا	"
تبخانہ و مسجد و خرابات	میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا	سوز
بے خبر آپ سے رہتا ہے بڑی باخبری	سوز کرتا ہوں خبر تجھ کو خبردار نہیں	"
میری نظروں میں تو ہر ذرہ شہ خاور ہے	شاید اس خاک کے پردہ میں کوئی دلبر ہے	"
نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو	مری جان اللہ ہی اللہ ہے	"
ہائے کیا شیخ و برہمن کی غلط فہمی ہے	ایک ہی راہ کے دونوں ہیں یہ چلنے والے	سفیر
جو باتیں سُنتے ہیں دیر و حرم کی	یہ رونق ہے ترے ہی دم قدم کی	"
جب تو ہو جلوہ گر نظر پاکباز میں	کیوں دوڑتا پھرے وہ عراق و حجاز میں	"
آئینہ خانہ یہ عالم ہے ترے جلوہ کا	دیکھ سکتے نہیں تقصیر ہے بینائی کی	"
تمام عمر خراب اس کی جستجو میں رہے	رہا وہ ہم میں پہ ہم اسکی آرزو میں رہے	"
ممکن نہ تھا حواس بجا رہتے دیکھ کر	حادث تھے جو تھے کلیم تو جلوہ قدیم تھا	"
دل یار سے غافل نہ ہو کر کام جہاں کے	کثرت یہ کبھی مانع وحدت نہیں ہوتی	سعید
حیران ہوں احوال ترا کس سے میں پوچھوں	جو لینے خبر تیری گیا بے خبر آیا	"
خواہش دل توڑ دل کا مدعا مل جائیگا	ہاں خودی کو چھوڑ دے غافل خدا مل جائیگا	"
گاہ آنکھوں میں کبھی دل میں رہا جلوہ نما	گاہ ظاہر اسے دیکھا کبھی پنہاں دیکھا	"
مہر کیا ماہ کیا عالم میں ہے جلوا تیرا	تیرے انوار سے خالی نہ کوئی جا دیکھی	"
ظاہرا اس سے گو جدا ہیں ہم	پر حقیقت میں ایک جا ہیں ہم	"
کوئی جا آپ سے نہیں خالی	کیا تماشا ہے جا بجا ہیں آپ	"
کبھی ظاہر کبھی ہیں پوشیدہ	گہ نہاں گاہ برملا ہیں آپ	"
خاک پر ہیں کہیں کہیں بر تخت	کہیں سلطاں کہیں گدا ہیں آپ	"
عہد حسن ازل ہے تا بہ ابد	ابتدا آپ انتہا ہیں آپ	"
بے دکھائے جمال اور دیدار	لیوے جو دل وہ دلربا ہیں آپ	"
یہ جس کے ہیں گل و گلشن وہ باغباں نہ ملا	تلاش جسکی ہے دل کو وہ دلستاں نہ ملا	"
ہووے مشہور خدائی جو خودی ہو گدے	ترک کر نام و نشاں ناموری پیدا ہو	"
غیر حق کا جو طلبگار رہے دیوانہ ہے	عشق اللہ کا ہے اور ہے سودا باقی	"
یاد اسے کس کی رہے جس کو خبر ہو تیری	دونوں عالم سے اُسے بے خبری پیدا ہو	"
ہوا ہے تو روحدت منعکس آئینۂ دل میں	نظر آتا ہے ذرہ ذرہ مطلع مہر تاباں کا	شاکر
پردہ تو اک نمود کی ہے تصویر	اور غیب میں اک شہود کی ہے تصویر	"

سمجھا بھی تو یہ کہ کچھ نہ سمجھا تجھ کو	جانا بھی تو یہ کہ کچھ نہ جانا تجھ کو	شاکر
تعلق لاکھ ہو پھر بھی جہاں سے بے تعلق ہو	اسی کو تیرے عاشق ہمت مردانہ کہتے ہیں	شاد
ناز میں تجھ سا بھی اے جان جہاں ملتا نہیں	ہر جگہ موجود ہے لیکن نشاں ملتا نہیں	شوکت
حرم ہو دیر ہو دل ہو کہ عرش اعلیٰ ہو	کہاں کہاں ترا جلوا نظر نہیں آتا	شرم
ترے ہی نور کا ہر چیز میں جلوا دیکھا	ترے ہی حسن کا ہر ایک میں چرچا دیکھا	شائق
دیر و حرم سے قطع نظر جب کہ کر چکے	پھر سبحہ سے غرض ہے نہ زنار سے غرض	״
وہی یاں جلوہ گر ہے اور میں ہوں	وہی پیش نظر ہے اور میں ہوں	״
ساری دنیا کی سیر کی ہم نے	اس کا ثانی نہ دوسرا نکلا	״
نہیں ہے غیر کا یاں ذکر ہرگز	فقط چرچا ترا ہے اور میں ہوں	״
کیا کیا تمھیں ڈھونڈھا نہ ملے دیر و حرم میں	پھر رہتے ہو کس جا نہ یہاں ہو نہ وہاں ہو	״
یہ بار گراں عشق کا انساں نے اٹھایا	کوئی نہ جب اس بار کا حامل نظر آیا	״
دل تو رکھتا ہے تجھے پیش نظر	آنکھ سے تو نے اگر پردہ کیا	״
انھیں کا نام رہ جائیگا دنیا میں یقیں سمجھو	جو اپنا نام یکسر لوح ہستی سے مٹا دینگے	״
غرض نہ ہم کو ہے مومن سے اور نہ کافر سے	اسی کا جلوہ ہے ہر شیخ و شاب میں مخلوط	شاہ
شاہ اغراض تو نہ کر اس سے	جو پھر ا یار سے خراب ہوا	״
جس فنا میں ہو بقا حاصل تمھارے عشق میں	کیوں نہ ہم کو ہووے پھر ایسے فنا کی احتیاج	״
صحرا کی ہے تلاش نہ گلزار کی تلاش	ہے باغ و جان و دل میں مجھے یار کی تلاش	״
روپ پر صدقے کبھی ہیں اور کبھی بہروپ پر	سیر کثرت ہے کبھی اور گاہ ہے وحدت ہمیں	״
چھوڑ دے جسم کو فنا ہے یہ	وصل جاناں جو ہے بقا ہے یہ	״
اس کی الفت میں ہوئے دونوں جہاں سے جو بری	اہل دنیا کے وہی نفع و ضرر سے چھوٹے	״
دل لگی ہو جس کو اس کی چاہ سے	بغض اُسے رہتا ہے حب جاہ سے	״
کہتے ہیں صوفیان صافی دل	کہ ہے عشق خدا بہت مشکل	شوق
عشق اللہ کا جو مائل ہو	ترک دنیا کرے تو کامل ہو	״
کہاں ہستی کے جلوے تھے کدھر عرصہ عدم کا تھا	ہوئے بیدم تو سمجھے سب ظہور اپنے ہی دم کا تھا	شہید
تری تلاش میں آئے عدم سے ہم یاں تک	وگرنہ ہستی ناپائیدار میں کیا تھا	״
بار اب تو امانت کا دلا سر پہ سنبھالا	الآن توکلت علی اللہ تعالیٰ	״
اس نور کے پرتو کا ہے جلوہ میری دل میں	موسیٰ کو نظر طور پر آیا جو اُجالا	״
کوئی ایسا ہو آئینہ کہ جس میں تو نظر آئے	زمانہ بھر کا جھوٹا کیا حقیقت ساغر جم کی	شاعر
راہ پوشیدہ پوچھے کس سے	بے خبر ہے جسے خبر ہے کچھ	شگفتہ
دل صاف ہوا آئینہ رو نظر آیا	سب کچھ نظر آیا جو ہمیں تو نظر آیا	صبا
دیکھا نہ رہا ہوش ذرا بھی تن و جاں کا	ہم بھول گئے آپ کو جب تو نظر آیا	״
میں نہ کہتا تھا انا الحق سو کہا یا مجھ کو	یہ عجب ناز کہ پھر مجھ کو سر دار کیا	صادق
ہوں کافر لیکن ورد زباں ہے ہر دم مجھکو لا الہ الا اللہ	محروم جو کوئی اس راز سے ہے اس زاہد سے میخوار بھلا	״

معرفت

جب یہاں تھا نہ تھا کچھ نہیں دیکھا اب تو سب کچھ دیکھ چکا	صادق
جب سے کفر بھلا اسلام بھلا انکار بھلے دیدار بھلا	
ہے کفر ... خبر ہے صادق	״
اٹھا دے خطرہ وہمی کو گر یار کا نقا دیکھا	
تو دیکھا کچھ بھی مگر اس جگہ موجود ہے	״
جس جگہ دیکھو تو ہیں ہیں اس جگہ ہیں ہیں اٹھا	
یہ کہو کہد یجئے اب کو سنا ہیں ہیں اٹھا	״
اصل میں جو ہے انا سو ہو انا بولا آنا	
یوں انا کہنے میں کیا ہے کفر سو و تیج بتا	״
اسم تو قائم رہا وہ کون تھا جو مر گیا	
ہاں ہو کے تھا سفر میں اپنے پھر گیا	״
آپ تھا محجوب جب ہو گیا آپ ہی محجوب	
چار دن کی بیخودی میں خود خدائی کر گیا	״
اسم کہے جسم لازم اسم تو اٹھتا نہیں	
پر تھا فاعل آپ اپنے فعل کو ایک کر گیا	״
لا میں کہتا تھا جسے اب وہی ہے الا اللہ	
اس جگہ گم ہے پیاں عقل میں ناداں ہوا	״
جس طرف آنکھ اٹھا دیکھو تو ہے وجہ اللہ	
شخص و عکس ایک ہے اس ایک سو میں ندان ہوا	״
نہ تو آنا نہ کہیں جانا نہ مرنا جینا	
حل عقدہ ہوا الآن کما کان ہوا	
ہے جہاں میں جلوہ گر	

معرفت

وہ تو دکھلاتا ہے ہر رنگ میں جلوہ مجھ کو
خواہ تو دیکھ اسے خواہ تو غفلت سے نہ دیکھ
[illegible]

شعر	شاعر
ہے جہاں میں جلوہ گر اس یار کی ذات و صفات	کیف
بیٹھکر گوشہ کے اندر گوشۂ عزلت میں تو	
جہاں دیکھو موجود اس کی تجلی	
گہ وجوب و گاہ امکاں گہ وجود و گاہ نور	"
جو غیر ہے سو عین ہے جو عین ہے سو غیر	
دیر میں کیا نہیں اور کعبہ کیا ہے یارو	
ہر احد ہے جلوہ گر اس سے مگر وہ لاشریک	عاشق
کسے ہے غرض جائے دیر و حرم میں	
اے بے سمجھ سمجھ کہ یہ مشہود کون ہے	
آپ میں ظاہر ہوا اور آپ میں ظاہر کیا	"
نہ کچھ رہے گا نہ کچھ ہے مگر ہے اک وجود	
کیا جب سے اقرار قالو بلیٰ کا	
مٹ اپنی ذات سے کہ ملے عمر جاوداں	
برہمن ہم کسے پوجیں کہ ہمیں ہیں سب کچھ	"
جس طرف دیکھوں نظر آتا ہے تو ہی تو مجھے	
نظر آتی ہے ہر آئینہ میں صورت مجھے تیری	
معرفت تیری بہت دشوار ہے اور اک کو	"
لامکاں کیا ہے کسی جائے نہ ہو تاریکی	
چشم حق بیں سے جو عالم پہ نظر کی ہم نے	
حقیقی و مجازی رنگ سے آگاہ ہیں طالب	"
گل نوبہار ازل ہے تو کسی معرفت کے چمن میں جا	
تری جا ہے سب سے بلند تر تجھے پستیوں پہ ہے کیوں نظر	عاشق
جو تو آئینہ میں ہے جلوہ گر تو دوئی کا اپنی گماں کر	
جو حقیقتہً ترا یار ہو خط و لب پر اس کے نثار ہو	
کبھی کشت دل کو جو آب دی تو ثمر نکل ہی تو کام ہے	
وہ ہے پیش نظر اور پھر نظر آتا نہیں ہرگز	"
چراغ دشمن کیا برق میں کیا اور شرر میں کیا	
خالی نہیں ہے اس سے کوئی حد کوئی جہت	
نہ وہ زمیں کے نہ ہے آسماں کے پردے میں	
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو	"
وہ اس طرح سے جہاں میں ہے جابجا موجود	
بدل رہا ہے وہ باغ جہاں میں کیا کیا رنگ	
دکھاتا ہے ہر رنگ میں اپنا جلوہ	

شعر	شاعر
گاہ ہوتا ہے صفات اور گاہ ہے وہ عین ذات	صادق
جائزہ سب کا لیا دے چاشنیٔ واجبات	"
مقرر نہیں کچھ یہ دیر و حرم پر	"
ہوش میں بیہوش خود بیہوشی میں ہے ہوشیار	"
جو نار ہے سو نور ہے جو نور ہے سو نار	"
مظہر عشق جہاں پوچھو وہاں ہے موجود	"
بے نشاں میں بانشاں ہے بانشاں میں بے نشاں	"
بہر سو اُسے دمبدم دیکھتے ہیں	"
ہر شے میں دیکھ لے کہ یہ مسجود کون ہے	"
ہیں کیا اقرار مجھ سے ہیں ہوں اپنا کارساز	"
اُسی وجود کو موجود جابجا دیکھا	"
ہوا تب سے نازاں میں نقد قدم پر	"
پائیگا جان تازہ ہمیشہ لبان موج	صابر
چاہیے اپنی پرستش مجھے پتھر کے عوض	"
مثل شعلہ رخ نظر آیا ترا ہر سو مجھے	"
کوئی پردہ ترے جلوہ کو حائل ہو نہیں سکتا	"
جس قدر محرم ہوا اتنا ہی نامحرم ہوا	"
مثل شعلہ رخ انور ترا ہر سو نہ ہوا	"
ایک عارض پہ نظر آتا ہے صدہا برقع	"
بتوں پر جان دیتے ہیں مگر اللہ والے ہیں	طالب
نہ ملا کے خاک میں رنگ و بو اسد خزاں کے دہن میں جا	"
ترے گھر کا نقشہ ہے عرش تو سفر سے پھر کے وطن میں جا	"
نہیں پائے ایک سے دو قمر کسی پانی والی لگن میں جا	"
اسے لعل و مشک سے پیار ہو نہ ختن میں جا نہ یمن میں جا	"
پئے لعل گوہر بے بہا نہ یمن میں جا نہ عدن میں جا	"
پڑا غفلت کا پردہ ایک ایسا ہے کہ کیا کہیے	ظفر
جہاں دیکھا وہاں اک جلوہ تیرے نور کا دیکھا	"
ہر چند وہ نہیں ہے حدود و جہات میں	"
مگر ہے جلوہ نما دو جہاں کے پردہ میں	"
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں	"
کہ جس طرح سے بدن کی ہر اک سانس میں روح	"
ہمیشہ دیکھو بہار و خزاں کے پردے میں	"
میں اس شوخ کی خودنمائی کے قرباں	"

چاہو کہو تعصب دینی سے کچھ دے	رام و رحیم میں نہیں میری گمان میں فرق	عاشق
جو کچھ جہاں میں ہے وہ ہے اسکا ہی سب ظہور	گو بے نشاں ہے کہنے کو پر بے نشاں نہیں	〃
سب میں ہے دیکھ چشم حقیقت سے وہ خدا	ظاہر میں گو نہاں ہے بباطن نہاں نہیں	〃
عاشق تو کیوں بھٹکتا ہے سارے جہان میں	وہ کون شئے ہے جس سے بھلا وہ عیاں نہیں	〃
آپ کو کھوئے تو پائے یار کو بے اشتباہ	فائدہ کوئی بھی اے دل لے زباں ملتا نہیں	〃
گو کسی کے گمان میں کچھ ہے	جز خدا بھی جہان میں کچھ ہے	〃
باصرہ اس لئے بخشا ہے کہ اس کو دیکھو	چشم حق بیں نہ ہو عاشق تو ہے بیکار نظر	〃
جب سب جگہ وہی ہے پھر دیر کیا حرم کیا	دل ڈھیہ اپنے گھر میں جائیں کہاں کہاں پر	〃
اس درجہ تصور ہے تری آنکھیں ہیں مخمور	جس سمت نظر اٹھ گئی تو ہی نظر آیا	〃
ہیں کیا کہ مہر و ماہ بھی پھرتے ہیں رات دن	اس آرزو میں تا نظر آجائے روئے دوست	〃
وہ عاشق نے اٹھایا بار الفت	نہ اٹھا جو زمین و آسماں سے	〃
تو بسا ہر دل میں تو ہی ہر جاں میں ترا ہی جلوہ ہر دو جہاں میں	تری ہی نیرنگیاں ہیں ساری تو ہی تو سب میں بسا رہا ہے	〃
تیرے جلوہ کے ہیں نشاں ہر سو	ہر طرف ہم نے جا کے دیکھ لیا	〃
ترا ہی جلوہ ہے جس جا خیال دوڑایا	جدھر جہان میں ہم دیکھ بھال کرتے ہیں	〃
جلوہ وہ جو کبھی نہ دیکھا تھا	نقش ہستی مٹا کے دیکھ لیا	〃
تلاش میں تری چاروں طرف پھرا میں لے	نگاہ جس طرف اٹھی تو ہی نظر آیا	〃
امکاں میں نہ تھا جو اسے امکان میں پایا	پھر کیونکر کہیں ہم نے خدا کو نہیں دیکھا	〃
جستجوئے خانۂ دلدار میں	خود کو کھو کر دل میں گھر پیدا کیا	〃
تو ہی تو دل میں سمایا ہے خدایا میرے	ماسوا تیرے جو مسلوب ہوا خوب ہوا	〃
دیر ہو کعبہ ہو بتخانہ کلیسا کوئی ہو	چشم حق بیں میں وہی جلوہ ہے اک اللہ کا	〃
ملا جب بحر میں قطرہ ہوا بحر	فنا ہونا ہے ہستی جاوداں کی	〃
خودی کھوئی تو بے خود ہو گئے ہم	ہے غفلت یاں کی ہشیاری وہاں کی	〃
ملا اس رنگ میں جب رنگ اپنا	حقیقت کھل گئی دونوں جہاں کی	〃
اسی کا جلوہ ہے دیکھ ہر جا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے	اسی کی قدرت کا ہے تماشا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے	〃
پردہ جس وقت دوئی کا اٹھا	وہی ہر جا نظر آیا مجھ کو	〃
نظر آتا ہے تو ہی تو مجھکو	تیرا جلوہ ہے چار سو مجھ کو	〃
تصور میں نہیں رہتے کبھی ہم تو جدا ان سے	کہ جس جا پر وہ ہوتے ہیں اسی جا ہم بھی ہوتے ہیں	〃
سب راز خفی جلی ہیں اس میں	گر اپنے آپ دیکھو بھالو	〃
تھا دہم دو کی تفرقہ پرداز وگرنہ	جس مرتبہ تو دور تھا اتنا ہی قریں تھا	〃
ہر کام نگاہوں میں ابھی کچھ ہے ابھی کچھ	جو وہم میں آجائے یہاں وہ ہی یقیں تھا	〃
پہنچے وہاں ہیں آپ کہ جائے نظر نہیں	جس جا خیال و وہم دوئی کا گماں نہیں	〃
ہے حوصلہ ہی پست کچھ اپنی نگاہ کا	ورنہ ہر ایک شئے میں ہے جلوہ اللہ کا	〃
ترا جلوہ ہر اک وہ ترا ہر جا ہے کاشانہ	جدھر کو دیکھتا ہوں میں وہ ہے تیرا جلوخانہ	〃

معرفت

ترے ہی شیفتہ ہیں بلبل و قمری و پروانہ	عاشق
تو ہی گل ہے تو ہی سرو تو ہی شمع کاشانہ	
دیر و حرم میں بھی تو اسی کی ہے جستجو	〃
الفت فقط نہیں ہے مجھے لامکاں کے ساتھ	
بہت دیکھا کوئی تجھ سا نہ پایا	〃
بہت سی خاک چھانی لامکاں کی	
تو ہی چاہیے ہے تو ہی چاہیے	〃
سوا تیرے ملنے کی حسرت نہیں	
ہو گیا جو کوئی محو ذات ہے	〃
اس کا کیا کہنا ہے اور کیا بات ہے	
محبت میں بطور شرکت نہیں	〃
کہ کثرت میں کچھ لطف وحدت نہیں	
حرف دوئی مٹا کے ہوئے محو ذات ہم	〃
پھر اک نگہ میں جلوے تو دونوں جہاں کے ہیں	
پروانہ صفت خود کو جلائے تو مزہ ہے	〃
اس خاک کو اکسیر بنائے تو مزہ ہے	
وہ اگر دل میں ہے تو دل ہے بغل میں پیچ	〃
ہم نے سمجھا ہے اسے اور وہ کچھ دو نہیں	
یوں رنگ میں تو رنگ ملایا نہ جائے گا	〃
جب تک دوئی کا حرف مٹایا نہ جائیگا	
فیض وحدت کی	

معرفت

شاعر	
علیؔ	عرش پر فرش پہ انسان میں ملک میں جن میں / [illegible] تھا مجھے معلوم نہ تھا
=	سب میں [illegible] ترا غنچہ میں [illegible] تیری / [illegible] مجھے معلوم نہ تھا
=	گل میں بلبل کی فغاں [illegible] میری / [illegible] مجھے معلوم نہ تھا
=	[illegible] زباں تھا [illegible] / [illegible] مجھے معلوم نہ تھا
=	تن میں [illegible] جاں [illegible] / دو جہاں نور سے [illegible] تھا مجھے معلوم نہ تھا
=	ہر جگہ جلوہ و فشاں [illegible] احمد / عرش پہ تھا تو [illegible] مجھے معلوم نہ تھا
=	[illegible] عشق میں [illegible] مجنوں ہوا / [illegible]
عشق	[illegible] / [illegible]
=	[illegible] فنا کو خبر نہ ہو / [illegible]

مصرع	مصرع	شاعر
فیض وحدت کی یہ کثرت سے ہے کل روئیدگی	آشیاں میں تھا کوئی تنکا جو باقی کاہ کا	عشق
ہر ایک حبابہ اسی کے ہے جلوہ کا پرتو	ہر ایک شئے میں نمایاں ہے رنگ و بو ہو کر	〃
جب دوئی کھوئی تو پھر سب کچھ عیاں ہونے لگا	دل بنا اپنا ہی جام جم تماشا گاہ کا	〃
مطلع دل جہر وہ کے دو نوں مصرع ہی بنا	روح کو پہلا سبق تھا یاد الا اللہ کا	〃
ہے ٹھکانا ہندؤں کا اور مسلمانوں کا ایک	منزل دیر و حرم میں پھیر ہے کچھ راہ کا	〃
گلشن دیر و حرم میں بھی اسی کا ہے ظہور	ہر جگہ جلوہ ہے اس کا آپ خود پنہاں ہوا	〃
بار الفت کا لیا عاشق اٹھا	سب سے برتر اس لئے آدم رہا	〃
نقش دوئی مٹے تو ہے پردہ حجاب	وہ گل ہے کونسا کہ نہیں جس میں بوئے دوست	〃
خود رفتگی سے ہم کو ملا انتخاد یار	دیوانگی نے پردہ غفلت اٹھا دیا	〃
بار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم	عرش و کرسی میں نہ پایا اسے پایا دل میں	〃
وہ ہر جگہ ہے نہیں طور ہی پہ کچھ موقوف	ہو اس کی دید کی کچھ تمنا تو تاب و طاقت بھی	〃
انا الحق کیوں نہ کہہ دوں بیخودی میں	کبھی میں ہوں تو یا رب گاہ تو ہے	〃
گو نظر آتا تھا منصور بظاہر سب کو	پر حقیقت میں منصور سردار نہ تھا	〃
جس کو ہو کچھ وہم و ہستی کا گماں	وہ نہیں عارف ہے ہرگز اے جواں	عاجز
دل میں آنکھوں میں اسے ہم نے چھپا رکھا ہے	دیر میں کعبہ میں بتخانہ میں کیا رکھا ہے	〃
ذات میں تیری فنا ہو تو کوئی ایسا ہو	تو ہی تو آنکھوں میں ہو اور تو ہی تو دل میں	〃
سر میں سودا ہے تیرا ہی دہن ہے سر کی	آرزو دل کی یہی ہے کہ تو ہی ہو دل میں	〃
ہوئے ظاہر تو نہ ہم دیکھ سکے	ہوئے پنہاں تو نہ پنہاں دیکھا	عاقل
فنا فی اللہ کے ہیں راستہ پر جو کہ اے عاقل	عدم آباد سے بھی دور کچھ ان کا مکاں ہو گا	〃
سارے عالم سے ہوئے نا آشنا	جب سے تم سے آشنائی ہو گئی	〃
واصل وہی سالک ہے جو دھوکے میں نہ آئے	ہیں غول بہت خضر نما راہ فنا میں	عزیز
لازم بشر کو ہے کہ مرے پہلے موت سے	کیوں مثل خضر خواہش آب بقا کرے	〃
بھولے ہوئے ہیں اپنا ہم ماومن حقیقی	جبتک پھنسے ہوئے ہیں تقید ما و من میں	〃
اس جلوہ گہ دہر میں جو کچھ ہے وہی ہے	جب اور نہیں ہے تو نہ تم تم ہو نہ ہم ہم	〃
ہے بزم میں خلوت صفت معنی و الفاظ	ہر چند کہ ہوں سب میں مگر سب سے جدا ہوں	〃
ہے اپنے حال پہ اہل طلب کو حیرانی	تلاش کرتے ہیں جس کی وہ ناپدید نہیں	〃
فعل تکوین ایک دوری جنبش پرکار تھا	نقطۂ اول وجود احمد مختار تھا	〃
جس وقت نہ تھا وقت نہ فرق تن و جاں تھا	وہ جان جہاں بے تن و جاں جلوہ کناں تھا	〃
مسجد کہ حرم تبکدہ یا دیر مغاں تھا	تھا قبلہ وہی خانہ ترا جلوہ جہاں تھا	〃
نظر آئیں تری نیرنگیاں ہر گل ہے گلشن میں	چمن میں بلبلوں کے لب پہ تیرا ہی فسانہ تھا	علی احمد
کس کی رنگت ہے چمن میں کس کا رنگ	کس کا جلوہ نور میں اور نار میں	〃
معما میم احمد کا نہ پوچھو	خدا جانے یہ کیا راز نہاں ہے	〃
نور میں نار میں غنچہ میں ثمر میں گل میں	رنگ تیرا ہی عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا	〃

مکان دل میں نہ چھپتا اگر وہ ہرجائی	تو مجھ کو کاہے کو خود اپنی جستجو ہوتی	عشق
سمجھا جو ہیچ کل کو ورائے خدائے پاک	بہرہ اسے نصیب ہے راہِ سدید کا	فدا
کیونکر نہ بوئے حق ہو نہ ناحق کے روبرو	واقف ہے جو معانیٔ ہل من مزید کا	″
کھل گئی دل کی حقیقت کھل گئی	مل گیا تیرا ٹھکانا مل گیا	فروغ
جلوہ افروز نئے رنگ سے ہر جا وہ ہے	چشم ہفتاد و دو ملت کا تماشا وہ ہے	قادر
بصیرت ہو تو سب جا اس کا جلوہ	وہ باطن ہے تو ظاہر بھی وہی ہے	″
مری سرکشی عین افتادگی ہے	میں وہ قطرۂ اشک چشم فنا ہوں	قدر
جو لن ترانیاں ہیں پوری کہانیاں ہیں	خالق پکارتا ہے خلقت کے پیرہن میں	″
وہ رہتا ہے خود میری گردن کی رگ میں	وہی بولتا ہے جو میں بولتا ہوں	″
تجھ میں عالم ہے فنا عالم میں تو موجود ہے	جس طرح گوہر میں ہو آب اور گوہر آب میں	″
جو سمجھ گیا وہ سمجھ گیا جو بہک گیا وہ بہک گیا	کہ عجیب حال ہے گو مگو وہ نہاں نہیں وہ عیاں نہیں	″
ہے عرش پر وہی فرش پر کوئی خاص اسکا مکاں نہیں	وہ یہاں بھی ہے وہ وہاں بھی ہے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں	″
اے یار ہم نے آپ کو پایا جہاں تہاں	کعبہ میں بتکدہ میں تمہارا ظہور ہے	″
پوشیدہ و عیاں ہے اسی طرح پاک ذات	جیسے فلک سے مہر کا عالم میں نور ہے	″
شکل دوئی پسند نہیں میری آنکھ کو	ٹپکا جو اشک گوہر یکدانہ ہوگیا	″
اجل آ بکا ڈر ہے اور نہ کچھ خطرہ فنا کا ہے	جسے سب نیستی سمجھے ہوئے ہیں عین ہستی ہے	قبول
جو نہیں ہے وہ فنا ہے جو فنا ہے وہ بقا ہے	نہ ریا نہ کبریائی نہ خودی نہ خودنمائی	قربان
توڑا ہے جب تعین ثابت ہوا یہ مجھ کو	ہے کون دو جہاں میں قرباں سوائے جاناں	″
میں ہوں جو عالم نیرنگ میں تو اے ہمدم	کہیں خزاں ہوں کہیں بوئے جانفزا ہوں میں	″
کیا باک وقت مستی قرباں أنا جو بولا	یہ بھی ترا سخن ہے وہ بھی کلام تیرا	″
ہر اک مقام پہ یکساں ہے جلوۂ یزداں	نہ شرط کعبہ نہ ہے خانۂ صنم مخصوص	″
چھوڑ کر قید طلب مطلب دل کو پایا	نہ طلب عشق کی نے عاشق شیدا کی ہوس	″
جلوہ فرما آپ اے قرباں ہے وہ	ہستیٔ موہوم کا دھوکا غلط	″
کچھ نہ پوچھو یہ ہم سے کیا ہیں ہم	مرأۃ ستر کبریا ہیں ہم	″
ہے حدوث و قدم ظہور اپنا	کہیں فانی کہیں بقا ہیں ہم	″
طے کر چکے ہیں دشت فنا و بقا کو ہم	کچھ زندگی سے ہم کو غرض نے قضا سے ربط	″
نامرادی جسے کہتے ہیں وہ ہے عین مراد	کام خواہش سے ہے مجھ کو نہ تمنا کی ہوس	″
رنگ لایا کبھی گلشن میں گل تر ہو کر	خود ہوا نغمہ سرا بلبل مضطر ہو کر	″
ہمارا ہی جلوہ ہے ہر جا نمایاں	ہمیں شہر ہیں اور بیاباں ہمیں ہیں	″
ہماری ہے صورت یہ شکل آدم	گدا ہیں ہمیں اور سلطاں ہمیں ہیں	″
ہمیں کو ہے زیبا یہ تشبیہ و تنزیہہ	ہمیں قید ہیں اور غریباں ہمیں ہیں	″
ہمیں تخم الفت ہیں شاخ و شجر ہیں	ہمیں برگ و گل ہیں گلستاں ہمیں ہیں	″
ہمیں نے کہا ہم سے ہی نحن اقرب	ہمیں ہم ہی ظاہر ہیں پنہاں ہمیں ہیں	″

معرفت

ہمیں نے کہا تھا الست ازل میں / بلیٰ کہنے والے بھی قربان ہمیں ہیں	قربان
دیا ایک ہستی نے ہستی سے جو کر پرستی ہوئے آدمی / [illegible] خدا ہونے سے خدائی	″
نہ ہے اس میں حادث نہ [illegible] اس کی ذات ہے ریا / نہ [illegible] صفات کا سب اس کی [illegible] بھلا	″
[illegible] دوزخ نہ [illegible] جلالی / [illegible] جمال [illegible] ادائی	″
کہیں جلوہ جمال [illegible] / [illegible] ایک حقیقت	″
کہیں وہ جمال [illegible] وہ [illegible] جدائی / کہیں وصل [illegible] وصال [illegible]	″
نہ ہے قرب اور نہ دوری [illegible] / [illegible] کس طرح دیکھا جائے	حاسب
[illegible] / [illegible]	″
[illegible] ذات [illegible] اخفا ہوگیا / [illegible] صاف صاف	″
وحدت کا مال [illegible] / [illegible]	″
کہنا یہی [illegible] / ہے وہ کہاں وہ کون [illegible]	″
جلوہ ہر ایک شئے میں نمایاں [illegible] / کھلا احوال وحدت صاف صاف [illegible]	″
[illegible] بیگانہ ہیں ہم / [illegible]	

معرفت

میری ہستی تر گئی اثبات اس کا ہو گیا
اس میں ایسا چھپا وہ مجھ سے پیدا ہو گیا — ایضاً

نحن و اقرب کو جو نہ سمجھا اسے
نہ لگا پتہ ترے گھر کا — "

غیب میں تھا جو سب ظہور میں ہے
جلوہ باہر ہے سارا اندر کا — "

میری شہ رگ میں چھپ رہے تھے وہ
گھر سے جن کو میں ڈھونڈھتا نکلا — "

تھا چہرہ سمجھ کا مری پھیرا جو سمجھ کو
سمجھا تھا خودی جس کو میں وہ ہی تو خدا تھا — "

جب چشم بصیرت ہوئی حاصل نظر آیا
میں ڈھونڈ رہا تھا جسے وہ مجھ میں چھپا تھا — "

جب تک خودی اپنی رہی ہم خاک نہ سمجھے
پھر غور کیا دیکھا تو جو کچھ تھا خدا تھا — "

کنت کنزاً مخفیاً بھی اک فسانہ ہو گیا
کیا سے ہم کیا ہو گئے کیا زمانہ ہو گیا — "

ذرہ ذرہ میں نظر آتی ہے صورت یار کی
کل جہاں میرے لئے آئینہ خانہ ہو گیا — "

راہ طلب میں آپ کی جب میں فنا ہوا
منھ میں زباں نہیں جو کہوں کیا تھا کیا ہوا — رمز نعمت بید

شہ رگ سے بھی قریب ہے وہ یار دلربا	پھر کس کا قطب کرتے ہو تم انتظار آج	قطب
تکرار کر رہے ہیں عبث شیخ و برہمن	ملتا ہے یار کا کہیں یوں برملا سراغ	"
مکاں دل میں نہ چھپتا اگر وہ ہر جائی	تو مجھ کو کاہے کو خود اپنی جستجو ہوتی	"
ملتا نہیں ہے یار مجھے خود مرا سراغ	اپنی تلاش ہی میں ملا ہے ترا سراغ	"
لبریز شوق میرا از بسکہ مو بمو ہے	سمجھا نہیں یہ اب تک یہ میں ہوں یا کہ تو ہے	قائم
چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں	ان کو دل ہی میں نظر آئے خدا کی صورت	"
کس کس صورت سے جلوہ گر ہے	اللہ رے نمود بے نشان کی	"
ہر اک صورت میں تجھ کو جانتے ہیں	ہم اس بہروپ کو پہچانتے ہیں	"
چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں	ان کو دل ہی میں نظر آئے خدا کی صورت	قلزم
میرے سبب سے تیرا عیاں مدعا ہوا	اے یار میں خبر ہوا تو مبتدا ہوا	کوثر
جھپک گئیں جو یکایک کلیم کی آنکھیں	یہ کون وادئ ایمن میں بے نقاب ہوا	"
نہ ہوگا کوئی مجھ سا محو تصور	جسے دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں تو ہے	گویا
جب ہوا رتبۂ فنا فی اللہ	غم نہیں گر جہان فانی ہے	"
آپ سے جب گذر گئے پہنچے	یاد ہے راستہ ترے گھر کا	"
جلوہ گر آنکھوں میں گر وہ بے نشاں ہو جائیگا	ہر مکاں اپنی نظر میں لامکاں ہو جائیگا	"
وہی تھا جس کو میں سمجھا من و تو ایک مدت تک	زہے غفلت رہا میں مدعی دعوئ باطل کا	"
زباں کی بند ہر جانب ہے روزن کھل گئے دل کے	نظر کی بند پردہ اٹھ گیا بس سد حائل کا	"
جلوہ ہے اس کا چار سو گر آنکھ ہو تو دیکھ لے	ہے یوسف خورشید رو ہر ذرہ اس میداں میں	"
دیکھتا ہوں سب میں اک گویا میں جلوہ یار کا	کونسے ذرہ کو کہئے نیر اعظم نہیں	"
عشق کا بار اٹھا تب مری گردن پہ رکھا	حامل اس بوجھ کا جب گنبد گرداں نہ ہوا	"
نہیں ہو سب کی نظروں سے نہیں دیکھا کوئی اس کو	اگرچہ عالم آرا ہے جمال آشکار اس کا	لائق
حضرت عشق کا جلوہ ہے سبھی جا ورنہ	کوئی جا ایسی نہیں اس کی جہاں شان نہیں	"
گر صاف ہووے تجھ سے گزر آئینہ کی طرح	ہرگز چھپے نہ جلوۂ جانانہ سنگ میں	"
ہے کل شئے فنا اور اللہ باقی	میں باقی کا باقی بنا چاہتا ہوں	"
یہ کیا طلسم ہے ایسا کہ چشم تحقیقات	کرے جدھر کو نظر واں ترا سراغ لگا	"
جو چاہے یار کے جلوہ کو روز و شب لائق	برنگ دیدۂ تصویر مت ہو خواب طلب	"
محو کر آپ کو یوں ہستی میں اسکی جیسے	بوند پانی کی نہیں آتی نظر پانی میں	میر
جاننا باطل کسی کو یہ قصور فہم ہے	حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہے یاں باطل ہے کیا	"
دیا دکھائی مجھے تو اسی کا جلوہ میر	پڑی جہان میں جا کر جہاں نظر میری	"
عام ہے یار کی تجلی میر	خاص موسیٰ و کوہ طور نہیں	"
ہم نے پایا اسی آنکھوں کی سیہ پتلی میں	سات پردوں میں تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا	منت
طور و بتخانہ و کعبہ کی ضرورت کیا ہے	دیکھنا اس کا ہے منظور کہیں دیکھ لیا	"
ہماری عقل پہ پتھر کہاں اڑائی خاک	حریم کعبہ کو سمجھے رہے ترا گھر ہے	"

رمز نفخت فیہ سے واقف ذرا تو ہو
تردد ہے کیا راہ دیر و حرم میں
جس کو ہو چشم بصیرت دیکھ لے آٹھوں پہر
تلاش میں جو کوئی اس کے نکلے گم ہو جائے
خالی نہیں مکاں کوئی سب میں مکیں ہیں آپ
تم اور کب کسی سے ہو آنکھوں کا ہے قصور
اک رنگ نہ ہو کیونکر پھر وحدت و کثرت کا
جس شئے پہ نظر ڈالی وہ تجھ سے نہ تھی خالی
خورشید کو ذرہ میں اس بحر کو قطرہ میں
تو اور اگر ہوتا میں اور اگر ہوتا
دیکھوں تجھے بے پردہ پھر جسم پہ ہو جامہ
تو میکدہ والوں میں مسجد میں شوالوں میں
بیٹھا ہے کیا مکاں میں تو لامکاں پہنچ
اے دل وہاں خوشی میں ہوتی ہے گفتگو
بیٹھا ہوا ہمیں سے نہ سن نغمۂ جرس
سجدہ عالم میں غیر کس کو کہیں
آدم میں دم اسی کے تو دم سے ہے جلوہ گر
پتلا نہ بنتا میرا جو صورت پہ یار کی
ہوتا عروج خاک نہ مسجود ہوتی یہ
یقیں پایا خودی میں ہم نے خود خود سے جدا ہو کر
مقام ہو نظر آجائے ہر جسم مقید میں
ثم وجہ اللہ نے آنکھیں کھول دیں
خالی نہیں ہے کوئی جگہ مجھ سے جان جاں
خالی نہیں ہے تجھ سے کوئی پتلا خاک کا
آتی ہے ہر شئے سے رب انی انا اللہ کی صدا
نہیں کہتا ہوں میں اک حرف منھ سے
مکاں اس یار کا گو لامکاں ہے
نہیں کچھ بھی وہاں جس جا نہیں تو
جسے تو ڈھونڈھتا پھرتا ہے غافل
آنکھ دے اللہ تو ہر شئے میں ہے دیدار دوست
جو طالب مولا ہیں بجز دیدِ رخِ دوست
عالم میں کچھ نہیں ہے سوائے وجود حق
جب غیر حق نہیں ہے تو پھر کیسا قرب و بعد

غافل یہ کوئی اور ہے تجھ میں چھپا ہوا — میکش
انہیں کا تو گھر ہے جہاں جائیے گا — ″
جلوہ گر رہتا ہے ہر ذرہ کے اندر آفتاب — ″
جہاں میں یار کا بھی ہے عجیب گھر نایاب — ″
جا کر کہیں جو ڈھونڈھیں غرض کیا ہمیں ہیں آپ — ″
حبل الورید سے بھی تو صاحب قریں ہیں آپ — ″
ہر شکل سے ملتا ہے نقشہ تری صورت کا — ″
کثرت میں نظر آیا عالم مجھے وحدت کا — ″
جب دیکھا کہ جب اُٹھا پردہ جو تھا غفلت کا — ″
شہ رگ سے نہ مل جاتا زینہ تری قربت کا — ″
عریاں جو نہیں ہوں میں احساں ہے شریعت کا — ″
کس کس سے نہیں ملتا جادہ تری ملت کا — ″
مر کر جہاں پہ جاتے ہیں جیتا وہاں پہنچ — ″
خلوت میں اس کی جا نہیں تو بے زباں پہنچ — ″
غافل ذرا تو اُٹھ کے سوئے کارواں پہنچ — ″
جب کہ ہے ایک سب کے اندر روح — ″
کیا ہے خدا نہیں ہے تو اے عقلمند روح — ″
ہرگز نہ ہوتی اس تنِ خاکی میں بند روح — ″
ہم روح سے بلند ہیں ہم سے بلند روح — ″
لباس آب و گل میں عبد بن بیٹھے خدا ہو کر — ″
ذرا دیکھیں تو ان چاروں عناصر سے جدا ہو کر — ″
اب تو ہر جانب تجھے پاتے ہیں ہم — ″
یہ سب قصور آنکھ کا ہے تو کہاں نہیں — ″
وہ دل ہے کونسا کہ جہاں تو مکیں نہیں — ″
بن گئی مخلوق بھی ساری خدا میرے لئے — ″
وہی جو بولتا ہے بولتا ہے — ″
مگر آباد اس سے کل جہاں ہے — ″
وہیں سب کچھ ہے ای جاں تو جہاں ہے — ″
وہی تو یہ رگ و پے میں نہاں ہے — ″
ذرہ ذرہ ہے منور دیکھنے کے واسطے — ″
عقبیٰ سے غرض ان کو نہ دنیائے دنی سے — ″
اس مسئلہ میں اور ہے پھر قیل و قال کیا — ″
کیا چیز اتصال ہے ہے انفصال کیا — ″

معرفت

[illegible] — میکش
جو کہ اندر ہے وہی جلوہ ہے باہر ان کا [illegible] — ″
[illegible] — ″
جلوہ نما ہوئے ہیں زمین و زماں میں آپ [illegible] — ″
[illegible] — ″
[illegible] — ″
کہئے کہاں ہے سینہ میں جلوہ ہے دل میں آپ [illegible] — ″
[illegible] — ″
[illegible] — ″

خالی نہیں [illegible]
میکش تو ہم کو ڈھونڈھتا [illegible]

معرفت

یار کے رہنے کا جب کوئی ٹھکانا نہ ملا
لامکاں پھر تو نظر آیا ہر اک گھر مجھ کو
سارے عالم میں پھر کے دیکھ لیا
تم ہی تم آئے جب نظر آئے
رُخ سے مولا پچھ جب جھپکی نظر
دین و دنیا سے ہاتھ جھاڑ کے دیکھ
جان لے خوب جسے تجھ سے محبت ہوگی
دین اس کا وہی ہوگا وہی ملت ہوگی
نحن اقرب وہ رہے کان میں کہتے ہر دم
عمر بھر ہم رہے الفت میں پریشاں جنکی
وقت مرنے کے تماشا ہے نظر بازی کا
وہی دیکھیں گے جنھیں چشم بصیرت ہوگی
مجھے اس قید آب و گل کی اب تہمت لگاتے ہیں
اگر انصاف سے دیکھیں تو کوئی دوسرا کب ہے
جس کسی کے ہے دنیا میں محبت ہوگی
حشر کو سامنے اس کے وہی صورت ہوگی
نہ کوئی جانب دیر و حرم پھر ڈھونڈھتا نکلے
اگر فہم خودی ہو دل تو پہلو میں خدا نکلے
جس کے لئے دل جانے تجھے یاں مل گیا ہم کو
ہے شکر خدا پہنچے کعبے کے سفر سے
اجل کے عوض میں بقا

بیکش

تیکش تو تم کو ڈھونڈھتا ہی رہ گیا جاتا
نہ کیونکر خودی کو خدا سمجھیں اب ہم
یہ کام کی ہے بات کہ ان آنکھوں سے دیکھے
کب سامنے اس کا رُخِ زیبا نہیں ہوتا
کس طرح نظر آئیگا عکسِ رُخِ دلدار
ہم ہر جگہ دیکھتے ہیں برقِ رُخِ یار
نشان ہم پاگئے اس بے نشاں کا وہ ہیں گم گشتہ
مرآتِ حُسنِ یار ہے سارا جہاں مجھے
ہائے رے غفلت کہ اس کو ڈھونڈھتے پھرتے رہے
تشکل آب و گل میں یہ جلوے نہیں اضداد کے
گھر گھر تمہاری شہرت عالم میں ہو رہی ہے
اوراق نفس و قلب ذرا تو الٹ کے دیکھ
پائیں اسے قریب بہت اپنی جان سے
دیکھتا ہوں جسکو وہ صورت سے ملتا ہے تری
بے ترے کچھ بھی نہیں اے جان لطف زندگی
آنکھ جس دن سے کھلی ہے اپنی
ہر شبہ سے منزہ ہے عیاں
ہے رسوائی کا میرے غل فلک پر
قلزم ذات خدا سے نہ سمجھ مجھ کو جدا
عالم میں یہ تفرقے نہ پڑتے
کھول آنکھ ہے ذرہ ذرہ خورشید
وہ سنگ میں ہے وہ ہے شجر میں
خود سے اسے دُور ڈھونڈھتے ہیں
جلوہ گر نور خدا ہے چار سو
مل گیا جس کو یہاں تیرا پتہ
نہ آنکھ کھلنے پر وہ ہر صورت سے ہوگا آشکار
دیکھے تکل کے انسان قبضہ سے جسم و جاں کے
اک دن وہ تھا کہ ڈھونڈھتا تھا میں نشان یار
پردہ اُٹھا دے ایک ہی جب ذات شخص و عکس
حشر کو اندھا اُٹھیگا وہ ضرور
برملا پھرتے ہو تم کو نین میں
جب یہ سمجھے کہ ہم ہی ہیں سب کچھ
ویراں ہو وہ مکاں کہ جہاں تیرا گھر نہ ہو

میکش

کیا بے نشان بن گئے ہر اک نشاں ہیں آپ
خودی ہی میں تو خود نمائی ہے تیری
کچھ باتوں کے سن لینے سے عرفاں نہیں ہوتا
ہر شخص مگر دیکھنے والا نہیں ہوتا
آئینہ ہی اس دل کا مُجلا نہیں ہوتا
موسیٰ کی دید گاہ فقط ایک طور تھا
جسے ڈھونڈھا کئے ملک عدم میں کفر و دیں سوں
ہے آفتاب ذرہ ریگِ رواں مجھے
یہ نہ سمجھے یار ہے قالب میں آدم زاد کے
چھپکے بیٹھا ہے کوئی قالب میں آدم زاد کے
چھپ چھپکے اور بیٹھو پردہ میں آسماں کے
پڑھنی پڑیگی جو یہ وہی تو کتاب ہے
پردہ اگر دوئی کا اُٹھے درمیان سے
تیرا ہی نقشہ نظر آتا ہے ہر تصویر میں
تو نہ ہو تقدیر میں تو کچھ نہیں تقدیر میں
ذرہ ذرہ میں خدا دیکھتے ہیں
ذرہ میں رنگ صفا دیکھتے ہیں
زمیں پر ہوں مگر برباد ہوں میں
میں وہ قطرہ ہوں کہ جس کا ہو وطن پانی میں
تم چھپکے نہ بیٹھتے جو گھر میں
اک نور نہاں ہے اس کدر میں
رونق ہے اسی سے بحر و بر میں
عالم میں تلاش یار گھر میں
آنکھ سے پردہ مگر اُٹھتا نہیں
پھر پتہ اس کا کہیں ملتا نہیں
اس کی قید لامکاں بھی مکاں ہو جائیگی
ہر اک مکاں کے اندر جلوہ میں لامکاں کے
ملتا نہیں ہے اب کہیں میرا نشاں مجھے
بیکار ڈال رکھا ہے کیوں درمیاں مجھے
جس نے دنیا میں تجھے دیکھا نہیں
کس جگہ ہم نے تمھیں دیکھا نہیں
پھر بقا کی طلب فنا سے غرض
پھوٹے وہ آنکھ جس میں کہ تو جلوہ گر نہ ہو

اجل کے عوض میں بقا آئی ان کو
فقط اک نام کا مجبور ہے جو جا کے گر بیٹھے
ہستی وہ ہے کہ جس میں دوئی کا گذر نہ ہو
نحن واقرب کہکے چھپتے ہو کہاں ای جانِ جاں
نحن توحید سے بھرا ہوا ہے ایک ایک حرف
اشارہ نحن اقرب کا اگر کچھ فہم میں آوے
وقت سماع عارفوں کو کیوں نہ ہو اثر
میٹ دے سب ہستیِ موہوم کا نام و نشاں
جسے ہوں دیکھتا ہے تیری صورت
مٹا نام و نشاں مرنے سے پہلے اپنا ای میکش
ترے ہی دم سے ہے ای جان رگِ جاں کو فیض
جو دم پاک تھا آدم میں خدا نے پھونکا
ہے یہ رلامکاں میں اس کا مکاں ہے خاص
جب بیٹھے سات پردوں میں تھے چھپ کر
خودی نہ جاتی تو خود میں نہ دیکھتے تجھ کو
پھیرتا رہتا ہی تیغ نحن اقرب ہر گھڑی
پردہ میں بھی بے پردہ ہی وہ پردہ نشیں اور
جسکی مجھے تلاش تھی پہلو میں تھا مرے
ہمراہ اس کے ہیں جسے اپنی خبر نہیں
تو مقید ہے تو ہی مطلق ہے
جب وہ ہر رنگ میں ہے رنگا رنگ
جب ہو اللہ فی السماء والارض
نفخت فیہ سے معمور ہیں کیا خاک کے پتلے
داخل ہر ایک جسم میں فرما کے اپنی روح
سجدہ کس کس کو کروں پاؤں پڑوں کس کس کے
ہر اک مکان یار کا کچھ لامکاں نہیں
گھر میں بیٹھے کہتے ہیں ہے لامکاں گھر یار کا
مٹاتے ہیں خودی کو کس طرح سے ایک سو ہو کر
نحن واقرب کا اشارہ جو ہویدا ہو جائے
ہر شے میں تیرا جلوہ ہی یاں ماسوا ہے کون
تو جس کو ڈھونڈھتا ہے کہاں وہ خدا نہیں
کھلے جو آنکھ تو وہ کشف نور ہوتا ہے
ہزار رنگ سے ظاہر ظہور ہوتا ہے

جو ہیں موت سے پہلے مرجانیوالے
لیا حق سے بشر نے اختیار آہستہ آہستہ
محو خودی وہ ہے جسے اپنی خبر نہ ہو
تم جہاں ہو ہم وہیں۔ دیکھیں کہاں جائینگے آپ
فرمایا ہے خدا نے جوام الکتاب میں
مسلماں پر فدا کافر ہو کافر پہ مسلماں ہو
وہ یار نغمہ سنج ہے چنگ و رباب میں
رکھتا ہے اول جو سیر لامکاں کی آرزو
کسے میں پھر کہوں اور کس کو تو آج
اگر کچھ شوق ہے تیری بھی دل میں بے نشانی کا
نحن اقرب سے چلا آتا ہے شریاں کو فیض
آج تک وہی چلا آتا ہے انسان کو فیض
ہر جا ہے جلوہ گر تو کہو کب نشاں ہے خاص
وہی یہ پھر رہے ہیں کو بکو آج
نہ پاتے ہوتی نہ گر تیری جستجو دل میں
گھر بنا رکھا ہی ظالم نے رگ گردن کے پاس
رہتا تو کہیں اور ہے شہرت ہی کہیں اور
میری سمجھ سے دور تھا کب مجھ سے دور تھا
کس درجہ باخبر ہیں کسی بے خبر سے ہم
شرط تجہہ میں ہے جزا تجہہ میں ہے
پھر سیاہ و سپید ہی کیا ہے
پھر یہ قرب و بعید ہی کیا ہے
خدا کی شان ہے جاگ اٹھی ہے تقدیر مٹی کی
قصہ ہی پاک کر دیا قرب و بعید کا
ہو گئے خلق میں لاکھوں تری صورت والے
یہ سب نشان اسی کے ہیں وہ بے نشان نہیں
غور سے ڈھونڈھیں تو کوئی اس سے خالی گھر نہیں
سمجھتا ہے وہی پلٹا ہو جو ہذا سے ہو ہو کر
عنصر جسم ہر اک عرش معلی ہو جائے
کوئی جہاں میں دوسرا تیرے سوا نہیں
وہ دم کے ساتھ ہی تیرے اک دم جدا نہیں
کہ ذرہ ذرہ سے حق کا ظہور ہوتا ہے
ہر ایک شئے سے عیاں نیر انور ہوتا ہے

میکش
〃 〃

معرفت

سرور رکھتا ہے وہ جام بادۂ توحید
[illegible] دل سے دور ہوتا ہے
[illegible] رنگ مختلف پایا
ہر ایک شکل سے [illegible] ہوتا ہے
[illegible]
خدا نے جس کو بنایا [illegible] ہوتا ہے
یہاں انھیں کی نظر میں [illegible]
[illegible] ہمارے قریب ہے [illegible] دور ہوتا ہے
[illegible]
[illegible] سے دور ہوتا ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

میکش
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

معرفت

ذرہ ذرہ ہے بیاں طور اسے مہر — یوں تری آنکھ پہ پردہ ہے کہ سب [illegible] — مہر

جہاں میں بارہا ہم نے جس طرف پھر کر نظر دیکھا — کبھی کو جلوہ گر پایا کبھی کو جلوہ گر دیکھا — ″

یہاں بھی جا تو وہاں بھی جا تو ہی [illegible] — مکاں تیرا کلیسا ہے مکاں تیرا حرم تیرا — ″

سمایا ہے [illegible] آنکھوں میں مری ایک تو ہی جا تو — صدائے قل ھو اللہ احد ہے گوش زد ہر سو — ″

بیان عالم رویا طلسم عالم امکاں — بیان ذات احد میں ہے فنا کیا بقا کیا ہے — ″

عیاں ذات [illegible] — خودی کا دل [illegible] — ″

ترا [illegible] — عیاں ہے ذرہ ذرہ [illegible] — ″

عیاں بھی [illegible] — [illegible] — ″

[illegible] — اور ذات [illegible] — ″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
تجھے طوف حرم کا تو شوق ہوا نہیں اسکی خبر تری دل میں ہے کیا	نظر آئیگا شیخ نہ تجھ کو خدا تری آنکھ سے پردہ اٹھا ہی نہیں	میکش
بجز شاہد نہ دیکھا دیدۂ حق بیں سے جب دیکھا	مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب ماسوا کیا ہے	مہر
نگاہ حق رس و حق بیں و حق جو چاہیے غافل	وہاں پردہ نہیں جلوہ سر بازار ہوتا ہے	″
طرح انداز زمیں تو ہی تو تھا	یہ مکاں ہے یا مکیں تو ہی تو تھا	″
وجد کرتے کیوں نہ مستان الست	دل میں حرف دلنشیں تو ہی تو تھا	″
کیوں یقیں کرتے نہ ارباب یقیں	مرجع حق الیقیں تو ہی تو تھا	″
دل ازل سے مطلع الانوار ہے	اس جگہ خلوت گزیں تو ہی تو تھا	″
محفل آرا عالم امکان ہے	اے مرے محفل نشیں تو ہی تو تھا	″
ہے دیر میں بھی تو ہی اور کعبہ میں بھی تو ہی	یہ بھی مکان تیرا وہ بھی مقام تیرا	″
کثرت میں جسے جلوۂ وحدت نظر آئے	وہ لاکھ دلوں میں دل دانا نہیں ہوتا	″
ہرجائی ہے وہ اور نہ دیکھا کہیں ہم نے	ایسا بھی پڑا آنکھ پہ پردہ نہیں ہوتا	″
مست الست اس کے ہیں پابند تا ابد	روز ازل سخن جو دہن سے نکل گیا	″
برقع نام و صور میں ہر جگہ سب سے ملا	تو مرے پردہ نشیں پردہ میں ہرجائی ہوا	″
تجھے پاتے ہیں وہ جاں سے گزر جاتے ہیں جو اپنی	ترا دیدار سودا ہے ازل سے جانسپاری کا	″
ذات باری سے نہ پہلے تھی نہ اب ہے دوری	غافلو اپنے توہم میں گرفتار ہو تم	″
تری ذات احد جوہر ہے اور نیرنگیاں عارض	حدوث عالم امکان سے ثابت ہے قدم میرا	″
ماہ و خورشید میں انوار تجلی کیسی	ان کے پردہ میں کوئی نور کی صورت ہوگی	″
خدا ہی پیش و پس پائیں و بالا راس و چپ لیکن	تجھے یہ جستجو رہتی ہے کب دوچار ہوتا ہے	″
خودی کا نام ہے ماوشی گریہ اٹھا دی تو	ابھی موجود تیرے سامنے دلدار ہوتا ہے	″
مری آنکھوں میں سمائی ہے تمہاری صورت	ماسوا میں بھی نظر آتے ہو بس تم مجھ کو	″
چشم عرفاں تجھے رحمت ہو نظر وہ بخشی	غیر کا ہو نہیں سکتا ہے تو ہم تم مجھ کو	″
ہے خدائی میں خودی کی شان ہر جا آشکار	پوچھ مت کیا ہے خودی مرد خدا کچھ بھی نہیں	″
نیرنگ دو جہاں ہیں ذات احد میں تیری	ثابت حدوث سے ہے یا رب دوام تیرا	″
تو ہے نگار زیبا آئینہ خانہ دنیا	وحدت میں ہو رہا ہے کیا ازدحام تیرا	″
بام عرفاں پر نہیں چڑھنا کٹھن	عشق کی حبل المتیں تو ہی تو تھا	″
کون ہے حق سے جدا کون ہے یاں حق کے سوا	کل ہے حق جزو ہی حق حق ہے عیاں حق ہے نہاں	″
حق ہی موجود نہیں اس کے سوا کوئی وجود	حق ہے موجود ادھر اور ادھر یاں اور واں	″
ماسوا نام ہے جس شے کا فقط وہم ہے وہ	جس طرح خواب کے نقشہ کا طلسمی ساماں	″
نگاہ حق رس و حق بیں و حق جویاں پیدا کر	نظر آئیگا تجھ کو نور حق عرفاں پیدا کر	″
بھول جائے آپ کو تو اس کا ملنا سہل ہے	وہ ہے یکتا۔ تو ہی جب تک دوسرا ملتا نہیں	″
حق ہے احد۔ احد میں دوئی کو نہ دخل دے	اے مہر ہے حدوث غلط اور قدم غلط	″
ماسوا ہے خواب کا نقشہ دلا کچھ بھی نہیں	دیکھنے والا ہے تو تیرے سوا کچھ بھی نہیں	″
صدائے قل ھو اللہ احد ہے گوش زد ہر سو	نہیں کچھ ماسوا تیرے سوا باتیں ہی باتیں ہیں	″

ساقی ہے وہی اور وہی میکش ہے
کہتے ہیں یہ کون جلوۂ کثرت ہے
ہے دیدۂ خواب میں تری چشم ای قہر
بسکہ ہوں ہستیٔ مطلق مرا واجب ہے وجود
جبکہ علت ہے عدم کیونکر ہو معلول عدم
اہلِ باطن کی نظر میں ماسوا ہے وہم محض
صدق وہ ہرگز نہیں جس کا نمودی ہے وجود
خواب کی سی صورتیں ہیں ماسوا کی صورتیں
چشم بینا کی نظر میں ہے فقط ان کا وجود
اس تماشاگاہ میں چشم تماشا بیں ہے تو
ہستیٔ مطلق ہے تو اسکی اضافی ہے حیات
تو نہیں تو وہ نہیں ہے تو ہے تو اس کا وجود
اب علم کہیے اسے یا اس کو کہیے عین ذات
ماسوا ہے ذات مطلق ماسوا ہی عین ذات
خالق و مخلوق ہو سکتا ہے کب نورِ بسیط
جو ہے تو وہ ہے مگر کیا ہے یہ کہہ سکتے نہیں
دعویٔ باطل نہیں ہے دعویٔ اربابِ کشف
سر عرفان الٰہی ہے مگر گونگے کا گڑ
لا تعین نطق ہے وہ بے تقید علم ہے
ہے نہ اس میں کچھ تعین ہے نہ اسمیں کچھ خودی
ایک بحر نور ہے مبسوط عالم پر محیط
شور ہے کون و مکاں میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ
پندار اپنا مانع دیدار ہو گیا
جب تک تھی آنکھ بند جدائی بھی تھی اُسے
اس کے مزے بتائیں گے مست الستی
شراب بیخودی پی اس طرح سے تشنہ جاں ہو کر
ذرہ ذرہ ہے ترے نور سے معمور یہاں
جبتک خودی ہے تجھ میں ہیگا خدا سے دُور
نتیجہ غافلو یہ ہے تمہاری سہو و نسیاں کا
کنار بحر بے پایانِ وحدت پوچھتا کیا ہے
وجود واجب حق جب سما جاتا ہے آنکھوں میں
نظر میں عارفوں کی ماسوا آئینہ خانہ ہے
مجازانہ ای قہر زینہ ہے حقیقت کا جو تو سمجھے

صورت اس کی ہی جام دل میں دیکھی
یہ کثرت محض خواب کی صورت ہے
وحدت ہے جدھر دیکھیے یاں وحدت ہے
ماسوا کو ہے فنا اور بقا میری ہے
کالعدم ہے یہ جہاں اور بقا میری ہے
لیک ہے یاں فہم قاصر وہم خودی چیز کیا
عالمِ رؤیا کی ماہیت ہے یہ عقدہ کھلا
استحالہ ہے زبانِ حال سے یہ کہہ رہا
پھر کہاں صورت نہ دیکھے جبکہ صورت آشنا
دیکھتا ہے تو تو ہے وحدت میں کثرت و نما
ماسوا کی منحصر ہے ذات پر تیری بقا
یہ نمود ظاہری باطن میں ہے کیا حق نما
دو نوں حالوں میں غرض کوئی نہیں ہے دوسرا
کب خدا سے وہ جدا ہے کب خدا اس سے جدا
لو یلد کے اور لم یولد کے ہے یہ صلا
مَا عَرَفْنَا ہے ازل سے قول اربابِ صفا
ذات جسکی علم ہے معلوم وہ کب ہو سکا
آدمی کہتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا مزا
راحت بے مثل و بے اندازہ و لا انتہا
ایک بحر نور ہے وہ بے کدورت پر صفا
ایک بحر نور میں ہے جاگزیں ہر دوسرا
کیا فقط تجھ کو ہی بس رہنا خدا سے ہے جدا
شاہد کو ورنہ اب ہے نہ پہلے حجاب تھا
جس وقت چشم وا ہوئی دریا حباب تھا
روزِ ازل سوال ترا لا جواب تھا
خودی چھپے تری نورِ خدا کے دو جہاں ہو کر
دیکھنے تجھ کو گیا طور پہ موسےٰ کیونکر
یاں مایۂ فساد فقط امتیاز ہے
کہ نوری ہو کے پنہاں جامۂ خاکی ہے انساں کا
هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ نشاں ہے اس کے پایاں کا
طلسم آباد آتا ہے نظر یہ شہر امکاں کا
یہاں ہر چیز میں جلوہ ہے عکس روئے جاناں کا
ملا کثرت میں مجھ کو راستہ توحید یزداں کا

مہر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃

معرفت

جز ذات حق کوئی نقش نہیں ہے ہر رنگ ماسوا
حادث ہی کو جو غور سے دیکھا قدیم تھا
موسیٰ پہ اور طور پہ موقوف کچھ نہیں
تو ہم کلام تھا جہاں کوئی کلیم تھا
مجھ کو گرداب توہم ہو گیا علم الیقین
ورنہ پار بحر حق الیقین نزدیک تر تھا
جب کھلی چشم حقیقت پایا شہ رگ سے قریب
دور میں سمجھا تھا تجھ کو نقش ماسوا
منزل لاہوتیاں میں مجھ کو [illegible] نہ تھا
بلکہ یکتائی میں فردانے نازنین لامکاں
لامکاں ہی ہم مکاں میں ہم مکاں لامکاں
خود مکاں تو قربت تھا اور خود بیگانہ تھا
نہ پہچانا تو ہی پہچان نظروں سے تو نہاں ہے
تیرا امکاں خدایا کہتے ہیں لامکاں ہے
شہروں میں تجھ کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں
تو تجھ میں ہی [illegible]
ظاہر تجھ میں [illegible] ہے باہر
دل فکر کا ہی تابع تو فکر سے ہے باہر
میں یقین سے نہایت دور ہوں
میں تو نزدیک ہوں میں تو زندہ ہوں
آپ ہی آپ

مہر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃

معرفت

تو وہ بسیط کہ غایت تیری نہیں دیکھی
تو وہ محیط نہایت تری نہیں دیکھی
مئے بیخودی پیئے جو بیخودی بجز دہ خدا کی جدائی نہیں
کہ حجابِ خودی بیخودی جو اٹھا کوئی جز خدا کے سوا ہی نہیں
خودی جب تک ہے دلیں خدا سے بھی جدا ہے تو
خودی جب اٹھ گئی ہو جائیگا اسرار بیں
تعین اور تقید کا ہے پندار خودی کا مرکز
نہیں ممکن تعین لیک نور بے نہایت میں
حقیقت میں ہی تو نور و سرور ہستی مطلق
تعین نے ڈبویا تجھ کو دریائے جہالت میں
خدا ہے پیش و پس پائیں بالا ارض پر لیکن
تجھے کیونکر نظر آئے کہ تو ہے خواب غفلت میں
طبیعت سے ذرا کر دور پندار انانیت
ذرا سرمہ لگا عرفان کا چشم بصیرت میں
ہستی تیری کچھ نہ ہستی ماسوا کی ہے
فقط اک ہستی مطلق ہے وحدت در کثرت میں
عبث وہم انانیت سے تو ادہر گمرہ ہے
کہ دنیا میں جدھر دیکھو ادھر اللہ ہی اللہ ہے
ایک ہستی ہے خلا اور ملا میں ساری
ایک ہستی ہے بسیط اور محیط دو جہاں
بحر وحدت میں

آپ موسیٰ آپ کوہِ طور ہوں
تھا ازل میں میں ہی تو عزلت گزیں
ذات میری ہے دوامی بالیقیں
نور سے پُر نور میرے شش جہات
مرکز نام و صور ہے میری ذات
کام مجھ کو کچھ نہیں اعمال سے
ہے زماں حادث فقط میں ہوں قدیم
ہست ہوں میں لیک ہست لایزال
ماسوا کا محض وہمی ہے جسد
یہ طلسم امکان کا ناسوت ہے
مہر غفلت عالمِ جبروت ہے
مجاز و حقیقت میں جلوہ ترا ہے
حسینوں میں تو حسن و ناز و ادا ہے
کہیں تو ہے معشوق عاشق کہیں ہے
دلوں میں طبائع میں تو جا گزیں ہے
مکاں تیرا ہر ایک ہی لامکاں ہے
نہ خالی زمیں ہے نہ خالی زماں ہے
ترا لامکاں نام زیبا نہیں ہے
کہیں ماسوا میں نے دیکھا نہیں ہے
ذاتِ شاہد ہی احد اور ہے بجید شہود
عبد و معبود و عبادت میں یہ تفریق ہے کیوں
اصل سے ہوتی ہیں کس طرح فروعات جدا
کون ہے پردہ نشیں کس کو ہوا ہے دیدار
منعکس شیشۂ دل میں جو ہو عکس پُر نور
کس کو کہتے ہیں فنا اور بقا اور امکاں
تو نے سمجھا حقیقت کا شریعت سے فرق
چھا گئی ہستئ مطلق پہ نمودی ہستی
بیخودی کیا ہے خودی کیا ہے خدا کیا ہے مہر
تجھی کو میں نے گل و گلستاں میں دیکھا ہے
نہ پوچھو مجھ سے کہ کس کس مکاں میں دیکھا ہے
نہ کوئی نور عیاں ہے کہ تیرا نور نہیں
تو کوہسار میں رفعت ہے اور عظمت ہے
جہاں جہاں کہ ہیں میدان تیری وسعت ہے

خود انا الحق اور خود منصور ہوں
تا ابد میں ہی ہوں دارائے زمیں
جسم کو ہوگی فنا مجھ کو نہیں
نور سے میرے منور کائنات
نور سے میرے منور کائنات
ہوں بُری اچھے بُرے افعال سے
ہے مکاں محدود و در مجھ میں مقیم
نور ہوں میں لیک نور بے زوال
کون ہے میرا شریک نیک و بد
خواب کہتے ہیں جسے ملکوت ہے
میرا عالم دائما لاہوت ہے
جہاں جائیے ایک تو رونما ہے
تو عشاق میں عشق و صدق و صفا ہے
کہیں رند میکش کہیں شیخ دیں ہے
غرض کوئی جا تجھ سے خالی نہیں ہے
نشاں ہر جگہ تیرا اے بے نشاں ہے
کہیں تو نہاں ہے کہیں تو عیاں ہے
مکاں کونسا ہے تو جس جا نہیں ہے
مجھے غیر کا وہم ہوتا نہیں ہے
وحدتِ ذات میں کثرت کا معمّا کیا ہے
عبد و معبود و عبادت کا یہ جھگڑا کیا ہے
اصل میں وصل فروعات کا نقشا کیا ہے
اور اس پردہ میں ماہیت اخفا کیا ہے
غور سے دیکھ کہ وہ عکس ہے کس کا کیا ہے
زندگی کہتے ہیں کس چیز کو مرنا کیا ہے
رند اور شیخ کا آپس میں قضیا کیا ہے
آفریں ہو تجھے امکاں ترا کہنا کیا ہے
ایک ہی چیز میں تفریق تلثہ کیا ہے
تجھی کو میں نے بہار و خزاں میں دیکھا ہے
جہاں میں دیکھا ہے اور جسم و جاں میں دیکھا ہے
نہ کوئی شے کہ تری ذات کا ظہور نہیں
تو مرغزار میں نزہت ہے اور طراوت ہے
تو ہی بحر ہے صحرائے بے نہایت ہے

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
بحر وحدت میں ہو گر چشم حباب آسا وا	دل کو کثرت سے سروکار کہاں رہتا ہے	مہر
کون و مکاں سے گر نہ تعلق رہے تجھے	کھل جائے ماہیت ابھی کون و مکان کی	"
ای خود آرا ہی ترا آئینہ خانہ دنیا	یہاں کثرت میں بھی دیکھنے گے تو وحدت ہوگی	"
سوائے ذات نہیں ما سوا یہ جو لا نگاہ	ہوئی ہے خلق فقط وہم اور گماں کیلئے	"
تماشائے کثرت میں وحدت خدا کی	جنھیں راز کی ہے خبر دیکھتے ہیں	"
یوں بے نشاں ہوئے ہیں کسی کی تلاش میں	سدھ بدھ نہیں رہی ہمیں نام و نشان کی	"
ملے وہ برقع نام و صور میں جب ملے ہم سے	تماشا ہے ملے ہیں اور بلکہ چھپتے پھرتے ہیں	"
رہے خدشہ نہ دنیا کا لگے یوں تجھ سے لو میری	الٰہی دے مجھے توفیق تو کہنے لگوں میں بھی	"
قال کو چھوڑ کے آ حال کے درجہ میں شیخ	اس سے بہتر کوئی عالم ہے نہ حالت ہوگی	"
تیری ہستی سے ہیں اشیائے نمودی سب ہست	تو نہ ہو تو نہ ہو ہستی کا کسی کی امکاں	"
ہے کون سمیع اور کلیم	خود سنتے ہیں خود سنا رہے ہیں	محبوب
مطلوب ہمیں ہمیں ہیں طالب	ہم آپ کو آپ پا رہے ہیں	"
انساں کہیں کہیں فرشتہ	وہ ایک ہی سب کہا رہے ہیں	"
ہر شئے میں بھرا ہوا ہے جلوہ	ہم سب میں انھیں کو پا رہے ہیں	"
ڈھونڈتے ہو تم جسے وہ صورت جاں ہے نہاں	جب نہ ہو وہ جان میں جان تو وہ جاں ہی نہیں	"
لن تنالوا البر حتی تنفقوا کو جان کر	جو ہوا عامل پھر اس سا کوئی انساں ہی نہیں	"
طور پر دیکھے خود آپ ہی اپنا جلوہ	خود کو بیہوش بنایا تجھے میں جانتا ہوں	"
تو وہ بہروپ ہے ہر شئے میں عیاں ہو ہو کر	لامکاں خود کو بتایا تجھے میں جانتا ہوں	"
دیکھنے اپنا جمال آپ ہی محبوب کا دل	آئینہ اپنا بنایا تجھے میں جانتا ہوں	"
حق کو نہ جان صرف مکین لامکاں میں ہے	اس بے نشاں کا جلوہ تو ہر اک مکاں میں ہے	"
کعبہ میں شیخ ہے تو کلیسا میں برہمن	کیا کیا ترا ظہور خدایا جہاں میں ہے	"
مدعی ہے تو بتا کس سے خدا ملتا ہے	کہ جہاں دیکھو وہاں اپنا پتا ملتا ہے	"
دونوں عالم میں خودی ہی سے خدا کا ہے ظہور	جب خودی خاک میں ملجائے تو کیا ملتا ہے	"
مر چکا مر نیکے آگے تو ہوا یہ معلوم	سچ ہی محبوب کو حق بعد فنا ملتا ہے	"
ہے ایک ہی اس کے سوا کون ہے باقی	میں میں جو تو کہتا ہے کہاں تیرا نشاں ہے	"
کعبہ کو کلیسا کو نہ جا بھول کے غافل	تو ڈھونڈھ رہا ہے جسے وہ تجھ میں نہاں ہے	"
عنقا ہے یہاں غیر کرو نفی کسے میں	جب اسم وہی فعل وہی ہے وہی جاں ہے	"
جو آپ کو گم کرتے ہیں فنا ذات خدا میں	ہے ان پہ عیاں صاف جو کچھ راز نہاں ہے	"
جب تک نہ ہو تو جھگڑے سے فارغ من و تو کے	دیدار خدا تجھ کو یہاں ہے نہ وہاں ہے	"
خدا کی ذات مقید نہیں ہے اے ناداں	تو دیکھتا ہے کسی شئے میں کب سماتا ہے	"
ہے رنگ عجب تیرا کیا کوئی تجھے جانے	ہر شئے میں بھرا رہ کر بھی سب سے نرالا ہے	"
نہیں ہے حق تو ای غافل کہاں تو	بغیر از تخم کے کیونکر شجر ہو	"
من و تو کا پتہ توحید تک چلتا ہے اے غافل	تو حد حسن کا حاصل ہے وہ ذات حق میں شامل ہے	"

معرفت

شعر	شاعر
نہ وہ عاشق کسی کا ہے نہ عاشق ہے کوئی اس کا جو واصل ہو وہ ہر دم اپنی ہی صورت پہ مائل ہے	مجذوب
تصور اپنا کا ہے سمایا دل میں کچھ ایسا جدھر میں دیکھتا ہوں وہ صنم میرے مقابل ہے	"
کرے انکار جو حق ہی کا اسی کا نام ہے کافر خدا سمجھے جو خود سے حق کو وہ [illegible] ہے	"
جو توحید تو سمجھا ہے وہ تو شرک ہے مجھ کو جو تو کفر سمجھا وہ مرا ایمان کامل ہے	"
تمام وصل پہ پہنچے انا و انت کرے گزر تو اس سے نہ رہ جا انا انا کرے	"
دیکھنے کی آنکھ ہو تجھ میں تو دیکھ ہر جگہ موجود اسی کی ذات ہے	"
من عرف کو جب تک سمجھا نہیں رائیگاں زاہد تری اوقات ہے	"
جب دوئی کا دل سے پردہ اٹھ گیا پھر جہاں دیکھو اسی کی ذات ہے	"
من عرف کے راز سے واقف ہو جب تک کوئی [illegible]	"

[illegible]

معرفت

محبوب یار کہو یہی بیاں نکتہ کی بات ہے
مخلوق ہو یا رب ہو بیاں خالق بنا رہا
جس طرف دیکھا نظر آیا مجھے جلوہ ترا
دونوں عالم سمجھ کو اپنے ہی حق میں حاصل ہے
[illegible]
اپنا الحق سے قربت ہو یہ تو سمجھ کو دیا
میں نہ رہا ہوں نہ ہوا ہے خود ہو جانا ہے
رب کو اپنا محبوب نہ جانا ان کا بھی رتبہ رہا
عارفان حق جو ہیں اپنے مست چلتا ہے کس کا
جز حق ہستی نہ تھا اب میں ہی بے خبر رہا
لطف میں سمجھ کہ نہیں اپنی ہستی نہیں
غلط فہمی ہے تو اور یہ آیا کہ ہو ہے
نہ تھا اور دل میں سوا ہو گا تجھ میں اس دل
خودی باقی نہ رہی کہ یہ تو نہیں ہے
تو پھر حق جلوہ گر ہے خود ہو ایا
جو سمجھا خود کو اس نے عین الیقین ہے
جو ہے وہ ہے نا علم الیقین وہ ہو جاتا ہے
بنے تو ہو کہ غافل رہے وہ سمجھا ہے
مکان دل میں تیرے سے سما یا
خیال اپنا جب سے تقابل وہ دیکھا ہے
جہاں ہم ہیں بیاں میں
میں محو ذات ہوں

محبوب

جو ہو خیال کی صحت نہ کیوں خودی مٹ جائے
تعینات سے تھا میں بڑی خرابی میں
نہ کیونکر اس سے ہو اثبات جامع الاضداد
اگر محبوب تم دیکھو حقیقت کی نگاہوں سے
وہی پاتا ہے ہر اک شئے میں تجھ کو
نفی خودی جب تارک ہی کو سوجھا سے دور ہم
کر کے پیدا احدیت اور وحدت کا ظہور
یار اپنے آپ ہیں اغیار اپنے آپ ہیں
اہل عرفاں کی نظر رہتی ہے باطن ہی پر
مر چلے مر نیکے آگے تو ہوا یہ معلوم
نصیب اس کو کہاں جلوۂ خدا ای دل
حق کا ظہور تجھ سے مرا حق سے ہے ظہور
مطلوب کوئی اور نہ طالب ہے کوئی اور
محبوب جس کا نام ہے جانو وہ میں نہیں
جو ہستی کو اپنی عدم دیکھتے ہیں
کھلا کُنتُ کنزاً کا جب سے معمّا
ہمیں ہیں ہمارے سوا کون ہے یاں
دیول میں اور کعبہ میں ہے جلوہ گر وہی
ہر شئے میں ذات اس کی تو موجود ہے مگر
اے دل وصالِ یار کا ہونا محال ہے
کیا خاک سمجھے حق کو وہ اور حق کے غیر کو
تو دیکھ گوش دل سے ذرا سن کے غور سے
مسجود تجھ سے زاہد ناداں نہیں جدا
حیرت کا ہے مقام یہ محبوب دم نہ مار
ہم نہ دیکھیں تو یہ ہے اپنی بصارت کا قصور
نحن واقرب کی خبر خاص جو سن لی ہوتی
میری غفلت ہی نے رکھا تھا مجھے تجھ سے دور
تھے جو بے نام و نشاں ہم واصل جاناں ہے
جس طرف دیکھا نظر آیا نہ کوئی جز ترے
حق کے سوائے ظاہر و باطن میں کون ہے
جز حق نظر میں اس کی کہاں غیر کا پتہ
غافل خودی کے ساتھ خدا کا ظہور ہے
جب دل سے اپنے زنگ خودی کو مٹا دیا

محبوب

خبر اسی کو ہے جو راز آئینہ سمجھا
اَنَا نیت جو مٹی آپ کو خدا سمجھا
خدا کو بندہ کو جس نے کہ ایک جا سمجھا
ہر اک کی شکل میں پھر حق نہ ہو جلوہ کناں کیونکر
دوئی سے پاک جس کا ہو گیا دل
اب انا الحق کہہ رہے ہیں صورتِ منصور ہم
ہیں کہیں ساکت بنے بیٹھے کہیں مغرور ہم
خود سے خود نزدیک ہیں اور خود ہی خود سے دور ہم
بت بھی آتے ہیں آگے تو خدا کہتے ہیں
قربتِ حق ہے جسے لوگ فنا کہتے ہیں
خودی کو جس نے کیا اپنی پائمال نہیں
بندہ نما ہے حق تو سمجھ حق نما ہوں میں
بھولا ہوں خود ہی راہ خود ہی رہنما ہوں میں
سب کی نظر میں گرچہ نظر آ رہا ہوں میں
وہ پھر خود ہی خود کو قدم دیکھتے ہیں
خدا اور بندہ بہم دیکھتے ہیں
وہ آئینہ ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں
تیرا ہی یہ قصور ہے تو دیکھتا نہیں
ہر شئے کو حق کی ذات سمجھنا روا نہیں
تیرے خیال میں ابھی ہستی فنا نہیں
جس پر کہ مَن عرف کا معمّا کھلا نہیں
وہ کون شئے ہے جس میں صدائے انا نہیں
تو جانتا ہے جس کو خدا وہ خدا نہیں
باقی ہر ایک شئے ہے کسی کو فنا نہیں
اپنا کا ہے کو کہتا جو وہ پنہاں ہوتا
دیر و کعبہ میں ترا کیوں کوئی جویا ہوتا
تھا وہیں تو میں جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
اِسم و نسبت کا ہمارے گھر میں پردا ہو گیا
میرے حق میں عالم اک آئینہ خانہ ہو گیا
اَنتَ کوئی رہا نہ تو کوئی اَنَا رہا
جس کے حضور آئینۂ بینا رہا
جب بیخودی ہوئی تو خودی میں خدا رہا
جس شئے پہ آنکھ ڈالی تجھے دیکھتا رہا

ہیں محوِ ذات ہوں مجھ کو خبر اپنی نہیں مطلق
مقامِ دید میں کب دخل ہے رائی و مرئی کا
جدھر میں دیکھتا ہوں تجھ کو ہر اک شئے میں پاتا ہوں
حیات و موت بس اک کھیل ہے محبوب کے حق میں
فائدہ کچھ نہ ہوا ہو کے خودی سے فارغ
دونوں عالم میں کوئی تیرے سوائے جاناں
ذات سے جس کو تعلق نہ ہو وہ کیا جانے
دیکھ کر کارگہ ہیچ کو یہ حال کھلا
ہستی کو اپنی صاف مٹا دے جو آپ میں
رکھکر خودی میں کس لئے پھرتا ہے در بدر
صورت سے اپنی آپ رہیگا تو بے خبر
توحید ہے وہی کہ نہ ہو کوئی غیر حق
محبوب میں جو ترک تعلق پہ آ چکوں
گل ہے نہ کوئی اور نہ بلبل ہے کوئی اور
کیا جان سکے کوئی طلسمات کو تیرے
جاننا آپ کو اور مر نیکلے آگے مرنا
وہ بھی ہے کوئی طاعت جسمیں ہوتی ہے اٹھ بیٹھ
تو جستجو میں جس کی آوارہ کو بکو ہے
آئینہ ذات کا تو مظہر صفات کا تو
ہے کون اس سوا یاں کہتا جو غیر حق ہوں
نظر آیا نہ کوئی غیر تیرا
کہاں کا قرب غافل بُعد کیسا
نہ یہ اس سے جدا ہے اور نہ وہ اس سے جدا ہرگز
ہو فنا فی اللہ کی منزل سے کیونکر نصیب
شخص حق ہے تجھ میں اس کا عکس اور تو آئینہ
وصل حق کا تو خواہاں ہے تو سب کو چھوڑ دے
جس جگہ اپنی بسر کرتے ہیں حق کے واصل
مئے وحدت کو کبھی پیکے تو دیکھ اے زاہد
مری ہستی ہی کیا ہے میں نہیں ہوں
لباس چار عنصر کو پہن کر
من و تو کی صدائیں مجھ کو محبوب
کونسی جا نہیں ترا جلوہ
بُھلانا اپنی ہستی ہے جنہیں یاد

محبوب

نہ جانوں میں خدا ہے کون کس کا نام بندہ ہے
وہ کافر ہے کہا جس نے کہ حق کو ہم نے دیکھا ہے
جہاں میں جب سے اے جان جہاں تو جلوہ فرما ہے
کہ دن بھر میں ہزاروں بار مرتا اور جیتا ہوں
بیخودی میں بھی وہی تجھ سے ہے پروا باقی
تھا نہ قبل اس کے نہ اب ہے، نہ رہے گا باقی
فانی کہتے ہیں کسے نام ہے کس کا باقی
فانی ہر اک ہے فقط آپ کو دیکھا باقی
ممکن ہے وہ جہان میں زندہ سدا رہے
گم کر دے آپ کو تو خدا ہی خدا رہے
جب تک نظر میں تیری جما آئینہ رہے
ہے شرک اس کا نام کہ تو اور خدا رہے
اس سے جدا نہیں نہ وہ مجھ سے جدا رہے
گلشن ہے وہی وہ ہی نسیم سحری ہے
ہر چیز میں موجود ہے پھر سب سے بری ہے
دین و ایماں ہے یہی مستئ انساں ہے یہی
آپ کو مٹا دینا خود خدا پرستی ہے
ہے کون غیر تیرا ناداں وہ تو ہی تو ہے
دل ہو ہی ہو ہے تیرا اور جان ہو ہی ہو ہے
باز آ دوئی سے غافل کیسی یہ تیری خو ہے
سمایا جب سے تو میری نظر میں
بشر حق میں ہے اور حق ہے بشر میں
فقط اک نام ہی کا پھیر ہے مظہر میں مُظہر میں
شیخ کی جو ذات میں پورا فنا ہوتا نہیں
شخص و عکس اک ہوتے ہیں پر آئینا ہوتا نہیں
جب تک اس کا تو نہ ہولے وہ ترا ہوتا نہیں
اس جگہ روز و شب و شام و سحر کچھ بھی نہیں
اس میں ہر طرح کا ہے نفع ضرر کچھ بھی نہیں
وہی مجھ میں بسا ہے میں نہیں ہوں
وہی جلوہ نما ہے میں نہیں ہوں
وہی خود دیر ہا ہے میں نہیں ہوں
تو ہی نو وادی وچمن میں ہے
وصالِ حق اُنہیں ہر ایک دم ہے

معرفت

دو عالم میں سوا تیرے کسی کو
نہ دیکھا ہے مجھے تیری قسم ہے
جدا بندہ سے ہے کب ذات حق کی
یہ شئے مبہم ہے
خدا کی ذات پہ ہے شکل آدم کی
بنائی اپنی ہی صورت پہ حق نے
اسی کا رنگ ہے سب کا اسی کی سب کی صورت ہے
اسی کی راہ پر ہیں کافر و دیندار رستے میں
بجز حق کون ہے یاں کس کی تو کرتا شکایت ہے
کہاں کو دور کر دیا گر تو اپنی ہستی سے
اسی کو قرب کہتے ہیں اسی کا نام وصلت ہے
اٹھا کر دیکھ لے پردہ دوئی کا دیدہ دل سے
جو کچھ دنیا میں ہے ناداں مرا تحقیقت ہے
آگے پیچھے دائیں بائیں اندر باہر تحت اور فوق
جو کچھ ہے وہ تو ہی ہے
جب دیکھا تو تجھی کو دیکھا جو کچھ کھلا
وہ دوئی کا اٹھا کے دیکھا تو یہ
دیدہ دل سے ہے پردہ وہ تو ہی ہے
یہی موتی قطرہ دریا جو کچھ ہے وہ تو ہی ہے
لیس کمثلہ شئی تیری شان متقدس ہے یارب
دانا بینا شنوا گویا جو کچھ ہے وہ تو ہی ہے
معبود اور مقصود تو ہی ہے موجود اور مشہود تو ہی
فعل و فاعل اسم و مسمی جو کچھ ہے وہ تو ہی ہے
تعین مٹا دے ہر اک

معرفت

نہ ہو بندہ تو پھر خدا کیسا
ساتھ ہی بندہ کے خدا دیکھا — مجبور

ہو ہمہ اوست یا کہ ہو ہمہ زوست
ہم نے اپنے لئے روا دیکھا — "

عینیت ہے غیریت اور غیریت ہے عینیت
تو یہ تو جو یہ سمجھے ہے وہ بھٹکا راہ کا — "

رمز اسے جان جہاں جس نے کہ جانا تیرا
اس نے دیکھا تجھے اور سمجھا ہے پایا تیرا — "

وہم کو جس نے خودی کے ہی نکالا دل سے
بس کو ہر جا میں میسر ہے نظارا تیرا — "

خودی کی جب تک ہو نہ جوا کہ وہ انساں نہیں
جو نہ دیکھے حق کی صورت کو وہ ہی بیکار آنکھ — "

چراغ دیر و شمع کعبہ کی آتش ہی ہے روشن
بتحقیق و اگر و مسلمان کا — ممنون

نہیں ہے دیدہ تحقیق و بیں نہ دیکھا
منظور کیے تھا کعبہ و بت جانانہ دیکھا — مصحفی

دونوں جگہ تھا جلوہ جانانہ دیکھا
کافر نہ کہیو مجھ کو ای مومنان صادق — "

کرتا ہوں بت کو سجدہ میں تو خدا سمجھ کر
رہ طلب میں تیری وہ قدم بڑھا کے چلے — عجیب

جو اپنی جان سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کے چلے
عشق میں یار حقیقی کے جو

تعین مٹا دے ہر اک شئے کا زاہد
نہیں غیر تیرے سوا دوسرا میں

تو اپنے کو دیکھ آپ دل غیر سے دھو
وصل بھی اک مقام حیرت ہے

جدا ہیں حال کی باتیں جدا ہیں قال کی باتیں
تو پہلے علم وحدت سیکھ کر ہو بعد کو عامل

سب میں ہے عکس تیرا تو سب سے ہے مبرا
عرش و کرسی پہ ترا جلوہ ہے ساری لیکن

ہوائے شوق میں تیرے جو بینے کی گلگشت
بن گئے آئینہ خانے مرے حق میں کونین

کائنات آئینہ خانہ بن گئی
خود پرستی چھوڑ اس میں ہے بدی

میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں
شئے نہیں وہ کہ جس میں تو نہ رہے

باز آ جحت من و تو سے
معرفت سے جو اپنی ہے غافل

لفظ کن کے ہیں زمانہ میں یہ سارے جلوے
جانتا ہے جس کو غائب تو وہی مشہور ہے

ماسوا اللہ کہہ رہا ہے کس کو ای محبوب تو
نقاب حق کی کیوں تجھ کو طلب ہے

سمجھتا ہے خدا کو دور خود سے
نہ رکھ کل پر تو ہو لے خود سے واقف

فنا کر ذات حق میں اپنی ہستی
پردہ لا میں ہے روشن نور الا اللہ کا

کبیرہ جرم ہے غافل سمجھ خود کو نہ تو موجود
لوگ کہتے ہیں کہ نفس مرتا ہے

وھو معکم اینما کنتم
یوں تو لاکھوں ہیں رہنما لیکن

مدعی لاکھ شور کرتے ہیں
مٹایا دل سے جو دعوائی رائی و مری

کیا بتائیں کہ ہم نے کیا دیکھا
ہے موحد مری نظر میں کیا

ہوا جو موتوا قبل ان تموتو جیتے جی محبوب

کہ یار اپنا جلوہ کناں چار سو ہے
وہ تو ہی تو ہے ڈھونڈتا جس کو تو ہے — محبوب

یہی تو نماز اور غسل و وضو ہے
یاں نہ بندہ نہ یاں خدا دیکھا — "

انا کھکر کوئی کوئی منصور اصلا ہو نہیں سکتا
وگرنہ ثمرہ بیہود پیدا ہو نہیں سکتا — "

عالم فقط ہیں دونوں آئینہ خانہ تیرا
خاص مومن ہی کے دل میں ہے ٹھکانا تیرا — "

ہر ایک پھول میں تیرا ہی رنگ و بو دیکھا
کہ نظر آتی ہے اب اپنی ہی صورت مجھ کو — "

جس کو دیکھا اس کو پایا روبرو
لن تنالوا البر حتی تنفقوا — "

نفس ہو دل ہو جگر ہو جان ہو
گل نہیں جس میں تیری بو نہ رہے — "

گم ہوا ایسا کہ غیر ہو نہ رہے
دین میں اس کی آبرو نہ رہے — "

اس کو منظور ہو وحدت تو یہ کثرت کیسی
ہے وہی ساجد وہی سجدہ وہی مسجود ہے — "

نام یاں حق کے سوائے غیر کا نابود ہے
وہ تو ہی ہے جدا تجھ سے وہ کب ہے — "

ارے ناداں یہ تیرا کیا غضب ہے
سمجھ لے وقت فرصت ہے تو اب ہے — "

خدا کے ذکر کرنے کا یہ ڈھب ہے
جو یہ سمجھا رمز وہ حق ہے ولی اللہ کا — "

سوا حق کے وجود اس جا کسی کا ہو نہیں سکتا
پرا سے ہیں تے ذی بقا دیکھا — "

یہ نہ سمجھا تو تو نے کیا دیکھا
کوئی رہبر نہ آپ سا دیکھا — "

واصل حق کو بے صدا دیکھا
نظر اٹھائی تو بس خود کو جا بجا دیکھا — "

جب خودی مٹ گئی خدا دیکھا
بت میں بھی جلوۂ خدا دیکھا — "

رہا زندہ ہمیشہ پھر وہ مردہ ہو نہیں سکتا — "

مصرع	مصرع	شاعر
عشق میں یار حقیقی کے جو مستی ہو گی	دل پریشاں کی اسی وقت درستی ہو گی	مہتاب
ہر جائی ہے تیرا جلوہ لیکن	دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا	مومن
یاں عقل ہے گم کہ بس سمجھی کو	پایا ہر شئے میں پر نہ پایا	"
شوق میں بھی ہے ترقی اور یہ بھی ہے خبر	لن ترانی حضرت موسیٰ نے پایا تھا جواب	مست
ذات باقی کے سوا سب کو فنا ہے مسکیں	نہیں فانی ہوا جو آپ کو فانی سمجھا	مسکیں
کیوں نہ ہووے مردم اہل نظر حیرت فزا	ہے در و دیوار آئینہ تیری تصویر کا	"
ملا دے خاک میں پہلے ہی آپ کو مسکیں	نہیں فانی ہوا جو آپ کو فانی سمجھا	"
ملا دے خاک میں پہلے ہی آپ کو مسکیں	کہ ایک روز تو ہونی ہے ترے تن کی خاک	"
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ فرق ہے جز نام کے	مٹ گیا جب نام میرا بس تو ہی تو ہو گیا	"
کبھی بھی آپ میں رہتے نہیں خود رفتگی سے ہم	مٹایا آپ کو ہم نے کیا یہ تجھ سے بل پیدا	"
آئینہ خانہ میں مسکیں خوب کی میں نے نگاہ	صاف چہرہ اپنا ہی ہر سو نظر آیا مجھے	"
وائے نادانی کہ اس کو ڈھونڈھتے ہیں چار سو	اور وہ دل میں جگر میں چشم میں ہے جان میں	"
قصر ہستی میں نہ دیکھا اپنی صورت کے سوا	ہو گیا آئینہ ہے مجھ کو در و دیوار صاف	"
ہے وہی عالم میں مسکیں جلوہ آرا چار سو	اور اسی کا ہے جہاں میں جابجا ہر دم فروغ	"
ہو دیر و حرم شیخ و برہمن کو مبارک	مجھ کو تو کیا عشق نے دربان ترے در کا	نواب
پھر رہا ہوں اشارہ پر اُس کے	ہوں میں پتلا بنا ہوا گل کا	"
صفتیں کیسی ہوئیں ذات خدا سے پیدا	راگ کیا کیا ہوئے ہیں ایک صدا سے پیدا	نسیم
یار ہے جس کو تو سمجھا غیر ہے	غیر اپنا کون اپنا غیر ہے	"
دو سمجھنا صاف ہے بے وحدتی	ایک ہے بیگانہ ہو یا آشنا	"
ہے سیر ممکنات حقیقت کی آنکھ سے	کثرت کو دیکھتا ہوں وحدت کی آنکھ سے	ناصر
باغ جہاں میں شور ہے تیرے ظہور کا	ہر ایک پھول آئینہ ہے تیرے نور کا	نظامی
جلوۂ حسن بتاں کی ہے نمایش کیسی	اے دل اس باغ کا ہو گا چمن آرا کیسا	ناظم
نہیں ہے شرک سجدہ کی جہت مشرق ہو یا مغرب	سمجھتا ہے اگر تو ایک مرجع سب اشارو کا	نظم
نظر آتا ہی جلوہ صاف ادھر کرتے روشن کا	جو تاریکی نہ ہو تو پھر کوئی پردہ ہی چلمن کا	"
سلایا اس نے جب چاہا جگایا اسے جب چاہا	ہماری اور اس کے بیچ میں پردہ ہے غفلت کا	"
تجھے یکتا سمجھ کر ناز یکتائی اٹھاتا ہوں	وگرنہ میں بتا دیتا جو کوئی دوسرا ہوتا	"
علائق میں پھنسا کیوں جلوہ گاہ قدس سے آکر	بتا اے نظم آخر بھیس کیوں تو نے بدل ڈالا	"
آپ سے باہر ہوئے جس دم تو پایا دوست کو	اپنا گھر چھوڑا تو اس کے دل میں گھر پیدا ہوا	"
جلوۂ شاہد معنے ہے حریم دل میں	آنکھ جب بند کی مانند نظر جا پہونچا	"
جلوہ گر آنکھ میں بھی دل میں بھی پنہاں دیکھا	دیکھا دیکھا تجھے اے فتنۂ دوران دیکھا	"
دل کے آئینہ میں ہم نے رخ جاناں دیکھا	طور پر آپ نے کیا موسیٰ عمران دیکھا	"
خدا کو ڈھونڈھنے جانا ہی کیا کہیں اے نظم	ہر ایک جادہ ملیگا جو بے نشاں ہو گا	"
جہاں کہیں ہوئی کثرت رہا میں آپ سے دور	جہاں ملی مجھے خلوت ظہور میں نے کیا	"

معرفت

شعر	شاعر
چشم موسیٰ لا سکی اک برق جلوہ کی نہ تاب چشم دل سے ہم نے دیکھا بار ہا اچھی طرح	نظم
[illegible]	"

معرفت

شعر	شاعر
ہم نے خدا دل سے دیکھا آخر [illegible] / ذات حق کی نمود و بود نہیں	دلی
ہے وہ خلوت نشین گوشۂ دل سے / [illegible] ملی ہم [illegible]	وقار
بیخودی کا سبب [illegible] / کیوں کہوں وہ مرے حضور نہیں	=
دل ہی جو پاس ہے وہ دور نہیں / حسن وحدت سے بتکدہ میں بھی	=
مجھ کو ہر بت خدا نظر آیا / اس قدر میں ہوا [illegible] جہاں [illegible]	=
اپنا پتا [illegible] ہے دھوکا [illegible] / ہستی کا جلوہ سب ہے ہستی میں	=
ہستی مرے وجود [illegible] نہیں وقار / [illegible] عارف کا مرے [illegible] کھلا پڑا ہی وقار	=
بھید پر ہوں میں [illegible] خود مجبور ہوں / خود میں ہوں [illegible] الفت ہوں [illegible] دل کو میرے	=
وقار اس میں جس کا نہ [illegible] ہو پیدا / زمانہ میں جس کا [illegible]	=
نہیں [illegible] کیا ہیں [illegible] دنیا سمجھا ہیں / منصور ہیں عاشقاں کے وہ خود میں	=
ملتے ہیں [illegible] بتخانہ میں کلیسا میں / حرم میں دیر میں بتخانہ میں کہاں کہاں تھا	=
پھرا تلاش میں تیری کہاں کہاں تھا / کون محبوب [illegible] سا دوسرا	

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
نہ اہل دل سے نہ اہل نظر سے پوچھتا ہوں	خبر وہاں کی ہر اک بے خبر سے پوچھتا ہوں	نظم
وہی ہے سامنے مڑ کر جدھر جدھر دیکھو	وفور شوق میں کیوں سجدہ چار سو نہ کریں	"
بے پردہ ہو گیا ہے تجلی سے حسن یار	ہے طاقت نگاہ کسی دیدہ باز میں	"
کیا ہو یقیں ملیگا وہ ہم سے یہاں کہیں	اپنا ہی اس جہاں میں نہ پایا نشاں کہیں	"
دلکش عجب طرح کی صدائے الست تھی	کانوں میں آج تک جو سمائی ہوئی سی ہے	"
اُٹھے کیونکر حجاب شاہد احببت ان اعرف	کہ ہم ہیں انجمن میں اور پسند اس کو ہے تنہائی	"
ہمیں اس آستاں سے دور ہونا کب گوارا تھا	سُنا ہوگا کہ روح آ کے ہوئے قالب میں ٹھہرائی	"
جو شاغل مستی حق کے ہیں وہ ہیں مرگ سے ایمن	چراغ حق پرستاں کب بجھا ہے ابر و باراں میں	نشاط
راز جس کو فلسفی کہتے ہیں ہفت افلاک کا	ہے وہ اک جوہر مرے آئینہ ادراک کا	نظر
مکیں سمجھے مکاں سمجھے نہ ہم ارض و سما سمجھے	مگر ہاں حسن تیرا جلوہ گر ہم جابجا سمجھے	واصل
اُٹھا جب پردۂ غفلت تو پھر ای واہ کیا کہیے	جدھر دیکھا اسے دیکھا جہاں پایا اسے پایا	واہ
شناور جانتا ہے بحر معنی آشنائی کا	حباب و موج میں پردہ ہے صورت کی جدائی کا	واسطی
ہر شجر میں ہے تجھ سے گلکاری	اور ہر شاخ میں ثمر ہے تو	وزیر
تو ہی گلشن ہے تو ہی ہے بلبل	نالۂ بلبل سحر ہے تو	"
ہم نے ہر چیز میں تجھے پایا	سارے عالم میں جلوہ گر ہے تو	"
نحن اقرب سے وصل ہے ظاہر	شیخ غفلت میں در بدر ہے تو	"
وصل میں فصل کب رہا باقی	اب کہاں میں ہوں اور کدھر ہے تو	"
ہے ترے وصل کو درکار فنا کی تعلیم	قطرہ دریا سے گریزاں ہے گہر کیا ہوگا	وحشت
یہ کیا اندھیر ہے نزدیک رہ کر دور ہوں تجھ سے	مری صبح وطن میں رنگ نکلا شام غربت کا	"
چلتا رہا ہمیشہ میں اک طرز خاص پر	یعنی فریب خوردۂ دیر و حرم نہ تھا	"
تو مجھ سے آشنا نہ ہوا گرچہ تو کیا ہوا	تیرا خیال میری تسلی کو کم نہ تھا	"
اس دشت ہولناک سے مجھ کو رہا ہے کام	جس راہ میں قدم بھی مرا ہمقدم نہ تھا	"
کچھ کام لے سکے نہ کبھی جستجو سے ہم	شرمندہ ہی رہے ہیں تری آرزو سے ہم	"
زمانہ کا تعلق دشمن جمعیت دل ہے	لگی آخر ٹھکانے خاک میری بے نشاں ہو کر	"
درک و ادراک کی ہے ہم کو حقیقت معلوم	کچھ وہی لوگ ہیں ہشیار جو ہشیار نہیں	"
محو ہو جائیں تصور میں ترے	ہم بھی اپنے قطرہ کو دریا کریں	"
آئینۂ خیال تھا عکس پذیر راز کا	طور شہید ہو گیا جلوۂ دلنواز کا	"
خستگی کلیم نے نکتہ عجیب سمجھا دیا	ورنہ حریف میں بھی اس مژۂ دراز کا	"
تیرے ہی تو ہے حسن جہاں تاب کا شہرہ	تجھ سے ہی تو اس نیر اعظم کی ضیا ہے	"
ہائے تیری آشنا بیگانگی	مدتوں میں بھی ترا محرم رہا	"
کثرت کے پھول بن میں جاتے نہیں ہیں عارف	بس ہے موحداں کو منصور کا تماشا	دلی
گل مقصد کے ہار ڈالے ہیں	نقد ہستی جو ہار ڈالے ہیں	"
جو ولی ہے مرجع ہر جزو و کل	وہ مرا مقصود جان و تن ہوا	"

کون محبوب تجھ سا دوسرا محجوب ہے	تیری ستاری کا جلوہ تیرا برقع ہو گیا	وقار
چھان مارا او وقار کون و مکاں	لامکاں کا مگر مکیں نہ ملا	〃
جب اپنے قرب قلب سے میں آپ اور تھا	حاضر ہر ایک وقت وہ میرے حضور تھا	〃
صاف اپنے سے ہوا بیگانہ	نظر آیا جسے اس کا جلوہ	〃
نہ پایا تجھ کو میں نے تو گلہ کیا	کبھی خود آپ کو پایا تو ہوتا	〃
وحدت و خلوت میں لذت کثرت و جلوت کی ہے	آنکھ کر لی بند جب نظارا حاصل ہو گیا	〃
وقار اپنے دم سے میں رکھتا ہوں مطلب	نہ طالب کسی کا نہ شیدا کسی کا	〃
روبرو وہ ہو تو پھر ہم کو کہاں ہے عین دید	دلمیں اپنے روز و شب رکھتے ہیں جس کا دھیان ہم	ہمدم
کیمیائے عشق حاصل کر ہوس گر جی میں ہے	اے ہوس دل کو اس عالم میں تو مت زر سے باندھ	〃
کعبہ و دیر میں یا اور کہیں دیکھا ہے	جلوہ گر دلمیں ہوا کچھ مرا پہچان کا منہ	〃
حسن شئے میں دیکھئے نظر آتا ہے بس وہی	کثرت میں زور یار سے خلوت ہوئی نہیں	〃
ڈھونڈھے کوئی اسے تو بس آپ ہی میں ڈھونڈھے	دیر و حرم میں خلقت پھرتی ہے بھولی بھولی	〃
ایک ہی شیخ و برہمن دیر و بیت اللہ ہے	کفر و دیں میں کب دوئی سمجھے ہے جو آگاہ ہے	〃
کفر و دیں کیا ہے اے شیخ و برہمن	راہ گو دو ہیں پہ منزل ایک ہے	〃
دو راہ ہیں پہ انکی منزل ہے ایک ناحق	کفر اور دیں کا جھگڑا افواہ میں پڑا ہے	〃
اسے ڈھونڈھئے دل میں دیر و حرم میں	کہ رہنے کے اس کے ٹھکانے بہت ہیں	〃
دور نہیں سب سے خدا ہے نزدیک	اپنے نزدیک یہ تم ٹھان رکھو	〃
خالق ہے تو اور سب یہ تری نشو و نما ہے	ہے جلوہ نما سب میں ہی اور سب سے جدا ہے	〃
یار ہے نزدیک تیرے ہر گھڑی ہر دم ہر آن	حیف تو اس کے تئیں سمجھے ہے ناداں دور ہے	〃
کچھ لپٹ دنیا میں جوں منصور سید ہے اے غافل	چھوڑ کر حق کے تئیں غافل نہ باطل تک پہنچ	〃
تو ہی نکلا کہ نہیں ہے جو یہ حکمت تیری	کس طرح مظہر کثرت ہوئی وحدت تیری	〃
ہمدم نہ پھر دوئی کا اثر تجھ میں کچھ رہے	تو سب جہاں کو دیکھے اگر ایک آنکھ سے	〃
خورشید و ماہ میں یہ چمکے ہے نور تیرا	ہر ذرہ سے عیاں ہے ہر جا ظہور تیرا	〃
سراغ یار یہ دیر و حرم میں کچھ نہ ملا	اگرچہ شیخ و برہمن سے راہ دو سمجھے ہیں	〃
ڈھونڈیں ہیں شیخ و برہمن اس کو	دیر و کعبہ میں خوار ہیں دونوں	〃
یار کے جلوہ کو غافل پردہ ہے دیر و حرم	گر در دل وا ہو تو پردہ ابھی اٹھ جائے ہے	〃
دیر و کعبہ میں نہ ڈھونڈھا یار کو اے غافلو	چشم میں سینہ میں دل میں جی میں اس کی جا ہے	〃
ہم میں ہمدم جلوہ گر ہے یار ہم ہیں یار میں	درمیاں جو تھا دوئی کا فاصلہ جاتا رہا	〃
کیوں نہ اب میرے لیے جنت میں تو	جب دل و جان ہوا ہے گھر تیرا	〃
دریا ہے خدا کی ذات عالم ہے حباب	جوں موج رواں ہے دم اے غافل دریا	〃
یوں خلق خدا میں اور خدا خلق میں ہے	جوں آب گہر میں اور گہر میں آب	〃
نے بہر عبادت تو حرم کی سوچ جا	نے دیر میں جا کے بتوں کی پوجا	〃
یاد اسکی رکھ اپنے خانقاہ دل میں	گمراہ ادھر ادھر نہ ہرگز تو جا	〃

معرفت

ہمدم

یوں ذات خدا میں ہیچ عالم کا جہاں
جوں تخم میں ہو وہیں میوہ اور برگ و نہال
ہے ذرہ غلط جہاں وہ رشک خورشید
بندہ قطرہ خدا ہے دریا کی مثال
سو ہے حرم و دیر تو ہے جستجوئے یار
وہ ہر کہ بت ہے یہ دل یار کو پاؤں کہیں پاؤں
جہاں نہیں اپنے تئیں جھکا رہا ہمدم کا
ہے ایک ہی معبود دوئی دیر و حرم کا
طواف کعبہ میں لوگ اٹھا کر حرم کو دیر جاویں
پیرہ میں نہ چھوڑو بیانگ یہ ہمدم دور کو اور ہی دنیا کو اور ہو
ویسے جو چاہے تو تجھ میں ہی دیکھ اے غافل
کفر ہے پیرہ جو کہے تو کہ خدا میں ہیں ہیوں
چشم ظاہر میں ہو دیکھو تو
باطن ہو دوئی وہ دریا اور آب کا پردہ
حباب و بحر کے ہے حرم میں ہو تو ہمدم
بتکدہ میں وہ نہیں ہے تو حرم میں ہو تو ہو
غافلو واں بھی نہ ہو تو تم میں ہی ہو تو ہو
سمجھتا ہوں میں سچ ہے کہ اے صوفیاں غلط
جب تک کہ تو ہے وہ ہیں وہ جب میں تو تم نہیں
تجلی اس کی ظاہر جسم ہے پردہ بھی ہو ہمدم
جو اور ہے کعبہ دل اپنا وہ محراب کی چادر
صنم ہے دیر میں کعبہ میں

معرفت

کثرت ہے عکس وحدت پروردگار کا
جیسے کہ اک عدد سے ہی جلوہ ہزار کا

عقل کس طرح کر سکے ادراک
سرِ حق کس پہ آشکارا ہو

دکھا دو وہ اگر صورت تو ہیچ ہیکو اک عالم
جہاں سے یک قلم مٹ جائے جھگڑا کفر و ایماں کا

پردوں میں مختلف ہے صدا ساز ایک ہے
عالم میں صاف پاتے ہیں عالم ستار کا

حقیقت تو یہ ہی وحدت ہوئی ہے مظہر کثرت
نہ ہو مسند الیہ کوئی تو کیا ہو ذکر مسند کا

تو ہی بتا کہ نہیں ہے جو یہ حکمت تیری
کس طرح مظہر کثرت ہوئی وحدت تیری

وہ یکتا ہے مرا معبود یکتا
دوئی کا نام تک جس میں نہ پایا

کہیں کچھ رنگ ہے میرا کہیں کچھ بن گیا ہوں میں
کہاں تک ہے یہ مجبوری کہ آخر کیا بلا ہوں میں

غبار خاک کی صورت کہیں ہے سر پہ جا میری
کہیں زیر قدم مسکن مرا ہے نقش پا ہوں میں

کہیں ہوں خاک میخانہ کہیں محراب مسجد ہوں
کہیں مند یو گرش میں کسی جا پا رہا ہوں میں

کہیں ہے حکمت آموز

ہزبر	
//	
//	
//	
//	
//	
یکتا	
//	

صنم ہے دیر میں کعبہ میں سنگ خشت ہے ہمدم
گئے حرم کو بھی بیت الصنم بھی دیکھ آئے
نزدیک جو کہ پہنچے نزدیک ہے وہ اس کے
ہیں اس کو دیکھ محو ہوا عقل گم ہوئی
دیر و حرم میں کیا ہے جو بینائی ہو تجھے
ہے کہیں ایک ہی اے شیخ و برہمن سمجھو
نزدیک ہو بہت پر غفلت سے دور تر ہی
دیر میں برہمن حرم میں شیخ
جلوۂ یار نہیں کونسی شے میں ہمدم
نہ تو میکدہ ہی کو جاؤں میں نہ قصد طواف حرم کروں
جنہیں ہے جلوۂ وحدت نہ ہوں وابستہ کثرت
اس کا ہر ایک جگہ پہ ہے جھگڑا غافل
تن اپنا صاف کر ناداں کہ زنگ دل یہ صیقل ہو
جہاں سے موند آنکھیں چشم دل کو کھول دے غافل
جستجو جس کی رہی دیر و حرم میں سو وہ
خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں وصل ہوتا ہے
غافل تو ہر اک جگہ نہ پھر دیوانہ
ڈھونڈھ اپنے ہی خانقاہ دل میں اسکو
ہر آن جھلکتا ہی ہر رنگ میں رنگ اس کا
یوں اس کی ذات کا عالم نمونہ ہے غافل
یہ آنکھیں موند لے اور چشم دل کھول
وہ تجھ میں جلوہ فرما ہے جیسے تو
بیخودی نے اچھی صورت سے دیا مجھ کو فریب
چشم وحدت بیں سے دیکھا جب سوئے لیلیٰ و قیس
اٹھا پردہ دوئی کا جب تو وہ یکتا نظر آیا
جس کو نہیں سودا تیرا جس کو نہیں الفت تیری
کیوں نہ اس سے لگائیں دل کو ہزبر
یہ رمز کیا ہے وہی اس سے خوب واقف ہے
دیکھتا ہوں میں جدھر تو ہی نظر آتا ہے
ہے قول حق کہ رگِ گردن سے ہوں قریب
فقط کہنے کو دو ہیں ورنہ وہ مجھ میں سمایا ہے
چھپا ہے پردہ میں وہ جا بجا ہے جلوۂ حسن
دمِ فرقت وہ دل میں ہے نہ بگڑا یہ گھر ہرگز

کہاں ہو وہ جسے کہتے ہیں ہم تم سب خدا اپنا	ہمدم
سب اس میں ملتا ہے نقشہ ہو بہو دل کا	//
ہے یار دور اس سے جس نے کہ دور جانا	//
غیبت اب اک جان سے اس کے حضور ہے	//
اپنے ہی میں ہر آن اے غافل خدا کو دیکھ	//
کعبہ ظاہر میں جدا گو کہ ہے بتخانہ جدا	//
یہ فاصلہ مرے اور اللہ میں پڑا ہے	//
جستجو میں خراب ہیں دونوں	//
ہے وہی نور کے بیچ اور وہی نار کے بیچ	//
یہ جو اپنے دل کی ہی خانقہ نہیں کیوں نہ یادِ صنم کروں	//
کہ کچھ کیفیت محفل نہ شمع انجمن جانے	//
جلوۂ یار کو تو روبرو ہر آن سمجھ	//
دل آئینہ روشن غیر جا گستر نہیں ہوتا	//
جہاں تک پھر نظر جاوے وہاں تک تو نظر لیجا	//
دل کے پردہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا	//
انا الحق گو تھی بعدِ مرگ بھی منصور کی تسبیح	//
ہرگز مت جا بہ کعبہ و بتخانہ	//
آباد ہے اس سے تیرے دل کا خانہ	//
جس رنگ میں آ دیکھا یکرنگ نظر آیا	//
کہ عکس شخص کا جوں ہو حباب ورنہ آب	//
اسے سینہ میں شاغل ڈھونڈھتا ہے	//
بدیر و کعبہ غافل ڈھونڈھتا ہے	//
صاف مجھ کو اپنے اور ان کا دھوکا ہو گیا	ہزبر
ایک سا پیش نظر دونوں کا نقشا ہو گیا	//
حجاب غیر مانع تھا مرے دل کی صفائی کا	//
مٹی ہے وہ پتھر ہے وہ سر نہیں وہ دل نہیں	//
وہ ہی اوّل میں وہ ہی آخر میں	//
بڑھایا عبد سے معبود نے جو یارانہ	//
آنکھ جس دن سے کھلی بیچ سے پردہ اٹھا	ہوش
کیوں رنج کھینچتے ہیں بشر انتظار کا	//
سراپا میرا آئینہ ہے ہر حرف مشدّد کا	//
نہاں ہے مہر گہ دھوپ آشکارا ہے	//
مکیں خود حسن کا ہو موجود وہ ویراں مکاں کیوں ہو	//

کہیں ہے حکمت آموزِ حکیماں گفتگو میری	کہیں جوشِ جنوں عشق میں کچھ بک رہا ہوں میں	یکتا
کبھی بامِ فرازِ کامیابی تک پہنچتا ہوں	کبھی ناکام مانندِ کمندِ نارسا ہوں میں	״
کبھی میخانہ میں توبہ شکن ہوں دستِ ساغر سے	کبھی مسجد میں پابندِ رسومِ اتقا ہوں میں	״
مرا آغاز حسرت ہے مرا انجام راحت ہے	دوائے درد ہوں آخر کہ دردِ لا دوا ہوں میں	״
ہزاروں صورتیں اور ایک آئینہ ہے دل میرا	ہزاروں آئینے اور ایک صورت دیکھتا ہوں میں	״
غرض عقدہ کھلا میرا بڑی غور و تعمق سے	یہ سب اشکال ہیں میرا نہیں کا آشنا ہوں میں	״

مُفلِسی

دنیا میں تہیدست کی عزت نہیں ہوتی	یک جا کبھی محتاجی و وقعت نہیں ہوتی	اسمٰعیل
کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے	ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہیں	امیر
ہوتا ہے جب مفلسی کا عارضہ	آشنا بیگانے بنجاتے ہیں نا آشنا	افسوں
حاجات کی کثرت ہی وجہ افلاس	افلاس نہیں قلتِ دولت کا نام	[illegible]
اپنے اخراجات کا ہر وقت جو رکھے حساب	اس پہ فوراً آ نہیں سکتی بلا مفلسی	״
مدخل و مخرج کا اندازہ اگر معلوم ہو	آدمی اسراف سے بچتا ہے ہر گاہ و گھڑی	״
قرض لینا گویا ہی گویا مول لینا ہے بلا	اس سے ہوتی ہے خوشی کم اور بڑھ جاتا ہے غم	״
مفلسی صبر و قناعت ہی سے ہوجاتی ہے دور	مفلسی میں قرض کا لینا ستم پر ہے ستم	״
گل کی طرح شگفتہ ہو کیا مفلسوں کا دل	دنیا میں تخمِ زر ہی ہے نشو و نمائے عیش	بحر
پاس مفلس کے نہیں آتا ہے کوئی ہمدم	رہتے ہیں مردم سدا اہلِ دول کے آس پاس	بختاور
کرتا نہیں مفلس کا کوئی ناکس و کس پاس	دس پاس رہا ہے ہمیشہ جو ہوں دس پاس	باقی
پانی پانی جو کیا ننگِ فلاکت نے مجھے	کاسۂ فقر بنا کاسۂ گرداب مرا	توفیق
مفلس تلاش کے پاس اب وہ جا ہی نہیں	جو دوست بیٹھتے تھے گردِ دسترخوان کے	تراب
مایہ داری کا گمان اہلِ کرم سے دور رکھ	جز تہیدستی نہ دیکھا مردمِ بازل کے پاس	تسلیم
فلس ماہی بھی نہیں دیکھا مگر	منہ پہ مفلس کے فلس کا نام ہے	ثاقب
نہیں سنتا خدا بھی میری فریاد	غنی کو قدر مفلس کی کہاں ہے	״
ہوائے دہر یہ افلاس میں مخالف ہے	کہ مجھ کو لوگ وطن میں غریب کہتے ہیں	״
کب غمِ افلاس سے فرصت کہ ملئے اور سے	بے زری نے وہ کیا جو کچھ کہ دولت نے کیا	جویا
خاک اڑاتا ہے منفذ خشک جب ہوتا ہی بحر	مفلسی میں کیوں نہ ہوں برباد لوگوں کے دل داس	جرار
ہنر پنہاں ہیں عیبِ مفلسی سے	گہر ہوں خاک میں لیکن نہاں ہوں	״
لگائیں منہ نہ مجھے مفلسی میں مردمِ دہر	چھوڑتا نہیں کتا بھی استخوانِ خالی	״
کوئی آگاہ نہیں شانِ لیاقت سے مری	خاکِ افلاس میں پوشیدہ ہے جوہر اپنا	״
ہو سکے محتاج سے طاعت نہ یادِ اللہ کی	لے سکے محتاج جوروز کی نہ بچوں کی خبر	حالی

مفلسی

ہم تو محتاج کی عزت کہیں ہوتی نہیں / پھر بھی انسان کو کرتی ہے توقیر حرص	خوشدل
جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے / سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ویسے / مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے او ذوق / پوچھا کہ کہاں ہے وہ ایسے تیسے	ذوق
مفلسی میں کیا ل ... ہاتھ / پوچھتا کون ہے ...	״
مفلسی میں زیادہ ہوتی ہے / یار سب جستجو میں گھس کے ہیں پیار دوں	راسخ
ہوں وہ مفلس جستجو ہر خودورو صندل ہو گئی / چارہ گر میرے لئے دعا کی وہ ہوتی داغ لگون	״
مفلسی میں جو دعا کی وہ ہوئی / ... ہیں بھی تو پیسے ایسے	״
محبت نے دے ہیں مفلسی کی حالت میں / بات تک مفلسی میں ہے عسرباں اچھی	سراج
نہیں کرتے ہیں افلاس کس طرح / ہم مفلسوں کا دور ہو زرداری کی طرف	״
سیلان زر کا ہوتا ہے کوئی دیکھا مفلس / جہاں میں رنج نہ کرے خلاق بحر و بر مفلس	سعید
کرے کسی کو نہ مردم دنیا / دلیل و خوار سمجھتے ہیں بہتر مفلس	״
حقیر آنکھوں میں ہو جائے ہے بہتر مفلس / بقول و فعل اگر دیکھئے	

مفلسی

مصرع	مصرع	شاعر
یاد رکھو لازمۂ جسم ہی یاں فکر معاش	دل کو مفلس کے نہیں ہوتی کبھی جمعیت	مفلسی
کیا ہے غمِ افلاس کا ابرِ سیاہ	ہر طرف ادبار کی چھٹی ہیں ہر سو جا بجا	مجیب
آندھیاں ادبار کی افلاس کی بیماری ہے	جس قوم میں ہے اس کی بڑی خواری ہے	"
دنیا میں عجب ہے زردار کو امر مشکل	آسان ہے نادار کو یہ بات کی دشواری ہے	"
مجروح حال بد کو چھپاتا رہا سدا	مفلس ضرور تھا پہ نہایت غیور تھا	مجروح
ہزار جان سے قربان بے پری کے ہیں	خیال بھی کبھی گزرا نہ پرفشانی کا	میر
نواب بہر حال غنیمت ہے گھر اپنا	کچھ لطف نہیں اٹھتا ہے مفلس کو سفر کا	نواب
خواہشوں کو میں کروں کیا اے جسم	گھر میں مفلس کے ہیں ارماں بھرے	نسیم
افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں وبال	افلاس ہے مقدمۂ قہر ذی الجلال	نذیر احمد
افلاس کر ہی دیتا ہے انساں کو پائمال	ڈرپوک پست ہمت و پست و دنی خیال	"

مفلس گدا سی غریب کی

مصرع	مصرع	شاعر
بقول وفعل اگر دیکھئے بظاہر چشم	غنی ہیں معتبر اور غیر معتبر مفلس	سعید
بچشم حقیقت جو غور سے دیکھے	ہیں بندگان خدا ہر غنی و ہر مفلس	"
مذہب ہیں لائق تعظیم اغنیائے جہاں	نہ سب ہیں قابل تحقیر اس قدر مفلس	"
بہر فریق فضیلت عمل کو ہے بیشک	غنی تمام ہیں بہتر نہ ہیں بتر مفلس	"
ہوں سبکہ جابر و مغرور صاحب مقدور	رہیں گناہوں سے محفوظ بیشتر مفلس	"
ہوں کیوں نہ خلد کے حقدار کل قیامت میں	بصبر و شکر کریں آج جو بسر مفلس	"
ضرور اچھا ہے نا شکر اہل دولت سے	اگر بشکر و قناعت ہی بہرہ ور مفلس	"
غنی ہیں عیش میں دن رات ذکر سے غافل	خدا کی یاد میں ہی شام اور سحر مفلس	"
زہے تونگر اہل سخا و شکر گزار	جو مال و جان سے مسلوک ہیں بہر مفلس	"
زہے فقیر قناعت پذیر و محنت کش	وہ شاہ وقت ہیں ظاہر ہیں گو اگر مفلس	"
جہاں میں ذاتِ خدا ہی غنیٔ مطلق ہے	جہانیاں تو سراسر ہیں اے بسیر مفلس	"
یہ انتظام اسی کا ہے کوئی کیا جانے	کہ مالدار ہے کیوں ایک اور دگر مفلس	"
تمام کام زمانہ کے بند ہو جاتے	غنی ہی ہوتے نہ ہوتا کوئی اگر مفلس	"
ہی احتیاج ہی باہم موافقت کا سبب	اسی سبب سے ہیں مربوط اہل زر مفلس	"
نہ دال زر کو ہے دنیا کا مال ہی کیا مال	ہنر تو سیکھو نہ ہو صاحب ہنر مفلس	"
غنا جو چاہے قناعت پذیر ہو اے دل	تونگر اہل قناعت ہے اہلِ زر مفلس	"
نہیں ہے نقد عمل پاس جائے حسرت ہے	الٰہی ہو جیو کوئی نہ اس قدر مفلس	"
سعید بھائی ہیں آپس میں سب بنی آدم	مدد ہے فرض برادر کی ہو اگر مفلس	"
کون دیتا ہے ہماری دل بے حال کا مول	سب گھٹا دیتے ہیں مفلس کے غرض مال کا مول	سرور
بار احسان فلک پشت مری خم کرتا	خوش ہوا میں کہ یہاں کچھ مجھے حاصل نہ ہوا	شائق
بیقدر رہی مفلس شجر خشک کے مانند	یاں درہم و دینار ہیں برگ و ثمر آیا	شیفتہ
حصول علم و دانائی کا حاصل ہی تہیدستی	خم خالی بھرا ہے لاکھ حکمت سے فلاطوں کا	صابر
بے زری جوہر ذاتی کو بھی دیتی ہے مٹا	دشمنِ نام و نشاں بے سر و سامانی ہے	ظہیر
مفلس کے ہوش کیا رہیں اسکی تو عقل کو	اے چرخ تو نے باعثِ افلاس کھو دیا	ظفر
بے مایہ مر بھی جائے تو حاصل نہ ہو فروغ	جلتا نہیں چراغ بھی مفلس کی گور پر	عاشق
مفلس کو پوچھتے بھی نہیں ہیں حسین لوگ	اے ہمنشین پہلے ہے یاں فکر زر بجا	"
ہوگیا ہے اب تو دولت کو شرافت پر شرف	مرتبہ دیکھا نہیں کچھ مرد بے مقدور کا	"
بازار عشق میں نہیں ہے مفلسی کی قدر	سودا ہے اس کا کرتا ہے جو زر سے چھیڑ چھاڑ	"
اب کیا ہے میرے گھر میں بجز خاک مفلسی	ناحق ہی مال و زر کا بھرا تھا ابھی کچھ اور	فدا
بجلی گرتی ہے وہاں ہی جہاں کا نسی موجود	جن کے گھر خاک نہیں ان کو ضرر کچھ بھی نہیں	"
تنگدستی میں ساگ ہے قلیہ	نانِ جو مجھ کو شیرمال ہوئی	"
احباب کو کترا کے نکلتے دیکھا	آنکھیں ہمچشموں کو بدلتے دیکھا	مہر
ای مہر خدا کسی کو مفلس نہ کرے	مفلس سے ہر اک کو بچکے چلتے دیکھا	"

مفلس کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست	مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہوں کار دیں درست	نذیر احمد
سوچو تو کچھ بھی نیست کو نسبت ہی ہست سے	تم چاہتے ہو کام بلندی کا پست سے	"
کیا خیر ہو سکے گی بھلا تنگدست سے	کوڑی تو لے ادھار کوئی فاقہ مست سے	"
کیا اس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جس کے پاس	دنیا میں چیل سے بھی ملا ہے کسی کو ماس	
مفلسی سب بہار کھوتی ہے	مرد کا اعتبار کھوتی ہے	ولی
باعث رسوائی عالم و لی	مفلسی ہے مفلسی ہے مفلسی	"
اوج ذاتی دُور کر سکتا ہے کب افلاس کو	چرخ اک خورشید کی رکھتا ہے نان سوختہ	ہوش
زر نہ ہو جب پاس تو کیا خاک ہو قابو میں دل	غیر ممکن ہے خریدے مرد بے زر آئینہ	"
جو بیدرم ہیں وہی دہر میں ہیں آسودہ	مثال مہر ہیں گردش میں اہل زر ہر روز	
چلے ملک عدم کو جو، چرا یا چھوڑ نقد تن	بلے مفلس کو ہمدم راہزن سے ڈر نہیں ہوتا	ہمدم
کیونکر مفلس پہ گہر ریز نہ ہو دستِ کریم	آبداری سے ہے اس کی لبِ سائل سیراب	"
مفلسی سے ہے شریفوں کی بُری گت کیسی	فاقہ سے جینے کے لالے پڑیں راحت کیسی	ہنر
آشنا پاس نہ پھٹکے کوئی صحبت کیسی	طعنہ زن دیکھ کے اغیار ہوں حرمت کیسی	"
مفلسی سے نہیں ہوگی کوئی آفت بڑھ کر	عیش و آرام کہاں چین نہ آئے دم بھر	"
آسرا کر کے کسی کا بھی کہیں جائے اگر	دوست منہ پھیر لے صورت کو نہ دیکھے پھر کر	"
مفلسی سے ہو ہر انسان کی ذلت کیسی	آفتیں خلق میں ہوں اس کی بدولت کیسی	"
مفلسی کا ہو بُرا جس نے پیا خونِ جگر	نوکری بھی نہیں ہوتی جو کری چل پھر کر	"
فاقہ مستی میں رہے مست شب و روز بشر	شکل روٹی کی نظر آتی نہیں آٹھ پہر	"
مفلسی شئے ہے بری اس کے بُرے ہیں چکّر	داغ عزت میں لگے اسکی بدولت اکثر	"
کیسی پوشاک بدن اور کہاں کا زیور	کوڑی کوڑی کو بھی محتاج جہاں میں ہو بشر	"
مفلسی سے یہ بُرا حال بشر کا دیکھا	تاب اُٹھنے کی نہیں راہ کا چلنا کیسا	"
لاغری ایسی بُری تن ہوا خارِ صحرا	رُخ گلگوں گل پژمردہ نظر آنے لگا	"
یہ وہ خنجر ہے کہ جو شخص ہو بسمل اس کا	پانی مانگے نہیں مر جائے تڑپ کر پیاسا	"
یہ وہ نشتر ہے کہ چبھ جائے جگر میں ایسا	آ بنے جان پہ انسان کی جینا کیسا	"
مفلسی کا ہے بُرا نام بُرا اس کا چلن	مفلسی کا نہ ہو انسان کے سر پہ مسکن	"
اپنی خالق سے دعا ہے کہ نہ ہو رنج و محن	دست افلاس ہنر تیرا نہ پکڑے دامن	"
مفلس نہ کرے خدا کسی کو	بڑھ کر کوئی اس سے کب بلا ہے	یقین
دوست مفلس کا کون ہوتا ہے	چاہتا ہے ہر ایک منعم کو	"
مفلسی ہے بلائے بے درماں	اس سے اللہ تو ہی رکھ محفوظ	"
مفلسی ایک ہی مصیبت ہے	اس سے بڑھ کر نہ کوئی آفت ہے	"

مکاری

مکر مکار سے اپنا نہیں انداز اسیر شیر حملہ نہیں کرتے کبھی روباہ کے ساتھ	اسیر
مکر عدو سے دوست نما سے عذر ہی شرط ظاہر میں یار غار حقیقت میں مار ہے	"
جس کے باطن میں زور ہوتا ہے وہ معذب ضرور ہوتا ہے	انجم
عجیب مکر کے پتلے ہیں آجکل کے لوگ کہ بس اگر نہیں چلتا تو چال چلتے ہیں	پروانہ
ظاہر و باطن مکار کبھی ایک نہیں اہل تلبیس کے ہوتے ہیں عجب پیٹ میں پاؤں	"
آجکل آٹھ پہر ہے یہ دعا پیر تو کی حق رکھے اہل زمانہ کی دعا سے محفوظ	"
کیا جاؤں حال قال میں پیمانہ چھوڑ کر مکار صحبتوں سے تو مجھ کو گریز ہے	قدر

شکرگزار آصف

ملاقات

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
شکر کر آصف کہ وہ کہتے ہیں آج	خوش ہوئے ہم مل کے آصفجاہ سے	آصف رح
بے غیرت و خود فروش جاہل سے نہ مل	حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل	اکبر
یہ ملنے ہی سے اکثر رنج بھی ہو جاتے ہیں پیدا	جو سچ پوچھو تو ملنے سے نہ ملنے کا گلہ اچھا	"
باہم نہ ملنے کے شکوے عبث ہیں آپس میں	ہر ایک شخص لگا اپنے کاروبار میں ہے	انشاء
کستی ہے دونوں طرف تیغ جو ہوتی ہے اصیل	دوست دشمن سے ملا چاہئے انساں ہوکر	اسیر
ملنا برا نہیں ہے و لیکن یہ لت بری	جس سے ملے بصورت شیر و شکر ملے	اسمٰعیل
جی ہی نہ چاہتا ہو تو ملنے سے فائدہ	آئے تو منہ بنائے چلے تو خفا چلے	"
کیا پست اصالت کی ملاقات سے حاصل	قالین کا شجر ہے نہ گل افشاں نہ ثمر ریز	سحر
روز جاتے ہیں قدر جاتی ہے	دوسرے تیسرے ادھر بھی گئے	"
کہاں ہم اور کہاں تم یہ دم غنیمت ہے	کرم کیا ہے تو بیٹھو نہ مہرباں خاموش	پرتو
آئین یہی تہذیب یہی وضع یہی ہے	ان سے نہ ملیں جو نہ ہوں شایان ملاقات	تراب
یارو مرے نزدیک وہی دم ہے غنیمت	جس دم ہو کسی مونس و ہمدم سے ملاقات	جرأت
اس کے آنے میں اب جو دیر ہے کچھ	یہ بھی قسمت کا ایر پھیر ہے کچھ	
آنے کی خبر ہے اس کے لیکن	آتا نہیں اعتبار دل کو	"
جواب بھی آن پہونچو تم تو پیاری خیر ہے ورنہ	قلق سے دل کے یاں نوبت ہے پہونچی تلملانے کی	"
بھلا دیکھو تو ہم تم ایک ہی بستی کے رہتے ہیں	سو اس پر یہ غضب ہے دیکھنے کو بھی ترستے ہیں	"
شکل ہی دکھلائے کہیں تو ہمیں	قتل ہی کر جائے نہیں تو ہمیں	"
آہیں مت پھر اسے لے آتی ہیں	اتنی ہامی نہیں بھرتا کوئی	"
کیا دیر ہے چمن میں ہوا ہے بہار ہے	ساقی پہنچ شتاب کے تیری پکار ہے	"
تمہاری خاکساری سے بھی جو سر کش نہیں جھکتے	جنوں سچ تو یہ ہے الہی سو ہے پھر صبا سلامت کیا	جنون
جلیل سے بھی ملو ملکے خوش بہت ہو گے	خراب حال تو ہے آدمی خراب نہیں	جلیل
جوان و پیر کا ملنا بھی کوئی ملنا ہے	ابھی تنہا تیر کماں میں ابھی کماں میں نہیں	"
دوستوں کا دیکھنا اس دور میں ہر دم کہاں	دم غنیمت ہے عزیزو تم کہاں اور ہم کہاں	حسرت
دن کی راتیں ہوئیں عدوں میں ہوئے رات کے دن	کونسی ہونگے الٰہی وہ ملاقات کے دن	حسن
میں نہیں کہتا کہیں تم اور مت جایا کرو	بندہ پرور اس طرف کو بھی کبھی آیا کرو	درد
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے	"
جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی	ایک بھی ان سے ملاقات نہ ہونے پائی	"
جو ملتا ہے مل پھر کہاں زندگانی	کہاں میں کہاں تو کہاں نوجوانی	"
ہر چند یہ تمنا درخور نہیں ہمارے	نزدیک تو جو آئے کیا دور ہے کرم سے	
کشمکش دل سے جب ملیں گے آپ	بے طلب بے سبب ملیں گے آپ	راسخ

ملاقات

شعر	شاعر
مرے دل میں آ الٰہی ایک شب وہ ماہتاب آوے / کہ اس دل کو ہو آرام اور بیتابیوں سے خواب آوے	
کہاں نصیب کہ اس شوخ سے کلام کروں / جو حال دل ہے اسے کہکے میں تمام کروں	سوز
کیوں مشفق و مہرباں کسی دن / ہم سے بھی اگر ملو تو کیا ہو	"
تجھ بن ہے عذاب زندگانی / ہے میری خراب زندگانی	"
جو پہلے ہم سے الفت تھی وہ اب اس میں نہیں باقی / کہاں ہر روز کا ملنا کہ ہر دم کی ہے مشتاقی	"
معاً آتے ہی ان کے جانے کی ہے / کوئی یہ بھی ہے آنے جانے کا ڈھنگ	سعید
کون کہتا ہے نہ اوروں سے ملا کر مجھ سے مل / جس کے کہنے میں خوشی تیری ہو پر مجھ سے مل	سودا
ہر روز میں کوچہ میں ترے آتا ہوں سو بار / ہوتی نہیں اک بار ہے افسوس ملاقات	شہید
ہے یہ جو دوستوں کی ملاقات چند روز / کچھ لطف زندگی کا اگر ہے اسی میں ہے	مظفر
جاہلوں سے ہمیں تنفر ہے / ملتے انسان ہیں اہل جوہر سے	عاشق
مرد ولیں ہے شوق	

مری دلمیں ہے شوقِ وصلِ یار و شکوۂ ہجراں	خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی	غالب
اسباب ملاقات کے کب ملتے ہیں	جلسہ یہ بنا رہے کہ سب ملتے ہیں	مہر
پُر مجمعِ احباب غنیمت ہے مہر	ملتا ہے خدا ابھی پنچ جب ملتے ہیں	”
آ نکلے ہو آخر تو ادھر راہ کرم سے	نزدیک ہے بندہ کا بھی گھر دیکھتے جاؤ	مصحفی
جاؤں بے تقریب کیونکر اس کے پاس	کچھ تو ملنے کا بہانہ چاہئے	”
آؤ کبھی چمن میں ان کو بھی منہ دکھاؤ	مدت سے گل چمن میں مشتاق رنگ و بو ہے	”
صرف مشتاق ہیں اک تیری ملاقات کے ہم	آرزو مند نہیں اور کسی بات کے ہم	”
اب ملاقات کی وہ شکل نہیں	دیکھ لیتے ہیں گاہ گاہ کہیں	”
ملے نہ آکے کبھی مصحفی سے تم افسوس	امیدوار تمہارا امیدوار رہا	”
اب بھی نہیں جاتی تری آجانے کی امید	گو پھر گئیں آنکھیں یہ نگہ جانب در ہے	مومن
آنا نہیں ہے تو تو تسلی ہی بھیجئے	تسکین اضطراب دلِ زار کے لئے	”
ٹھانے تھے دل میں اب نہ کسی سے ملینگے ہم	پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم	”
آؤ کبھی تو پاس ہمارے بھی ناز سے	کرنا سلوک خوب ہے اہلِ نیاز سے	میر
روزانہ ملوں یار سے یا شب ہو ملاقات	کیا فکر کروں میں کہ کسی ڈھب ہو ملاقات	”
تم کو تو التفات نہیں حالِ زار پر	اب ہم ملیں گے اور کسی مہربان سے	نظم
آساں ہے نظم ترکِ ملاقات خلق سے	دل میں مگر بری یہ سمائی ہوئی سی ہے	
بے غرض اہلِ دنیا فقرا سے کب ملے ہیں	مشکل پڑے تو ہووے مشکل کشا سے ملنا	ناسخ
جہاں میں جس کو ملاقات یار کہتے ہیں	عجب بہار ہے اس کو بہار کہتے ہیں	نظیر

موذی

تمیزِ اسفل و اعلیٰ نہیں ہوتی ہے موذی کو	برابر نیک و بد کے واسطے ہے ڈنک بچھو کا	اسیر
زنبور سے زیادہ ہیں موذی جہان میں	ان سے سوائے نیش امیدِ عسل نہیں	”
ہیں جو موذی ان کی خلقت میں ہے زشتی و بدی	کجروی کس نے سکھائی ہے جہاں میں مار کو	”
دہر میں موذی کو موذی سے نہیں ایذا اسیر	کیا ضرر سم سے جو کوئی مار کاٹے مار کو	”
موذیوں کے واسطے ہے نعمتِ دنیائے دوں	شہد سے لبریز پایا خانۂ زنبور کو	”
جو ہیں ایذا رساں ہر ایک کو پرہیز ہے ان سے	قدم رکھتا ہے ہر رہرو بچا کر خارِ صحرا کو	”
ہمیشہ اہلِ ایذا ہیں بری سامانِ راحت سے	کبھی کھینچا نہیں ہے عطر گلہائے جراحت سے	”
موذیوں کے ہیں خبر کیا حال اسفل بعد مرگ	چیونٹیاں آتی ہیں اٹھوانے کو مردہ مار کا	”
موذیوں کی پرورش ہے باعثِ آزارِ خلق	خارِ صحرا جب ہوا بالیدہ نشتر ہو گیا	”
ہے موذیوں کا قتل ضعیفوں کی پرورش	موت آئی مار کی تو کھلا رزقِ مور کا	غالب
اپنے بیگانے کی بھی رکھتے نہیں ہرگز خبر	ہیں جو موذی ہر جگہ چلتے ہیں مثلِ مار کج	مہر

موذی

[illegible]

موت

مرگ سے راحت ہوئی ہم کو اسیر
جیسے خوش ہوتے ہیں بندی چھوٹ کر — اسیر
بستر گور غریباں عجب آرام کی جا ہے
کچھ گور ہیں پاؤں بھی پھیلا کے برابر — =
سب سو رہے ہیں پاؤں ... ڈرتے ہیں لوگ
اس قدر کیوں قضا سے ڈرتے ہیں حافظ — =
خود ہے انسان کی قفس ایام سے ہم
چھوٹ گئے کشمکش گردش ایام سے ہم — =
سو رہے گور کے تہ خانہ میں آرام سے ہم
واہ کس آرام سے ہیں ساکن زیر زمیں — =
پاؤں پھیلائے ہوئے سوتے ہیں وقت خاک پر
ہم دام غم سے چھوٹے مدت کے بعد مر کر — =
موقع ہیں کیوں اچھے موقع پر ہے چھوٹی کا
موت ہے دنیا کی لذت اہل دنیا کے لئے — =
شہد کی آئی ہے آفت خانۂ زنبور پر
بعد مرنے کے تکلف سے غرض کیا اے اسیر — =
ایک ہے کوتاہ ہو یا چادر مدفن دراز
ممکن نہیں اجل سے رہائی نصیب ہو — =
پر مشت خاک جائے اگر آسمان تلک
ہیں اور زیست ہجر میں قدرت خدا کی ہے — =
انسان کے اختیار میں اپنی اجل نہیں
آرائش جہاں سے ہے

رنج دنیا سے فراغ ایذا دہندوں کو نہیں جہاں خالی نہیں رہتا کبھی ایذا دہندوں سے	اسیر	کب تپ شبیر اتری کس دن درد سر جاتا رہا ہوا ناسور تو پیدا اگر زخم کہن بگڑا — آتش
جو نہ دی ایذا اسے ایذا کوئی دنیا نہیں جو نہ دی رنج کسی کو اسے ہوتا نہیں رنج	=	سایۂ دیوار کو اندیشۂ عامل کہاں پاؤں پر میرے نہیں پا نکلے قابو کانٹے — "
نہیں ہے مال سے اپنے بھی نفع موذی کو تدبیر سے طبیعت موذی نہ ہو درست	=	یہ دخل کیا ہے کہ کچھ گنج میں سے کھا سانپ ممکن نہیں ہے پیچ و خم مار کا علاج — برق / پرتو
یوں تو گنہگار ہیں ہم بھی بہت مگر موذیوں کو حق نہ دی آنکھیں کہ تا لائیں بلا	=	وہ تو بشر نہیں جو بشر کا دکھائے دل عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب ہے — حیرت / ذوق
موذیوں کے سر نہیں چڑھتا بجز موذی کوئی سرزنش موذیوں کو ہو نہ مفید	=	سانپ کا بھی زینت تاج سر ضحاک تھا نکلیں افعی دانت دیں گر توڑ — راسخ / عاشق
موذی کو کبھی نعمت دنیا نہیں حاصل اپنے پروردہ سے موذی کو نہیں ممکن فروغ	=	بے بہرہ سدا رہتی ہے زنبور عسل سے موم کی بتی سے کب روشن ہو گھر زنبور کا — " / غافل
مال سے اپنے نہیں ہوتے ہیں موذی منتفع موذیوں کی خانہ بربادی ہیں اکثر ہی متعاد	=	کب کرایہ کو کوئی لیتا ہے گھر زنبور کا شہد کا تحفہ آیا جو گھر ویراں ہوا زنبور کا — قلق / گویا
موذی کے مال سے نہیں ہوتا کسی کو نفع دل ستائیگا غریبوں کے تو سن لے ہم سے	=	آتی نہیں ہے صرف میں کوڑی کٹار کی چلیں پا بیگانہ تو بھی کسی پہلو اے دوست — مہر / محب
سچ ہے موذی کو تو راحت سے نہیں کچھ کام خدا موذیوں کو آتی بھی رنج دیتی ہے بہت	=	نور بینائی کہاں ہے دیدۂ زنجیر میں خوف ہو رہرو کو کم ایذا کا گر ہو خار کج — میکش / نساخ
موذی کو بعد مرگ بھی آرام ہے محال ہوا ثابت جو دیکھا اژدہا و مار کو باہم	=	کس طرح زیر تیغ نہ گینڈے کی ڈھال ہو جو موذی ہیں ہمیشہ ان کے قبضہ میں خزانہ ہے — ناسخ / "
منعم موذی کے گھر کو اہل حاجت کو لیں موذی اپنے مال سے بھی منتفع ہوتے نہیں	=	مانگتا ہے کب کوئی جا کر عسل زنبور سے موم سے کیا روشنی ہو خانۂ زنبور کی — " / "
کس کو پروا ہے جو موذی ہوں زمانہ میں تباہ اثر نیکی نہیں کرتی کبھی موذی کی طینت میں	=	غم ہو کیا خانۂ زنبور کی ویرانی کا ہوئے کب نرم کانٹے بیٹھے گو پھولوں کی صحبت میں — واسطی / وقار
عیب موذی دور دریا دل سے ہو سکتا نہیں مطبخ دنیا سے موذی نعمتیں کیا کھا سکے	=	جونک پانی میں رہے پر خاصیت ناپاک ہے گنج پر گو مار ہے کھاتا و لیکن خاک ہے — ہرچند / "
موذیوں کو کب بساط دہر سے خلعت ملے		کیچلی کی صرف جسم مار پر پوشاک ہے — "

موت

کیا تکلف ہے تکلف میں نہ بھولے مرگ کو لوگ کثرت سے روانہ ہیں سو ملک عدم		پیرہن اجلا اگر پہنا کفن یاد آ گیا آگے کم چلتا تھا جو رستہ وہ دھرا ہو گیا — اسیر / "
آرائش جہاں سے ہے کیا کام بعد مرگ چل کر کرو زمیں کے تلے خواب اے اسیر		دیکھا نہیں کسی نے منقش مکان گور آرام کا مکاں نہیں کوئی سوائے گور — " / "

آرائش جہاں سے ہے کیا کام بعد مرگ	آئینہ کب کسی نے لگایا مزار میں	امیر
معلوم کس کو قافلۂ عمر کا ہے کوچ	بانگ جرس کہاں کہ صدائے قدم نہیں	،،
زیر زمیں ہے اسفل و اعلےٰ میں فرق کیا	جائے فقیر ہے لحد بادشاہ میں	،،
زمیں میں گڑ کے ہم نے جسقدر آرام پایا ہے	نہیں ہرگز یہ راحت طفل کو دامان مادر میں	،،
گوشۂ قبر میں ہوگا وہ نہیں جیتے جی نصیب	طفل کو دامن مادر میں جو آسائش ہے	،،
مرگ کے بعد کہاں زینت دنیا کا خیال	گور کے سقف کو کیا کام ہے گلکاری سے	،،
رہرو کتنی ہے ہموار رہ ملک عدم	نہ تو اونچی نہ زمیں ہے کہیں تل بھر خالی	،،
گور جس کو زمانہ کہتا ہے	پہلی ملک عدم کی منزل ہے	،،
مرنے کے بعد ایک ضعیف و قوی ہیں سب	جامہ ہر ایک جسم پہ ہے ٹھیک گور کا	،،
ہے بعد مرگ کون کسی کا کہ زیر خواب	مدفوں ہوئے عزیز نہ میرے بدل قریب	،،
بچنا کسی کا تیغ اجل سے محال ہے	رکھتی ہے اسکی ضرب گرہ پر نہ ڈھال پر	،،
مرنا ہے خواب خواب سے اٹھنا ہے زندگی	انساں کو یاد مرگ ہے ہر صبح و شام فرض	،،
ہم نے دنیا میں نہ چھوڑا نام اگر روشن تو کیا	شب کو روشن ہو جو خالی گھر میں ہے بیکار شمع	،،
پوچھتے ہو مجھ سے کیا افسانۂ مرگ و حیات	آگیا جھونکا ہوا کا رہ گیا بجھ کر چراغ	،،
کام آئے بعد انساں کے جو انساں کا ہنر	آئینہ بن جائے بہر گور اسکندر چراغ	،،
شفا نہیں جو مقدر میں ہے دوا بے سود	قضا کو روک لے تو قابل حکیم ہوں میں	،،
فقط ہے زندگی تک اعتبار عشرت و عسرت	نہیں کچھ فرق زیر خاک درویش و تونگر میں	،،
رہا باقی نہ مرنے پر تفاوت دوست دشمن میں	مقام صلح کل پایا پہنچکر ہم نے مدفن میں	،،
پہنا جو کفن ہم نے صدا غیب سے آئی	خلعت ہو مبارک کہ یہ شادی کی گھڑی ہے	،،
"ذائقہ موت کا چکھا تو یہ لذت پائی	کہ ذرا ہم کو مزے یاد نہ دنیا کے رہے	،،
خانۂ گور دیا ہم کو جو قسمت نے وسیع	کیسے آرام سے ہم پاؤں کو پھیلائے رہے	،،
جتنے کامل ہیں فنا کے بعد ہے ان کی نمود	خلق سے معدوم جب عنقا ہوا شہرت ہوئی	،،
موت آجائے اگر معرکہ آرائی پر	زور رستم کا نہ سہراب کا مقدور چلے	،،
روح کے ساتھ ہی قالب میں قضا بھی آئی	شمع آئی جو مرے گھر میں ہوا بھی آئی	،،
نہیں ممکن کہ شمشیر اجل سے بچ رہے انساں	تہمتن کی زرہ پہنے کہ رستم کی سپر باندھے	،،
ساتھ دولت کے رہے یاد اجل بھی لے دل	مقبرہ بھی ہو بنا قصر کی بنیاد کے بعد	،،
زمیں بستر آرام کہاں مرگ کے بعد	خواب افسانہ ترا صورت مخمل ہوگا	،،
نقد جاں قرض تھا فرض اسکی ادا تھی مجھ کو	موت آئی تو میں سمجھا کہ محصل آیا	،،
اہل دنیا سے کہو کس سے کرینگے اب نزاع	موت آ پہنچی ہماری سارا قصہ پاک ہے	،،
پہنا جو کفن سفید سمجھے	یہ صبح ہے شام آرزو کی	،،
کہتی ہے موت گور کی بستی قریب ہے	منعم ہے شاد رفعت تعمیر دیکھ کر	،،
بہت قریب اجل ہے کہو یہ منعم سے	مکاں کے ساتھ کوئی مقبرہ شتاب بنا	،،
ہے اشارہ یہ کہ اب دنیا سے کر کوتاہ ہاتھ	پاؤں کر دیتے ہیں انساں کے دم مردن دراز	،،

موت

آنکھ کیا بند ہوگئی اپنی — امیر
پھر گئی ہم سے سارے گھر کی نظر
بعلک روح تنگ جھگڑے ہیں سارے قصر و ایوان کے — ،،
نہیں اٹھتے جو سر تنگ بھی ہوں مرد ایک مدفن میں
نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق ہے اپنے — آتش
فقط عنایت پروردگار راہ میں ہے
راحت مرگ کو نہ پوچھ آتش — ،،
نہ رہی قدر زندگانی کی
آدمی کو موت کے آنے سے لازم ہے خوشی — ،،
عید ہے جس روز چھٹکارا ہوا محبوس کا
صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے — ،،
عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں
عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں — ،،
نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے
گوش زد ہو تو کہیں کوس سفر کی آواز — ،،
چل کھڑے ہونگے کمر باندھ کے چلنے والے
موت کو سمجھے ہیں گبر و مسلماں آئی — ،،
روح قالب میں ہے دو روز کو مہماں آئی
مآل کار کا دیباں آگئی کہاں ہی روئے — ،،
گزر ہوا جو کبھی جانب قبور ہمارا
چلا پڑیگا

موت

کاتبِ اعمال بھی رخصت ہوئے / ہائے میں غربت میں تنہا رہ گیا — زیب

قبر میں ہوگا حساب زندگی / بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا — ״

پھر اٹھنا ہے کیوں اتنا اے مرغِ روح / مقدر نے ویراں مکاں کر دیا — ״

تکرار کیا ہے زندگیٔ مستعار میں / اے موت بار بار تقاضا نہ چاہیے — ״

رات اندھیری پرسشِ اعمال ابلئے رفتار / انسان سو سکتا نہیں — ״

قبر میں بھی چین سے ... جب ہو گئی قبر بند / پھرے دوست کوئی ہمارا نہیں — ״

کھلا اب کہ ساتھ جب روح کا / رہا مدتوں آشنا ہو گئی — رہبر

وہ دم بھر میں نا آشنا ہو گئی / موت کو بھول گیا دیکھ کے جینے کی بہار — ״

دل نے پیشِ نظر انجام کو رہنے نہ دیا / مطلق نہیں محل عجب موت دہر میں — ״

مجھ کو تو یہ حیات ہی حیرت کی بات ہے / صاحبِ تاج و تخت بھی موت سے یاں نہ بچ سکے — ״

جاہ و حشم سے کیا ہوا کثرت زر سے کیا ہوا — موت

شاعر	مصرع ثانی	مصرع اول
آتش	اس راہ میں نہیں ہے گزارا سوار کا	چلنا پڑے گا ملک عدم کو پیادہ پا
״	پار اسے اک دم میں اس کا ناخدا لیجائیگا	کشتیٔ تن بحرِ ہستی میں رہی برسوں تباہ
״	نہ کھینچا خار نے دامن کبھی دنیا سے راہی کا	مسافر کو عدم کے روکنے والا نہیں کوئی
״	اہلِ دولت کو مکاں آج بلند کرنے دو	آخر کار تہِ خاک ہے مدفن سب کا
״	لحد میں ساتھ یہ قصر بلند و بام نہیں	گدا و شاہ برابر ہیں خاک کے نیچے
״	آپس میں ہوگا ایک دن ان چار سے بگاڑ	پاتا ہوں میں مزاج عناصر میں اختلاف
״	بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے	بولی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا
״	خراب حال ہے بے مغز جب ہوا چھلکا	عزیز روح کے دم تک ہے کالبد گل کا
״	خاک میں وہ مل گیا جو جسم آتش خاک تھا	گر گئی جب روح مرجع کی طرف اپنے رجوع
״	یہ سوئے ارض رواں ہوگا وہ سما کی طرف	نہ ہوگا ہمسفر روح پیکر خاکی
امیر	کیا کیا ورق کتاب سے اپنی جدا ہوا	مرنے کے بعد کیسے پریشاں ہیں عضوِ تن
״	یوں تو میں لاکھ بار غریب الوطن ہوا	اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھونگا میں وطن
״	غربت سے خاک اڑاتے جاتے ہیں ہم وطن میں	موئے سفید سر پر تیاریٔ عدم ہے
״	چھوٹ جائے گی یہیں مسندِ شاہی تیری	گور میں ساتھ نہ جائیگی یہ شوکت اے شاہ
״	فراغت مل گئی تربت میں گڑ کر	اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا
״	مسافر ٹھہر تیری منزل یہی ہے	اجل گور تک مجھ کو پہنچا کے بولی
״	آئیے آئیے حضرت بہت آزاد رہے	ہم جو پہنچے تو لب گور سے آئی یہ صدا
״	تکیوں میں مزے سے سو رہے ہیں	دنیا سے الگ جو ہو رہے ہیں
״	جو جاگتے ہیں وہ رو رہے ہیں	سوتے ہیں لحد میں سونے والے
انور	سدا اپنے تکیے میں بستر رہا	اجل کا رہا عمر بھر یہ خیال
״	جو سو جاتے ہیں اسمیں پھر نہیں اُٹھکر نکلتے ہیں	بہت آرام و آسائش ہو شاید کنج مرقد میں
״	خیر اسی میں ہے نہ دنیا میں بشر پیدا ہو	ساتھ ہی زیست کے جب موت کا ڈر پیدا ہو
״	کھینچ لیجاتی ہے جسوقت قضا آتی ہے	روکنے سے نہیں رکتا ہے کسی کے کوئی
״	یہ تیغ سمجھ لے سر پہ آئی	انور نہ اجل کو بھول اتنا
״	سامنے آنکھوں کے ہر دم گور کی منزل رہی	زندگی میں بھی رہا ہم کو تصور موت کا
״	موت سے غافل نہ میں مجھ سے نہ یہ غافل رہی	یہ ادھر کو ادھر ادھر گنتا تھا میں ایام عمر
״	کوئی کہتا ہے نہ روزن نہ ہوا آتی ہے	ہائے یہ قبر کی گرمی یہ اندھیرا ہے ہے
انجم	جسے عمر خضری ہوئی عطا اسے ایک نفس بھی وبال تھا	ہوا مر کے ہم کو یہ تجربہ کہ یہ زندگی کا مآل تھا
״	ایسا سویا کوئی جگا نہ سکا	لگ گئی آنکھ موت سے انجم
״	پھر نہ یہ آباد ویرانہ ہوا	جب سے رخصت ہو گئی اے روح تو
״	ان کو میرا ہی مگر مجھ کو غمِ عالم ہوا	ہے بجا مرنے سے میرے دوستوں کو غم ہوا
״	چھوڑ کر دم میں چلے جائیں گے جانے والے	ملک و دولت گہر و لعل سکندر کی طرح
״	پھر یہ کس بات پہ پھولے ہیں خزانے والے	سیم و زر خاک میں مل جائے گا بعد مردن

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
موت سے کوئی نہ گھبرائے اگر یہ سمجھے	کہ یہ دنیا کے بکھیڑوں سے چھڑا دیتی ہے	اکبر
موت کو دیکھا تو دنیا سے طبیعت پھر گئی	اٹھ گیا دل دہر سے دولت نظر سے گر گئی	"
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر	بہتر ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو	"
ہوتا نہیں طبیب مداوا سے دستکش	سچ ہے اجل تو ہنستی ہے سعیٔ طبیب پر	"
سفر درپیش ہے ہردم لگا ہے موت کا کھٹکا	کہ جس کے سر پہ آ کھیلے اجل کھاتا نہیں جھٹکا	"
حاصل عمر سوا موت کے جب کچھ بھی نہیں	چار دن کے لئے یہ عیش و طرب کچھ بھی نہیں	"
دنیا سے میل کی ضرورت ہی نہیں	مجھ کو اس کھیل کی ضرورت ہی نہیں	"
درپیش ہے منزل عدم اے اکبر	اس راہ میں ریل کی ضرورت ہی نہیں	"
اے موت تو نے غارت کئے ہیں	اورنگ شاہی، تخت کیانی	"
اے رہروان ملک فنا مستعد رہو	تیار ہو رہے ہیں بہت سے عدم کے ساتھ	انشا
سکندر اور دارا کیا کروروں اور بھی ان سے	پڑے ہیں گور کے تختہ سے زیر خاکداں لیٹے	"
پھر کچھ گئے ہوؤں کی مطلق خبر نہ پائی	کیا جانئے کدھر کو جاتا یہ قافلہ ہے	"
ابتدا میں ہم نہ سمجھے انتہا	آخر اس دار فنا سے مر چلے	احمد
آرزو کو خون رلواتی ہے بیداد اجل	مارتا ہے تیر تاریکی میں صیاد اجل	اقبال
دشمن بھی گر مرے تو خوشی کا نہیں محل	کوئی جہاں سے آج گیا کوئی کل گیا	امانت
راحت سے سروکار نہیں اہل فنا کو	تکیہ نہیں دیکھا کسی مردہ کے سرہانے	"
دنیا سے سفر کرکے لگی آنکھ لحد میں	منزل پہ پہنچکر ہوئی آرام کی صورت	"
قصر بدن میں روح پکاری یہ وقت نزع	مدت کے بعد اٹھتے ہیں ہم اس مکاں سے آج	"
بعد مردن ہائے ہم سمجھے اثیم	کیا یہاں آئے تھے دو دن کے لئے	اثیم
انساں کے لئے سخت مصیبت ہے اثیم آہ	ہو موت نہ دشمن کی غریب الوطنی میں	"
زندگی سے جہاں میں سب کچھ ہے	اس کو بھی ہے اجل کا کھٹکا نقص	آزاد
نکلی جو روح تن سے گھروندا بگڑ گیا	انساں ہر اک اسیر طلسم حیات ہے	اشک
دکھائی کچھ نہ دیا جبکہ آنکھ بند ہوئی	جہاں کے سارے نقش و نگار دور ہوئے	"
ضرور ہوگا لحد میں گزر کبھی نہ کبھی	کہ پھر کے آتا ہے انسان گھر کبھی نہ کبھی	"
کہیں راحت نہیں پر خوف رستہ میں تو چارہ کیا	ضرور اک روز جانا ہے ہمیں سوئے عدم کچھ ہو	"
نہ پوچھی بات بھی آکر کسی نے بعد مرنے کے	بھروسا تھا ہمیں اے اشک کیا کیا اپنے یاروں کا	"
ہے یقیں دل کو فراق جسم و جاں ہو جائے گا	ایک دن یوسف سے خالی کارواں ہو جائیگا	"
آسماں نے بھی کئے کیا کیا حسیں پیوند خاک	اک مرقع تھا کہ وہ دب کر زمیں میں رہ گیا	"
جائے عبرت نہ ہو کس طرح سے مرگ انساں	دم نکلتے ہی بگڑ جاتا ہے نقشا کیسا	"
جور گردوں سے موئے پر اشک چھٹکارا ہوا	قبر میں گویا کہ میں آغوش مادر میں رہا	"
جو ہیں جانے والے وہ کب چوکتے ہیں	رکھیں لاکھ زنجیر میں بھی جکڑ کر	"
سنجاب و سمور پر نہ کر فخر ذرا	اس بستر نرم سے کنارا اچھا	امجد
کر تکیہ خدا کی ذات پر اے غافل	تکیہ میں کسی کو نہیں ملتا تکیا	"

موت

شعر	شاعر
جو تحت تصرف میں جہاں رکھتے ہیں	امجد
مرنے کا گو نہیں گماں رکھتے ہیں	"
ملتی نہیں جا نہیں بقدر کف دست	
امجد رہنے کو لامکاں رکھتے ہیں	
اصل حیات ہے یہی کہتے ہیں جسکو موت	اسمٰعیل
جینے کی آرزو ہے تو مرنا ضرور ہے	
بعد مرگ معلق نہ مرگ سے دم ہے	بحر
جو آنے والی ہے سمجھے اسے نزدیک	
مسافران عدم کو وہ راہ ہے درپیش	"
کہ مارے خوف کے جاتا ہے کارواں خاموش	
سوئے عدم چھپ چلے جاتے ہیں قافلے	"
سب ہمسفر ہیں زیست کی منزل سے دل اچاٹ	
درپیش خواب مرگ ہے ہر دم تمام شب	"
فرقت میں ہے جاگے مجھے تمام شب	
موت آئے گی تو کچھ زیست کا ساماں ہوگا	"
کفن اپنا مجھے صبح شب ہجراں ہوگا	
مرگ مہلت دے اگر اس دار فانی میں مجھے	"
دیکھ لوں میں بھی تماشہ عالم ایجاد کا	
ہے باغباں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا	"
کیا سیر کیجئے چمن روزگار کی	

حال مسافران عدم

موت

چلے وہ رفیق ازل از زندگی کی جلدی سے
عدم میں یہ راہ رہ گئی سر پیٹتی مری فرصت
اے عدم کے جانے والو واسطے اللہ کے
کہتے جاؤ ہم سے بھی کچھ حال منزل کا بیچ
ذکر بھی کرتا نہیں کوئی جہاں میں بعد مرگ
اٹھ گئی دنیا سے میری داستاں میری طرح
کل پڑا ہوگا زمیں پہ مرکے زیر خاک گور
چار دن کے واسطے منعم بنا کے گھر بلند
لٹے ہیں یہ کیسے بیٹے رہ زنی
فلاں ابن فلاں مٹی میں مل کر
تفرقہ ڈالا ہے کیا کیا مرگ نے
تن ہے زیر خاک جاں افلاک پر
تن ہے خاک ایک اوروں میں ہیں فلک پہ پس مرگ
سوتے ہیں شاہ وگدا سب انھیں گہواروں پر
دم نکل جائے گا اک روز حیات
کیا بھروسا کریں ہم ہاتھ کے چاروں پر
زیر مدفن ہے آرزو خواہش کا کچھ نہیں
مرگ نے آکر ملادی خاک میں بیماری کا ہوس
بیٹھے جی سب وصل تھے بعد مردن قبر میں
حسرتیں کس کی کہاں کی آرزو کیسی ہوس
ہم سا اور

شاعر	شعر
تسلیم	حال مسافران عدم سوجھتا نہیں
	گور میں اب تو چلے دیکھئے کیا ہوتا ہے
"	عدم کا کوچ ہے سامان راحت
	تجھ دنیا سے سفر اپنا ہے صندوق منگاؤ
"	اپنی مٹی سے خبردار ہو کیا خاک انساں
	رہے فکر اعمال اے تجھ ہر دم
"	آئے دن سر پہ کھیلتی ہے اجل
	جان کا تن سے نکلنے کو نہیں جی چاہتا
"	عزیز و یار جلو میں ۔ جنازہ تخت رواں
	بغیر منزل اول قیام ہو نہ سکا
"	گور میں گرتے ہی ڈھے جاتا ہے زور انساں کا
	مزاروں میں نہیں ہے خانہ دنیا کی آرائش
"	قدم کسی کے نہ ٹھہرے جب آب و دانہ اٹھا
	پھیلانہ اتنے پاؤں بیاں سر بجیب ہو
"	جس دل کو فرش گل پر آرام تھا نہ اک دن
	لے گئی موت مجھے سوئے عدم ہستی سے
"	مقدر میں جو ہے وہ ہوگا ضرور
	ایک دن سب چھوڑ کے جانا ہے یہاں سے اٹھ کے
"	دیکھ اے پیر اجل ہے نزدیک
	گو کم و بیش ہیں رتبہ میں غنی اور فقیر
"	حباب وار نہیں اعتبار اس تن کا
	تاخیر ہے کس واسطے نیکی کوئی کرلو
"	اہل سرائے دہر مسافر ہیں سب کے سب
	بعد مردن قبر پیسے گی ہمارے استخواں
"	دھڑکا ہو کیسے فشار لحد کا پس فنا
	اے مرگ اب یہ سمجھے پہلے کسے خبر تھی
"	خاک سب ڈالیں گے اے تسلیم اکدن بعد مرگ
	روح تنہا چل بسی واماندگی سے وائے بخت
"	تن رہا گور میں باقی نہ رہا دل اپنا
	غفلت پیہم سے کروٹ تک نہیں لیتے کبھی
"	اب نہ گھبراز ندگی سے مرگ ہے اے دل قریب
	جاتے ہیں سب ملک بقا دار فنا سے
"	سلاگئی تھی ہمیں موت کونسی کروٹ

شاعر	شعر
بحر	کیا گرد کاروان مری آنکھوں میں بھر گئی
	جائے تنگ ۔ اجنبی اشخاص ۔ ملاقاتی نئی
"	نمازیں قصر ہوتی ہیں سفر سے
	شامیانہ ہے کہاں خیمہ ہمارا نکلے
"	کس طرف ریگ رواں کا ہے سفر کیا جانے
	کہ آیا ہوا وقت ٹلتا نہیں
"	میرا کس روز امتحان نہیں
	کیا محل دلچسپ ہے کیا کہنا اس تعمیر کا
"	فقیر آئے تھے ہم مثل بادشاہ چلے
	جب آیا کوچ کا دن پھر مقام ہو نہ سکا
"	یہ محل دیکھیے تو کسرے کی بھی طاقت طاق ہو
	مرے پہ فیصلہ ہے جیتے جی سارا بکھیڑا ہے
"	گہر ہے بطن صدف میں قیام ہو نہ سکا
	آخر ہے ایک روز ہی جائے تنگ و خواب
بیاں	بستر پہ خار و خس کے کیونکر وہ سو سکے گا
"	بے طلب گھر میں خدا کے بھی تو مہماں نہ ہوا
برق	اگر آئی ہوئی موت ٹلتی نہیں
"	خوش نہیں آتا ہے باقی عالم فانی مجھے
باقی	ہوش رکھو دن ہے بہت کم باقی
"	پھر یہ اک روز برابر ہیں نہ گل دونوں
"	رہی یہ روح نکل جائے گی ہوا کی طرح
	پیک اجل اک لحظہ توقف نہیں کرتا
پرتو	درپیش اس جہاں سے کس کو سفر نہیں
"	گنبد مدفن بھی اک دن آسماں ہو جائیگا
تسلیم	خوگر ازل سے ہوں ستم روزگار کا
"	مرنا جو کچھ نہیں ہے یہ بھی محال ہوگا
"	دشمن جاں مجھ کو لطف دوستاں ہو جائیگا
"	تن غبار توسن عمر گریزاں ہو گیا
"	لٹ گیا قافلہ آکر سر منزل اپنا
"	خفتگاں قبر کو کس درجہ خوش آتا ہے خواب
"	آچکا اس بحر طوفاں خیز کا ساحل قریب
"	ہر وقت جہاں ہوگا نیا سایہ نئی دھوپ
"	کہ حشر تک کبھی بدلی نہ دوسری کروٹ

ہم مسافر تھے عدم کے چل بسے موئے عدم
غم ہے یاروں کو عبث روتے ہیں بے حاصل عزیز — تسلیم

دوستوں نے خاک میں مجھ کو ملایا بعد مرگ
مرے مٹوں کی قبر پر روتی ہے کیوں بیکار شمع — "

حباب آسا بٹے ہم آپ بن کر
امید مرگ میں جیتے کہاں تک — "

ہوئی عمر آخر اجل آئی لینے
وہیں پھر چلے تھے جہاں اول اول — "

ملے گا نہ تکیہ میں جز فرش خاکی
سر بزم مسند بچھانے سے حاصل — "

سلائینگے تابوت میں تجھ کو تسلیم
چھپر کھٹ میں آرام پانے سے حاصل — "

تسلیم بعد مرگ یہ ثابت ہوا ہمیں
چل پھر کے آج آ گئے گھر ہیں سفر سے ہم — "

خالی ہے مثل پنجۂ مریم ہر ایک ہاتھ
کچھ لے چلے عدم کو نہ باغ جہاں سے ہم — "

بجز مشت خاک خاک نہ ہاتھ آئی بعد مرگ
مانند گرد باد اٹھے اس جہاں سے ہم — "

بعد مردن خاک جی بہلے گا کنج گور میں
اپنا بیگانہ نہیں، ہمدم نہیں، محرم نہیں — "

نہ پوچھو ماجرا آسودگان کنج مرقد کا
مسافر دور کے تھک کر پڑے ہیں پہلی منزل میں — "

توڑتا ہے روز کلیاں گلشن ایجاد کی
ہائے گلچین قضا بھی باغباں سے کم نہیں — "

جیتے جی سب ذلت و عزت تھی مرجانے کے بعد
لاش لپٹی ہے نہ کمل میں نہ پنہاں شال میں — "

دم مرگ کیوں آنکھیں ہوتی ہیں بند
یہ پردہ کسی پر کھلا ہی نہیں — "

نزع کے عالم میں مرنا ہوگا جینے سے عزیز
جو کہ سب کچھ ہے وہی اک روز ایدل کچھ نہیں — "

نہیں ہے تفرقہ انداز غافل
کوئی دم اتفاق جسم و جاں ہے — "

دم آخر عبث ہے اسقدر تدبیر صحت کی
کہیں اے چارہ گر وقت اجل درماں ہی کرتا ہے — "

پہنا کفن لحد میں گڑے خاک ہو گئے
کس کس بلا میں بعد فنا مبتلا ہوئے — "

مل گئے خاک میں بے گور و کفن بعد فنا
ساتھ لائے تھے نہ ہم لے چلے ساماں کوئی — "

بعد مردن شامیانہ چادر گل کیا ضرور
مرے مٹوں کی قبر کو کیا زیب و زینت چاہیے — "

مرتے ہیں کیوں بنائے عمارت یہ اہل زر
کس کا کنار گور میں کاشانہ ساتھ ہے — "

دیکھا جہاں کو ہم نے نہ دیکھا جہان نے
آئے خبر کی طرح مثال نظر پھرے — "

نسیم مرگ کے چلتے ہیں جھونکے باغ عالم میں
قیام اپنا برنگ نکہت برباد مشکل ہے — "

کیا پوچھتے ہو دہر میں کیا کام کر آئے
خالی دہن گور تھا کچھ خاک بھر آئے — "

عجب بلا تھی اسیری حیات کی صد شکر
کہ جان دیکے ہم اس خانۂ محن سے چھٹے — "

قبر کی آرائش و زینت پس مردن عبث
مل گئے جب خاک میں پھر کیا کفن ہے خاک میں — "

وہ چین ہے پس مردن کہ روز محشر تک
بستر مزار میں سوتا ہے ایک ہی کروٹ — "

بیدریغی، بےبسی وقت اجل کی کیا کہوں
لے گئے وارث متاع و مال دیکھا کی ہوس — "

تمام عمر میں اے گور آج سویا تھا
جگر میں درد ہوا ہے فشار سے پیدا — تعشق

موت ہے غارتگری کی تاک میں
جمع کیا اسباب راحت کیجئے — "

ہم نے لی راہ عدم روکا کئے دام و قفس
ہوگئیں بیکار ساری کوششیں صیاد کی — "

سفر دنیا سے کرنا کیا ہے تاباں
عدم ہستی سے راہ یک نفس ہے — تاباں

اجل تجمل الٹ دیگی ایکدن یہ بساط
رہینگے یار نہ ہمدم نہ مہرباں باقی — تجمل

موت

[illegible] اس مٹی میں اک روز سب انسان [illegible] — انجم
[illegible] خوف و خطر بھی
جو زندہ ہے [illegible] سفر بھی — شباب
روح کا تن سے تعلق [illegible] بدن چھوڑ دیا
کچھ علاقہ نہ رہا جب [illegible] موت
[illegible] مرنا ہے [illegible]
ایک بیک یاں سے عدم کو [illegible] دکھلا دیگی موت
دم میں [illegible] اور ہی [illegible]
ایک دم میں دنیا عزیز و اقربا فرزند و زن
دولت دنیا [illegible] سبھی جب جلوہ [illegible] موت
چھوٹے بڑے [illegible] پھولوں [illegible] دیتی ہے موت
جس طرح پھولوں کو [illegible] تر و تازہ [illegible] موت
اس طرح جسم [illegible] ناز و نعمت میں مدام
[illegible] مٹی میں ملا [illegible] موت
ہائے اس قالب کو [illegible] گل [illegible] موت
کان میں کہدیگی [illegible] صور
جسطرف دیکھیگی [illegible] الفت و دلبستگی
جیکو ہوگی اس جہاں سے [illegible] موت
[illegible] جان کندنی میں [illegible] موت
ساغر

موت

ہے گوشۂ لحد بھی عجب کنج عافیت
دنیا کی حرص ہے نہ ہوا کا گزند ہے

تمامی عمر کی ہے سامنے ہے گور کی منزل
سفر آخر ہوا وقت آگیا قطع مسافت کا

آباد پھر نہ ہوگی برباد ہی رہے گی
راہی ہوا مسافر جس دن سرائے تن کا

موت سے بھاگا جو بیمار آئی یہ تربت سے صدا
یہ سفر درپیش ہوگا ہوگی یہ منزل نصیب

ہو کے جبرا موت سے روح رواں وقفہ بہت کم ہے
روانہ جانب ملک عدم آباد ہوتے ہیں

ہیں مردوں فراغت پا کے جھگڑوں سے زمانہ کے
کہ دار الحرب تھا عرصہ ہماری زندگانی کا

اجل کھینچی ہے یہ بابیں پہ آکے بادشاہوں کی
کفن پہنو اتارو جسم سے ملبوس شاہانہ

بچایا کسی کسی آفتوں سے موت نے مجھ کو
سمجھا تھا جسے میں دشمن جاں وہ نگہبان تھی

نہ ڈر امواج کا ہے اب نہ خوف لطمہ باقی ہے
کہ کشتی تن بحر ہستی سے لگا لی ہے

کوئی جانبر کبھی دست اجل سے ہو نہیں سکتا
کہ ہے پابند دام مرگ کا جو آفریدہ ہے

منتقم

جنون
جرار

سامنے اسکے ادب سے جائینگے وہ ہاتھ باندھ
اجل نے پست کر ڈالا زمیں نے اسکو بے مارا
دنیا میں سدا رہنے کو آیا نہیں کوئی
پیام مرگ سے ہوتی ہے غمگیں روح کس خاطر
جیتے رہوگے کبتک اکدن مروگے بے شک
تمام عمر عبث پرورش ہے اسکی تراب
بے نصیبی سے کوئی جیا تو کیا
جو خدا کی یاد میں مشغول ہوگا وقت مرگ
موت سے غافل نہ ہو الموت جسر یوصل
موت اندھیری رات ہے اور ہادم اللذات ہے
فوج گھونگھٹ کھا کے سب کوئی نہ کام آئیگا تب
جو موا ہے جیتے ہی جی اپنی ہستی سے تراب
مکہ میں بیٹھو چاہے مدینہ میں جا جیو
عبث کرتے ہوا ہے اہل دول طول امل اتنا
منکر نکیر آئے چڑھے چھاتی پہ لے گرز
مرجانے کا خوف ہر گھڑی ہے
چند روز آکے جو دنیا میں ہوے تھے یکجا
یاد آتی ہے موت ان کو بھی کم
کچھ شک نہیں ہے اسمیں یہ سب پر ثبوت ہے
گٹھری دولت کی رکھی جس نے بڑی ہے سر پر
آتے نہ اس جہاں میں پئے بود و باش ہم
لحد میں چین پائے ہم متاع زندگی کھو کر
دنیا سے ہاتھ اٹھا کے وہیں چل کھڑے ہوے
مرنے کے بعد پھول ہوں کیا الٹی رسم ہے
ایک دن وہ تھا بنایا تھا ہمیں
خضر کو بھی ایک دن تو موت ہے
مدد اے ساکنان ملک عدم
جسم خاکی میں کوئی روح نہیں ٹھیرگی
آنکھ جب بند ہوئی راحت و عشرت کیسی
لازم نہیں کہ موت سے غافل ہوں اہل خاک
مرگ سے چارہ نہیں ہرگز گدا و شاہ کو
ملک عدم کو قافلہ راہی ہے پیش و پس
ساتھ جن کے جلوس شاہی تھا

جس کو مرنے پر ہمیشہ مستعد پائیگی موت
اٹھایا سر بہت جس نے بنائی اونچی تعمیریں
لاحق ہے اجل سب کو نبی ہو کہ ولی ہو
ملے گا خاک میں وہ جو ہوا ہے خاک سے پیدا
موت آوے گی یکایک یہ امر ہے یقینی
جو بعد مرگ کے دو روز میں سڑے و گلے
مرگیا رنجش و محن سے گیا
وہ تو ہے مشتاق اسکا اسکو جو بھائیگی موت
جانب معشوق جھٹ عاشق کو پہنچائیگی موت
سب مزے اڑ جائیں گے تشریف جب لائیگی موت
ننگی شمشیر اپنی جب بجلی سی چمکائیگی موت
اس موے کو کون مارے اسکو کیا کھائیگی موت
مر کے وہیں گڑو گے جہاں کا خمیر ہے
اجل پیچھے پڑی ہے دفعتہً اک روز مرنا ہے
ہتیار کام آئے نہ کوئی لشکر جنگی
موت آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے
بعد مرگ ایسے پریشان ہوے پھر نہ ملے
بیٹھے ہیں جو گور کے کنارے
سب کو اجل ہے ایک وہی لا یموت ہے
کچھ خبر اس کو نہیں موت کھڑی ہے سر پر
لائی اجل نے باتوں میں ہم کو لگا کے ساتھ
ملا بھی تو ملا آرام دل آزار جاں ہو کر
آیا خط طلب جو رسول قضا کے ساتھ
آئی بہار جب ہمیں لیکر خزاں چلی
اب مٹانے کا زمانہ آگیا
گو زمانہ میں جیئے لاکھوں برس
اک مسافر ہوں تازہ وارد ہوں
گھر جو آباد ہے اک روز وہ ویراں ہوگا
طرفۃ العین میں ہے عیش کا ساماں تاراج
تیغ کشیدہ چرخ پہ ہے کہکشاں نہیں
روک سکتا کون ہے اس آفت جانکاہ کو
منزل پہ کوئی راہ پہ کوئی روانہ ہے
انکی قبروں کے بھی نشاں نہ رہے

تراب
توفیق
ترکی
ثاقب
جنوں

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
مقیم گوشۂ تربت ہوئے پیر و جواں کتنے	گرے اس چاہ میں مانند یوسف کارواں کتنے	جرار
ہوئی سیری نہ کچھ ابتک زمیں کا پیٹ خالی ہے	دہان گور کے لقمہ ہوئے پیر و جواں کتنے	"
زرہ پوشوں کو باندھا موت کی چادر میں گردوں نے	زمیں میں رہ گئے دبکر تہمتن پہلواں کتنے	"
لحد میں رہرو ملک فنا آخر کو پہنچیں گے	مسافت اک نہ اکدن قطع ہو جائیگی منزل کی	"
منزل ہستی کے غم جا کر عدم میں مٹ گئے	رنج بھولا ملکے یاران وطن سے راہ کا	"
دل میں طاقت ہے نہ تن میں زور نے آنکھوں میں نور	چھٹ گئے افسوس یاران جوانی وقت نزع	"
یا الٰہی موت بھی آئے تو ایسے وقت میں	ہو زباں پر نام تیرا دل میں تیری یاد بھی	جوہر
سفر آخر جو واجب ہے سرائے دار فانی سے	تو کچھ ہمراہ اپنے توشۂ راہ عدم لے لو	جوش
پائنتی بیٹھے جنازہ کے اٹھانے والے	موت ہر دم نظر آتی ہے سرہانے ہم کو	"
کھلا یہ وقت مردن جوش دم بھر کو حباب آسا	ہم آکر بحر ہستی میں اگر ٹھیرے تو کیا ٹھیرے	"
خاک میں مل گئے افسوس ہزاروں گل رو	کیوں نہ اس گلشن ہستی سے مرا دل اٹھے	"
کنج لحد میں آج ہیں تنہائیاں نصیب	وہ یار وہ رفیق نہ وہ ہمنشیں رہے	"
نابلد راہ سے ہوں بار گنہ ہے سر پر	دیکھئے ہوتی ہے طے گور کی منزل کیونکر	"
لپٹے نہ قبر کھول کے آغوش کس طرح	مدت کے بعد آئے وطن میں سفر سے ہم	"
جب لٹائے ہیں گور میں ہمدم	موت کہتی ہے اپنے گھر کو دیکھ	"
مرنے کے بعد چین سے سوئے لحد میں ہم	جب تک کہ زندگی رہی اندوہگیں رہے	"
اجل نے دکھائی ہے منزل کی شب	رہے زندگی بھر مسافت کے دن	جوہری
سفر ہے پیش یہ تشویش ہے کہ ساتھ اپنے	کوئی رفیق نہ زاد سفر کو دیکھتے ہیں	"
اس قضا کے ہاتھ سے ہے کب کسی کو جاں بری	پیر ہو یا طفل ہو کوچک ہو یا جواں کوئی	"
کہاں گئے جو دم زیست یار تھے دمساز	مزار میں نہ کوئی غمگسار ساتھ آئے	[illegible]
دم آخر نہ کیونکر روح پر ہو نزع کی کربت	وطن کو چھوٹنے کا رنج ہوتا ہے سفر ہوتے	"
راحت سے روح تن میں ہے تن پیرہن میں ہے	انجام پوچھئے تو فراغت کفن میں ہے	"
نکل جائیگا مرغ ہستی قفس سے	بگڑ جائے گی نقش فانی کی صورت	جویا
صورت اجل کو دیکھ کے آنکھیں سی کھل گئیں	اس خواب نے تو سوتے کو بیدار کر دیا	جلیل
دم جو نکلا خاک تن پھر کہاں	خاک میں سارا گھروندا مل گیا	"
مرکر تمام سر سے ٹلیں آفتیں جلیل	ہم جان دیکے سب سے سبکدوش ہو گئے	"
موت کی یاد نے بیخود ہمیں کر رکھا ہے	گھر کو چھوڑے ہوئے بیٹھے ہیں سفر سے پہلے	"
غم اجل کا دمبدم در پیش ہے	اور یہ لطف شادمانی چند روز	جلالی
ہر اک کو جہاں سے گزرنا ہے اکدن	شہنشاہ ہے یا گدا بے نوا ہے	حامد
آدمی مٹی میں ملکر پھر کبھی اٹھتا نہیں	جیسے ہو وے سبز گر خشک دانہ خاک میں	حیرت
بعد مرنے کے برابر ہیں سبھی شاہ و گدا	ڈھیر اک مٹی کا ہے گور غریباں دیکھ لو	"
تسلیم اس کو کہتے ہیں سر کو جھکائیے	ہے کون جو کہ لڑ سکے تیر قضا کے ساتھ	جرار
گرچہ کی کوشش ولے کچھ مرگ نے مہلت نہ دی	بنتے بنتے گھر کی یاں تعمیر آدھی رہ گئی	"

موت

- ایک دن ہے اس جہاں کو چھوڑنا — حیرت
- رشتۂ انس و وفا کو توڑنا
- ایک دن یہ مرغ جاں اڑ جائے گا — "
- ہاتھ مل مل کر تو بڑا پچھتائے گا
- تعجب کی جگہ ہے ہم کو بھی حضرت انساں — "
- وہاں جانے میں روتے ہیں جہاں کے رہنے والے ہیں
- آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں — "
- سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں
- دیدۂ بیدار جو کچھ دیکھنا ہو دیکھ لے — حالی
- حشر تک جس سے نہ چونکے گا وہ خواب آنے کو ہے
- ابھی لینے پائے نہیں دم جہاں میں — فانی
- اجل کا تقاضا ہوا چاہتا ہے
- اجل جب آئیگی تیری تو چھوڑ جائیگا
- یقین باغ ارم کی بہار مٹی میں — "
- اندھیری کوٹھری سختی کا گھر ہے وہ بیشک
- تو رو بیٹھا ہے عمل آہ مار مٹی میں
- جو تیرے واسطے روئینگے عورت و فرزند — خوشدل
- نہ کچھ عمل کے سوا کوئی یار مٹی میں
- قضا نے تختۂ تابوت پہ آخر سلایا ہے
- سلم کو تور کو کاؤس کو جم کو سلیماں کو
- قضا نے

موت

آیا تھا کیوں عدم سے کیا کر چلا جہاں سے
مرگ و زیست تجھ بن آپس میں ہیں [illegible]
تک دیکھ لیں چمن کو چلیں لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئیں نہ جئیں ہم بہار تک
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہاں
آئے ہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا
آیا ہی ملک عدم سے کوئی یار اے صبا
نہ پھرا ملک عدم سے کوئی [illegible] ناچار چلا
جانا اب ان کی خبر کو [illegible]
[illegible] تھا پہاڑ کو فرہاد نے ولے
آدمی کو کیا کرے جو وہ مرے [illegible] ممکن ہے
دم رحلت نہ ہوا انساں کو صد [illegible]
چلی وہ روح جو تھی فاختہ تن میں [illegible]
کوئی مرحوم کسی شخص کو کہتا نہ سفیر
موت سے آگے اگر عقل فلاطوں چلتی
جان مرنے سے کوئی لاکھ چھپائے اپنی
ملک الموت کہیں آئے ہیں لینے والے
دنیا سے گئے جو صد سے [illegible]
بیٹھی نیند وہ سوئے ہیں
قبر میں لیل و علم کا کبھی آیا جو خیال
تا نے [illegible] کہا بھول گئے ہم جو
نہیں ہے

سودا ۔ " ۔ " ۔ " ۔ نسیم ۔ " ۔ " ۔ " ۔ " ۔ سو

قضا نے دیکھئے کیا اپنے پنجہ میں دبایا ہے
عالم ہو قدیم خواہ حادث
ہوش و حواس تاب و تواں داغ جاچکے
اجل کے ہاتھ سے اے داغ بچنے کا نہیں کوئی
گر زندگی خضر و مسیحا ہوئی تو کیا
موت زندہ چھوڑنے والی نہیں
تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ
لیکے آغوش میں کس ناز سے تربت بولی
ملا ہے کنج لحد میں کچھ اسقدر آرام
سلا رہی ہے حسینوں کو موت مٹی میں
پڑا ہے سر پہ غضب بوجھ سیکڑوں من کا
سفر ہے دور کا اور خو میں اکی ہے آرام
موت نے کر دیا ناچار و گرنہ انساں
کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
گر مرض ہو دوا کرے کوئی
نہ ہوتا موت کا گر خوف دل میں اسکے اے ذاکر
اس بحرِ عمیق سے گزرنا ہوگا
دست اجل سے اور بھی نالاں ہزار ہیں
کنج تربت میں تو کچھ چین ملے گا اے مرگ
ہے کون موت کا انساں کی روکنے والا
بہت آکے یاں ہفت کشور کے سلطاں
فرشِ گل پر بھی ناز تھا جن کو
اجل نے نہ دی انکو دم بھر کی مہلت
چلے جاتے ہیں رات دن قافلے
ہائے مرجانا ہائے مرجانا
لڑکوں کا ہے گھروندا سحر اپنا جسم خاکی
کسی کا ساتھ نہ دے گا کوئی دم آخر
ہوتی ہے سجاد ہر شئے اصل کی جانب رجوع
جہاں میں زندہ رہنے کی تمنا کیا کریں سید
موت کا غم جسے ہر وقت لگا رہتا ہے
باغ ارم بنایا تھا شداد عاد نے
گئے جہان سے کیا کیا ستیزہ جو تہِ خاک
چشم ہوس اٹھائی تماشے سے جوں حباب

تہمتن کو پشیں کو زال کو سام و نریماں کو
جس دم نہیں ہم جہاں نہیں ہے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا
نہ چھوڑا دوست کو اس نے نہ یہ چھوڑیگی دشمن کو
ہے موت سب کے ساتھ مقرر لگی ہوئی
اس بلا سے کوئی گھر خالی نہیں
زندگی کیا رہی وبال رہا
آخر ش بھٹکے مسافر کو وطن یاد آیا
کہ چھوڑ چھوڑ کے آتے ہیں شہ نشینوں کو
چھپا رہی ہے یہ جنگل میں کن دفینوں کو
عجب اٹھانے پڑے ناز نازنینوں کو
اٹھاؤ کاندھے پہ ان پالکی نشینوں کو
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا نہیں قائل ہوتا
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
موت کے آگے کیا کرے کوئی
بھلا دنیا میں چلتا دیکھے یہ خود بیں بشر کس سے
ہاں موت کے گھاٹ ہی اترنا ہوگا
ٹوٹا نہیں ہے دم کا مرے کارواں فقط
پانوں پھیلا کے وہاں سوئینگے آرام سے ہم
کسی کے حکم کی امیدوار رہتی ہے
گئے ہاتھ خالی سکندر کے مانند
خاک کے نیچے ہیں نہاں افسوس
تھے رستم جہاں پہلواں کیسے کیسے
زمیں کے تلے اک جہاں اور ہے
عیب کے ساتھ سب ہنر بھی گئے
مجھ کو بگاڑنے کو اے مہرباں بنایا
نہ ہوگی گور کی منزل میں ہمسفر کی تلاش
خاک میں کیونکر نہ ملجاتا کہ آخر خاک تھا
جئے لاکھوں برس پھر بھی تو اکدن مرنے والے ہیں
آشنا وہ نہ خوشی سے کبھی صلا ہوگا
بے سیر حکم آگیا کوس رحیل کا
کر گل جب آیا تو مجروح بے شمار آیا
نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یاں

خوشدل ۔ درد ۔ داغ ۔ " ۔ " ۔ " ۔ " ۔ دلاور ۔ دل ۔ " ۔ " ۔ " ۔ ذوق ۔ " ۔ ذاکر ۔ " ۔ " ۔ " ۔ " ۔ رشک ۔ زکی ۔ " ۔ سحر ۔ " ۔ " ۔ " ۔ سجاد ۔ سید ۔ " ۔ " ۔ سودا

نہیں ہے بعد مردن کوئی اپنا پوچھنے والا	سرہانے شمع روشن ہے فقط پروانہ آتا ہے	سفیر
دلا پیکِ اجل ہے درپئے جاں	تجھے سامانِ عشرت کی پڑی ہے	سعید
جیتے جی سب کچھ ہے مرنے پر نہیں کچھ اختیار	موت بھی کیا شئے ہے جس سے ہر بشر مجبور ہے	سخن
زیست ہر ایک کی ہر دم یہ خبر دیتی ہے	بے خبر دیکھ ترا وقت بھی اب آ پہنچا	"
حشر تک چین سے سوئینگے یہاں اے سرور	مثل مادر ہمیں مرقد نے ہم آغوش کیا	سرور
جب آئے گی قضا نہ کوئی کام آئے گا	دنیا کدھر رہی یہ زمانہ کہاں رہا	"
مادر کی طرح پہلو میں مرقد نے لیا ہے	اب حشر تک آرام سے آرام کرینگے	"
اٹھو پکارتی ہے غافلو اجل سر پر	بڑھو یہاں سے بڑھو دل یونہی بٹھا کے چلو	سراج
ہے بیتابئ نزع پر کیوں یہ حیرت	اجل سب کو یونہی لٹاتی رہے گی	"
اجل سلا دیگی سب کو آخر کسی بہانے تھپک تھپک کر	نہ ہم رہینگے نہ تم رہوگے نہ شاد یہ داستاں رہینگے	شاد
قضا نے لوٹ لیا رہروانِ ہستی کو	کسی غریب مسافر کی کب سنی فریاد	"
روح چھپتی ہے جو آتا ہے عدم کا مذکور	موت کہتی ہے مقرر تجھے جانا ہوگا	"
اجل کا جام جو پینا ہے پی لو تشنہ لبو	محیطِ دھر میں آبِ بقا کا کیا مذکور	"
وہی آزاد ہوتے ہیں زمانہ کی کشاکش سے	جو اس زندانِ ہستی سے فنا ہو کر نکلتے ہیں	"
جسم کا ساتھ چھٹا آپ سے باہر ہم ہیں	اب تو اپنے لئے اک غیر سے بدتر ہم ہیں	"
دشت امید کی جانب جو بڑھاتا ہوں قدم	موت آہستہ یہ کہتی ہے کہ سر پر ہم ہیں	"
پس مردن کھلا احوال سب دھوکا ہی دھوکا تھا	خیالِ ہستئ ناچیز اک خواب پریشاں تھا	شیدا
لگا ہے آنا جانا جائینگے آخر شفق اک دن	رہا ہے کوئی دنیا میں کہ ہم رہنے کو آئے ہیں	شفق
ہوگا ہر جن و بشر لقمہ مقرر اک روز	یہ صدا آتی ہے اے غافل دہانِ گور سے	ثرم
قبر میں اور بڑھی حسرت دنیا افسوس	ہم سمجھتے تھے کہ چھٹ جائینگے مرجانے سے	صابر
سحر ہوتے ہی کھلجاتی ہیں آنکھیں خواب غفلت سے	دکھائی دیتی ہے اک اور دنیا مرنے والے کو	صبر
خاکی طلسم آج ہر آفت سے پاک ہے	جس خاک سے بنا تھا وہی مشت خاک ہے	طالب
کل ہمارا غم کریں گے طاہر ابنائے جہاں	آج ہم روتے ہیں یارانِ عدم کے واسطے	طاہر
یہ دم نزع گن ہوں کے نہیں پشتارے	کوچ کا وقت ہے اسباب بندھا رکھا ہے	"
یہ جسم روح کو تھا ناگوار پھینک دیا	لباسِ عاریت انجام کار پھینک دیا	"
آئی ہے سر پر اجل عیش چمن اب کہاں	دیکھ لیں طاؤس کا مرغ تہِ دام رقص	"
ہو اگر رستم دستاں بھی کوئی اے طاہر	نہیں ممکن کہ رہے تیغ قضا سے محفوظ	"
ٹھیری نہ روح جسم میں پیری کو دیکھکر	طالع ہوی سحر تو مسافر روانہ تھا	"
دفن ہوتا ہے پس مرگ بدن مٹی کا	کبھی مٹی میں ملے گا یہ بدن مٹی کا	"
نہ ملی کاہش دنیا سے بجز قبر نجات	پانوں پھیلا کے نہ سوئے نہ ملا گھر اچھا	"
تھا زندگی میں موت کا غم جان کو عذاب	اب قبر میں ہے حشر کا کھٹکا لگا ہوا	"
گر عمر نوح بھی ہو میسر ہمیں تو کیا	آخر کو ہم ہیں اور وہی کنج مزار ہے	ظفر
آدمی خاک کرے بل کہ اجل کے آگے	اے ظفر اس کا نکل جاتا ہے اک آن میں بل	"

موت

مآل عیش وقت نزع غافل ٹھوکا سی ہے	محبوب
نہایت خوش مزہ ہر چند لذات جہانی ہیں	عاشق
زیست کیا تک بھلا موت سے ہے خوف کیا	
ہوگی فنا ایک دن عالم موجود کو	"
اٹھ گئے اس دہر سے لاکھوں فقیر	
لگ گئے قبروں میں بستر خاک کے	"
کھٹکا ہے عبث آ کے پہر راہ عدم کا (پہنچے)	
یا چار سے پہلے گئے یا چار سے	"
یا فیل ہے یا مور ہے	
آدمی ہے رزقِ دہانِ گور ہے	"
ہر کوئی نہیں یہ کہ سدا یاد کرو مرگ	
لازم ہے اک دم تو بھلا یاد کرو مرگ	"
ہاں بھولے سے تجھیں کام ہے انجام کو سوچو	
اس سے ہی بیٹھے والا یاد کرو مرگ	"
غافل ہو عبث نہ بھولے اے دل	
جو بات کہ ہونی ہے نہ بھولے یاد کرو مرگ	"
دن رات میں اک دم تو بھلا یاد کرو مرگ	
ہے شوکت دنیا کہ ہے ذلت سے نہیں کم	"
سب بھول گئے تم جب کہ دلا یاد کرو مرگ	
ہر دم وہ قریب آتی ہے گر غور سے دیکھو	"
اس واسطے کہتا ہوں سدا یاد کرو مرگ	
موجودگی ہے	

؎ جاتا ہے ۱۲

موت

سرا یہ ہے جو عدم سے جہان خراب میں
جاں رفتہ رفتہ سینہ پر از خاک لے گیا — فدا
سرا یہ ہے جو یہاں وہ یہاں سے گزر گیا
کوئی خوشی میں اور کوئی غم میں مر گیا — 〃
کیا جانے بعد مرگ کہ کیا ہو گا ادھر کا
کس نے سنا ہے حال سمندر کے پار کا — 〃
دیکھا ہے کس نے جا کے ادھر کچھ سے آرام
جب نبض چھٹ گئی تو پھر آرام نہ ہوا — 〃
جب سر پہ آسماں ہے نہ زیر پا خاک
پھر مرگ وہ بلا ہے کہ جس سے سام و نریماں کا حال گیا — 〃
سب گوشت و پوست ہو گیا زیر زمیں کفن اب
سویا ہوں کچھ رہا رنج و محن اب — 〃
باقی نہ موت سے رہا کچھ پیدا ہوا ہے
سودا ہے جو یہاں پیدا سب فنا ہے — 〃
یہاں کا کارخانہ سب ہے ناداں
کیوں کاخ بلند پر ہے گھمنڈ — 〃
ناداں ترا زیر خاک ہے
ایک دن سونا ہے تنہا بیکسانہ زیر خاک — 〃
سرج دنیا میں گو جاہ و حشم موجود ہے
پیک اجل آتش دنیا سے غافل پاک ہے — 〃
مرگ اے غافل یہاں ہر دم گریباں گیر ہے

دنیا کی

موجودگی ہے ساتھ عدم جب کہ ازل سے	پھر چاہئے تم اہل فنا یاد کرو مرگ	عاشق
میں بلا بھی اجل نہیں سکتا	وقت آیا تو ٹل نہیں سکتا	〃
ہر چیز کا ہے رزق معین جہان میں	ہوتا ہے ایک دن تن انساں غذائے گور	〃
موت اگر آئے تو ہوں قید بدن سے آزاد	دیکھیں کس روز فقیروں کی طلب ہوتی ہے	〃
دل ہوا خوش جسم جب پہنچا کنارے گور کے	اہل کشتی ہوتے ہیں مسرور ساحل دیکھکر	〃
ٹھیرا نہ باغ دہر میں کھٹکے سے موت کے	ہر موئے جسم صورت بال طیور تھا	〃
ہشیار ہو مسکن ہے ترا ایک دن اس جا	ہر شخص کی یہ قبر کی دیتی ہے صدا خاک	〃
محتاج وقت مرگ غنی ہیں جہان میں	خلعت جو بخشتے تھے وہ سائل کفن کے ہیں	〃
عمر بھر میں پہنچے ہیں یارب کنارے گور کے	دور ہے جانا ابھی تک پہلی منزل میں ہے	〃
وہ کون ہے جو مرگ سے نا آشنا ہوا	اللہ کے سوا تو سبھی کچھ فنا ہوا	〃
جز کفن اور نہ احباب کریں کچھ تکلیف	اس سفر کے لئے کیا چاہئے ساماں بہت	〃
بیکسی ساتھ فقط جاتی ہے وقت آخر	ورنہ اعضائے بدن ملکے دغا دیتے ہیں	〃
انساں کی کیسی دشمن جانی ہے یہ اجل	عاجز ہوئے ہیں طفل سے پیر و جواں تلک	〃
ترک راحت کر کہ رنج انجام ہے	زندگانی موت کا پیغام ہے	عرش
تاسف تا کجا اے دل یہ ایسے کارخانے ہیں	کوئی دنیا میں آتا ہے کوئی دنیا سے جاتا ہے	عالم
عمر جب آخر ہوئی کیا کارگر ہووے دوا	ہے مثل جلتا نہیں دنیا میں بے روغن چراغ	〃
ملک عدم کا حال کسی نے نہ کچھ کہا	آیا نہ پھر وہاں سے جو بے خبر گیا	〃
صد شکر بعد مرگ یہ بر آئی آرزو	دنیا کے رنج و غم سے خدا نے چھڑا دیا	〃
سچ تو ہے یہ زندگی تک ساتھ ہیں یار و عزیز	بعد مردن کس کو ہے گور غریباں سے غرض	〃
در پیش سب کو ہے رہ منزل گہ عدم	پا در رکاب چلنے پہ اپنے وطن کے ہیں	عاقل
نہ کھا ہیبت وہی اس خاک کے پردے میں پنہاں ہیں	کہ جن کی ہم نشینی کا تجھے ارمان رہتا تھا	عزیز
بحر ہستی سے جو ہم تیغ کے گھاٹ اترے ہیں	تو لب گور نظر میں لب ساحل آیا	〃
اترا جنازہ دوش سے نزدیک قبر کے	پیدل ہوا سوار پہنچکر وطن کے پاس	〃
ہو کا میداں ہے اور گوشۂ تنہائی ہے	قبر میں چھوڑ چلے دوست تو تنہا کس پر	علی احمد
شعر خوانی خوش کلامی پھر کہاں جب آئی موت	خشک ہو نگے لب زباں سوکھے گی تن رہ جائیگا	〃
حکم خدا کے سامنے کیا کوئی کر سکے	لقمان دنگ ہو گئے حکمت نہیں رہی	〃
ہر دم ہے موت سر پہ غفلت نہیں ہے بہتر	بیدار ہو کہ غافل تربت بلا رہی ہے	〃
یہ سفر آنے کا دنیا میں نہ دشوار ہوا	کوچ کا وقت کٹھن تھا مجھے معلوم نہ تھا	〃
رہا گر کوئی تا قیامت سلامت	پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت	غالب
ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام	ایک مرگ ناگہانی اور ہے	〃
موت کا ایک دن مقرر ہے	نیند کیوں رات بھر نہیں آتی	〃
مٹی میں ایک روز جو ملنا ضرور ہے	جھکتا ہے سمت خاک ہی جو سر کہ خم ہوا	غافل
دی مرگ نے جو صدائے بے شک	میں قید غم جہاں سے چھوٹا	فدا

دنیا کہ جسکے زعم میں بھولا ہوا تھا میں
خیال اجل دائما چاہیئے
چونکانہ خواب مرگ سے اکدن بھی گور میں
اب ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو تم سوئے آسماں
کیا چین سے نیند آگئی منعم کو تہ خاک
بعد مردن پوچھتے ہیں گور میں منکر نکیر
مرنے کا جسکو سوچ ہے نادان محض ہے
کوئی نہ ٹھیرا وقت جب آیا
فائدہ کیا گر میسر بھی ہوا آب حیات
شہنشاہ ہو یا کہ گدا ہو کوئی
رتبہ بلند پست ہوا جب فنا ہوا
زیست کو مرگ سمجھتے ہیں ہم
اللہ اس یقیں پہ تو یہ ہے بشر کا حال
نہیں ٹلتی مقرر ہے جو ساعت موت آنے کی
اے موت کچھ بتا کہ یہ کیا انقلاب ہے
مرنے والو یہ ادا خوب نہیں وقت سفر
کیوں نہ تڑپے فراق جسم میں روح
کیوں ہے اے موت تری گرمیٔ بازار یہ کیا
قبر تک دوست بھی پہنچا کے چلے جاتے ہیں
اے دل نافہم آخر تا کجا ہستی تری
اے موت تری یاد نے سب کچھ بھلا دیا
وہ لوگ جو کہ تیری ترازو پہ تُل گئے
یہ راہ وہ ہے جس سے گزرتا ہے ہر کوئی
کیا کیا کتاب زیست میں نقش و نگار تھے
چین سے گزری نہ دم بھر بھی سرائے دہر میں
تعویذ لحد پایا جب دہر سے چین آیا
جو شمع شبستاں ہے چراغ سحری ہے
اچھے جو تھے اٹھے وہ ہم سے جو تھے رہے وہ
ملک عدم کو جائینگے گھر بھی وہیں بنائینگے
موت کی لگ گئی نظر جب تو مریض چشم پر
جو عدم میں تھے ہوئے خلق وہ جو وجود میں تھے وہ چل بسے
جسم خاکی میں مری روح یہی کہتی ہے
تعلقات جہاں سے چھٹے ہیں مرقد میں

غافل دم اجل وہ رفیقہ کدھر گئی
ہر انساں کو خوف خدا چاہیئے
سو بار زلزلے مرے شانے ہلا گیا
بالیں پہ موت آگئی وقت دعا گیا
سنتا ہوں اسے بالش و بستر نہیں ملتا
کیا یہاں لایا وہاں کیا ساز و ساماں رہ گیا
دنیا میں ہر وجود کو موجود ہے عدم
چلدئے آخر جانے والے
موت کے آگے نہیں چلتا کسی کا چارہ ہی
تہ خاک ہیں سب یہ جانے کے لوگ
سنگ سر مزار مرا سنگ پا ہوا
پیراہن ہے سو کفن ہے اپنا
غفلت بڑھے کچھ اور جو بیم قضا نہ ہو
جگہ اسمیں نہیں دم مارنے کی لب ہلانے کی
پوشاک بھی بدل گئی گھر بھی بدل گیا
پھیرنا آنکھ کا سب سے دم مردن کیسا
چھٹ گیا ساتھ زندگی بھر کا
جان دیدے کے ہیں سب تیرے خریدار یہ کیا
پہلی منزل ہی میں سب راہ سے کٹ جاتے ہیں
موت جب آئیگی سب نشہ ہرن ہو جائے گا
اک نقش بیخودی تھا اسے بھی مٹا دیا
اے موت سوے ملک عدم کل کے کل گئے
خاموش کچھ چلے گئے کچھ کر کے غل گئے
ابر سیاہ مرگ سے سب حرف دھل گئے
گور میں جا کر ملی آسایش منزل ہمیں
تعویذ یہ لکھوایا اس خواب پریشاں کا
ہے کون جو خورشید لب بام نہیں ہے
پہلے ہوئے روانہ جو میر کارواں تھے
اب نہ پلٹ کے آئے گی ٹھوکریں عمر کھا چلی
نقش ہوئے نہ کارگر اور نہ اک دعا چلی
جو رہا تھے ہو گئے قید وہ جو اسیر تھے وہ رہا ہوئے
زندہ در گور ہوئے خلق میں آنیوالے
سفر تمام ہوا آج اپنے گھر آئے

فدا
"
"
"
"
"
"
فانی
فیض
"
"
"
فصاحت
فصیح
فروغ
"
"
"
"
فوق
"
"
"
"
قلق
قدر
"
"
"
"
"
"
"

موت

لحد میں رکھکے بولی موت مجھ سے
یہی ہے راہ اس دولت سرا کی

[illegible]

قدر

کیوں

[illegible]

موت

ہستی سے پھر عدم میں جس وقت جا بسیں گے / یہ جھگڑے یہ بکھیڑے یہ رنج و غم نہ ہوں گے	تسکین
کیوں اس قبائے تن پہ پھولا ہوا ہے ناداں / اک روز موت آ کر توڑے گی اس کے ٹانکے	"
اس وقت ہم سے تنگیٔ کیا بن سے ہم آئے / نکلی جو تن سے توڑ کے جب جوڑ بند روح	"
کون بازی لے گیا یہ وہ ہے میدان اجل / چلدیا رستم یہاں تیر و کماں چھوڑے ہوئے	مص
ہر بشر کو تو موت کا ہے یقیں / پر کہاں اور کب خدا جانے	"
ہیں قبر میں رکھتے احباب جو لے / عدم کی سمت پہلی منزل یہی ہے	"
قوت و مال و حکومت نہیں کچھ آتی کام / تیر کی طرح جب سیدھا کرو قضا آتی ہے	"
کیا جانے ہستی کے تغیر کا ہے / خوش ہوتے ہیں کپڑے جو بدلتے ہیں یہ	"
مانند حباب زیست اک دم کی ہے / کیوں بلاکت میں قدم دھرتا ہے	"
خود بخود بعد مرگ ملتے ہیں / باد میں باد اور خاک میں خاک	سکیوں

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کیوں جمع کروں وقت ہے ہر وقت اجل کا	توشہ بھی ہو کل کا تو بھروسا نہیں کل کا	قدر
ہائے یہ موت نے ویران کیا کس کس کو	کوہ فرہاد نے مجنوں نے بیاباں چھوڑا	"
ہر بہانے موت ہے ہر حیلہ رزق	مر گئے فرقت کا حیلہ ہو گیا	"
سرگشتگی ہے روح سے اس مشت خاک کو	قائم کبھی رہا نہ بگولا کسی طرح	"
نہ وہ ساقی نہ وہ مطرب نہ وہ احباب اپنے	دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت کیسی	"
پاؤں پھیلائے ہم نے مرقد میں	چلتے چلتے تھکے سفر ہی تو ہے	"
اب تو عہد زندگی ہے ملتے ہیں سب اقربا	پھینکدیں گے ایکدن سب یار ملکر خاک میں	"
اک پاؤں ہے رکاب میں اک ہاتھ باگ پر	یوں منتظر کھڑا ہوں میں کوس رحیل کا	"
جار ہے گور میں نفرت یہ ہوی عالم سے	ایسا گھر ڈھونڈ لیا جس میں کوئی در نہ ہوا	"
روز کہتے ہیں چلیں گے عدم آباد کو قدر	کوئی تاریخ کوئی روز مقرر نہ ہوا	"
لحد میں پاؤں پھیلا کر نہ کیونکر چین سے سوئیں	تھکے ماندے مسافر چین سے پہنچے ہیں منزل پر	"
قبر وہ ظلمتکدہ ہے جس جگہ	بجھکے شمع زندگانی جائے گی	کمال
چین سے خاک رہیں ہم کہ جہاں میں ہمکو	غم رہا تا نفس باز پسیں جانے کا	مصحفی
تجھ سے ناچار ہیں اے موت وگرنہ ہم تو	قصد کرتے نہ کبھی زیر زمیں جانے کا	"
مصحفی آئے تھے ہستی میں عدم سے جو یار	پھر ارادہ کئے بیٹھے ہیں وہیں جانے کا	"
گور میں جب سے گڑے آزار تب کوئی نہیں	ہاتھ آئی ہے عجب دار الشفا بیمار کو	"
جہاں سے ایک دن آخر تو جانا ہے خرد مندو	دل اپنا زندگی سے پہلے ہی بیزار کر بیٹھو	"
تن سے جو روح نکلی پھر خرخشہ نہیں کچھ	خواب جہاں کی ہم کو تعبیر یہ ملی ہے	"
عجب ان خفتگان خاک کی ہے نیند بے کھٹکے	بڑے آرام سے سوتے ہیں چوکی ہے نہ پہرا ہے	"
ہو بندہ کہ اک چند فراموش زمیں ہے	اک دم میں جو دیکھو تو ہم آغوش زمیں ہے	"
خفتگان خاک کی مجھ کو فراغت پر ہے رشک	سوتے ہیں کیا چین سے یہ پاؤں پھیلائے ہوئے	"
اب جاتے ہیں اس جہاں سے تم میں	اے اہل جہاں بہت رہے ہم	"
جو قلزم فنا کا مسافر ہوا اُسے	باد مراد و موج و خطر دونوں ایک ہیں	"
پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف	آدمی گر جئے ہزار برس	"
اس مرگ کو کب نہیں ہے سمجھا	ہر دم دم واپسیں میں سمجھا	"
جسم نے روح رواں سے یہ کہا تربت میں	اب مجھے چھوڑ کے تنہا تو کہاں جاتی ہے	"
اے جان نکل کہ مصحفی کا	اسباب لدا ہوا کھڑا ہے	"
بعد مرنے کے ہوئی تن کی حقیقت معلوم	عبث اس خانۂ ویراں کی میں تعمیر میں تھا	"
جب کیا ترک مال و کشور سب	تب فراغت ہوی سکندر کو	"
قضا سیدھا بنا دیتی ہے کیسے کیسے بانکوں کو	کہ جب دم تن سے نکلا ہو گیا خود تنکے تن سیدھا	میکش
سرائے دہر میں کیا چین پائیں	ہمیشہ کھیلتی سر پر قضا ہے	"
یہ خوب دیکھا ہے ہم نے قضا جب آتی ہے	دعا نہ چلتی نہ ہوتا ہے کارگر تعویذ	"
پڑتے ہی رہتے ہیں صیاد اجل کے پھندے	آٹھ دس پھانس لئے چھوڑ دئے گھر دو چار	"

کیوں خوف جاں ہے حق کی حمایت میں یہ عبث	کیا وقت موت کا کبھی ٹالے سے ٹل گیا	محب
ہو چکی سب کوچ کی تیاریاں	اک کفن باقی تھا وہ بھی سِل گیا	"
اجل سے بھاگ کے جائیں کہاں یہ اہل زمن	نیا ہے گنبد گردوں مزار کی صورت	"
اس دار فنا میں تمہیں جو کرنا ہے کرلو	کیا جانئے دنیا سے سفر کل ہو کہ یا آج	"
چھڑایا موت نے اس زندگی کے سب بکھیڑوں سے	خدا کا شکر ہے ہم آج الجھن سے نکلتے ہیں	"
کٹ گئے سب محبؔ کٹھن رستے	آخری منزل سفر پہونچی	"
بے قضا کوئی کچھ نہیں کرتا	کوئی جلاد ہو کہ یا سفاک	"
بے منفعت ہے زیست تو مرنا ہے کیا مضر	اس کا قلق نہیں ہے تو اس کا سرور کیا	نیر
موت نے چھین لی ہے اپنی امانت آخر	عمر بھر جان چرایا کئے مرنے والے	"
یہ یاد رکھ اجل سے کبھی مخلصی نہیں	کر خوف یا نہ کر یہ تجھے بخشتی نہیں	مہر
کرتی نہیں کسی کا مگر موت انتظار	پورا ہو کام یا نہ ہو سب ایسے ہیں شکار	"
جھوٹا تمام زیست کا یہ ساز و برگ ہے	دنیا میں کوئی چیز ہے برحق تو مرگ ہے	"
کون کون آکے بجاتا نہیں کوس رحلت	رہے کس کس کے یہاں طبل و علم دیکھو تو	"
لب گور خدیو ہفت کشور پر یہ مصرع ہے	جہاں سے ہم گئے تھے پھر وہاں ہر پھر کے آٹھیرے	"
تا زندگی ہمیشہ رہے موت کا خیال	تکیہ میں اپنے ساتھ بس اپنا کفن رہے	"
قضا روکے رکی ہے پاسبانوں سے بھی نادانو	وزیر و شاہ کیوں محلوں کے اندر چھپتے پھرتے ہیں	"
برحق ہے مہرؔ موت جہان خراب میں	غمناک کیوں ہے کس لئے اندوہناک ہے	"
اجل کا جب پیام آیا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے	عزیزو وہ بھی دن ہوگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے	"
شادی کی جا ہے مرگ نہ رونے کی یوں سمجھ	جو مرگیا وہ دار محن سے نکل گیا	"
آخر اک روز ہے مرنا برحق	زندگانی کی تمنا کب تک	"
رہنا نہیں دنیا سے ہمیں چلنا ہے	موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی	"
پیشانی میں ہر ایک کی لکھا ہے یہی	موت ایک نہ ایک دن پیش آنی ہے	"
اجل سر پر کھڑی ہے اور تم دنیا میں مائل ہو	خدا سے بھی مناجاتوں میں بس دنیا کے سائل ہو	"
بھلائی آؤ کچھ کرلو کہ مہلت اور فرصت ہے	اجل کا وقت کیا جو دم گزر جائے غنیمت ہے	"
ہشیار تجھے کرنے کی تدبیر ہے یہ	اب بھی نہ ہو بیدار تو تقدیر ہے یہ	"
آتا جاتا نہیں ہے دم ہرگز مہرؔ	نقارۂ کوچ کی بم و زیر ہے یہ	"
کیوں رہتی ہے تجھ کو خواہش عمر مزید	امید وہ کر کہ ہو سکے جسکی امید	"
بیماری و موت کا ہے گھر جسم اے مہرؔ	غافل کیسی اسے بقائے جاوید	"
صیاد اجل ہے اور یہ دنیا ہے جال	دانہ ہے زر و زمین و زن کا جنجال	"
اس دانہ و دام میں پھنسا جو اے مہرؔ	صیاد سے بھی اسکی رہائی ہے محال	"
کیوں خوف اجل سے تیرا دل ہے بیکل	کیا خوف زدوں کو بخشدیتی ہے اجل	"
مرنا برحق ہے مہرؔ مرنا برحق	گو آج بچے تو دوسرا دن ہے کل	"
ہے آنکھ وہی ناک وہی کان وہی	احساس کے موجود ہیں سامان وہی	"

موت

کیا چیز نہیں رہی جو ہوتی نہیں حس	مہر
مردہ بھی تو جوں توں کا ہے انسان ہی	"
روتی ہے زن کہ ہائے میرے شوہر	"
روتا ہے پسر کہ مر گئے ہائے پدر	"
ہے جسم تو خاک پہ پڑا جوں کا توں	"
اے قبر ہے یہ گریہ و زاری کس پہ	"
گہوارۂ عیش میں مگر جھولا ہے	"
ثروت پہ غنی جو اس قدر پھولا ہے	"
ہنستی ہے کھڑی اجل سرہانے آ کر	"
کیا بھولا ہے کیا بھولا ہے کیا بھولا ہے	"
موت سے خائف ہے تو امراض سے زنہار تو	"
جسم خاکی کو مگر ہرگز نہیں بس ممکن بقا	"
روکنے سے کب رکا ہے تھامنے سے کب تھما	"
کل اگر ہے گا آج یہ مٹی کا گھر گر جائیگا	"
کیا دھرا ہے بیہودہ شغلوں میں ان سے باز آ	"
کام آئیں گے نہ یہ جب موت کا آیا پیام	"
نہ زر ساتھ جائینگے نہ گھوڑے ساتھ جائینگے	"
تن تنہا ہے کوچ اس جا سے جب آئی قضا تجھ کو	"
یہ دن ہے سامنے اور اس پہ یہ طول امل ناداں	"
عمر رہنا ہے اس دنیا میں شاید دائماً تجھ کو	"
تعجب ہے	

موت

فکر ہیں مرگ کے ہونا سر در پیش
ہے عجب طور کا سفر در پیش
جی کے جانے کا نہیں اندوہ ہاں ہے ایک میر
حشر کو اٹھنا پڑے گا پھر یہ اک غم اور ہے
وقفہ مرگ اب ضروری ہے
عمر طے کرتے تھک رہے ہیں ہم
رہ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ
بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ
پہلا قدم ہے انساں پامال مرگ ہونا
کیا جانے رفتہ رفتہ کیا ہوگا حال میرا
صد حیف زیر خاک نہ نکل چلے گئے
عمر عزیز آہ نہیں آئی اپنی گئی
مہلت نہ دی کبھی اجل نے
اک حرف کی بھی مہلت ہمکو نہ دی اجل نے
تھا جی میں لے آہ کیا کیا پر کچھ نہ کہنے پائے
کاروانی ہے جہاں عمر عزیز اپنا میر
رہ ہے در پیش سدا اس کو سفر کرنے کی
سوال میں نہ ملے جو انجام زندگانی کا
دو قصیدہ نے سوے زمیں اشارت کی
گئی گزر نہ امروز و فردا میں جان عزیز
کہنے ہی

تعجب ہے مزہ کیونکر تجھے آتا ہے کھانے کا — میر
زن و دختر پسر مادر پدر خواہر برادر سب
یہ جاہ و مناصب نہیں کام آئینگے — "
بچتا نہیں ہے موت سے تدبیر لاکھ کر
پیغام اجل آئے گا پر آئے گا — "
دنیا ہے سرائے پنجروزہ اے مہر
دیکھی ہے اجل کی ہم نے چابکدستی — "
جب مہر حباب کی طرح آنکھ کھلی
دل میں اجل کے رحم کا ہرگز پتا نہیں — "
میدان گاہ دہر میں اک قتل عام ہے
دل میں اجل کے رحم ذرا بھی مگر نہیں — "
جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے
برحق ہے ایک موت ہی اس کارگاہ میں — "
یاں گر ہے کوئی امر یقینی تو موت ہے
کہتے ہیں جس کو قبر وہ سونے کا ہے محل — "
کس کا نشان اور مزیب کہاں کا نام
جسم خاکی چھوڑ کر اکدن نکل جائیگی روح — "
بحر جہاں میں آکے عدم سے ہر ایک بار
عدم سے آیا ہوں اکدن عدم کو جاؤنگا — "
نوشتہ فرد قسمت کا مٹے کب
میری طرح سے اکدن بازار سے جہاں کے — "
فکر دنیا سے چھوٹے اس رنج جہاں سے پائی نجات
ہے تہ خاک فرش خاک لگا — "
ہو پیر نود سالہ کہ ہو مرد جواں سال
اندیشہ کی جاگہ ہے بہت میرجی مرنا — "
جو لوگ چلتے پھرتے یاں چھوڑ کر گئے تھے
زندگی کرتے ہیں مرنے کے لئے اہل جہاں — "
راہ عجب پیش آئی ہم کو یاں سے تنہا جانے کی
غم سے نزدیک مرنے کے پہنچے — "
گزرے بسان صرصر عالم سے بے تامل
جاتے ہیں چلے قافلہ در قافلہ اس راہ — "
غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
حرف غلط تھے کیا ہم صفحہ پہ زندگی کے — "

سفر سر پر سوار ایسا ہو جب دنیا سے جانے کا — مہر
ہوئے ہیں چھوڑ کر سب کو الگ جب موت آئی ہے — "
جب نزع کے وقت ہوگیا حال تباہ
ہیں ہوشیاریاں تری اے ہوشیار ہیچ — "
کیا موت کا فکر کرکے پھل پائے گا
یاں کون رہا ہے کون رہ جائے گا — "
بیجا ہے غرور اور بے جا ہستی
بس دیکھا کہ خواب تھی سب ہستی — "
کرتی کبھی کسی کی رعایت ذرا نہیں
ہر ذی حیات کو یہ اجل کا پیام ہے — "
اس سے کبھی بچا کوئی فرد بشر نہیں
یہ پیراہن حیات کا اک روز چاک ہے — "
مرنا ہے ایک دن یہ ہے سب کی نگاہ میں
جو جو ہے ذی حیات وہ اک روز فوت ہے — "
دنیا میں لوگ کرتے ہیں فکر مکاں عبث — مزیب
جب ہم نہیں تو سب ہے یہ نام و نشاں عبث — "
ساتھ دینے کا نہیں پیدل کوئی اسوار کا — منتہی
اس کشتئ حیات کا لنگر ڈبو گیا — "
سرائے ہستئ فانی مرا دیار نہیں — "
سپر ممکن نہیں تیغ قضا کی — "
جائیں گے ہاتھ خالی جتنے ہیں مال والے — "
لاکھ طرح کی راحت پائی اک اپنے مرجانے سے — "
شاہ کے واسطے گدا کے لئے — "
ہر دیدۂ بینا میں چراغ سحری ہے — "
در پیش عجب راہ ہے ہم نو سفروں کا — میر
دیکھا نہ اب کے انکو آئے جو ہم سفر سے — "
واقعہ میر ہے در پیش عجب یاروں کو — "
یارو ہمدم ہمراہی ہر گام پہ بچھڑے جاتے ہیں — "
دور کا میر ہے سفر در پیش — "
افسوس میر تم نے کیا سیر سرسری کی — "
چلنے میں تردد نہیں تیار ہیں ہم لوگ — "
عجب مرحلہ ہم کو در پیش ہے — "
جو صاف یوں قضا نے ہمکو مٹا دیا ہے — "

کتنے ہی آئے لے گئے سر پر خیال میر	ایسے گئے کہ کچھ نہیں ان کا اثر کہیں	میر
آسودگی تو معلوم اے میر جیتے جی یاں	آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں	”
کیا آسماں پہ کھینچے کوئی میر آپ کو	جانا جہاں سے سب کو مسلم ہے زیر خاک	”
مرگ اک زندگی کا وقفہ ہے	یعنی آگے چلیں گے دم لے کر	”
وسعت جہاں کی چھوڑ جو آرام چاہے میر	آسودگی رکھے ہے بہت گوشۂ مزار	”
اس موج خیز دہر میں ہمکو قضا نے آہ	پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا	”
کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں	ناداں یہاں کسی کا کسی کو بھی غم ہوا	”
اہل جہاں ہیں سارے ترے جیتے جی تلک	پوچھیں گے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا	”
مرگیا جو اسیر قید حیات	تنگنائے جہان سے نکلا	”
موت کلید درِ اسرار ہے	موت مسیحائے ہر آزار ہے	مرزا
معنئ امکان تغییر ہے موت	صورتِ بطلان تحییر ہے موت	”
موت ہے لاریب مآل حیات	علتِ غائی و کمالِ حیات	”
زندگئ صاحب عرفاں ہے موت	راہبر کوچۂ جاناں ہے موت	”
موت سے ڈرتے نہیں اہل کمال	موت سے ڈرنا ہے حماقت پہ دال	”
مایۂ زحمت ہے پئے اشقیا	آیۂ رحمت ہے پئے اتقیا	”
قید تشخص سے چھڑاتی ہے یہ	عالم تجرید دکھاتی ہے یہ	”
بند کشائے قفسِ تن ہے یہ	سیر نمائے گل و گلشن ہے یہ	”
زیست ہے اک اسم یہ موسوم ہے	زیست ہے اک نقطہ یہ مفہوم ہے	”
اس سے بنا مطلب رفت و ربود	اس سے کھلا رابطۂ ہست و بود	”
علت و معلول بقاء و حیات	حاصل و محصول بقاء و حیات	”
شرح کن معنئ بیم و رجا	درس دہ مکتب فقر و غنا	”
قاطع شہوات طبیعی ہے یہ	ہادم لذات طبیعی ہے یہ	”
بادۂ نخوت کا یہی ہے خمار	نشہ دولت کا یہی ہے اتار	”
سرد کن آتش ظلم و فتور	زرد کن چہرۂ اہل غرور	”
مبطل ہر دعوے باطل ہے یہ	عجز ہے یاں سب کو وہ مشکل ہے یہ	”
زیست میں ہے شائبۂ فصل دوست	موت میں ہے ذائقہ وصل دوست	”
قلزم ہستی کا کنارہ ہے یہ	جیتے ہیں جس پر وہ سہارا ہے یہ	”
ذات خدائے ازلی کے سوا	اور ہر اک شئے کے لئے ہے فنا	”
ظلمت ظلمات سے تاریک ہے	باڑھ سے تلوار کے باریک ہے	”
پائے خرد لنگ ہے اس راہ میں	جوہر کل دنگ ہے اس راہ میں	”
عالم اجسام ہے ناپائدار	ہستئ موہوم کا کیا اعتبار	”
جی میں یہ آتا ہے کہ مرجائیے	عالم فانی سے گزر جائیے	”
گزشتگاں کا بیاں کرکے میں روانہ ہوا	فسانہ گو تھا جو کل آج وہ فسانہ ہوا	ماہر

موت

موت

ڈرتی ہے روح یارو اور جی بھی کانپتا ہے
مرنے کا نام مت لو مرنا بری بلا ہے
ہے دم کی بات جو مالک تھے یہ اپنے گھر کے
جب مرگئے تو آخر گھر کے رہے نہ در کے
دکھ پاکے مرگیا کوئی سکھ پاکے مرگیا
بیٹھا رہا نہ کوئی ہر اک آکے گزرا
جب پیک نے اجل کے کیا آکے اپنا گزار
روشنی کی نہ کرامات کی بہار
کام آ سکی نہ صاحب تاج و علم سریر
مفلس غریب صاحب زندہ رہا نہ میاں نظیر
کون اس جہاں میں زندہ رہا پیر و جواں و صغیر و بابا
تن سوکھا کبڑی پیٹھ ہوئی گھوڑے پر زین دھرو بابا
اب موت نقارہ باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا
قزاق اجل کا رستے میں جب بھالا مار گرا دیگا
دھن دولت ناتی پوتا کیا اک کنبہ کام نہ آئے گا
اے دل سنج مزار دیکھا
پہلا یہ مقام ہے سفر کا
بعد مردن کیا سبکباری کا مجھے حاصل ہوئی
بوجھ بالائے لحد ہے چادر تنویر کا
پس مردن جو دیکھا اول و آخر برابر ہے
وہی پھر خاک میں آیا ہوا جو خاک سے پیدا
آرام

نظیر ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ نسیم ״ ״ ״

کہا دل نے جب ہم سر گور پہنچے
سیکڑوں تدبیر کرکے فلسفی بھی مرگئے
جو گیا دنیا سے مت رکھ اسکے آنیکی امید
طعمۂ باز لحد ہوئے گا ہر شخص ضعو
ناز و انداز و کرشمہ جن کا تھا عالم فریب
یہ زمین و آسماں کچھ بھی نہیں
سب کو ہے موت آنی سب کے لئے قضا ہے
بلندی میں مثال آسماں گو قصر تھا تو کیا
گور آتی ہے نظر جب مجھ کو گھر آتا ہے یاد
دیوڑھیوں پر بہر حفظ جان عبث ہے بندوبست
بے سبب اسباب او غافل فراہم کیا کروں
خاک میں پوشیدہ ہو جائینگے سب عالی دماغ
ہے ہر اک آفت سے امین مسکن اہل فنا
دم نکلنے پر جو آتا ہے نہیں رکتا ہے پھر
غنیم موت ہے اس سے بھلا لڑیگا کون
قبر اگر پکّی بنی مردے کو کیا
جسم خاکی کو یہیں چھوڑیں عدم کی راہ لیں
خاک ہو جاتے ہیں دونوں خاک میں ملنے کے بعد
کر گئی جان حزیں تن سے سفر اچھا ہوا
واسطے مرنے کے ہم پیدا ہوئے
لیکر سند اجل کا جب فوجدار آیا
اعلام نے قضا کے جب آ فنا پکارے
جب دم قضا پکاری اب اٹھ چلو میاں جی
مارا قضا نے بھالا جب دم قضا کا آکر
آکر بجے اجل کے جب سر پہ شادیانے
مرنے کا ڈر ہے انکو جو رکھتے ہیں تن میں جاں
جب آئی اجل پھر نہ رہا تخت نہ افسر
جب آئی اجل پھر نہ چلا زور اجل سے
جب تن کے اوپر مرگ نے آ ڈالدی کملی
جب گھڑی آئی قضا کوئی نہ پھر پوچھیگا بات
گھڑی کی عمر ہو یا لاکھ کا سن
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں سچ پوچھو تو کیا خاک ہوے
جب موت مرض نے آن لیا سب بھولے نبض و قارورہ

عدم کے مسافر کی منزل یہی ہے
اک دوا چلتی نہ دیکھی موت کے آزار پر
موج کو ممکن نہیں ہے بازگشتن آب میں
باوجودیکہ نہیں ہیں زغن گور کے پر
موت نے اپنی دکھائی جب ادا کچھ بھی نہیں
پنجروزہ ہے جہاں کچھ بھی نہیں
سب کو ہے جان دینی سب کے لئے فنا ہے
اجل کے ہاتھ سے زیر زمیں آخر فریدوں ہے
اس سفر میں ہائے دنیا سے سفر آتا ہے یاد
موت پھر جاتی ہے کوئی چوب درباں دیکھکر
چھوڑ جاؤں گا میں سارے عالم اسباب کو
کوڑتی ہے گرد زمیں دیکھو نہاں افلاک کو
باغ جنت کو خدا ہرگز خزاں کرتا نہیں
دیکھ لو قصر حباب اے اہل غفلت در نہیں
عبث جناب فراہم سپاہ کرتے ہیں
استخواں ہر ایک چونا ہوگیا
اب وطن کو چلئے گرد دشت غربت چھوڑکر
چار دن کوئی گدا ہے کوئی کیکاؤس ہے
تھی امانت جسکی پہنچی اس کے گھر اچھا ہوا
زندگانی موت کا پیغام ہے
اکدن میں حکم و حاصل سب ہوگیا پرایا
پھر محکمہ نہ جھگڑا قاضی رہا نہ مفتی
پھر شیخ جی نہ سید مرزا رہے نہ خاں جی
پھر مردمی شجاعت سب ہوگئی برابر
تھے نیک و بد جہاں تک سب لگ گئے ٹھکانے
اور وہ جو مرگئے تو انھیں موت پھر کہاں
اسپ و شتر و فیل و خر و نوبت و لشکر
دو دن کو جو تعویذ و فتیلہ و عمل ہے
اکدم میں ہوا ہوگئے سب نظری و عملی
الفت و مہر و محبت سب ہے جیتے جی کے ساتھ
نظیر اس بزم سے چلنا ہے اکدن
جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے قضیے پاک ہوے
گو نسخے لاکھ مجرب تھے پر کام نہ آیا اک نسخہ

مسکیں ״ ״ ״ مقبول مدنی نوح ناسخ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ نصیر ناظم نظیر ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

آرام کہاں نصیب ہم کو	کھٹکا در پیش ہے سفر کا	نسیم
کیا زیر خاک جاکے میں رہتا جہاں کو یاد	بھولا مزہ جو لقمہ گلے سے اتر گیا	نظم
گنبد میں آسماں کی چھپا تھا قضا سے میں	کیا جانتا تھا یہ نہ ملے گی اماں کہیں	"
بہت جلدی کی تونے کوس رحلت کے بجانے میں	کہ میں نے اے اجل ماتم نہ دیکھا دوستداروں کا	"
جنازہ جب لب مرقد پہ آپہنچا تو ہم سمجھے	نہیں تھا فاصلہ کچھ ایسا گہوارہ سے مدفن کا	"
بدن سے روح نکلکر عدم میں جا پہنچی	نکالا گھر سے جو باہر قدم مقام آیا	"
لبریز جام عمر ہوا آگئی اجل	اور اٹھ گئے بھرا ہوا پیمانہ چھوڑ کر	"
مرنے کے بعد پھر نہیں کوئی شریک حال	جاتا ہے شمع کشتہ کو پروانہ چھوڑ کر	"
پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح	الجھا کے رشتہ ہائے امید دراز میں	"
لکھا ہے نام ہر ذی روح کا جب مرنیوالوں میں	تو سمجھو روح اس قالب میں کیا آئی کہ موت آئی	"
روح کی قالب خاکی سے جو رحلت ہوگی	کیا ہی آغوش لحد میں مجھے راحت ہوگی	نواب
بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں	لیجائے گی یہ کھینچ کے آخر زمین میں	نذیر احمد
تنگئ دو جہاں سے بعد فنا	اب ہیں قبر میں فراغت ہے	نشاط
زندگی تک ہے یہاں اہل سعادت کی بھی قدر	بعد مردن ہے مگس رانی ہما کے واسطے	وزیر
قفس تن میں نہ گھبرائیو اے طائر روح	جو گرفتار ہے اک روز رہا ہوتا ہے	"
گلزار دہر میں صفت نخل بارور	تا زیست ہمکو موت کا کھٹکا لگا رہا	واسطی
قضا کے ہاتھ سے بچنا محال ہے اس کا	ہزار جا کے چھپے آہنی حصار میں روح	"
قبر سلطاں کی بنا موت نے آکر ڈالی	قصر پورا نہ ہوا تھا کوئی تعمیر ہنوز	"
کوئی نہ دست مرگ سے ہم کو چھڑا سکا	کام آئے یار دوست نہ کچھ اقربا عزیز	"
موت کی یاد فراموش نہ ہو زندوں کو	چاہئے روز گزر گور غریباں کی طرف	"
کریگی تیغ قضا ایک روز دو ٹکڑے	زرہ سے ہو تن رستم حصار آہن میں	"
عاقبت گور تلک اپنا جنازہ پہونچا	دور سمجھے تھے جسے ہم وہ مقام آہی گیا	"
آرام تہ خاک کیا عاقبت کار	بھٹکا ہوا بھولا ہوا میں اپنے گھر آیا	"
گوشۂ تربت میں پہنچے ہم مسافر شکر ہے	در بدر پھرنا چھٹا رنج سفر جاتا رہا	"
دنیا میں بیٹھنے کی جگہ امن کی نہ تھی	اچھا ہوا کہ ہم کو خدا نے اٹھا لیا	"
کام آئی قضا مصیبت میں	اب ہمیں کیا کسی سے کام رہا	"
طفل و جوان و پیر یہ جتنے ہیں آدمی	آئیگی اپنے وقت پہ انکی قضا ضرور	"
گدا و شاہ بعد مرگ زیر خاک یکساں ہیں	سکندر رہ گیا کیا شوکت شاہانہ تربت میں	"
ملے خاک میں خانداں کیسے کیسے	وہ ہے کون گھر جسمیں ماتم نہیں ہے	"
مٹی خراب شاہ و گدا کی ہے زیر خاک	جب لاش سڑ گئی تو حقیقت میں پانس ہے	"
فنا بھی آدمی کے واسطے ہے شمع کی صورت	کہ بجھ جاتی ہے آخر رات بھر جلتی ہے محفل میں	واقف
زندگی میں کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے	جسم سے روح کو اک روز جدا ہونا ہے	ہوش
یہ جسم زار اگر تھا نہ باعث راحت	دہان گور کا میں مرکے کیوں خلال ہوا	"

موت

اے ہوش سب بچھڑے ہیں دنیا کے وقت مرگ
مونس نہ کوئی کام نہ غمخوار آئے گا — ابوالحسن

پیدا کیا خدا نے مٹانے کے واسطے
تصویر ہوں زمانۂ ناپائدار کی — اکبر

سب کو جانا ہے دیار یار میں رہنا ہے کب
ایک رستے سے گزرنا ہے گدا و شاہ کا — [illegible]

آخرش کرنا سفر ہے جوں صبا اس باغ سے
کیا ہوا دو دن اگر گل یاں پہ جلوہ گر رہا — "

بالائے تخت زیست تنگ نوشیرواں گرا
مرکر نشیب قبر میں [illegible] — "

مسند شاہی پہ دو دن بیٹھکر ایوان چھوڑ کر
[illegible] — "

ایکدن کرنی ہے سب کو قتل تیغ قضا
قتل سے اس کے بری شاہ و گدا ہوتا نہیں — "

[illegible] خانۂ ناپائدار میں
مرکر تو قبر ہی کے رہینگے مکین رہیں — "

باد سے برباد ہر سو اڑ کے ہوگی بعد مرگ
حیف خاک قبر کو ترک وطن ہو جائے گا — "

قبر میں کوئی نہ پہچانے گا ہے گدا یا کہ شاہ
کون لیجاتا ہے یاں سے ساتھ مال و جاہ کو زندگی میں — "

زندگی میں لے پہن پوشاک مرکر قبر میں
زیست تک آسودگی روئے زمیں پر کب ملی
مرگ کو پیری میں اک دم بھی نہ بھولیں دانا
ہے گربۂ قضا کا نوالہ تو ایک دن
ہم تم کو بھی ہے ہمدم درپیش یہی اک دن
اب وہ یوں گور میں لاچار پڑے ہیں خاموش
سونپا ان کو بھی تہ خاک فلک نے ہمدم
جو ہیں آگاہ یکدم مرگ سے غافل نہیں ہمدم
آیا ہے عدم سے جو کوئی یاں سے اسے پھر
شرکت کوئی کسی کا نہیں دم آخر
اک موج اجل سے ہیں برباد حباب آسا
بسر کرے دو روزہ عمر اک چھوٹے سے چھپر میں
ارمان دل کے دل ہی میں رہ جاتے ہیں تمام
جو کچھ پیش آنی ہے پیش آئے گی ضرور
پھرتا ہے کیا چاروں طرف کر غور جانا ہے کہاں
عدم کے کوچ کرنے کا اجل فرمان لائے گی

گل کے مردوں کے کفن سب جسم عریاں ہوگئے
بعد مردن قبر میں آرام زیر خاک ہے
کیونکہ نزدیک ہے امید سحر آخر شب
غافل نہ گھر کا چھپنے کو جوں موش بل نہیں
یاران گزشتہ کا کیا کرتے ہو غم بیٹھے
نہیں مقدور کریں بات بہم ایک سے ایک
مارتے تھے جو خودی اپنی کا دم ایک سے ایک
نکلتا ہے دم میں دم بھروسہ کیا ہے آدم کا
وعدہ پہ اسے کرتی ہے تقدیر مرخص
کسی کا کچھ نہیں آتا ہے کام یاں اخلاص
اس بحر حوادث میں ہیں جو کوئی دم بیٹھے
جیسے ہمدم نہ ہووے موت کا کچھ باک گھر باندھے
کیونکر کریں نہ موت کا شاہ و گدا قلق
مرنا ہے ایک دن شرفی اس کا کیا قلق
کچھ یاد لے غافل تجھے کیا گور کی منزل نہیں
جو تحریر مقدر ہے وہ اکدن پیش آنی ہے

ہرچند
"
ہمدم
"
"
"
"
"
"
"
"
"
ہرنر
"
"
"

نامورى

تمہارے کام اگر اچھے تو نام اچھے ہیں
مربرآوردہ ہیں جتنے ان سے کیا امید فیض
جہاں میں نام سکندر ہے حشر تک زندہ
کس کس کا کروگے تم منھ بند
اسیر مرد سے ہے نام مرد کا بہتر
ہوے ہیں نامور عالم میں پر کیا فائدہ ہم کو
مرد سے بہتر ہے نام مرد سچ ہے یہ مثل
نامرد اور مرد میں اتنا ہی فرق ہے
ظرف پیدا کر جو چاہے شہرۂ آفاق ہو
بعد مردن کوئی جانے یا نہ جانے غم نہیں
عبث نام آوری پر اہل دنیا جان دیتے ہیں
حاتم کا داستانوں میں ابتک ہے تذکرہ
ہستی مری مٹا نہ سکی نیستی امیر
نام کرجاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں

گھرانے اچھے گھر اچھے تمام اچھے ہیں
ہے سوائے ظلم کیا ہر روز ایجاد فلک
حیات خضر ملی ترک آب حیواں سے
ہر زباں پر ہے تذکرہ میرا
کہیں زیادہ ہے رستم سے دھاک رستم کی
سوائے سنگ حاتم کیطرح کیا خاک ہے گھر میں
پہلوانی ہے سو ہے رستم کی آتش دھاک ہے
وہ نان کے لئے یہ مرے نام کے لئے
نام اک عالم میں چینی نے کیا فغفور کا
مٹ گیا جب نام مرقد کا نشاں بیکار ہے
لحد میں کچھ نہیں باقی ہیں قبروں کے نشاں باہر
وہ کام کر کہ ناموروں میں نشاں رہے
وہ ذکر خیر ہوں کہ جو ورد زباں ہے
کوئی مجنوں کی طرح کوئی ارسطو کی طرح

آزاد
امیر
•
"
"
"
آتش
"
اشک
"
امیر
"
اکبر

نامورى

جان دیتا ہے یہاں ہر ایک اپنے کام پر
نان پہ نامرد مرتے ہیں سب در نام پر — برق

کچھ سلطنت سے عیش ہمارے تئیں نہ ہو
اقلیم نام نیک کی جو زیر زمیں نہ ہو — بیان

شوق تسلیم پہ لازم ہے بھلائی کا خیال
یوں تو ابلیس نے بھی کام میں بس نام کیا — پرتو

فوائد بہت نیک نامی میں ہیں
منافع بہت خوش کلامی میں ہیں — تائب

چاہو کہ دنیا میں نیکی کے ساتھ
لگی دولت آخرت اس کے ہاتھ — "

کچھی کی طرح راہ نیک نامی سے کبھی بل سے کر
کہ صفحۂ زمانہ کے رہے تیرا نشاں باقی — ثاقب

اس سے ہے زندۂ جاوید جہاں میں انساں
نیکنامی کو نہیں آب بقا کہتے ہیں — "

ہوس شہرت کی ہے ثاقب تو کر حسن بیاں پیدا
جہاں میں ناخلف اولاد سے کب نام چلتا ہے — "

ہوئی حاصل نہ لذت ہستی
شغل عشق ہیں نامور افسوس — جویا

دنیا میں اسے خلیل عمارت سے ہے نمود
نام خلیل کعبہ کی تعمیر سے ہوا — خلیل

اے داغ

اے داغ کب چھپانے سے چھپتا ہے آفتاب	شہرہ کہاں نہیں ہے تمہارا کدھر نہیں	داغ
کمند نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی	لپٹ کر مثل طوق فاختہ عنقا کی گردن کو	ذوق
ایمان کی بات ہے تو یہ رمز	مرتے نہیں نیک نام ہرگز	رمز
رستم و زال کے احوال سے ہوتا ہے ثبوت	نام سے مرد کے دنیا میں نشاں رہتا ہے	رند
نے رستم اب جہاں میں نے سام رہ گیا	مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا	سودا
سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم میں	ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہیں ہوتا	″
مکان پختہ بناؤ نہ مقبرہ پختہ	کہ نام نیک نہیں کچھ نشان پر موقوف	سحر
دنیا میں نام مرد یہ از مرد ہے سحر	لوح مٹے گور کا بھی نہ باقی نشاں رہے	″
نام روشن چاہئے اے منعمو بعد از فنا	ورنہ یہ روز سیہ شمع لحد کا چور ہے	″
جز نام نیک کچھ نہ رہے گا جہان میں	خود مٹ گئے نشان لحد کیا ضرور ہے	
رہے گی نیک نامی تا قیامت ساتھ اپنے	یہی تو ایک شئے تھی کام جو بعد فنا آئی	سفیر
پہنچ جائے جب اپنی جانکنی تک کام دنیا میں	ملے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں	سوز
ہے سکندر کہیں نہ دارا ہے	نیک ناموں کا نام باقی ہے	شیدا
عنقا کا جب فسانہ سنا ہو گیا یقیں	نام اوروں کا خلق میں پیدا نشاں نہیں	شاہ
صفحۂ گیتی پہ میرا نام تو روشن ہوا	پر نگیں کی طرح منھ پہلے ہی کالا ہو گیا	شہید
مرد تھے جو مر گئے زندہ ہوئے	اس جہاں میں نام اپنا کر گئے	ضامن
عالم میں گو ہوا ہے مشہور نام اپنا	حاصل نہیں ہوا ہے افسوس کام اپنا	″
چھوڑ جا دنیا میں منعم کچھ تو اپنا تو نشاں	یا سرا یا چاہ یا مسجد بنا یا پل بنا	ظفر
ہوتا نگیں کی طرح سے ہے نامور وہی	کر لیتا دل پہ نقش جو ہے نیک بات کو	″
نگیں بے بینہ کاوی نامور ہو یہ نہیں ممکن	تجھے گر نام کی خواہش ہے کاہش ہونیوالی ہے	″
روسیاہی ہے فقط نام و نشاں کی خواہش	اے نگیں چاہئے بے نام و نشاں ہو جانا	
اسباب ظاہری سے نہیں اشتہار نام	آئینہ کب لگا ہے سکندر کی گور پر	عاشق
اگر شہرت کی خواہش ہے صفائے قلب پیدا کر	ہوا ہے جام کے باعث سے شہرہ دہر میں جم کا	″
خود ہی جب مٹ گئے پھر زینت مدفن سے حصول	خاک میں مل کے بشر ڈھونڈھتے ہیں نام عبث	قلق
ہم اپنے شعر کو اولاد سے سمجھتے ہیں بہتر	اسی سے بعد ہمارے چلے گا نام ہمارا	قدر
دنیا میں نام ایک سے ہوتا ہے چار کا	آدم سے ہے نشان جہاں میں ہزار کا	قطب
یوں تو بدنام بھی ہوتے ہیں جہانمیں مشہور	نیکنامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی	محب
ڈھنڈورا پیٹنے سے بھی نہیں ہوتی کوئی شہرت	نظر پڑتی ہے خود دنیا کی ہر انسان کامل پر	″
جو عاقل ہیں رفاہ عام کے وہ کام کرتے ہیں	جو احمق ہیں وہ اپنی جان دیدیتے ہیں شہرت پر	″
لے گئے سب بدن زمیں میں ہم	مصحفی اک زبان چھوڑ گئے	مصحفی
اسی کی بات اسی کا یہاں مقام رہا	وہی رہا جو زمانہ میں نیکنام رہا	منتہی
غم مرا کس لئے کہ دنیا میں	نہ رہا میں مرا فسانہ رہا	مومن
گیا جہان سے خورشید ساں اگرچہ میر	ولیک مجلس دنیا میں اسکی جا ہے گرم	میر

ناموری

نام و شہرت ہے فقط دھوکے کی ٹٹی اے عزیز یا زباں باتوں سے آ نہیں ہے کیا کچھ بھی نہیں	میر
نام سے کام نہ ہو معرکۂ دنیا میں خنجر چوب سے گردن بھی کہیں کٹتی ہے	ناسخ
نام سے کام نکلتا نہیں دنیا میں کبھی شاہ کہلانے سے کب شاہ گدا ہوتا ہے	″
چاہتا ہے نام تو کچھ یادگاری چھوڑ دیکھ محضر بنا قبر سکندر کے لئے	نظامی
شمع روشن جو نہیں ہے سر مرقد تو نہ ہو صد شکر کہ ہے نام تو روشن میرا	واسطی
وقار انساں کو لازم ہے نام اپنا کرے پیدا مروت میں فتوت میں سخاوت میں شجاعت میں	وقار
کرتا ہوں وقار آج تجھے ایک نصیحت وہ کام کرو جس میں رہے نام ہمیشہ	″
نہ کیوں اے ذوق ہوتا نام اپنا دہر میں روشن جو ہم بزم جہاں میں شمع ساں عرض ہنر کرتے	ذوق
حرف آئے نہ عیبوں سے کبھی ناموروں پر پاؤں نہ سیاہی کا جمے جیسے نگیں پر	″
نام باقی نیک ناموں کا رہے گا بعد مرگ آج تک حاتم کا شہرہ ہے گو حاتم نہیں	یکتا

ناامیدی

ناامیدی

تباہی میں سفینہ ہے تلاطم خیز دریا ہے
ہماری ناؤ دیکھو ڈوبتی ہے دیکھو ساحل ہے
نجیب

کچھ بہشت امید کا ملنا نہیں
کیا عدم میں اس نے گھر پیدا کیا
عاشق

جب جیتے جی ہی جی کی دل کی تمنا نہ بر آئی
کیا بعد فنا نکلے گا ارمان ہمارا
،،

غضب کی یاس ہے یارب غضب کی ناامیدی ہے
ہر اک امید سے پہلو نکل آتا ہے حرماں کا
عاصی

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ بزم میں
ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کریں
غالب

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
،،

تھی عبث دور فلک سے ہم کو امید بھی
رونا زمانہ حال و استقبال کا
نادم

ایک سال نکلا نہ ہے نفع اپنی جنس سے
ناخن ہلال کا
قاسم

کھولے گرہ کیا جدھر سے کچھ امید گیا
وائے قسمت کہ ادھر سے کچھ بھی نہیں
سیف

ناامیدی پکاری کہ لوگوں نے دامان بھرے
لاعلم

باغ میں گل ہے سبھی لوگوں نے دامان بھرے
ایک کمبخت نہیں رہ گئے ارمان بھرے
سنبرہوتی

کبھی پاؤں چلتے تھے راہ طلب میں
چھوٹتے ہیں اقربا جاتے ہیں ہم سوئے عدم

سخت ناداں ہیں جو ہمسلے سی رکھتے ہیں امید
غیر دل تنگی نہیں کچھ باغ عالم میں نصیب

جہاں میں زیست کا باعث فقط سہارا ہے
نہ ہو مایوس انساں عالم ذلت میں عزت سے

تھک گئے ہم رہِ طلب میں امیر
انسان جو چاہے کہ نہ ہو اس کو کبھی رنج

نہ کرائے یاس یوں برباد میرے خانۂ دل کو
قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں افسوس

سب کی رجوع یاس میں ہوتی ہے سوئے حق
لاتقنطوا پڑھا نہیں کیا تونے بے خبر

کچھ تاسف نہیں اس کا نہ برآئی امید
ٹوٹی جو تراب جگ سے امید

سیر کی سارے زمانہ کی ملے سب لیکن
حسرتیں تھیں امید کے دم تک

نہ گھر نہ در کہیں ٹھیک، چار تنکوں کا
بیقراری ہے امید کامیابی میں ادھر

آفتیں ساری جبھی تک تھیں کہ تھی تم سے امید
کیا بلا ہے اے فلک دن اپنے پھرتے ہی نہیں

جی میں جو حسرت تھی وہ آخر نہ نکلی زینہار
ہے کچھ اک باقی قلش امید کی

رشتۂ طول امل توڑا تو برآئی امید
ہمجنس سے توقع کیا خاک کوئی رکھے

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
ہمہ تن یاس کر دیا تونے

سچ تو ہے ارمان دل پورا کبھی ہوتا نہیں
ہوا خاک ہی نخل امید سڑ کر

ہجوم یاس میں کیا چین سے گزرتی ہے
نہ ہو مایوس ہرگز رحمت اللہ سے طاہر

انھیں یاس نے اب شکستہ کیا ہے — آصف رم
بیکسی کا وقت ہے چھایا ہے عالم یاس کا — امیر

نزنہ دیکھا آب پیکاں سے لب سوفار کو — ،،
صورت غنچہ گرہ میں کس لئے زر باندھئے — ،،

کمر ضعیف کی ٹوٹے اگر عصا ٹوٹے — ،،
نہ کنعاں کو زیبا نام رفعت کا غلامی ہے — ،،

کر چکے سعی جتنی قدرت تھی — امیر
زنہار کسی سے کوئی امید نہ رکھے — ،،

اسی گھر میں جلایا ہے چراغ آرزو برسوں — ،،
حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہنچا — افسوس

پھیری بتوں نے آنکھ خدا پر نظر گئی — بحر
نومید ہو نہ بحر خدائے کریم سے — ،،

حیف یہ ہے میں دعا مانگ کے مائل ٹھیرا — ،،
شکوے وگلے گئے جہاں سے — تراب

جس سے مقصود ملے ایسا کوئی در نہ ملا — توفیق
ناامیدی میں کیا کرے کوئی — ثاقب

بہار تھم کے ابھی آشیاں چمن میں نہیں — ،،
اور اُدھر تقدیر ناکامی کی ہے تدبیر کی — ،،

اب ہماری بھی گزرتی ہے بڑے آرام سے — جلیل
تھی بڑی امید ہم کو گردش ایام سے — ،،

دل کا جو ارمان تھا وہ دل کا دل ہی میں رہا — حالی
یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہئے — ،،

ترک مطلب جب کیا ہم نے تو مطلب ہوگیا — خلیل
مٹی ہی سے لحد کی آخر عذاب ہوگا — ،،

جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا — داغ
ستیاناس کر دیا تونے — ،،

جان سے گزرا ارم کے شوق میں شداد بھی — سرور
نہ پھل لایا کمبخت کچھ جڑ پکڑ کر — سہیل

کہ جب امید نہیں ہے تو اضطراب نہیں — سخن
خوشی کا وقت آیا رنج دل سے دور ہوتا ہے — طاہر

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں	تخم خواہش دل میں تو بونا ہے کیا	میر
مزاجوں میں یاس آگئی ہے ہمارے	نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی شادی	"
کچھ بھی نہ ہوا صفائے باطن کا ظہور	اے مہر وہی ہم ہیں وہی دلّی دور	مہر
پھل دیتی ہے کچھ ہمیں ریاضت کہ نہیں	اللہ کو دیکھتے ہیں کیا ہے منظور	"
افسوس کہ کچھ نیک کمائی نہ ہوئی	آئینۂ قلب کی صفائی نہ ہوئی	"
ظلمت کا ہی حجاب رہا پیش نظر	انوار کی کچھ جلوہ نمائی نہ ہوئی	"
دنیا کے لذائذ میں مزہ کچھ نہ رہا	تھا شوق دید حق وہ پورا نہ ہوا	"
ہم تھے ادھر کے نہ ادھر کے ہی رہے	دنیا بھی گئی اور خدا بھی نہ ملا	مصحفی
ماندگی میں کیا ہو منزل پہ پہنچنے کی امید	کس طرح پہنچے جو کوسوں کارواں سے دور ہو	نظم
کسی سے بسکہ امید کشود کار نہیں	مجھے اجل کے بھی آنے کا اعتبار نہیں	ناسخ
حاصل نہیں ہے دست تمنا کو غیر یاس	اس باغ میں چنار نے پایا ثمر کہاں	"
کام اوروں کے جاری رہیں ناکام رہیں ہم	اب آپ کی سرکار میں کیا کام ہمارا	ناثر
ہائے ناکامیٔ قسمت کا برا ہو ناثر	سر پٹکنے کو در یار کا پتھر نہ ملا	"
مری ناکامیاں اس حد کو پہنچیں	دعا میں بھی نہیں تاثیر باقی	نیر
میں وہ بے آس ہوں کہ میرے پاس	یاس آئی ہے آسرا کرکے	نسیم
زیست ہے موت نامرادوں کی	خاک پڑ جائے ایسے جینے پر	یکتا

نا اتفاقی

مذہب کو لیا تو بحث میں سر ٹوٹا	چاہی اصلاح تو خدا ہی چھوٹا	اکبر
شکوہ ہم غیر کا کریں کیا اکبر	اپنوں ہی نے ہم کو ہر طرح سے لوٹا	"
ایک گھر میں نہیں رہ سکتے ہیں یاں دو انساں	حشر کو ہوں گے ہر اک قبر سے ستر باہر	امیر
کہیں مذہب کا قضیہ ہے کہیں مطلب کا جھگڑا ہے	جسے دیکھا سو بگڑا ہے عجب بے اتفاقی ہے	تراب
بدذاتی سے آپس میں نہیں ایک موافق	کہنے کو وہ ہمذات ہیں اور بھائی ہیں جدّی	"
پڑے گا تفرقہ بے روح چار عنصر میں	مکاں درست رہیگا یہ بے مکیں کب تک	جرار
پس مردن بھی دو سلطاں کہیں باہم نہیں رہتے	کہیں گور سکندر ہے کہیں قبر فریدوں ہے	جوش
چونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق	آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے	حالی
صفحۂ دہر پہ اک دل نہ ملا ایک سے ایک	دل کے دو حرف ہیں تو وہ بھی جدا ایک سے ایک	ذوق

نفس امّارہ

نہ کرنا نفس امارہ کے بہکانے سے کچھ اے دل	کہ عاقل خوش نہیں ہوتے کبھی جاہل کی تحسین پر	امیر
ہے نفس شوم بھی تن خاکی میں دل کے پاس	یوسف کے ساتھ گرگ بھی ہے بند چاہ میں	"

نفس امارہ

نفس امارہ

ہوائے نفس کو اپنے کیا ہے پیشوا جس نے
تراب اسکو بھلا کس طرح شیخ مقتدا سمجھے — ترابؔ

دل کو خواب آرزوئے نفس نے کیا
دل صاف وہ ہے جس میں کوئی آرزو نہ ہو — ،،

خدا را نفس کا بندہ نہ بنیا
نہ کر یہ شرک وہ بندے خدا کے — ثاقبؔ

جو تو دانا ہے تو دانستہ نہ پھنس اس دام میں
نفس امارہ کی ڈوری دست شیطاں میں نہ دے — ،،

نفس شیطان کہیں ہوتا کسی صورت سے جلال
بن کے اکثر یہی اکسیر بگڑ جاتی ہے — جلالؔ

قادر ہوا اپنے نفس پہ آکے جہان میں
ختم ہے نبی و ولی و امام پر — جوشؔ

بادشاہی ہے نفس کی تسخیر
ظل بال ہما سے کیا مطلب — حالیؔ

جب یہ کہتا ہوں کہ بس دنیا سے اب ترک کیجئے
نفس کہتا ہے ابھی چندے توقف کیجئے — ،،

چوریوں سے دیدہ و دل کی نہ شرمایا کبھی
پیچھے پیچھے نفس خائن کا کہا کرتا رہا — ،،

نفس میں جو ناروا خواہش ہوئی پیدا کبھی
اسکو بیٹھے دل سے گھڑ گھڑ کر روا کرتا رہا — آرزو

مطیع نفس نہ اللہ نے کیا مجھ کو
نہ میں نے پیروی غول کی نہ میں بھٹکا — آتشؔ

مرکر ملائی سرکشئ نفس خاک میں
کی جان کھو کے ہم نے فراغت جہاد سے — ،،

ہمیں نفس نے سخت دھوکا دیا
نکرنا تھا جو کام ہم نے کیا — اسمٰعیلؔ

جو لوگ کے ہیں دشمنئ نفس سے آگاہ
انکی تو کسی سے بھی عداوت نہیں ہوتی — ،،

مرد نبرد نفس اگر ہے تو بھاگ مت
جبتک نہ خاک و خون میں دشمن کا سر ملے — ،،

بنائی اپنی خاک اکسیر کرکے کشتہ نفس اپنا
مجرب ہے یہ نسخہ کیمیا گر ہو تو ایسا ہو — بحرؔ

نفس سرکش کو قتل کر اے دل
مستعد ہو جہاد پر اے دل — ،،

کرے جو نفس کشی وہ بڑا بہادر ہے
اسے جو مار لیا اژدہا شکار ہوا — ،،

اچھا ہوا جو نفس کشی ہم سے ہوگئی
دونوں جہان پاک ہوئے شور و شر گیا — ،،

اکسیر کی ہوس ہے ہوس تو نفس مار
کیا ہاتھ آئیگا ترے پارے کو مار کر — بختاورؔ

نفس کو مارے اگر تو صبر کی دولت ملے
گنج آتا ہاتھ سر کچلے جو تو اس مار کا — ،،

نفس اِمارہ ہے اے پرتو بڑی موذی بلا
ہائے بندے کے خدا کے درمیاں ہونے کو ہے — پرتوؔ

یہ موذی نفس ہے لاکھوں زباں کو
سخنہائے من و تو میں نے پایا — ،،

جو اپنے نفس پر حاکم ہوا وہ سب پہ حاکم ہے
اسی بے نفس کو ہوتا ہے فرماں حکمرانی کا — ترابؔ

نفس کی اصلاح پہلے کر ریاضت سے تراب
بے شکستِ نفس امارہ ظفر ملتی نہیں — ،،

مبتذل کاہے کو پھرتے اہل دنیا دربدر
گر نہ کرتا نفس شوم انکو خراب آرزو — ،،

صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ
کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا — ،،

شارع عام میں سیدھا نہیں پڑتا ہے قدم
کیا طبیعت کی کجی نفس کی بدذاتی ہے — ،،

جہاد نفس کا بے شک جہاد اکبر ہے
بڑی ریاضت و محنت سے نفس مرتا ہے — ،،

ہے دشمن سخت نفس پیارے
مرتا ہے یہ کب کسی کے مارے — ،،

شر سے تو اس کے معاذاللہ کہہ
نفس جس کا بدتر از خناس ہے — ،،

خلاف نفس کرنا جی سے مرنا
یہی ہے موت آخر بے تکلف — ،،

وہ شاہباز ہوا پر رکھے دلیر قدم
ہوائے نفس کو اپنے کرے جو زیر قدم — ،،

یہ نفس تازی کہ چالاک اپنے کام میں ہے
خدا کے کام میں ہے سخت و سست و دیر قدم — ،،

نہ پوچھ حال نفس و خلق و شیطاں
یہ تینوں ہیں طریقت میں مہالک — ،،

نفس و شیطان و خلق سے رہ دور
برخلاف ان سے ہو تو پاوے نجات — ،،

ایک لاحول میں شیطان ہو سو کوس فرار
پڑھے سو بار نہ ہو نفس ہلاکو کی شکست — ،،

پیرو پیغمبر کسی کی بھی نہیں سنتا ہے بات
الاماں یہ نفس خود سر کیا ہی کافر گیر ہے — ،،

جو اپنے نفس کو مارے وہ شیطاں کرے خارج
وہی مشرب میں درویشوں کے غازی ور سپاہی ہے — ،،

نفس شیطاں ہیں عدوئے دین و ایماں دوستو
مطمئین ان سے نہ ہو تم اپنی خودداری کرو — ،،

کیا ہوا و حرص سے ہے موجزن دریائے نفس
اٹھتے ہیں اس بحر میں کیا کیا حباب آرزو — ،،

نفس و شیطاں تو مخالف ہیں بنی آدم کے
خر ہے وہ جس نے یہ دشمن نہیں پہچانے دو — ،،

شاہ صاحب عزم کرتے ہیں ہزاروں قلعہ فتح
نفس پر کوئی فتح پاوے تو مبارک باد ہے — ،،

آخر کو ماننا پڑا اے نفس خیرہ سر
خطا ہے نفس کی اپنے اسے تعذیر واجب ہے
مارنا دل کا سمجھتا ہوں جہاد اکبر
نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی بھی
جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصہ کو زیر
آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں
ہمیشہ نفس امارہ کو مارو
نفس سرکش کی جو گردن توڑ دے
خدا کی بندگی کا اپنے نفس سرکش سے
نفس سرکش ستاتا ہے مجھ کو
نفس سرکش کے پڑے پھندے میں ہم
گھیرے رہتا ہے بہت وسوسۂ شیطان
سمجھے اللہ تجھے اے ہوس خانہ خراب
الٰہی مرا نفس امارہ ہے
وسواس نفس مجھ کو ستاتی ہے بے طرح
ہر طرح سے اس شخص کی سید ہے خرابی
فائدہ نفس کا نہ ہرگز دیکھ
شیطان کو مغلوب کرے نفس کو مارے
ہوگا ضرور واصل حور و قصور جو
یہ قتل نفس حقیقت میں قتل شیطاں ہے
خدا کے فضل سے غالب ہیں دو نفس پہ ہم
مار کر نفس ستمگر کو میں اعلیٰ ہو گیا
عمل سے زیر کرنا چاہئے اس نفس سرکش کو
نفس سرکش نے ہزاروں کو ہزیمت دی ہے
دل کے ٹکڑے اڑا نہیں ہے گناہ
کیا کرے طعن کسی اہل ہوس پہ کہ ہوے
آپ اپنے کو کوئی ملزم بناتا ہے کہیں
بلا ہے حق میں بشر کے یہ نفس امارہ
عمر بھر مجھ سے طلبگار خور و نوش رہا
نفس امارہ ہے سدِّ رہِ تسلیم و رضا
برا کرتا ہے بد کرتا ہے جو ہے نفس کا پیرو
نیک کاموں میں دل کو رکھ مصروف
مطیع نفس امارہ ہے قید زندگی میں دل

تیرا بھی حکم کم نہیں حکم قضا کے بعد	حالی
کریں اعمال ہم اور نام ہو بدنام شیطاں کا	حسین
وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا	داغ
دیکھ پھر سامان اس فرعون بے سامان کا	ذوق
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر	"
نفس مردود شقی کے واسطے	رند
کرو قتل اس کو یارو بنکے جلاد	سرور
ہے وہی مرد بہادر اور شجاع	"
اگر تو بندۂ حق ہے تو برابر کام	"
میرے پیچھے عجب یہ زاغ لگا	"
کیا یہ سر پہ کچھ بلا کالی نہیں	"
یوں تو طاعت سے ترے حکم سے انکار نہیں	سید
نفس امارہ مرے پیچھے لگایا تو نے	"
تو کھو جلد اس مدعی کی ہوس	"
کیوں دخل دل میں ایسے زبوں کار کا ہوا	"
جو نفس جفا کیش کی امداد کرے گا	"
مال دیں میں بڑا خسارہ ہے	"
سب کچھ ہیں غازی ہے وہ پکا بہت اچھا	سعید
محکوم نفس تابع شیطاں نہیں رہا	"
جہاد فرض ہے اس دشمن خدا کے لئے	"
پچھاڑ رکھا ہے ہم نے یہ پہلواں کب کا	سخن
روئے شیطان قدیمی آج کالا ہو گیا	شاکر
حریف ایسا نہیں جو آئے بے تدبیر کے نیچے	شہیر
زیر اس دیو کو مردان خدا کرتے ہیں	شمشاد
نفس کو قتل کر نہیں ہے قصاص	شیفتہ
نفس امارہ کے ہاتھوں سے ہوسناک ہم آپ	شفق
نفس کی خواہش پہ تہمت دمبدم رکھتے ہیں ہم	شاد
خدا ہی کھوئے بس اس خانماں خراب کی حرص	شائق
نفس امارہ ہی کم بخت ہے دشمن اپنا	ظہیر
کوچۂ دوست میں دشمن کی نگہبانی ہے	"
بھلے مانس بھلا سمجھے تجھے کوئی بھلا کیونکر	عیش
تا کہ غالب نہ آئے نفس حریف	"
رہائی پائی تھی یوسف نے ملک اہل زنداں سے	عاشق

نفس امارہ

ہو گیا جو محرم اسرار ذات لم یزل وہ ہوائے نفس امارہ سے نامحرم ہوا	عاشق
دل برگشتہ مانتا ہی نہیں گرچہ طاعت میں ہے ثواب بہت	"
جو بندۂ شہوت ہے نہیں اس کا وقار بدتر ہے غلاموں سے بھی وہ ناہنجار	عزیز
اللہ بچائے ہمیں اس آفت سے جو نفس کا بندہ ہے وہ بیشک ہے خوار	"
یہی عدم سے سفر نفس روسیاہ کے ساتھ خدا بچائے کہ چلنا ہے غول راہ کے ساتھ	"
رہ غیبی پرخطر ہو گئی نفس رہزن بھی ہمراہ روح	خاقان
چلا نفس سرکش مرے قابو میں نہ آیا ہرگز [illegible] مرکب وہ ہے	فیض
نفس سرکش بچہ زیر وحشت ہے شیر مارا ہے میں نے جنگل میں	"
نفس ناپاک خدا کو تو نہاں بھول گیا منفعل ہوا زر تیرا معبود ہوا	فراز
دیں تیرا خرابی سے ہوئی نصیب اے نفس بیہودگی سے تو گھر کا نہ گھاٹ کا	"
دھوبی کا کتا ہے نہ گھر کا نہ گھاٹ کا واجب ہے مرادی	

واجب ہر آدمی کو ہے تزکیہ نفس کا
ناپاک زائد اس سے کوئی گندگی نہیں — ندا

دل مرا نفس کشی کرکے ہوا یوں بشاش
قتل دارا سے ہوا جیسے سکندر محفوظ — قلق

بے شبہ اے قلق سگ دنیا ہے وہ بشر
جس نے بدل اطاعت نفس پلید کی — "

زور سے زیر کیا چاہئے نفس بد کو
آپ سے خر تو کبھی مائل پالاں نہ ہوا — گویا

دیکھے اپنے ہاتھ سے اسکی عناں بن تنگ ہوں
توسن نفس زبوں نے سرکشی افزوں کیا — لائق

توسن نفس اپنا میکش کتنا کجرفتار ہے
سیدھا چلتا چلتا منزل ہی پہ ٹیڑھا ہوگیا — میکش

راہ پر آیا نہ یہ نفس مرا ساری عمر
کبھی فرعون ہوا اور کبھی شداد ہوا — "

چھوڑ اے نفس پڑا رہنے دے اک کونے میں
جا بجا پھر نہ مجھے اے سگ دنیا لیکر — "

اکسیر کی ہوس ہے جو ہوس اگر تجھے
سیماب نفس پھونک کے سینہ میں خاک کر — "

شتر نفس بے مہار نہ چھوڑ
ایسی رہتی دراز خوب نہیں — "

یہ وہ ہے نفس ہر انسان پر جبتک چلے قابو
کسی کو دو قدم چلنے نہ دے یہ راہزن سیدھا — "

نفس کو دیکھا تو ہر کام میں کچا نکلا
جس کو بینا میں سمجھتا تھا وہ اندھا نکلا — "

کجروی چھوڑے گا اک عمر میں یہ دیو نفس
راہ پر آئے گا شیطان بڑی مشکل سے — "

ساتھ ہر اک کام میں رہتا ہے یہ نفس لعیں
وہ بھی دن ہوگا کہ میں اس دہر میں سے دور ہوں — "

یوں خاتم دل نفس سے رکھتا ہوں بچا کر
عفریت نہ مالک کہیں ہو جائے نگیں کا — "

کیا کہیں نفس لعیں روز ازل سے ساتھ ہے
آگئے ہیں دام میں مدت سے اس کیاد کے — "

کیسی غفلت تھی کہ اک عالم سے ہم لڑتے رہے
ایک دن توڑی نہ گردن نفس ناہنجار کی — "

دن رات شور کرتے ہیں تن میں کلاب نفس
کتوں سے پاک ہی نہ ہوئی یہ سرا کبھی — "

غضب یہ ہے کہ دھتا اپنے پر آنے نہیں دیتا
بہانے ڈھونڈھ لیتا ہے یہ نفس حیلہ جو کیا کیا — "

مل جائے گی سیدھی راہ
نفس کو اپنے سیدھا کر — "

مانتا ہوں تجھے اے نفس کہ اس درجہ گناہ
جائے دوزخ میں بھی اے یار تو جھنڈا لیکر — "

سارے موذی ہیں نفس کے خطرے
بچھو اکثر ہیں اور اکثر سانپ — "

ٹھوکریں کھاتا ہے میرا نفس اندھوں کی طرح
کور مادر زاد کو اب کوئی کیا دکھلائے شمع — "

دیکھ کرتا تو ہے تو نخوت نمرود اے نفس
ابھی موجود ہیں عالم میں وہ مچھر دو چار — "

گراتا کیوں نہیں نفسوں کی چار دیواری
یہ سد راہ ہیں اے دل حصار کی صورت — "

ساتھ ہر ایک دم ہے مار نفس
کبھی اندر کبھی ہے باہر سانپ — "

اے دل نفس کے ہو نہ حوالے خیال رکھ
اچھی نہیں ہے شاہ کو صحبت غلام کی — "

گرایا نفس نے عرش بریں سے قعر دوزخ میں
برستا ہے سماں عبرت کا ابتک چاہ بابل پر — محب

عداوت نفس سے رکھتے تو پھر دنیا میں جنت تھی
اسی تدبیر سے یہ مار یار غار ہو جاتا — "

بچایا نفس کی گھاتوں سے تیرا شکر ہے یارب
بہت کم بچکے ایسے سخت دشمن سے نکلتے ہیں — "

نفس کو قابو میں کر سارا جہاں قابو میں ہے
ہے جنوں تجھ کو عبث جنات کی تسخیر کا — "

نفس سرکش کو تو نے زیر کیا
تجھ کو شاباش و مرحبا ہے دل — "

یہ چاہتے ہیں کہ بس میں ہو نفس امارہ
مگر ہے خوف کہ قابو میں مار ہو کہ نہ ہو — "

میں شیر بیشۂ صدق و صفا سمجھتا ہوں | اسے جسے کہ سگ نفس مار آتا ہے | منتہی
یہ روح سگ نفس کے حلقہ میں گھری ہے | کس دیو کے پنجے میں گرفتار پڑی ہے | ״
نفس دنی کو قتل کیا ہے تو پھینکئے | کیوں دوش پر جنازۂ دشمن اٹھائیے | منیر
معرکہ میں نفس کے منظور ہے تن کی شکست | کام کیا رکھیں سپاہی ہم سے چار آئینہ سے | مصحفی
ہے ذوق مہوسی فقط بوالہوسی | پارہ نہ مرا اور مرے گا نہ کبھی | مہر
گر مار سکے تو نفس سرکش کو مار | اکسیر یہی ہے مہر اکسیر یہی | ״
آنکھوں میں تری غبار پندار کا ہے | مانع یہی معشوق کے دیدار کا ہے | ״
کر سرمۂ معرفت سے پہلے اسے دور | پھر دیکھ کہ جلوہ ہر طرف یار کا ہے | ״
کہنے کو ہے زندگی درختوں کی بھی | انسان کی بھی زندگی ہے حیواں کی | ״
جینا ہے اسی کا لیک دنیا میں مہر | جیتا ہے نفس جس نے یہاں جیتے جی | ״
سمجھا ہے جس کو تو نے سچی دنیا | وہ واہمۂ نفس ہے از سرتا پا | ״
اس واہمۂ نفس کو روک اے غافل | بے واہمۂ نفس ہے تو ہی نور خدا | ״
کرتا ہے دشمنوں کا منھ زرد وہی | یکتا ہے ہزاروں میں وہی فرد وہی | ״
مارا ہے جس نے نفس سرکش اپنا | مردوں میں ہے اے مرد جوانمرد وہی | ״
ہے ما و منی کا زنگ گہرا دل پر | نور عرفاں کی ہو تجلی کیونکر | ״
پہلے آئینہ صاف کرلے اے مہر | پھر رخ بھی اسمیں صاف آئیگا نظر | ״
ہے لوث خودی سے شیشۂ دل ناپاک | کس طرح سے ہو نور خدا کا ادراک | ״
ہے وہ ہی مثل کہ آنکھ کے آگے ناک | سوجھی تجھے بوالہوس تو سوجھی کیا خاک | ״
گمراہ کیا نفس نے دنیائے دنی میں | رہزن کا مرا ساتھ ہے اس بے وطنی میں | نظم
کھنے میں نہ ہو نفس کہ قتل کی تدبیر | کیا فرق گردن کش و گردن زدنی میں | ״
برا ہو اتباع نفس و حب زال دنیا کا | کہ ہے آگے تو غول راہ پیچھے ہے چھلپائی | ״
نفس کو مار مخالف کی طرح اے نواب | اس سے بڑھکر نہ کوئی دشمن ایماں ہوگا | نواب
روک اپنے نفس کو حاصل ہے اختیار | بیمار پر حکیم کو حاکم کو چور پر | نسیم
نفس شقی کے زور سے شیطاں کے مکر سے | اللہ اب رکھے تو رہے آبروئے دل | وقار
دور سگ سے ابھی ہو ناپاکی | نفس سرکش اگر مودب ہو | ״
اگر تو کیمیا چاہے مہوس مارجی اپنا | نہ ہو اکسیر جبتک پارہ خاکستر نہیں ہوتا | ہمدم
مارنا نفس کا بھی رکھتا ہے اکسیر کا حکم | مثل سیماب کسی سے یہ وہ مرتا ہی نہیں | ״
کس لئے نفس کے پھندے میں گرفتار دل ہے | کیوں پھنسا دیو کے پنجہ میں سلیماں ہوکر | ہزبر
نفس کو مار اے یقیں پہلے | نور عرفاں سے تا ہو دل پر نور | یقیں
اے یقیں نفس ہے بڑا شیطاں | شر و فتنہ سے اس کے بچتا رہ | ״

نفاق

کیا نفاق انگیز جھنجھناں ہوائے دہر ہے | نیند اڑ جاتی ہے نغمے سے نفیر خواب کو | رنجش
خلق دیکھے نفاق لیل و نہار | کہیں راتوں سے ہے کنارے دن | مجر
کیوں نہ ہو پھر آدمی میں ضد کہ انکی ذات میں | ایک جا ہے آب بھی آتش بھی خاک و باد بھی | بارق
زمانہ آخری آیا قیامت کیوں نہ ہو برپا | نفاق اب یاں تلک پہنچا مرید و پیر لڑتے ہیں | تراب
سمجھے نہیں ہائے سمجھائیں کیونکر | نہیں فائدہ کوئی باہم جھگڑ کر | تجمل
تو تو میں میں سے فائدہ کیا ہے | تو رہے گا نہ میں زمانے میں | ثاقب
ہوگیا ہے نفاق عالمگیر | اتفاق اٹھ گیا زمانے سے | رند
چار گھر ہیں متفق باہم تو دو میں ہے نفاق | [illegible] مرضی گم کی نہیں | مجر
دل سے آنکھیں [illegible] | دوستوں میں باعث رنج و نزاع | سرور
ہے یہ ملک و دولت و مال و متاع | [illegible] منہ دیکھی | سعید

واقعی ہے وہ منافق جو کہے منہ دیکھی
عقو باطل میں نہیں رو و رعایت مجھ کو

کینے

نِفاق

نیکی

بھلوں کی بھلائی یونہی پھیلتی ہے
اڑیں پھول جیسے درختوں سے جھڑکر

جو اچھے ہیں وہ سیدھی راہ دنیا کو دکھاتے ہیں
نہ چلتے کجروی سے ہیں نہ وہ کجرو بناتے ہیں — اسک

پیش آتے ہیں بدوں سے بھی کرم کے ساتھ نیک
رزق زنبور عسل ہے ریزۂ خوانِ بہار — اشہری

صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے
عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں — آزاد

بھلائی کرو تو کرو بے غرض
غرض کی بھلائی تو ہے اک مرض — "

خطا کوئی کرے گر خوار آدمی ہو کر
جو ہو جائے خطا کوئی کرو اس کا بدل اچھا — اسمعیل

تو جتنا جلد ممکن ہو کرو [illegible] ہیں
گر نہ ہو نیکی دماغی قوتیں برباد ہیں — "

بوستاں میں سرسبز ہوتا ہی نہیں بے آبجو
چال ایسی چل کہ عالی مرتبہ پیدا کرے — "

نقش پا پیدا کرے
[illegible] و نقش پا پیدا کرے — احمد

حباب آسا قرار زیست ہے دنیائے فانی میں
جو نیکی ہو سکے کر لے بھلائی زندگانی میں — رزمی

جو تجھ سے ہو سکے کرنا ہی دنیا میں [illegible]
اے بیاں امید ہے [illegible] — بیاں

تخمہ [illegible]

کینہ سے حشر تک بھی نہ ہو گا دل اسکا صاف
کیونکر نہ ہو نفاق عناصر کا ہے اثر — شفق

جس شخص کے نہاد میں ہے عادت نفاق
انسان کی سرشت ہوئی اختلاف سے — صابر

ڈالتے ہیں باپ بیٹے میں نفاق اہل غرض
دیکھئے سہراب کو لڑوا دیا رستم کے ساتھ — قدر

بلبل گل نفاق کا پایا ہزاروں کو
دیکھا یہ ہم نے ساکن باغ جہاں کا رنگ — قلق

ہماری ہی حکومت ہے ہمیں ہم ہیں زمانہ میں
نزاع باہمی اٹھ جائے تو میدان خالی ہے — ممنون

نہیں ممکن جو بیٹھیں چار دن آپس میں ہل کے
بشر تپتے ہیں آتش کے ہوا کے آب کے گل کے — واسطی

الفت ابنائے جہاں میں اب نہیں غیر از نفاق
اتفاق اک باہم انگشت و دہاں میں رہ گیا — ہمدم

دگرگوں ہے ہوائے باغ عالم
کہیں دو دل نظر آتے نہیں صاف — یکتا

نقل و اصل

نقل سے ہرگز نہیں ہوتا ہے ظاہر کار اصل
دیکھ لو دریا رواں ہوتا نہیں تصویر کا — امیر

نقل میں پیدا نہیں ہوتا تکلف اصل کا
مثل گل خوشبو نہیں ہوتی گل تصویر میں — "

نقل سے اصل کا دنیا میں نکلتا نہیں کام
ابر تصویر سے اک روز نہ برسا پانی — "

خلاف اصل کہاں فرع باغ عالم میں
کبھی نہ ہو گا صنوبر چنار سے پیدا — "

کبھی نہ نقل میں خصلت ہو اصل کی پیدا
کہ رنگ ہے گل تصویر میں شمیم نہیں — "

نقل کب اصل کے مقابل ہے
اس کے چہرے سے آئینہ نہ ملا — بحر

جو نقل ہے وہ نقل ہے جو اصل ہے وہ اصل
خاک ہو زباں کا تو زباں ہو نہیں سکتا — پرتو

جو اصل میں ہے بات نہیں نقل میں ہرگز
آواز کہاں دیتی ہے زنجیر کی تصویر — رشک

ممکن نہیں کہ اصل میں ہو نقل کے صفات
نکلے ہے کام ہاتھ کا کب پشت خار سے — غافل

نیکی

اماں ہے چین ہے نیکی میں عیش جاودانی ہے
کرو نیکی کہ نیکوں پر خدا کی مہربانی ہے — افسوس

آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے
پیش ہے تجھ کو سفر زاد سفر پیدا کر — امیر

نیت بد ہو تو کار نیک سے حاصل کیا
جاگتے ہیں دزد بھی مثل نگہباں رات بھر — "

بہت بد نیک کم ظاہر ہے یہ قول پیمبر سے
کہ حق پر ایک فرقہ ہے بہتر دین باطل پر — امیر

جو بات اپنے منہ سے نکلے وہ نیک نکلے
جب تک زبان یارب گویا رہے دہن میں — "

نیکی کی قدر کیا جو نہ ہو دہر میں بدی
رتبہ ہے دھوپ میں شجر سایہ دار کا — "

کام نکلے جو کسی کا تو یہ ہے کام کی بات
عاقبت میں یہی انور ترے کام آئے گا — انور

تم اگر چاہو برائی نہ کسی کی اکبر
پھر تمہارا بھی جہاں میں کوئی بدخواہ نہ ہو — اکبر

انسان چاہئے جو بات اچھی چاہے
بدیوں سے تحذر ہو نیکی چاہے — "

خدا کی راہ میں دینا کبھی ضائع نہیں ہوتا
ملے گا اسکا بدلہ آج کی تو نے جو کل نیکی — اشک

کیوں شر سے گزر کر نہ کروں خیر کوئی آج
بشر اس کو کہنا مناسب نہیں
نہ کار خیر سے غافل کبھی تجمل ہو
بدی کا عوض بد اگر تو کرے
تو بد کا بدلہ اگر نیک ہو
فلک پر زمیں سے ہے جاتا غبار
وہ کام کر کہ قبر میں آئے نسیم خلد
نیکی کرو کام آئے گی آخر کو نکوئی
مرد صالح قبر میں سوتا ہے یوں آرام سے
یہاں جو کچھ کیا پائے وہاں ہم
پھل پائیں گے واں تراب اس کا
نادان ہے وہ خطرۂ شیطان ہے مانع
نیکی کرو یہاں تو ملے واں جزا تراب
اعمال اچھے ہوں تو امید بہشت ہے
خیر پر جس کا قلم جاری نہ ہو
جس کے ہاتھوں سے نہ ہو کوئی کام نیک
ہرگز نہ کیجئے سخن خیر میں قصور
غنیمت ہے جو خیر یاں ہو سکے
کرو دنیا میں نیکی جس قدر ہو
وہاں بہشت ملے گی جزا میں اسکے ضرور
دشمنوں کے ساتھ کر شان کریمی اختیار
گلی کوچے میں بھی دولت لٹائی عمر بھر ہم نے
علی نے آپ ہی شربت پلایا قاتل کو
سیم و زر گاڑ کے بے فائدہ رکھتے ہیں بشر
ہو سکے تو کرے اے دل کچھ جہاں میں کار نیک
وہی کام آئے گا دفتر ہمارے
زمانہ اس کا بے شک دوست ہوگا
کچھ لطف اور کردے چھوڑ بغض و کینہ
بنے جس طرح نیک افعال کر
تاثیر سعی نیک کی بد کو محال ہے
بڑا حاصل زندگانی ہے یہ
توشۂ دین جو کچھ کرنا ہو بس کر لو یہاں
ہے نیکوں کی خاطر ہمیشہ خوشی

گل آئے گا ہر خیر و شر اپنا مرے آگے — پرتو
نہ ہو جس سے دنیا میں کار ثواب — تجمل
رہے گا بعد زمانہ میں خیر و شر باقی — "
تو انصاف سے کچھ نہ بیجا رہے — تائب
تو مشہور عالم میں تو ایک ہو — "
برستا فلک سے ہے ابر بہار — "
ایسا نہ ہو کہ گور میں باب سقر کھلے — ترکی
ساتھ اپنے عمل ہونگے وہاں اور نہ کوئی — تراب
جیسے نہ خانہ میں سوئے کوئی بت ہو نس لئے — "
وہی دانہ جما آخر جو بویا — "
دنیا میں جو تخم بو چلے ہم — "
کرتا ہے جو کوئی عمل خیر میں تاخیر — "
پیسہ گرہ میں ایک نہیں حوصلے بہت — "
پھل پائیے وہاں جو یہاں تخم بوئیے
گاؤ خورد اس کا نہ کیوں دفتر رہے
کس طرح اس کا نہ کام ابتر رہے
کہئے تراب اسمیں جہاں تک ہاں چلے
کہ واں فائدہ اس کا دہ چند ہے
اجر عقبےٰ میں اک حصہ کا دس ہے
یہاں جو راحت و آرام دے کسی کو بہت — ثاقب
رزق دیتا ہے خدا مومن سے کافر کو سوا — "
غنی دل ہیں ہمیں جو کوسنے دینگے دعا دینگے — "
سزا بھی دی تو یہ دی جرم ناسزا کے عوض — جنوں
عمل خیر سوا ساتھ نہ مدفن میں رہے — جرار
ہے غنیمت موت سے ہو جسقدر مہلت نصیب — جویا
جو لیجائینگے ساتھ اپنے یہیں سے — جری
کرے گا جو کوئی سب سے بھلائی — حیرت
زندہ سدا رہے گی بس خوبی و بھلائی — "
نہ یوں گلشن عمر پامال کر — خلیل
پانی سے نخل موم کا کس دن ہرا ہوا — "
اگر نیک نامی بشر نے لیا — "
پھر کے دنیا میں تمھیں آنا دوبارہ ہی نہیں — خاموش
برائے گنہگار ہے درد و غم — خوشدل

نیکی

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو ظاہر نہ کریں — راغب
ذکر کرتے ہیں بری بات کا چرچا کیسے
جو بھلے ہیں وہ بروں کو بھی بھلا کہتے ہیں — "
نہ برا سنتے ہیں اچھے نہ برا کہتے ہیں
جس طرح کی بدی بری جاتی نہیں — رنگین
نیک کے جی میں بدی بری آتی نہیں
دیکھ رنگین ہے یہ بری بدکا ثمر — "
نیکی کا نیکی کا ہے پھل اے بشر
کر لے نیکی تجھ سے جتنی ہو سکے — "
نیکیوں کا تخم بو کر ہو وہی کاٹو — سرور
با اوصاف خدا موصوف انساں ہے وہی
برائی جو کوئی ان سے کریں ان کا بھلا کر دیں — "
کس طرح منزلیں عقبےٰ کی ولا طے ہونگی
بوجھ نہ بے فکر تو کچھ زاد و سفر کر لینا — سودا
سخاوت مند ہو کر جی کہ بعد از مرگ نام رہے
بھلے مال کا مصرف کبھی بیجا نہیں ہوتا — "
دل سے نیکی دیا وہ بات کرو
منہ سے برا بھلا نکلا — سراج
کیا جو منہ سے عیش پرانے دل
وہ کام کر کہ رہے تا دمان زمیں لے — سراج

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
سراج اپنے امکاں سے سب کے حق میں	بھلا کہئے گا اور بھلا کیجئے گا	سراج
بس غنیمت ہے جو نیکی کوئی ہو جائے سعید	جز نکوئی نہ کوئی شئے ہے یہ دنیا باقی	سعید
غنیمت ہے فرصت خیر کر خیر	ارے غافل اجل سر پر کھڑی ہے	״
نیکی ہے امر زندہ ہمیشہ ہے نیک نام	معدوم ہوتا خلق سے نام نکو نہیں	״
عالم اسباب میں وہ کام کیجے جو پھلے	تا کہ دل سے شاد ہوں خویش و برادر دیکھکر	شوق
خوبیٔ طینت عیاں ہو خوبیٔ انداز سے	جانچئے تلوار کی خوبی کو جوہر دیکھکر	״
کام وہ کیجئے شاداں کہ بھلا ہو جس سے	فائدہ کچھ نہیں گر کوئی جھنجھوڑے پتھر	شاداں
تم سے کہتا ہے یار اے شاداں	تخم نیکی کا کچھ تو بو لو تم	״
اس لئے کہتے ہیں تم کو کار نیکی کیجئے	تخم جو بودے زمیں پر رائگاں ہوتا نہیں	״
کام نیکی کا کرے گا تو رہے گا شاداں	ایسی باتوں میں تری ناموری رہتی ہے	״
جس نے بویا تخم نیکی کا ثمر اس کو ملا	بیٹھتا ہے ہر مسافر کھل کے سایہ کے تلے	״
کچھ میں نہیں کہتا ہوں یہ ہے بات تو مشہور	بوتا ہے کوئی تخم تو پاتا ہے ثمر بھی	״
رہتا ہے نیک عمل آدمی نہیں رہتا	کہ جم کا نام و نشاں آج غیر نام نہیں	شہید
جس قدر ہو سکے کر خلق سے نیکی کہ خدا	عمل خیر کی دیتا ہے مکافات شتاب	״
عمل نیک کر اے دل کہ ملے نیک جزا	فعل بد خوب نہیں اس کے مکافات کو سوچ	״
کھلاؤ فقیروں کو بھوکوں کو کھانا	کرو اہل دل تم سبیل اور ضیافت	شاطر
جو کرنی ہو نیکی توقف نہ کر	تو روئے گا جب وقت ٹل جائیگا	شائق
خیر ہم کو آئی ہے شائق پسند	شکر ہے جو ہم کو شر آتا نہیں	״
جز عمل کے ساتھ جائیگا نہ شائق ہے یقیں	لیکے مفلس کیا گئے اور کیا تونگر لے گئے	״
خضر کا کام راہزن سے لے	چال وہ چل کہ غیر اپنا ہو	صبا
نہ رکھ بدی پہ نظر نیکیوں سے باز نہ رہ	کہ سنگ پھینکتے ہیں شاخ پر ثمر کی طرف	صابر
گر تو صادق ہے تو کر میری نصیحت پر عمل	خیر سے تو کام رکھ کہ ہے رفیق آخر یہ ساتھ	صادق
جو کچھ کرنا ہے اے غافل تو کر لے یاں کہ واں ہرگز	نہیں کچھ کام آتا ہے یہی بس کام آتا ہے	ظفر
بھلا کر تو بھلا ہوگا صدائیں بے نواؤں کی	نہیں کچھ بات یہ ایسی کہ جو مانی نہیں جاتی	״
اُس کا رتبہ بہت ہے پیش خدا	جو بروں کو بھلا سدا جانے	عالم
زمانے میں نیکی کا بدلہ بدی ہے	سوا دل جلانے کے کیا کیجئے گا	״
نیک برتاؤ نیک ہے سب میں	جس جگہ چاہو دیکھ لو جا کر	عادل
نیکوں میں بدی نام کو پائی نہیں جاتی	بد باطنوں کے دل سے برائی نہیں جاتی	عاشق
اعمال اپنے اپنے چلیں گے ہر اک کے ساتھ	کوئی کسی کے ساتھ نہ آیا نہ جائے گا	״
کوئی کسی کے ساتھ نہ جائے گا ہمنشیں	بس ساتھ وہ چلے گا جو ہے کچھ کیا دیا	״
کر لو جو کچھ کہ نیکی کرنی ہے	دن ہے تھوڑا سا شام ہوتی ہے	״
جو تخم عمل بوئے گا وہ پھولے پھلے گا	اس باغ میں برباد ریاضت نہیں ہوتی	״
کیا کہیں تم سے عظمت نیکی	رحمت حق ہے رحمت نیکی	عاجز

برائی کے سوا حاصل نہیں ہے کچھ برائی میں
خود وہ بد ہے جو کسی اور کو کہتا ہے بُرا
دانے کے بدلے پائے گا خرمن
ضرر بد ہے نفع نیکوں کا
کر بھلا ہوگا بھلا تیرا
محب اس زندگی میں کچھ تو ایسا کام کر جن کے
مٹانے سے نہیں مٹتے ہیں خیر کے آثار
انھیں کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا
اثر خیر مٹانے سے کہیں مٹتا ہے
انمول ہے جب زیست کا ہر ایک نفس
چھوٹ جاتے ہیں سب محب وعدو
کر نیک عمل کہ نیک پھل پائے گا
تحصیل میں کر تو سہی تو سعیٔ بلیغ
ثمرہ تجھے چاہے اگر مہر اچھا
بوئے ہے ببول چاہتا ہے پھل آم
اچھا ہو خیال اور اچھا ہو کام
یہ تینوں مرحلے کئے جس نے طے
آغوش لحد میں ایک دن سونا ہے
ہے مزرع آخرت یہ دنیا اے مہر
سب خویش واقارب تجھے رو جائینگے
بھائی کا بھروسہ ہے نہ فرزند کا ہے
لازم ہے کہ زندگی میں تو کام کرے
وہ نام کہ ذکر خیر کے ساتھ اے مہر
وقت گزران مہر گزرجاتا ہے
ہر زندہ جاوید رہے نیک انجام
زندگی قابل تعریف ہے ان لوگوں کی
وہ چال چل کہ عمر خوشی سے کٹے تری
گر تیرا ذکر ہو تو وہ ہو ذکر خیر مہر
تخم عمل جو بوئے ہیں پھل اپنا لائینگے
ابھی سے کر جو کرنی ہے کچھ اس دن کی تیاری
کر بھلا مہر کہ ہر دم ہے دم نزع یہاں
خیر کر خیر تجھے خیر سے برکت ہوگی
کر بھلائی کہ بھلا ہوگا ترا دنیا میں

بھلائی کر بھلائی کر بھلائی ہے بھلائی میں — فدا
نیک وہ ہیں جو بروں کو بھی بھلا جانتے ہیں — مجروح
کام آئے گی ایک جو نیکی — منیر
مرگ فرعون عمر موسے ہے — "
ہم فقیروں کی اک صدا ہے یہ — منہی
زبان خلق سے نکلے صدائے آفریں برسوں — محب
یہ قصر مثل فلک پائدار ہوتے ہیں — "
جو یادگار کوئی خیر کی بنا کے چلے — "
یہ وہ ہے قصر کہ جسکی نہیں بنیاد عبث — "
پھر کیوں عمل خیر میں ہے پیش وپس — "
ساتھ جاتے ہیں کارہائے نکو — "
گو آج نہ پائے گا تو کل پائے گا — مہر
اے مہر ضرور ماحصل پائے گا — "
کوشش یہ کر نہ ہو کوئی کام بُرا — "
آئیں تو کہاں سے آئیں اے مرد خدا — "
ہاتھوں سے جو سرزد ہو وہ اچھا ہو کام — "
اے مہر وہ کر چکا فرائض کو تمام — "
اس وقت جو پچتائے تو کیا ہوتا ہے — "
بولے اسوقت جو یہاں بونا ہے — "
اور طالب گور ساتھ ہوجائینگے — "
کر نیک عمل کہ ساتھ وہ جائینگے — "
وہ کام کہ مشہور ترا نام کرے — "
ہر شخص سحر یاد کرے شام کرے — "
انسان آتا ہے آکے مرجاتا ہے — "
جو آنکے کچھ کام بھی کر جاتا ہے — "
رہ کے دنیا میں جو دنیا کا بھلا کرتے ہیں — "
وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں — "
گر تیرا نام لیں تو ادب سے لیا کریں — "
یہ یاد رکھ نہ وہ کبھی بیکار جائینگے — "
اجل سر پر کھڑی ہے چھوڑ یہ جھوٹی ہوسکاری — "
کس کو معلوم ہے کب دہر سے رحلت ہوگی — "
یہ وہ ہے خیر کہ اللہ سے قربت ہوگی — "
اور عقبیٰ میں برائی سے برأت ہوگی — "

نیکی

تم اختیار نیکی کرو کر پھل پاؤ — مہر
پھل اسکا میٹھا ہے لیکر مزے سے کھاؤ تم
بدی کی سمت کبھی بھول کر نہ جاؤ تم — "
کہیں نہ راہ سے گم کردہ راہ ہوجاؤ
نہ بھولو اسکو کہ نیکی کی راہ سیدھی ہے — "
چلو اسی پہ کہ پیش نگاہ سیدھی ہے — مسکین
ہو نیک مسکین جہاں تک کہ فیض رکھ دست فراخ
ہوسکے تو کسی رکھ کہ جہاں تنگ کو — بیکس
کون سر پہ ہے گیا گر تجھ کو
پھل پانا ہے نیکی بویا کر — نساخ
تخم نیکی
نیک گوہر کو نہ ہو صدمہ بلائے دہر سے
تیغ جوہر دار میں مشکل ہے آنا زنگ کا — نظیر
گر ابھی کرنی نیک عمل دنیا سے تم لیجاؤگے
تو ثمر اچھا سا پاؤگے اور سب کو بیٹھے کھاؤگے — "
یا زہر دے تو زہر سے جنت میں دیکھ لے
نیکوں کو نیکی کا مزا موذی کو ملتا آن ہے — "
کر چکے جو کرنا ہو یہاں یہ دم تو کوئی آن ہے
نقصان میں نقصان ہے احسان میں احسان ہے — "
جو ازل سے نیک ہیں ہمدم وہ ہیں آخر بھی نیک — ہمدم
قطرۂ نیساں صدف میں جو گرے گوہر بنے
وضعداری

وضعداری

آصف تو کبھی قول سے اپنے نہ پھریگا
ایسے لوگوں میں نہیں ہم جو کہیں اور نہ کریں

نہ کبھی جیب خجالت سے یہاں سر نکلا
آصف تو کبھی قول سے اپنے نہیں پھرتا

افراط سے نہ کام نہ تفریط سے غرض
پسند طبع نہیں ہے کسی کو وضع خلاف

اہل جہاں کی وضع نے یہ دل بٹھا دیا
دعوے ہے سلطنت کا ہر اک کو جہاں میں

کشتۂ غرور اہل جہاں نے کیا مجھے
خلاف وضع ہے انسان کے واسطے معیوب

وضعداری نام بدوضعی کا ہے اسوقت میں
گو جان نہیں ہم میں ہے آن وہی باقی

کر زندگی اس واسطے اے ذرد جہاں میں
نہ اپنی وضع ہم بدلیں نہ خو بدلیں نہ دل بدلیں

دانہ و آب مقدر ہے تجھے شکل گہر
وضع کے پابند ہیں اہل صفا ہر آئینہ

سخن گرم سے خاموش نہ ہونا اے شمع
وضع دوراں گر خوشامد دوست ہے قائم تو ہو

گو سبک مجھ کو زمانے نے کیا ہے لیکن
گہ پیر شیخ گاہ مرید مغاں رہے

اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر
نگاہوں میں تری افسوس یہ عزت کی باتیں ہیں

مر جائیں گے اے باد صبا دور چمن میں
عمر اپنی آن بان سے دنیا میں کٹ گئی

سلامت رو رہے ہم کجروی پر بھی زمانہ کی
پابند وضع ہو کے ہوا ہوں ذلیل و خوار

نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع گردوں لاکھ درپے ہو
ظرف جن کا ہے بڑا کب وہ سبک وضع پھریں

یہ بات تمھاری ہے کہا اور کیا اور
مرد جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں

قیس دیوانہ تھا جو جامہ سے باہر نکلا
وہ اور کوئی ہوگا کہا اور کیا اور

وضع بشر وہ چاہئے جس سے نباہ ہو
کبھی خدا کا نہیں دوست جو کریم نہیں

سارے جہاں سے بیٹھ رہے ہم اٹھا کے ہاتھ
جو ہے وہ اپنے زعم میں ہارون رشید ہے

نخوت سے جو کھینچا مجھے شمشیر ہو گیا
بدن کی زیب نہ ہووے کبھی قبا الٹی

ہے وہی بدوضع جو وضع بزرگاں چھوڑ دے
جو دل میں ہوا کہنا جو منھ سے کہا کرنا

خاطر پہ کسی شخص کے تو بار نہ ہووے
اگر قسمت کوئی بدلے تو بے پرسش بدلتے ہیں

آبرو کر نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاسا
رکھتا پیوستہ ہے اپنے جسم سے ہر آئینہ

بات تو جب ہے کہ سر جائے مگر بات رہے
ہر کس و ناکس سے دب چلنا یہ اپنی خو نہیں

یہ بھی ہے شکر کسی دل پہ تو میں بار نہیں
اتنک تو آبرو سے رہے ہم جہاں رہے

گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا
نہیں سوچا کہ ہے یہ وضعداری باعث خواری

پر تیری طرح خاک اڑانے کے نہیں ہم
کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کریں

خدا کے فضل سے اتنک نہیں اپنا چلن بگڑا
میں خود خراب ہوں مری محنت خراب ہے

اسیر قید غم رکھے گرفتار بلا رکھے
اتنا آہستہ بہے جتنا ہو گہرا پانی

وفا

وفا

لیجئے غیروں سے تو دو دن بھی نباہی نہ گئی
آپ کے ذہن میں آصف تو وفادار نہ تھا — آصف

کسقدر جور سہے کتنی جفائیں جھیلیں
ہم وفادار رہے تابع فرماں اب تک — "

عبث وفا کی توقع ہے اہل دنیا سے
یہ بے وفا ہیں ہمیشہ کے آزمائے ہوئے — امیر

وفا سرشت ہوں شیوہ ہے دوستی میرا
نہ کی وہ بات جو دشمن کو ناگوار ہوئی — آتش

کیا ہو گئی وہ الفت یاران جاں نثار
فاتحے کو بھی نہیں آتے مزار پر — افسر

اب وفا ہی نہ رہی زمانے میں
یا مگر دوستوں نے کی ہی نہیں — اسمٰعیل

وفا بھی شاذ ہے مانند اسم اعظم
جو ایک سے ہے واقف پیرم نہیں واقف — محسن

دل جس سے ہم لگاتے ہیں نکلتا ہے بے وفا
دنیا میں کوئی یار وفادار ہی نہیں — بختاور

رکھیں کسی سے خاک توقع وفا کی ہم
اپنی جب اس جہان میں عمر رواں نہ ہو — تسلیم

وہ زندگی کر ہمیشہ مرے رہے جس پہ
لاکے خاک میں اس نے بھی بیوفائی کی — احباب

احباب و اقربا سب ظاہر کے آشنا تھے	آیا نہ دیکھنے کو زیر مزار کوئی	تسلیم
آج آنکھیں تک نہیں ملتی ہیں کل بیٹھے تھے پاس	دو ہی دن میں اس قدر پاس وفا جاتا رہا	"
ایک گل میں بھی نہ پائی آج تک بوئے وفا	کچھ عجب عالم ہے اے دل گلشن ایجاد کا	"
جا نہیں سکتے جو مجھ کو دوست دشمن چھوڑ کر	منھ دکھا ئینگے نہ ایک دن زیر مدفن چھوڑ کر	"
بیوفاؤں کی محبت کا نتیجہ یاس ہے	دیکھتے ہم رہ گئے عمر گریزاں کی طرف	تراب
نہیں یار وفادار کوئی حق کے سوا	یہ مجھ کو جان پڑا جگ کی بیوفائی سے	توفیق
دیکھی گلشن ہستی میں نہیں رنگ وفا	ہو اگر دیدۂ بینا تو دکھا دیتا ہے	جوش
سمجھتے تھے جسے اپنا وہ بیگانہ ہوا اپنا	مگر اس گلشن ہستی کی اے ہمدم ہوا بدلی	"
ایک گل میں نہیں ہے بوئے وفا	باغ عالم کو بارہا دیکھا	جلیل
خود کریں گے وہ تیری قدر جلیل	کچھ بھی گر تجھ میں وفاداری ہے	"
جلیل خستہ جاں کو تم کہاں تک آزماؤ گے	تمہارا ہے تمہارا اب کسی کا ہو نہیں سکتا	"
کوئی اپنا نہ آشنا دیکھا	جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا	حسرت
کسی کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز	وفا کا رسم اٹھا حسرت اس زمانہ سے	"
پورا کیا نہ ایک بھی حیف و ہزار حیف	وعدے کئے تھے جو کہ ازل میں خدا کے ساتھ	"
بہت کچھ سیر کی باغ جہاں میں	کسی گل میں نہ پائی بوئے وفا کی	حفیظ
اپنے صاحب سے جو پھر جائیں تو پھر جائیں کہاں	دین و دنیا میں نہیں اور ٹھکانا اپنا	خاموش
قول و قسم کی شرم ملاقات کا لحاظ	انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ	داغ
وفا نہ گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے	نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر	سودا
سودا ہوئی ہے جنس وفا جب سے بیقدر	دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کی ہوس	"
وفا کی خو جہاں سے اٹھ گئی ہے	سراج اب اپنے مالک سے لگا دل	سراج
ایک گل میں بھی نہ پائی ہم نے بوئے وفا	غور سے دیکھا بہت اس گلشن ایجاد کو	سخن
دنیا کے دوستوں میں نہیں ہے وفا کی بو	دل اپنا اک زمانہ سے بیزار ہو گیا	عاشق
انساں کو ایسے گل کی کبھی جستجو نہ ہو	جس میں وفا کا رنگ محبت کی بو نہ ہو	"
کیا رسم اٹھی حیف زمانہ سے وفا کی	ہر دوست نے دشمن کی طرح ہم سے دغا کی	عالم
کہیں مٹتا ہے مٹانے سے مرا نقش وفا	یاد رکھیں نہ مجھے بھولنے والے کیونکر	فروغ
میں اعتماد کروں کس کی آشنائی پر	کوئی کسی کا زمانے میں آشنا ہی نہیں	مصحفی
جس سے امید وفا تھی بیوفائی اس نے کی	آشنائی کر کے پھر نا آشنائی اس نے کی	"
ہم نام ہی سنتے ہیں فقط مہر و وفا کا	آنکھوں سے کہیں مہر و وفا کو نہیں دیکھا	"
مسکین مکاں خانہ دنیا میں تو بنا	تو پانورد، اور ہے سارا جہاں سرا	مسکین
ازل سے جانتے ہیں ہم نہیں مہر و وفا ہرگز	جہاں میں آزمائش خلق کی تحصیل حاصل ہے	ناسخ
پیدا کیا کبھی نہ کوئی یار باوفا	کیا ہوگیا ہے چرخ ترے انقلاب کو	نواب
نثار ہو جئے اس دل کے جو ہو صاحب درد	وہ پاؤں چومئے جادے پہ جو وفا کے چلے	نظم
ملا طریق وفا میں کوئی جو سنگ گراں	اٹھا کے راہ سے میں نے وہ رکھ لیا دلپر	"

کبھی وفا کو نہ چھوڑا وہ عندلیب ہوں میں	چھٹا قفس سے تو پرواز کی چمن کی طرف	نظم
نہیں ہیں عندلیب بے مروت باغ الفت میں	کہ چھوڑ دیں گلستاں کو خستہ جو خزاں آ کر	وحشت
وفا و دشمن نہ ہوا ہے آشنا رو	وفا پہ ہے مدار آشنائی	دل

وقت

یہ وقت عزیز نہ کھو اس کو نہ بیکار	جاتا رہا جو ہاتھ سے روئے گا زار زار	فضل
کر غور کچھ جو عقل تری دور بیں ہے	یہ وقت چند روز ترا ہمنشیں ہے	"
جاتا ہے وقت خواب گی سے بیدار جلد ہو	ہرگز نہ اپنے وقت کو بیہودگی میں کھو	"
یارب کسی کا وقت نہ ضائع ہوا کرے	ہر اک کو اس کی قدر ہمیشہ ہوا کرے	"
بیکار اپنی عمر کے کھوئیں نہ ماہ و سال	ورنہ نہ جائے گا ترا عمر بھر ملال	"

جوانی

وقت

رنج و محنت سے باز کیونکر رہوں
وقت جاتا رہے تو حسرت ہے

جوانی میں نہ کر غفلت سفر کرنا ہے پیری میں
دن ہے خدا نے ہم کو دیا کام کے لئے
جہاں میں رحمت بیجا کہیں زحمت سے بدتر ہے
زندگی کچھ ابھی باقی ہے نہ گھبرا اے روح
تلافی نہیں وقت رفتہ کی ممکن
ہے آج رخ ہوا کا موافق تو چل نکل
آسودگی نہ ڈھونڈھ کہ جاتا ہے کارواں
فرصت اوقات ہے بس مغتنم
ہر وقت میں صرف ایک ہی کام
جو وقت گزر گیا اکارت
آیندہ سے خیال عزیز اس کا چاہئے
کرنا ہے تو غافل آج کر لے
رائیگاں کھونا نہ تو اس وقت کو
وقت یہ آتے نہیں پھر بار بار
ہے فراغت اور عسرت ساتھ ساتھ
ہے عبث گر قوم نے اس وقت پہچانا مجھے
دن واسطے معاش کے پیدا ہوا ہے اور
مطلب انسان کا بے وقت نہیں بر آتا
کام کی سدھ بدھ تجھے ہوگی نہ ہرگز اے غبی
پڑھنے لکھنے کا ہو مفرد وقت
جو وقت ملتا ہے اے عیش بس غنیمت ہے
سینک لے چند نفس آتش گل سے آنکھیں
جو گزر جاتے ہیں دن ہاتھ پھر آتے ہیں نہیں
پاؤ گے پھر نہ دیکھو وقت عزیز کھو کر
جو دم ہے مغتنم ہے جو وقت ہے غنیمت
پورے کبھی نہ ہونگے دنیا کے کام دھندے
یہ وقت قیمتی ہے سائیں کی سن صدا کو
کر اختیار دل سے تسلیم کو رضا کو
قدر اوقات کی اپنے اگر انسان جانے
فرصت بود و باش یاں کم ہے
غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
رشک یوسف ہے آہ وقت عزیز
گئے وقت آتے ہیں ہاتھ کب ہوئے انکو گنوا کے خراب سب

مسافر رات سے کرتا ہے ساماں دن کی منزل کا
اور رات کو بنایا ہے آرام کے لئے
برستا قہر ہو جاتا ہے بے ہنگام باراں کا
جتنے قیدی ہیں رہا ہوتے ہیں میعاد کے بعد
کوئی لاکھ رویا کرے سر پکڑ کر
کل کی کسے خبر کہ کدھر کی ہوا چلے
لے مستعار برق سے وقفہ قیام کا
یہ نہیں ملنے کی دوبارہ مجھے
پا سکتا ہے بہتری سے انجام
افسوس ہوا خزانہ غارت
جو وقت اپنے ہاتھ سے ابتک گیا گیا
جانا ہے پھر ایک دن عدم کو
ورنہ پھر پچھتائے گا اے نیکخو
کل خزاں ہے آج گر یاں ہے بہار
کر لیں کچھ ہم بھی کہ اب چلتا ہے ہاتھ
برکتیں اُن پر جنھوں نے وقت پر جانا مجھے
آسودہ یاں ہر ایک بشر ہے تمام رات
کارسازی ہو جو منظور تو اوقات کو سوچ
رائیگاں گر وقت تیرا کھیل میں ہو جائے گا
رہے ہر کام کا جدا ہر وقت
نہ ضائع ہونے دے ہرگز کہ ہے دُرِ نایاب
وقفہ شبنم کو بہت صحن گلستاں میں نہیں
عمر گھٹ جاتی ہے نقصان کہاں جاتا ہے
موتی نہ پھر ملے گا واللہ گم یہ ہو کر
کیوں چھوڑتے ہو دیکھو علم و ہنر کی دولت
ضائع نہ کر تو ہرگز یہ وقت قیمتی ہے
کر ترک خود پسندی اور یاد کر خدا کو
ضائع نہ کر تو ہرگز یہ وقت قیمتی ہے
کُنج خلوت کو وہ اقلیم سلیماں جانے
کام جو کچھ کرو شتاب کرو
میر اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا
عمر اک یار کارروانی ہے
تجھے کرنا ہو سو کر تو اب کہ یہ عمر برق شتاب ہے

امیر — آزاد — امیر — " — اشک — اسمٰعیل — " — " — " — پرتو — جویا — حیرت — حالی — " — " — شہید — " — صدر — " — عیش — عزیز — عاشق — کمال — " — گ… — مص…

نہیں ہے وقت جیسی بیش قیمت چیز دنیا میں	نہیں ہے قدر اسکی تجھکو اے غافل مگر کچھ بھی	مہر
ابھی ہے وقت فکر توشۂ عقبےٰ بھی کچھ کر لے	کہ اب ہو یا کہ پھر دنیا سے آخر ہے سفر تیرا	"
کرنا ہے جو وہ آج کرو کل کرو گے کیا	جب مرغ جاں پھڑک کے بدن سے نکل گیا	"
کام کر کام اگر آج ہے موقع ناداں	کس کو اے دوست خبر کل کی کہ فرصت ہوگی	"
سیکھ لے جلدی سے مضطر کوئی فن	ہے تجھے دنیا میں فرصت چند روز	مضطر
انسان کو لازم ہے رہے منتظر وقت	ہاتھ آئے کسی کے نہ کبھی زور نہ زر روز	ماہ
لٹاتے ہیں جو مفت کی روز دولت	وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہیں	محب
آج کچھ ہو نہیں سکتا ہے تو کل کیا ہوگا	سر پہ جب آن ہی پہنچے گی اجل کیا ہوگا	نظم
دور کر تیرگیٔ دل کہ ابھی تک ہے وقت	ہوگئی صبح تو روشن یہ کنول کیا ہوگا	"
وقت ہے صید رمیدہ جا کے آنے کا نہیں	وار کرنا ہے تو کر زد پر شکار ایسے میں ہے	"
زاہد حاجت روا ہو جا کسی محتاج کا	کل نہ تو ناکام ہوگا کام کر لے آج کا	ناسخ
چاہیئے غافل رہے کوئی نہ فیض صبح سے	دیکھ لو مردوں کو زندہ کرتی ہے تاثیر صبح	"
دمبدم خندۂ گل سے یہ صدا آتی ہے	باغ عالم ہے موقع یہی زر داری کا	"
وقت کو ضائع نہ کر ناداں نہ بن	ہے یہی حاصل جہاں میں زیست کا	نظامی
ہنس بول لو یہ وقت غنیمت ہے بلبلو	پھر گل کہاں بہار کہاں آشیاں کہاں	نسیم
بے وقت کسی کو کب ملا ہے	پتا کہیں حکم بن ہلا ہے	"
یہ نہ ہو وقت نکل جائے کہیں	بات رہ جائے گی رہ جائے گیا	وقار
دم غنیمت ہے سعی کر اے دل	ہاتھ سے وقت کو نہ کھو دینا	واسطی

ہر کمالے را زوالے

ترقی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر	سوا ہے ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا	امیر
کمال کونسا ہے وہ جسے زوال نہیں	ہزار شکر کہ مجھ کو نہ کچھ کمال ہوا	آتش
کامل زمین پر ہے ترا حسن تیس دن	اک رات ماہ کو ہے کمال آسمان پر	امیر
کون دولت ہے زمانہ میں نہیں جسکو زوال	کیا کروں جلوۂ خورشید لب بام پسند	"
ہے بدر رات بھر تو کوئی دم ہلال ہے	رکھتا ہے وہ ثبات جو صاحب کمال ہے	"
ہوی یہ بات ہمیں حال بدر سے روشن	دیا زوال جسے صاحب کمال کیا	"
طلوع مہر زمانہ میں ہے غروب کے بعد	جہاں میں ہوتا ہے اکثر کمال وجہ زوال	باسط
عروج کس کا تنزل پذیر یاں نہ ہوا	بہار آتی ہے گلزار میں خزاں کے لئے	جویا
فقیروں کو مت جان منعم حقیر	ہے دو روزہ یہ تیرا جاہ و جلال	خوشدل
دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھکر	گئے جہاں میں دریا بہت اتر چڑھکر	ذوق
کمال شئے زوال شئے سنا ہے میں نے لوگوں سے	مبارک ہو حریفوں کو کہ میں ہر فن میں کامل ہوں	راسخ
وہ شغل کر کہ رتبۂ اعلےٰ سے گر نہ جائے	اس کے لئے زوال ہے جس کا ہوا عروج	سید

ہر کمالے را زوالے

نقصان کے سبب سے ترقی ہلال کو	تنبیہ
ہوں بدر ہے زوال ہر اہل کمال کو	ظفر
ذکر تو سرکشی غافل بڑنگ آب فوارہ	"
سر اٹھائیگی تری یہ سربلندی تجھکو لیتی ہیں	
نہیں ہے اس چمن میں گر بلندی ساتھ پستی کے	عالم
نہ ہوتی ڈھلکے کیوں شاخ ثمر اونچے پہنچ کے	
کوئی شئے جو پہنچے یہ حد کمال	"
تو آخر ضروری ہے اسکو زوال	
گھٹا ہے یہ نقصان ہر سود میں	"
یہی فرق ہے عبد و معبود میں	
ہے روز روشن ہے شب ہائے تار	"
خزاں باغ کی بعد فصل بہار	
کمال آج اگر ہے تو کل ہے زوال	عزیز
جو ہے بدر آخر وہ ہوگا ہلال	
چڑھی جو صبح کو شبنم تو گر گئی شب کو	عاقل
فلک نے دی جسے عزت اسی کو خوار کیا	
زوال اسکو ہے جو کامل ہے عاقل	ناصح
ہمارے عیب کا مرجع ہنر ہے	
ثبات کا ہے جہاں ہو کیونکر زمانہ کا ایک حال بھی ہے	
عروج ہے تو نزول بھی ہے کمال ہے تو زوال بھی ہے	
نوٹ اوج	

غرۂ اوج بنائے عالم امکاں نہ ہو / اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایکدن — غالب

اقبال کا مآل ہمیشہ وبال ہے / دنیا کے ہر کمال کو ناداں زوال ہے — فدا

آنے والی ہے خزاں بھی حسن پر نازاں نہ ہو / کرتے ہیں تجھ کو نصیحت او گل گلزار ہم — فوق

وہ کونسا ہے گل جو نہ کھلتے ہی گر پڑا / سچ ہے کہ ہر کمال کو آخر زوال ہے — مجروح

ناکسوں سے نہ بہرہ مندی ہے / کبھی پستی کبھی بلندی ہے — مہر

کچھ بھی حاصل باکمالوں کو نہیں ہے جز زوال / مورد نقصاں ہوا جب ماہ کامل ہوگیا — ناسخ

گرتا ہے سر کے بل وہی جو سرفراز ہے / واللہ گواہ دعوے صادق نماز ہے — "

دولت ہے کون جس کو جہاں میں نہیں زوال / اے واسطی ہے شام ہمیشہ قفائے صبح — واسطی

سچ ہے کہ ہر کمال کو لازم زوال ہے / بڑھ کر ہلال بدر ہوا تھا کہ گھٹ گیا — وقار

زوال کے ہیں حقیقت میں ہوش وہ طالب / جو چاہتے ہیں کہ حاصل کمال ہوجائے — ہوش

ثابت ہوا عروج کی ہستی ہے آب پر / دیکھا جو سربلند جہاں میں حباب کو — "

سنتے ہیں ہر کمال کو ہے زوال / سچ ہے پامال اوج پستی ہے — ہمدم

ہمدردی

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ / گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے — آصف

درد سر میں کوئی ہمدرد جو آیا نہ نظر / اپنے ہی ہاتھ سے سر ہم نے سنبھالا اپنا — اسیر

عالی وقار ہوتے ہیں سب کے شریک درد / کرتا ہے کوہ سن کے فغاں کو فغاں بلند — "

گوارا ہے اذیت کب کسی کی طبع نازک کو / تڑپ جاتا ہوں آواز گلوئے مرغ بسمل پر — "

اسی کے شافع محشر بھی کام آئیں گے / جو کوئی وقت مصیبت کسی کے کام آیا — "

درد دل غیروں کا وہ جانے جو صاحب درد ہو / سر کو دھنتی ہے جو سنتی ہے مرا ذکر شمع — "

غم میں بشر ہو کیوں نہ بشر کا شریک حال / تڑپی جو موج آنکھ بھر آئی حباب کی — امیر

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر / سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے — "

حصول کیا ہے بنایا مکاں جو منعم نے / کسی کے دل میں تو اس نے کیا نہ گھر پیدا — "

کرم جنس یاں ہے دستگیری نیم جانوں کی / خرید اکر لیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی — احمدی

کیا کر بیکسوں کی دستگیری / یہی ہے شاہ کی فرماں پذیری — "

اندمال زخم ناکامان بیکس کے لئے / مرہم کافور ہمدردی کا پھاہا چاہئے — "

محفوظ رنج قحط سے رکھے جو خلق کو / لاریب ہے وہ یوسف کنعاں بعینہ — انشا

گا ہے قدمے یا درمے یا کلمے کچھ / کرو کہ کسی شخص کی حاجت تو روا ہو — "

کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی / چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے — انیس

خیال خاطر احباب چاہئے ہردم / انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو — "

جوش ہمدردی میں پنہاں دولت ایمان ہے / نقشہ خیر القروں آنکھوں کو دکھلائے کوئی — اقبال

درد دل آسودہ سے ہے جنکو خبر کچھ / آزار کسی کا بھی گوارا نہیں کرتے — اسمٰعیل

ہمدردی

مجھ سے برے دنوں میں یہ اچھے ہوں وہم ہے
کیا اعتماد شام کا کیا اعتبار صبح
اب تو انسان کا انسان بھی ہمدرد نہیں
خلق ہمدردی کو انسان کے انسان ہوا
لگی ٹھوکر کسی دشمن کو میرے دل پہ چوٹ آئی
کسی کا پانوں پھسلا میں زمیں پر سر کے بل آیا
سنی جب داستان قیس چین آیا نہ گھر بیٹھے
پڑھا جب قصہ فرہاد سر دیوار سے پھوڑا
خلق کو راحت ہے جس سے ہے وہی ہمدرد عزیز
سر اس کی آنکھوں میں جگہ پائی ہے جنہیں
دیکھئے مرد ہو تو کسی کے کام آؤ
ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ
نہ ملے مجھ کو مرے حال پہ رونے والے
عیش کیا کہ یہاں غم کے بھی اسباب نہیں
رنج میں رنج کا راحت میں ہوں راحت کا شریک
خاک ساحل ہی پہ کبھی موج ہوں طوفاں کبھی
کرتے عبث ہو شبنم گرد و نبات کو گداز
پگھلائے جو مرے اگر دل پگھل ایا
بنایا اسلئے اس خاک کے پتلے کو تھا انساں
کہ اسکو درد کا پتلا بنایا سر سے پاؤں تک
نہ ہوگا

ہجر، پرتو، ثاقب، "، جاہ، حالی، داغ، "، درد، ذوق

نہ ہوگا ہم سا زمانے میں دوسرا غم دوست
خدا سنوارتا ہے بیکسوں کی بگڑی کو
دنیا کی شرم موت کا ڈر کچھ نہ کچھ تو ہو
غمخوارئے جہاں کے لئے ظرف چاہئے
غمخوار خلق بنکے رہے جو وہ مرد ہے
رو دیا ہمدم وہیں اپنا سا غمگیں سوچ کر
اے سخن کہئے تو انصاف سے اس عالم میں
راحت نصیب ہوگی اُسے کائنات میں
اپنے غم کا تو مجھے کچھ غم نہیں جو ہو سو ہو
ہے جو ہمدردی پہ اہل درد کا دارومدار
اہل دل کو درد دشمن کا بھی ہوتا ہے ملال
پاس خاطر کبھی نہ دل آزاروں کو
درد آشنا جہاں میں کوئی مجھ سا کم ہوا
کوئی اپنا ہو یا بیگانہ ہو یا تم ہو یا دل ہو
ہوسکتی نہیں مجھ سے تو دل شکنی کسی کی
کسی کے ٹھیس لگی دل میں میرے درد ہوا
وہ دردمند ہوں پہروں ہی بیٹھکر رویا
جیتے جی خلق کو اس جسم سے راحت پہنچی
جیتے جی کچھ قوم کی خدمت تو کر
خیر کر پھینک یہ تسبیح و مصلے زاہد
نہیں آسان کچھ ہمدردئ قوم
ہمدردئ ہم ملک نہیں گر ہم میں
ہمدردئ انساں نہیں جس انساں میں
ہے افضل اعمال جو ہمدردئ خلق
کافر ہے وہ جس میں نہیں حب قومی
تقوے و صوم و صلوٰۃ و حج فقط کافی نہیں
ہو دل سے ہر اک شخص کی امداد میں ساعی
تم اختیار کرو بیکسوں کی ہمدردی
سہے جو اوروں کی خاطر سے گرمی و سردی
یہ ناکسی ہے کہ تم مثل بیکسوں کے بنو
درد ہوتا ہے جنھیں درد سے ہم سایوں کے
طلسم رحمدلی کا بھی کارخانہ ہے
خدا نے اس لئے پیدا کیا آدم سے حوا کو

کسی کو رنج ہوا ہم شریک حال ہوئے — رند
کسی کا کام کسی نے دیا سنوار تو کیا
چاہئے بشر کو پاس بشر کچھ نہ کچھ تو ہو — راسخ
ایسا کہاں سے حوصلہ پیدا کرے کوئی — سحر
رشک و حسد نہ فکر معیشت میں چاہئے — سفیر
جب کسی کی آنکھ میں آنسو نظر آیا مجھے — سخن
درد جس کو نہ ہو وہ بھی کوئی انساں ہوگا — "
سن لیگا گوش دل سے جو اہل صفا کے رنج — سراج
مارتا ہے غم مجھے شائق مگر احباب کا — شائق
دوست یا دشمن ہو ہر اک سے مدارا چاہئے — عیش
خون دل پیتے ہیں لالے تشنگی سے خار کی — عاشق
درد ہے جن کو وہ ہوتے ہیں مروت والے — عالم
گر غیر بھی ہوا تو مجھے اسکا غم ہوا — غافل
وہی بس یار ہے اپنا جو رنج و غم میں شامل ہو — غریب
کعبہ تو مسلمان سے ڈھایا نہیں جاتا — قدر
کوئی علیل ہوا میرا رنگ زرد ہوا — قلق
نظر پڑا کسی بیکس کا جب مزار مجھے — گہر
کام آئے نہ پس مرگ کسی کار میں لاش — میکش
زندگانی ہے یہ کس دن کے لئے — محب
نفع ہو خلق کا جس میں وہ عبادت اچھی — "
یہ رستہ سخت ہے منزل کڑی ہے — "
تو جہل تعصب ہے سراسر ہم میں — "
حیواں سے بھی بدتر ہے فرشتہ ہے اگر — "
کیا فرض نہیں قوم کی خدمت ہم پر — "
ہر ملت و مذہب کی یہی جان ہے قوم — "
فرض زرداروں پہ ہے کچھ قوم کی امداد بھی — "
رہ دل سے ہر اک شخص کی بہبود کا خواہاں — جہر
خدا نے طاقت و ہمت تمھیں عطا کردی — "
وہی ہے مرد اسی کا ہے وصف پامردی — "
چلے جو بس تو مددگار بے بسوں کے بنو — "
ایسے ہمدرد بھی دنیا میں ہوا کرتے ہیں — "
کسی کے تیر لگا دل مرا نشانہ ہوا — ماہر
شریک حال رہنا چاہئے انساں کو انساں کا — مضطر

ہمدردی

درد و غم کے واسطے پیدا کیا انسان کو — ذوق
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں
المدد یاد عزیزاں سے کہ ہوا دل بے کل — ناسخ
جو مصیبت میں بنے حبرے وہی یار اچھا ہے
ہمیشہ کام میں غیروں کے ایک سعادت مند — "
ہما کو اپنے لئے فکر عز و جاہ نہیں
کسی کا درد اٹھاتا ہے کسی کو کب زمانے میں — "
گرو جام و گل ہیں خنداں شبنم و بلبل کے شیون پر
گریاں تھے جہاں نہیں برہے مرد خدا
تب بھی ہے تقویت کو برادر کی احتیاج — نفیس
بتلا دنیا دیکھ کر بیمار نہ رو ہیں کس طرح مردم
دلوں کو رنج و غم نظارہ بسمل سے ملتے ہیں — "
جل مرا جب غریب پروانہ
لگ گئی میرے تن بدن میں آگ — سکینہ
رفیق انقلاب ہوں ایسا تڑپ جاتا ہوں اے ساقیا
فلک سے گر کبھی برق ستم گرتی ہے نشیمن پر — "
کسی کی بھی اذیت دیکھ کے دیکھی نہیں جاتی
گہر رو دیتا ہوں گلزار میں شبنم کے رونے پر

ہمت

ہمت

شمع ساں کٹائیے پر دم نہ ماریئے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے — آتش

طلب دنیا کو کرکے زن مریدی ہو نہیں سکتی
خیال آبروئے ہمت مردانہ آتا ہے — انیس

سدا ہے فکر ترقی بلند بینوں کو
ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو — آزاد

جی چھوڑ کر بیٹھ رہو یہ ہمت سے دور ہے
قسمت تو ہر طرح ہے پہ محنت ضرور ہے — اسمٰعیل

کھاتا نہیں فریب تمنائے دوجہاں
ڈرتا نہیں ہے توسن ہمت لگام کا — ″

جو کچھ ہو سو اپنے دم قدم سے
کیا کام ہے غیر کے قدم سے — ″

انسان کو چاہئے نہ ہمت ہارے
میدان طلب میں ہاتھ بڑھ کر مارے — ″

جو علم و ہنر میں ہیں انہیں کے وارث
میدان میں لے گئے ہیں بازی — ″

کچھ بھی نہیں دشوار اگر ٹھان لو جی میں
گھنٹوں میں ہو وہ کام جو ہوتا ہے صدی میں

ہمت ہے سر انجام مہمات کی کنجی
ہمت ہی حقیقت میں ہے توفیق الٰہی
ہو جان کی

آصف کا ہے یہ قول سنیں صاحب غیرت
احسان نہ لے ہمت مردانہ کسی کا — آصف

طاقت ہماری گھٹ گئی ہمت نہیں گھٹی
پیچھا کریں تو آگے ہی عمر رواں کے ہیں — امیر

بیٹھے ہیں تیرے در پہ تو کچھ کرکے اٹھیں گے
یا وصل ہی ہو جائیگا یا مر کے اٹھیں گے — احمدی

کبھی نہ صاحب ہمت کا حوصلہ ٹوٹے
کبھی نہ بھولے سے اپنے جبیں پہ بل آئے — ″

باندھو کمر خدا کا لو نام
ہمت سے ہوے ہیں سہل سب کام — ″

مشکل سے ڈرو نہ کرکے آہیں
اس بحر کی مل رہیں گی تہاہیں — ″

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا — ″

اولوالعزمی سے جو گردوں تلک پھندے لگاتا ہے
دُرِ مقصود کو دریا کی تہ سے ڈھونڈھ لاتا ہے — ″

دیکھو نہ دن کہ رات ہے آگے بڑھے چلو
شور و شغب پہ دھیان نہ رکھو بڑھے چلو — افضل

کچھ کریں صرف تو کچھ راہ خدا میں دیدیں
اہل دولت میں کسی طرح کی ہمت ہی نہیں — اشک

صاحب ہمت کو الفت زر سے کب ہوتی ہے اشک
اہل حاجت جو ہمارے پاس آیا لے گئے — ″

انشا خدا کے فضل پہ رکھیئے نگاہ اور
دن ہنس کے کاٹ ڈالئے ہمت نہ ہاریئے — انشا

فکر کی چیز تو رکھتا ہی نہیں کچھ انشا
خضر ہمت کو فقط سامنے دھر لیتا ہے — ″

زنہار ہمت اپنی سے ہرگز نہ ہاریئے
شیشے میں اس پری کو نہ جبتک اتاریئے — ″

ہمت کبھی نہ ہاریئے انشا یہ چاہیئے
جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے — ″

جو ہیں اعلیٰ مرتبت ہمت میں رہتے ہیں بلند
خاک پر پڑنے سے کب ہوتی ہے میلی چاندنی — اوج

وسعت ہمت جو رکھتا ہے بہادر ہے وہی
جس کسی کے ہاتھ یہ میداں رہے وہ مرد ہے — امیر

خالق جو کرے منعم دے ہمت عالی بھی
قاروں کی جو دولت ہو حاتم کی سخاوت ہو — ″

دولت پست کا طالب ہیں نہیں تشنہ دہن
خاک میں آپ سمائے تو سما جانے دو — ″

خدا نے دی ہے محتاجی ہیں مجھ کو ہمت عالی
لٹا دوں ایک ہی دن میں جو پاؤں گنج قاروں کو — ″

آسماں زیر قدم آئے تو سمجھوں میں زمیں
مرے اللہ نے دی ہمت عالی مجھ کو — ″

بلند اللہ نے ہمت بھی دی ہے بالا بندوں کو
یہ بندے مول لیکے سرو سے آزاد کرتے ہیں — ″

اظہار سب پہ عیسےٰ و ادریس کا ہے حال
ہمت بشر کو شرط ہے دور آسماں نہیں — ″

غیر سے خواہاں اعانت کے نہیں ہمت بلند
چنگل شہباز باب رزق ہے شہباز کا — ″

کریں جو کام جوانوں کے پیر کیا ممکن
کہ دست و پا میں گئی قوتیں کہاں آئیں — ″

کیا تعجب ہمت عالی اگر ادنےٰ میں ہو
مور عاجز دعوت فوج سلیماں میں نہیں — ″

حرص سے ہمت زیادہ ہے مری اے آسماں
بانٹنے کو نعمت دنیائے دوں درکار ہے — ″

ہمت مردانہ نے آتش کیا ہے بے نیاز
جانتا ہوں میں گدا سلطان ہفت اقلیم کو — آتش

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے
سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے — ″

سو تاڑ سے بلند کرے باغباں تو کیا
ہمت کے آگے پست ہے دیوار باغ کی — ″

ہو جان کی جوکھوں بھی اگر راہ طلب میں
ہمت ہو تو حالت کا بدلنا نہیں مشکل
ہمت کو نہ ہاریو خدارا
سمجھ نرد باں اپنی ناکامیوں کو
ہمت ہی بنا دیتی ہے مفلس کو تونگر
گر چیونٹی تیمور کی ہمت نہ بڑھاتی
اوج معالی پہ اڑا لے گیا
ہمت مردانہ تجھ کو آفریں
خوف ناکامی ہے جبتک کامیابی ہے محال
ہمت کے لئے عار ہے احسان اٹھانا
جہاں تیغ ہمت علم دیکھتے ہیں
اڑاتے ہیں جو زخش ہمت کو سرپٹ
ہمت عالی کے باعث سر اٹھا سکتا نہیں
معراج پائی چڑھ کے مسیحا نے دار پر
مشکل نہ کوئی ایسی ہے آساں نہ ہو سکے
جو نہ آنکھوں سے ہو دیکھا وہ دکھا سکتا ہوں میں
کہتے ہیں سب ہم خیال دین و وہم دنیا محال
قافلہ ہے بڑھ گیا اور تم ہو پیچھے رہ گئے
آبرو ہمت نے رکھ لی ورنہ وقت احتیاج
رکھتی ہے ہمت مری افلاک پر
مجھ کو ہمت نے مری بے لوث رکھا عمر بھر
ننگ ہمت تھا جہاں میں چار دن کے واسطے
جو ہو آدمی میں دلیری و ہمت
پیل دماں کی موت ہے چیونٹی کے ہاتھ سے
دولت دنیا کی خاطر کیا اٹھیں دست دعا
رہی وہ منزل مقصود اے جوانمردو
ہمت عالی ہو کیا ہمت کش اہل دول
جوش طوفاں ناخدا دشمن مخالف ہے ہوا
اللہ رے ہمت کہ ارادہ ہے وہاں کا
وہ عہد اور تھا ہمت تھی جب امیروں میں
ہمت رفعت طلب جلوہ دکھاتی ہے ضرور
ہے اگر ہمت بشر ہیں پائے گا پایہ بلند
خاک بھی اپنی رہی دوش ہوا پر ہی سوار

پست اس سے اولوالعزم کی ہمت نہیں ہوتی	اسمٰعیل
انجن ہو تو گاڑی کا چلنا نہیں مشکل	״
مت ڈھونڈھیو اور کا سہارا	״
کہ ہے شرط ہمت طلبگار رہنا	״
ہمت کے سفینہ کا اٹھا دیجئے لنگر	״
ہتیار بھی بے کار تھے اور فوج نکمی	״
توسن ہمت کا طرارہ مجھے	״
کرکے چھوڑا سر ہوے جس کام کے	״
مشکلیں جب بندھ گئیں ہمت سب آساں ہو گئیں	״
وہ درد بھی اچھا جو نہ محتاج دوا ہو	״
محالات کا سر قلم دیکھتے ہیں	״
وہ منزل کو زیر قدم دیکھتے ہیں	״
مثل سقف پست مجھ کو بام گردوں ہو گیا	برق
بہر عروج ہمت مردانہ چاہیئے	״
ہمت ولیک مرد کو ہارا نہ چاہیئے	بختاور
جو نہ کانوں سے سنا ہو وہ سنا سکتا ہوں میں	بدر
دوستو لیکن اسے ممکن بنا سکتا ہوں میں	״
آگے بڑھنے کا تمھیں رستہ دکھا سکتا ہوں میں	״
پاؤں ہم کس کس کے پڑتے جوڑتے کس کس کے ہاتھ	تسلیم
گر پڑا ہوں مثل سایہ خاک پر	״
ورنہ کیا کیا جان و دل کو جوش پر لایا کہ حرص	״
کیا فلک سے جاہ و منصب تخت و افسر مانگتا	״
غلط ہے نہیں بات بنتی بگڑ کر	تجمل
ہمت بلند چاہیئے قد جتنا پست ہو	ثاقب
یہ بھی ننگ آبروے ہمت مردانہ ہے	״
قدم اٹھائے ہوے ہمتیں بڑھائے ہوئے	״
واژگوں روز ازل ہی کاسہ سر ہو گیا	״
چلدے کشتی تو بھی بسم اللہ لنگر توڑ کر	״
ثاقب کی دعا کو نہیں جس در پہ رسائی	״
جلیل اپنے زمانہ کی تم نے خوب کہی	جلیل
گو نہیں ظاہر ہیں ہمت نام تو پنہاں نہیں	جویا
زیب سر گل کو ہوا ہے باغ ثروت نے کیا	״
کبھی پستی کی طرف ہمت عالی نہ گئی	داغ

ہمت

آدمی وہ ہے جو ڈھونڈے نہ سہارا کوئی
کہ برے وقت میں آڑے نہیں آتا کوئی
ہر وقت انتظار طلب میں ہے مستعد
رہتا ہے ایک پاؤں ہمارا رکاب میں
اگرچہ پا شکستہ ہم ہیں اے داغ
[illegible] جاتا کہاں ہے
گو قصد سفر [illegible] گرداب بلا میں ہم
[illegible] سہارے کا
[illegible] دامن [illegible]
[illegible] کا مرتب
آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہو گو پست قامت ہو کوئی
[illegible] اہل ہمت کا
[illegible] حباب تو دے
رکھتا ہے [illegible] علو جاہ کامل کا
نہیں یہ ناقص [illegible]
ارادہ گر کرے ناقص [illegible] بام چڑھتا ہے
تو یہ جانو کر نا بینا [illegible] عالی درکار
رفعت جاہ کو ہے ہمت عالی درکار
اونچے کوٹھے کے لئے چاہئے زینہ اونچا
سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی
[illegible] مردان خدا لیتے ہیں
[illegible] آفت میں مصیبت میں
رہے ثابت قدم سجاد [illegible]
جو سچ پوچھو تو اس کو ہمت مردانہ کہتے ہیں

نعم نہیں

ہمت

کیا مقابل ہوگی افواج غم دنیائے دوں
پاس میرے ایک تیغ ہمت مردانہ ہے — منتی

جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا [illegible]
تو جو اسے ہمت کرے ہمت تو کیا ملتا نہیں — مہر

جو کام کہ ارباب ہمت کر گئے ہیں
سعی بازو سے بیش و کم [illegible] — "

جو کام کہ حشمت سے نہیں ہو سکتا
جو کام مہر کر دکھائے اے مہر — "

ہمت چاہئے تو کر دکھائے نہیں ہو سکتا
وہ کیا ہے جو ہمت سے نہیں ہو سکتا — "

وہ کیا ہے زندگی کا کٹھن پر بڑھے چلو
راستہ ہے زندگی کا سنبھل کر بڑھے چلو

مانا خطر ہے اس میں یہ مردان کار ہیں
ہٹتے نہیں ہیں بڑھتے ہیں مردان کار ہیں

مردان کار ہی کے لئے کار و بار ہیں
مشکل اگر ہے کام تو جی توڑ کر چلو

اونچا اگر ہے بام کمر باندھ کر چلو
ہمت کے وقت منہ کو چھپانا نہ تم کبھی

محنت کے وقت جان چرانا نہ تم کبھی
اہل ہند اپنی کسی جانب سے جو ہمت ہو جائے

وہی پیچ کی سی پھر اپنے کو عظمت ہو جائے — بیدل

غم نہیں گر نہ رہے طاقت و قوت باقی
کھلا جب منزل مقصد کو پہنچے آفتیں سہکر
منزل مقصد ابھی ہے دور اے عزم بلند
کر گزرے عین وقت پہ جو ہم سے بن پڑا
فکر کر رکھتی ہے سرما کے لئے گرما میں
کب ہو متاع غیر پہ ذی ہمتوں کو دھیان
سب کام ہو گئے میرے سیدھے اک آن میں
ظفر دل کا محل مضبوط ہوتا ہے تو ہمت سے
وہ ہمت ہی سے ہو سکتا ہے جو ہے کام ہمت کا
ہمت ہوی قریب تو سب مشکلیں ہیں دور
کام ہمت سے لے اگر انسان
جانتا ہے وہ جلال ہمت
ہو جو ناقص اسے کامل کر دے
پست ہمت نہیں ہوتے ہیں شجاع
کام ہو جاتے ہیں سہل اے عصمت
جو دشواری کو آساں جانکر جھیلیں وہ ہیں اچھے
نہ ٹوٹے رشتۂ عمر مصیبت
ہمت کے ہے خلاف جو دینا جواب کا
ناکام گر کوئی نہ ہارے ہمت
گر سر پہ چلے تیغ جفا کی بھی عزیز
ہو برادر سے بھی امداد کا خواہاں کوئی
ہمت خدا کی دین ہے چاہے جسے وہ دے
جو عالی حوصلہ ہیں بحر میں وہ کود پڑتے ہیں
مرد میداں ہیں نہیں راہ سے پھر جانے کے
ستی کی ہمت مردانہ کا جواب نہیں
مصلحان قوم کو لازم ہے عالی ہمتی
ہے گوارا اپنی محنت سے اٹھائیں ہم پہاڑ
جب اسے چڑھتی ہے افلاک پہ چڑھ جاتا ہے
راہ میں ڈھونڈھتے راحت رہے راحت والے
منصور و کوہکن گئے افسانہ رہ گیا
ہوائے سنگ حوادث سے دخل کیا ٹوٹے
دم طلال یہ کہتا ہے دل مرا مجھ سے
کام کیا ہے اسکو ملک و مال سے

سالک راہ طلب ہیں رہے ہمت باقی — سراج
کسی دن سختیوں میں کام ہمت آہی جاتی ہے — "
راہ طے کرنا تری امداد پر باقی رہا — "
پہلے سے بات دل میں کوئی ٹھانتے نہیں — شاد
ایک چیونٹی سے بھی تدبیر میں کمتر ہم ہیں — "
اک قطرہ آب کا نہیں جام حباب ہیں — صابر
الٹے قدم جو پھیر دیا انقلاب کو — "
نہ موقوف اسکا استحکام چونے پر ہے نہ گچ پر
ظفر بے ہمتوں سے صرف ہمت ہو تو کیونکر ہو — ظفر
دشوار تر جو کام تھا آسان ہوگیا — "
مشکلیں دم میں اُسکی ہو آسان — عیش
جس کو معلوم ہے حال ہمت — عصمت
واہ کیسا ہے کمال ہمت — "
دل میں رہتے ہیں خیال ہمت — "
ہم نے دیکھا یہ کمال ہمت — "
جو آسانی کے طالب ہیں وہی مشکل میں رہتے ہیں — عاشق
مگر ٹوٹے یہ ہمت وہ نہیں ہے
سائل سے وعدہ کرتے ہیں اہل ہمم غلط
لازم ہے کرتا رہے سعی و محنت
ہمت کو نہ ہارے کہ ہے اسمیں نصرت
زور بازو میں رہے قوت بازو دل میں
موقوف ہے گدا پہ نہ وہ بادشاہ پہ
کھڑے رہتے ہیں کم ہمت یونہی افسوس ساحل پر
مشکلیں لاکھ ہوں لیکن نہیں گھبرانے کے
جلے جو جیتے ہی جی خود جگر یہ کس کا ہے
مرد میداں ہیں وہی جو خود خطر میں پڑ گئے
پر کسی کا بار احسان و کرم اٹھتا نہیں
ہمت حضرت انساں کو نہیں جانتے کیا
پہنچے وہ منزل مقصود کو ہمت والے
دنیا میں نام ہمت مردانہ رہ گیا
یہ دل ہے مردوں کا جانو کہ کچھ حباب نہیں
وہی ہیں مرد جو کوہ گراں اٹھاتے ہیں
پاس جس کے ہمت مردانہ ہے

یہ مثل سچ ہے کہ ہمت سے ہے برکت حاصل
اہل ہمت کو مدد حق سے ملا کرتی ہے

ہمت جو ہو بلند تو ہوں داغ یاس بھی
بوجھ اپنا کبھی ڈالا نہ کسی پر میں نے

ساتھ زر کے پستیٔ ہمت بھی ہوتی ہے زیادہ
جنکی ہمت ہے بلند ان کو تعجب کچھ نہیں

اہل سخا پہ دامن ہمت کشادہ ہیں
پابوس آسمان سے شرف ہوتے ہیں نصیب

حوصلے پر صاحب ہمت کے صدقہ جائیے
حوصلہ ہو نہ کم ظرف کو اصلاح حاصل

جو عالی ظرف ہیں کھٹکا نہیں کچھ انکو اے گلرو
ہے عالی حوصلہ سے کس کو ایذا

احسان لے نہ ہمت مردانہ چھوڑ کر
بزور ہمت مردانہ توڑ ہفت حصار

ہیں وہی صاحب ہمت جو مدام
سر رہے یا نہ رہے بات رہے اپنی وقار

تم جو ہمت کرو اگلی سی برکت ہو جائے — مہر
تم کبھی حقدار بنو اسکے وہ ہمت ہو جائے — "

ہو آسمان سے مجھے اختر کی احتیاج — ناسخ
ہوی تعمیر مری سقف سے دیوار جدا — "

ورنہ مائل ہوئے اسفل کس لئے قاروں ہوا — "
پست فطرت جو کہ ہے قائل ہو کیا معراج کا — "

ہو چاک مفلسی کا اگر جیب جاں تلک — نصیر
پھر حوصلہ بلند ہے اپنے غبار کا — نسیم

سر کٹا کر شمع نے بوسہ لیا گلگیر کا — "
ظرف خم کر نہیں سکتا کبھی شیشہ حاصل — نساخ

الجھنے خار سے دیکھا نہیں دریا کے دامن کو — "
قناعت ہڈیوں پر ہے ہما کو — نظم

رستہ بھی چل تو سبزۂ بیگانہ چھوڑ کر — "
یہ راہ بند ہے رستم جو ہفتخواں میں نہیں — نشاط

کار بے رو و ریا کرتے ہیں — وقار
دل میں مضبوط مزاجوں کے جو گزرا گزرا

ہوس

گنج عزلت مجھے کافی ہے بسر کرنے کو
طالب یار تہیدست و تونگر سب ہیں

جو چیز ہے وہ رکھتی ہے کچھ انتہا اسیر
دی ہے خدا نے عقل تو بھاگ اس سے دور دور

قاروں زمیں میں لے کے گیا گنج اپنے ساتھ
ہر چند لاغری سے ہوں اک مشت استخواں

تربت میں فرش کا نہ مکاں کا خیال ہے
قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت

مال و متاع ساتھ نہ جائے گا گور میں
ہے قید خانہ دہر، گرفتار سب جہاں

ممکن نہیں علاج ہو اس کا مسیح سے
بے مانگے رزق دیتا ہے ہر روز وہ کریم

اس شش جہت میں لاکھ طرح کے عذاب ہیں
جز قرب ذو الجلال کرے کوئی کیا ہوس

طاق کسریٰ کی نہ ہے قصر سلیماں کی ہوس — اسیر
جو گدا کی ہے تمنا وہی سلطاں کی ہوس — "

لازم نہیں جہان میں بے انتہا ہوس — "
آفت طمع ہے حرص قیامت بلا ہوس — "

اللہ رے حرص رکھتی ہے کچھ انتہا ہوس — "
پھرتی ہے مجھ کو اب بھی لئے جابجا ہوس — "

ہم مٹ گئے تو مٹ گئی بعد فنا ہوس — "
ایسی نہ دے کسی کو جہاں میں خدا ہوس — "

دو دن کی زندگی میں کرے کوئی کیا ہوس — "
طوق گلو تلاش ہے زنجیر پا ہوس — "

ہے در دلا دوا کی طرح لا دوا ہوس — "
کب تک تلاش بوالہوس و تا کجا ہوس — "

خواہش تلاش حرص تمنا ہوا ہوس — "
اللہ بس جہان میں ہے ما بقیٰ ہوس — "

ہوس

[illegible] — اسیر
[illegible] — اکبر
[illegible] — انشا
[illegible] — "
[illegible] — اوج
[illegible] — اسمٰعیل
[illegible] — بحر

ہوس

جو شخص کہ دنیا کی ہوس کرتا ہے
تحصیل میں [illegible] پیش و پس کرتا ہے
ساری دنیا بھی اسکو ملجائے جو مہر
[illegible] بس کرتا ہے — مہر

کیا تلخ زندگی رہی جب تک ہوس رہی
گزرے مزوں سے ہم تو مزے سے گزر گئی — بحر

شامیانہ بھی ہو زربفت کی چادر بھی ہو
اہل دنیا کو ہوس خاک میں بھی کیا کیا ہے — "

جسقدر بڑھتا ہے زر بڑھتی ہے انساں کی ہوس
کسی کافر ہی کو ہو تخت سلیماں کی ہوس — "

بے سبب بے وجہ دیتا ہے سبب ور ہے
بیمہ و ساماں عبث کرتے ہیں ساماں کی ہوس — "

ہوس اسباب آزادی کی سب برباد دیتی ہے
گرفتار علائق اے بلا میں تیری خاطر ہوں — بیاں

اے تجمل ہوس دولت دنیا چھوڑ دو
حسرت تاج شہی لے گیا دارا دل میں — تجمل

طالب دولت دنیا جو ہیں اس عالم میں
رہتے ہیں وہ ہوس سیم و طلا سے محفوظ — "

ملک گیری کی ہوس تا زندگی باقی رہی
خاک ہونے سے مٹی جمشید و دارا کی ہوس — "

ہوتی نہیں ہے مسند زرتار کی ہوس
سو رہتے ہیں فقیر تو چیتے کی کھال پر — "

کب تک رہوں توفیق اسیر ہوس دل
زنجیر ہو پابندی اسباب کہاں تک — توفیق

ہوائے دل ہی اپنی تھی خزاں آہ
نکالا میری خواہش نے چمن سے — جویا

کیا تیرے ساتھ سوے عدم یہ بھی جائیگا
غافل تو کیوں جہاں کی ہوا و ہوس میں ہے — حیرت

وحشت سودائے دنیا کا ہوا جن کو جنوں
ہے کڑی پانوں میں انکے تنگیٔ زنجیر حرص — خوشدل

خواہشیں بڑھتی ہی جاتی ہیں عجب اندھیر ہے
پوری ہوتی ہی نہیں دنیا میں سائل کی ہوس — ذاکر

اہل دولت کی وصیت سے یہ ثابت ہے سحر
تا دم آخر نہیں جاتی ہے انساں کی ہوس — سحر

بہت زیادہ ہوس کسر شان انساں ہے
خدا سے مانگئے لیکن ضرور کے لائق — "

چھوڑ دے حرص و ہوس فقر میں آتا ہے خلل
دشمن ایماں کی ہے دنیاے دنی کی خواہش — سید

اہل جوہر کا عدو ہے فلک ناہنجار
دل سے یارو ہوس نام و نشاں دور رہے — سخن

انسان کے دل میں نہ ہو گر خواہش دنیا
حسد کیوں ہو ریا کیوں ہو جفا کیوں ہو چناں کیوں ہو — سراج

ذلت کا سامنا ہے
مردار خواہشوں میں لذت نہیں ہے کوئی — سفیر

بوالہوس ہیں جو بشر طالب ہیں عز و جاہ کے
جو رضا جو ہیں وہ بندے دوست ہیں اللہ کے — شفق

بتلا ہے کس و ناکس ہوس دنیا میں
اس مرض سے نہیں دیکھا کوئی انساں خالی — "

غفلت سے باز آ ہوس سیم و زر کو چھوڑ
دار فنا ہے شیر یہ سونے کا گھر نہیں — شیر

دھوکا نہ کھا بجھے گی ہوس کی نہ تشنگی
ریگ جہاں فقط ہے چمکتا سراب کا — عیش

ہجوم میں یاس میں دل کہہ رہا ہے گھبرا کر
کہ تجھ پہ زور مرا اے ہوس نہیں چلتا — عاشق

بیجا ہے ضعیفوں کو ہوا و ہوس اوج
موت آگئی چیونٹی کی اگر پر نکل آئے — عزیز

ہوس کی جس نے شہرت کی اسی کا منہ ہوا کالا
ہنرور مثل خاتم در پے نام و نشاں کیوں ہو

سونا ہے ایک دن تجھے آغوش گور میں
اے مشت خاک کیا ہوس کیمیا میں ہے — فقیر

کیا تھا جمع مال اپنا مصیبت یہ نہ سمجھا تھا
ستارے برق ہو ہو کر گرینگے میرے خرمن پر — مصو[illegible]

اہل دنیا کا تو معبود حقیقی ہے زر
حق سے مطلب نہیں دولت کے کمانے سے غرض — محمد[illegible]

کیا کیا مجھ کو نہ ستایا ہوس دنیا نے
نفس امارہ نے کیا کیا نہیں ایذا دی ہے

غیر ممکن ہے ہوس رفعت کی دل سے دور ہو
جائے تکیہ زیر زانو گو سر فغفور ہو

کھینچتی ہے ہوس دل مجھے دنیا کی طرف
جھونکتی ہے مجھے تقدیر بلا کے گھر میں

ہیں ضعف کے عقل وحافظہ میں آثار
اے مہر گئے حواس لیکن نہ ہوس
رسوا مجھے کوبکو لئے پھرتی ہے
اے جذب منافع کی ہوس دردر میں
ہم پیر ہوئے مگر تمری بو نہ گئی
دنداں گئے آنکھیں گئیں اور عمر گئی
مٹا دیا ہوس جاہ نے مجھے ہے ہے
بھولے سے بھی دنیا کی تجھے چاہ نہ ہو
سر مہر پٹخ پٹخ کے مرجائے گا
شہرت کی ہوس کمال نادانی ہے
دنیا میں رہے گا نام اللہ کا بس
ساز و ساماں کا شوق ہے لاحاصل
جب نظر کی تجھے بندۂ دنیا پایا
ہوس کی ابتدا اے بوالہوس ماومنی سے ہے
کہاں گنجائش اسمیں ذکر حق کی اور طاعت کی
ہوس عزت کی بھی ازبسکہ دامنگیر رہتی ہے
رسائی ہو تجھے حکام بالا دست کے در تک
مٹا شاہ وگدا کا فرق جب دونوں کو موت آئی
ہوس دنیائے دوں میں عزت وشہرت کی ہے غفلت
ترا جو کام ہے مضمر ہے اسمیں نام کی خواہش
ترے علم ولیاقت میں ہے مضمر نام کی خواہش
نہ سامان مکاں پر بوالہوس ہے اکتفا تجھ کو
مگر جتنے تعلق تو نے دنیا میں بڑھائے ہیں
اکیلی جان تیری اور یہ خیل وخدم غافل
تجھے اے بوالہوس پوشاک میں بھی ہے ہوسکاری
ہوس کہتی ہے جوڑے اور بھی درکار ہیں تجھ کو
تجھے لینا ہے کیا اے بوالہوس پوشاک عمدہ سے
ہوس رہتی ہے تجھ کو یہ کہ جب خاصہ چناجائے
چنی ہوں نعمتیں دنیا کی نایاب وگراں قیمت
مقوی اور مفرح اور مرغن ہو جو کھانا ہو
مگر انساں ہے تو اے بوالہوس یا ہے گدھا گھوڑا
جہاں کی نعمتیں کھا کر شکم تیرا نہیں بھرتا
خود پائی میں نے ذلت غیروں کی کیا شکایت

چشم و دنداں و گوش ہیں دوراز کار — مہر
یہ نشہ ہے ایسا کہ نہیں اسمیں خمار
ہر سمت برنگ بو لئے پھرتی ہے
پھر نہیں بلکہ تو لئے پھرتی ہے
دل سے تری عادت نہ گئی خو نہ گئی
لیکن نہ گئی تو اے ہوس تو نہ گئی
میں بے نشان ہوا نام اور نشاں کے لئے
دل میں ایسا خیال للہ نہ ہو
جنگل ہے ہوس ابھی تو گمراہ نہ ہو
کس کی رہی یاد کس کی رہ جانی ہے
باقی جو شئے ہے مہر وہ فانی ہے
اس کی جانب کبھی نہ کر دل مائل
بندہ حق نہیں تو اے سگ دنیا ہرگز
ولے یہ مبتدا ہے وہ نہیں جس کی خبر کچھ بھی
بھری رہتی ہے تیرے دلمیں خواہش مال ودولت کی
برائے عزت وشہرت ہے جو تدبیر تیری ہے
ہوس اے بوالہوس یہ زیر چرخ پیر تیری ہے
ہوس اس پر بھی عزت کی ہے تو تقصیر تیری ہے
کہ عزت ہے تو رب العزت وجبروت کی طاعت
تقاضائے ہوس ہے یہ ہے گر اکسیر تیری ہے
سر مغرور میں تیرے غرور علم ہے داخل
ہوس کہتی ہے ساماں اور بھی درکار تھا تجھ کو
رہیگا فکر بھی اتنا ہی ہر اک بات کا تجھ کو
اکیلا دم ترا اور اس پہ یہ چون وچرا تجھ کو
تردد رات دن رہتا ہے خاطر کو بہت بھاری
بھری ہے گرچہ پوشاکوں سے الماری کی الماری
عبث ہے تیری خود بینی عبث ہے خویشتن داری
مہک جائے بس اسکی بوئے خوش سے گھر کا گھر تیرا
نہ دل سے ہر اک مہماں ہو کھا کر مدح گر تیرا
دماغ خشک کو بھی تر کرے حلوائے تر تیرا
خیال اس طرح جو شام وسحر کھانے میں ہی تیرا
مگر دوزخ ہے معدہ الاماں والحذر تیرا
کرتی نہیں ہے کس کو یاں خوار وزار خواہش — مظہر

ہوس

بہر عروج ٹھوکریں کھاتی ہیں خلق کی
بنا بڑا نصیب ارره کارواں ہے مجھے — بیکش

اہل ہوس کا کس شئے پہ بس ہے
اللہ بس ہے باقی ہوس ہے — نسیم

بخت برگشتہ آرزوئیں بہت
ہوس سیم و عاج نے مارا — ناشاد

کبھی اچھا نہیں ہوتا ترا بیمار ہوس
جان لیتا ہے ترا جانگسل آزار ہوس — نجم
آبرو دار کی تذلیل کی تو خواہاں ہے
بندہ تیرا جو بنا بس وہ ہوا خوار ہوس
نیک و بد میں نہیں کچھ فرق نظر آتا ہے
تو بنا دیتی ہے جب بیخود و سرشار ہوس
اپنے طالب کی تو کردیتی ہے مٹی برباد
آزمایا ہے تجھے تو ہے تیرہ کار ہوس
ہوتی جاتی ہیں خطاؤں پہ خطائیں پیہم
ہے گنہگار بڑا تیرا طلب گار ہوس
خاک بھی ہاتھ نہ آئے گا ہوس تیرے
خاک میں تجھ کو ملا دے گی یہ بیکار ہوس
چاک ہوتے ہیں یہاں دامن و زہد و تقویٰ
کرے کیا کوئی تیری رہ پرخار ہوس — خالق

یاد خدا

دکھ سکھ میں خدا کو جو نہ بھولے
وہ اچھے بھلے گئے جہاں سے
کس طرح بھولوں اسے جس کا تقلید ہے جی
یاد کرتے رہو خاطر سے بھلاؤ نہ کبھی
ایک عالم کو بھلانا ان سے کیا مشکل تراب
یاد میں اس کی دو عالم کو بھلاؤں تو سہی
مبارک ہے وہی دم زندگی میں
خدا کی یاد میں جو دم گزر جائے
کہو اللہ ہی اللہ تراب اور نہ کچھ کہو
جز نام خدا اور ہے سب بیہودہ گوئی
جی خدا پر وہی لگا بیٹھے
جو دو عالم سے دل اٹھا بیٹھے
تراب کام ترے سب درست ہو جائیں
جو لو لگائے خداوند کارساز کے ساتھ
زنہار اس سے نہ ہو غافل کبھی
جاگو اس کی یاد میں یا سو رہو
نام اس کا ہے مجھ کو ورد زبان
دل میں ہے چاہ ہم گئے کیا کیجئے
ہے جلیس اس کا نہ ہو کیوں تراب
ذکر و فکر اس کا بجز اکثر رہے

تراب — بیتاب

خالق ارض و سما سے یہی ہر دم ہے دعا
چشم طامع یا قناعت بھرتی ہے یا خاک گور
ایدل اسیر دام ہوا و ہوس نہ ہو
آبرو کو خاک کرتی ہے ہوائے سیم و زر
یوں بھری ہے دل آدم میں ہوس سر تا پا
نہ جائے عمر ہوا و ہوس میں کیوں ہمدم

نجم ہو دام میں تیرے نہ گرفتار ہوس
جیتے جی موقوف کب ہوتی ہے انساں کی ہوس
غفلت میں باد ہمنفساں یک نفس نہ ہو
بو تہ گل آگ میں جلتی ہے حرص زر اٹھا
جسطرح تخم نہاں ہووے ثمر کے اندر
کہ ہے ازل سے بشر احتیاج کا پتلا

نجم — واسطی — وقار — ہرچند — ہمدم — "

یاد خدا

رہے ہر دم میں ہر دم یاد تیری
یاد خدا ہے باعث تسخیر چار حد
کون ہیں جن کو فراموش ہے دنیا میں خدا
خدا کی یاد ہے لازم کہ ہو درستیٔ دل
یارب ترا ہی ذکر یہاں جب نہ تب رہے
جو گھڑی یاد میں تری کٹ جائے
بعض اوقات کو کر فکر معیشت میں صرف
غافل نہ اسکی یاد سے انساں رہے کبھی
خدا کی یاد جوانی میں غافلو کر لو
ہے وقت صبح کر لو یاد حق سونا ہے تربت میں
اللہ سے کو لگا لے دنیا کے چھوڑ جھگڑے
خدا سے تم دل ملاؤ اپنا زبان کو پھر ملاؤ دل سے
عظمت دنیا کی جب دبائے دل کو
مرد کو چاہیئے قائم رہے ایمان کے ساتھ
آ ہی جاتا ہے زندگی میں اک وقت
نہ چھوٹے کفر میں بھی وضع ایماں
افسر خدا کی یاد میں ان کو گزار تو
امجد تا کے وساوس شیطانی
سرگشتگی میں بھی طائر قبلہ نما
ترا ہی دھیان ہے دل میں ہر دم
اندوہ فراق جب کٹا ہے
نہ جس میں ہو ذکر اس کا بختاورا
واقعی اس جہان فانی میں
دم غنیمت ہے عزیزو کوئی دم غافل نہ ہو

جدھر دیکھوں اُدھر بس تو ہی تو ہو
یکسو ہو دل ترا تو ملے چار سو سے فیض
ہم کسی کام میں ہوں دھیان ادھر رہتا ہے
مکاں بغیر مرمت خراب رہتا ہے
ہر دم کے ساتھ اک حرکت زیر لب رہے
وہی آٹھوں پہر کی پونجی ہے
وقت پر یاد خداوند تعالےٰ بھی کر
مسجد ہو بتکدہ ہو و یا خانقاہ ہو
وگرنہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے
اٹھو اب چھوڑ دو آرام پھولوں کے چھپر کھٹ کا
کیا کیا کرے گا بندے تھوڑی سی زندگی میں
تو دیکھ لوگے کہ پر اثر ہے زبان سے جو نکل رہا ہے
خالق کا کرو خیال تکبیر پڑھو
تا دم مرگ رہے یاد خدا جان کے ساتھ
کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ
کہ ہے ہر حال میں یاد خدا فرض
جو چار دن ہیں زندگیٔ مستعار کے
کب تک رہے دل سفینۂ طولانی
کرتا نہیں اللہ سے روگردانی
ترا ہی نام لیا کرتے ہیں
برسوں ترا نام جب رٹا ہے
سخن ایسا بس لب پہ لانا ہے منع
یاد حق پائدار ہے نعمت
یاد ہی میں اس کی گزرے کاش ہر دم ہر نفس

آصف رح — امیر — " — " — انشا — " — احمدی — اشک — آتش — اکبر — " — " — " — " — " — اسمٰعیل — افسر — امجد — " — انجم — بحر — بختاور — تراب

بیشک اسی کا ہوگا یہاں خاتمہ بخیر
تراب اس شخص کو ہم نیک و خوش اوقات کہتے ہیں
معتبر زندگی وہی جو تراب
اس کو جنت میں کہو سیدھا چلا جائے تراب
باوجود کاروبار غفلت اس عالم کے بیچ
تراب اللہ کہتے مرگیا جو
تراب اس کو یکدم نہ تو بھول جانا
ہو وہ کیونکر کوئی دم غافل تراب
خاتمہ بالخیر اگر چاہو تو یہ تدبیر ہے
چاہے کچھ ہو یا نہ ہووے دین و دنیا سے تراب
پھر ہے کیا اس کو کسی خاص سے اور عام سے کام
غفلت میں گرچہ عہد جوانی ہوا بسر
ذکر حبیب سے کبھی غفلت نہ ہو جلیل
دو کام ایک دل سے خلاف اصول ہے
حاصل عمر ہے دم بھر ہے اگر دل یکسو
آیا یہ لب پہ اور گیا درد دل مرا
خدا کی یاد دل میں ہو تو بس ہے
خدا یاد آگیا اے دل ہجوم یاس و حسرت میں
دل لگا حق سے نہ ہو مائل گل و گلزار پر
خدایا وقت پرسش نام تیرا ہی رہے جاری
گر بن پڑے تو یار حقیقی کو خوش کرو
اب کسی شئے میں نہیں راحت جاں طاقت دل
ہیں نے کی گلشن امکاں کی بہت سیر اے دوست
وہی لب ہیں ذاکر کہ ہے ذکر جن پر
پڑتی ہے جب مصیبت اے راسخ
پڑھوں میں نزع میں تسبیح تیرے نام کی یارب
محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش
اسباب دین و دنیوی کب تھا خیال میں
معدوم سلسلہ ہو ہر اک رسم و راہ کا
تن میں جب تک ہے مری جان تمنا ہے یہی
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہیں
ہے باعث نجات دو عالم خدا کی یاد
بندوں پہ فرض عین ہے ہر دم خدا کی یاد

غافل نہ یاد حق سے ہو وقت اخیر ہو	تراب
خدا کی یاد میں جس کی کٹے اوقات ہموارہ	"
یاد پروردگار میں گزرے	"
جو کوئی دنیا سے اسکی یاد میں مشغول جائے	"
یاد حق کرتا رہے ذرات کوئی تب جائے	"
اسی نے خاتمہ بالخیر پایا	"
بھروسا ہے پیری میں کیا زندگی کا	"
جس کو مشق ذکر پاس انفاس ہے	"
آمد و رفت نفس میں ذکر ہو جاری کرو	"
مرتے جیتے ہمدم اپنا اللہ ہی اللہ ہو	"
رات دن جس کو کہ اللہ کے ہو نام سے کام	ترکی
ترکی نہ چھوڑ پر دم پیری خدا کا شوق	"
چلتا رہے یہ کام بھی جب تک زباں چلے	جلیل
کیونکر بتوں کی چاہ ہو یاد خدا کے ساتھ	"
ہائے وہ دل جو تری یاد میں ذرات رہے	"
اکسیر سے ہیں بڑھکے ترے نام کے خواص	"
سوا اسکے جو کچھ ہے وہ ہوس ہے	جری
نظر آیا ہمیں وحدت کا جلوہ عین کثرت میں	جوش
دکھتا ہے کیا تو حیرت باغ و بستاں کی طرف	حیرت
زباں دکھلائے مجھ کو ہمت مردانہ تربت میں	"
حیرت یہ ہیں جہان کے سب کاروبار ہیچ	"
ہاں اگر ہے تو یہ تاثیر ترے نام میں ہے	"
پتے پتے کو ترے ذکر میں شاغل دیکھا	حمید
وہی دل ہے جس میں تری جستجو ہے	ذاکر
یاد باری زیادہ ہوتی ہے	راسخ
عدم ننانوے ۹۹ کے پھیر میں ہو دم شماری کا	"
کھو چکا سب کچھ وہ جس نے تجھ کو پایا ہوئیگا	سودا
تیرا ہی دھیان تا بدم واپسیں رہا	"
گر ورد دل ہو اسم مکرم آلہ کا	سخن
ذکر میں تیرے رہوں محو ہمہ تن بن کر	سعید
کس کام کی زباں جو تری گفتگو نہیں	"
موت و حیات میں ہے مسلم خدا کی یاد	"
کرنا ضرور چاہئے پیہم خدا کی یاد	"

یاد خدا	
ہر کام کرنا چاہئے ہے کہ خدا کا نام	سعید
سب کام میں سہل ہوں عقبیٰ کے مشکلات ... دل لا ہے متقدم خدا کی یاد	"
دنیا میں خوش ہو دل ہے دور ہر اک غم خدا کی یاد	"
کرتی ہے دل سے یا اولیا کا کام	"
فعل انبیا کا ہے ہو بہت کم خدا کی یاد	"
دنیا پرست سے ہو دست بکار اور دل بیار	"
اپنے تھے رسول اکرم خدا کی یاد	"
کرتے تھے یوں اشتغال عام ہیں	"
جو عاشقان خاص ہیں اک دم خدا کی یاد	"
جائے نہ ان کی یاد سے فرشتہ خصال ہو	"
مقبول ہو وہ دل ہو جائے اگر جم خدا کی یاد	"
دل میں لئے قیام و رکوع و سجود میں	"
معروف جو کرتی ہے باہم خدا کی یاد	"
مخلوق جس کا ربط ہے مطلع پہ فلک سے	"
گردن جھکا کے چرخ ہو ہمہ تن خدا کی یاد	"
کرتا ہے بصورت شب زندہ دار ہے	"
اور ماہ بھی روز نیر اعظم خدا کی یاد	"
کرتا ہے رعد ابر بجوش و خروش میں	"
نالاں ہے وہ بہ بارہ برہم خدا کی یاد	یک

یاد خدا

مانند نگیں نام ترا دل پہ ہے کندہ
غفلت میں بھی تو ہم سے بھلایا نہیں جاتا
عاشق بتوں کے عشق میں کھوئی بہت سی عمر
تھوڑی سی عمر یاد میں حق کے گذار دے
دیر و کعبہ و کلیسا یہ سبھی ہیں معدوم
آدمی وہ ہے کہ دل جس کا ہو یزداں کی طرف
خدا کی دل سے کرتا یاد ہوں میں
کمیں کرتا سحر آباد ہوں میں
جب سے دنیا سے دل ہٹا عالم
یاد پروردگار دونی ہے
عیش میں عالم نہیں اپنا خیال
یاد خدا آتی ہے
سچ تو یہ ہے کہ مصیبت میں بہت یاد خدا
زبان پہ ہے ترا نام یاد ہے دل میں
جو قال اگر ہے یہی حال اپنا
زبان و کلام اسی کام میں ہے معروف
ہمیشہ شغل رہا ترے نام کی ارشاد کا
اے علی احمد خدا کو یاد کر دنیا کو چھوڑ
راہ میں تو اپنے کانٹے کس لئے بوتا ہے آج
الٰہی روح جب میری قفس سے تن کے باہر ہو
ہو تیری یاد دل میں سجدہ لب زباں پر ہو

مستفید

شاعر	شعر
عاشق	ہیں فرط ذوق و شوق سے اشجار وجد میں
	حاصل اگر ہو چشم بصیرت نظر پڑے
	خالی نہیں ہے یاد سے کوئی غرض دلا
"	دیو لعین دل میں اٹھاتا ہے وسوسے
	سیر دل کی اگرچہ ہو منظور
	نہ کر زاہد خیال حور جنت
	اللہ اللہ زبان پر ہوگا
	رابطہ سب سے چھوڑ اے سید
	سید تجھے لازم ہے کہ رہ یاد خدا میں
	شاد رکھ دل کو یاد خالق سے
"	تو ایک دم بھی نہ شغل خدا سے غافل ہو
	خدا سے نہیں جن کو سید محبت
	لو لگا اپنے خدا سے کہ ملے تجھ کو نجات
عالم	اسکو ہی تم نہ ڈھونڈو ماوٰی ہے جو سبھوں کا
	ہو ملائک سے فزوں کیونکر نہ انکا مرتبہ
	رہے ورد زباں بس نام تیرا اے مرے خالق
"	صدق دل سے نام رب شائق کے لب پر ہمارا
	دل میں کرتا ہے اثر ذکر خدائے برحق
	یاد میں ایزد حق کے نہ جو انساں نہ رہے
عزیز	غافل از یاد خدا جو کوئی انساں نہ رہے
	نفس گرم تیری یاد میں ہے
	دم میں جبتک دم ہے اسکا نام ہے ورد زباں
"	فکر دنیائے دنی کی تم کو طاہر اسقدر
	ذکر کرنا چاہئے دل سے مدام اللہ کا
	فی الحقیقت ہے زباں سے یہ زیادہ پاک و صاف
علی احمد	خدا کی یاد میں بے خود ہے جو شخص
	بے غرض کہنے کو بہتر ہے جہاں میں ہونگے پر
	گر یاد ہے اس کی تو وہ ہر جا پہ ہے ہر وقت
	گر یاد سے غافل نہ ہو عزت ہے ہماری
"	سوائے یاد خدا کچھ نہ ذکر ہو عاشق
	تیرے ہی نام پاک سے پاکیزہ ہے زباں
	اس سے بہتر ہی نہیں کوئی عمل تسخیر کا
	جس کا دل معمور ہو ہر دم خدا کی یاد سے

شعر	شاعر
کرتے ہیں جھوم جھوم کے باہم خدا کی یاد	سعید
کرتے ہیں کوہ و کاہ و بر و یم خدا کی یاد	"
کرتے ہیں جن و ملک بنی آدم خدا کی یاد	"
بیٹھے ہیں بندے کرنے کو جدم خدا کی یاد	"
ذکر حق سے نہ منہ پھرا ہرگز	سالک
خدا کی یاد میں اپنا لگا دل	سراج
دغدغہ کیا ہے حشر کا مجھ کو	سید
چاہئے یاد ذوالجلال سے ربط	"
گو زندۂ جاوید ہو لیکن ہے قضا شرط	"
پھر نہ بھٹکے گا پاس رنج و ملال	"
کہ دل میں نور ہو مہر منیر کی صورت	"
وہی اپنی بازی کو ہارے ہوئے ہیں	"
شفق اچھا نہیں دنیا میں لگانا دل کا	شفق
ہاں تم اسی کو پوجو ملجا ہے جو سبھوں کا	"
دھیان جن بندوں کو رہتا ہے خدا کی یاد کا	شرم
جو نکلے جان شائق تن سے اور ہو وقت رحلت کا	شائق
حکم حق سے قصد جب سوئے عدم کرنے لگا	"
اہل ایماں کو نہ ہو کیونکر عبادات سے حظ	"
اسے غفلت کا کسی طرح سے پایاں نہ رہے	"
وہ کبھی پیش خداوند پشیماں نہ رہے	"
شعلہ زن صورت شرار اپنا	شہید
جس نے مشت خاک سے بندہ کو انساں کردیا	طاہر
عہد پیری میں مناسب ہے خدا کی یاد بھی	"
اس نگینہ کے لئے زیبا ہے نام اللہ کا	"
دل سے میں اسواسطے لیتا ہوں نام اللہ کا	عاشق
اسے کچھ فکر بیش و کم نہ ہوگا	"
بے غرض وہ ہے کرے یاد خدا جو بے غرض	"
گر بھول گیا پھر وہ زماں میں نہ مکاں میں	"
غافل ہوں تو یارب تری عظمت نہیں جاتی	"
زبان چلتی ہے دل جبتک اختیار میں ہے	"
تیرے ہی نام پاک سے شیریں دہن ہوا	"
سچے دل سے نام لینا چاہئے اللہ کا	"
اسکی آنکھوں میں سدا جلوہ ہے بیت اللہ کا	"

ہے مستفید نعمت دارین سے فدا	جس بندہ کو ہے ورد خدا کے کلام کا	فدا
حافظ ہے خدا مرا چپ و راس	ہر وقت ہے ورد سورۂ ناس	"
دنیا ہے محض ہیچ ہر اک چیز خام ہے	پکی ہے تیری یاد سدا تیرا نام ہے	"
مصروف اک زمانہ ہے فسق و فجور میں	خاصان حق کو حق سے صدا اشتغال ہے	"
سر میں ترا خیال ہے دل میں ہے تیری یاد	تیرے سوا کسی کو نہیں جانتے ہیں ہم	فروغ
نفس کافر ہے بغل میں رام کر	یاد اے بندے خدا کا نام کر	فوق
خدا غفور ہے بخشے گا یاد حق کر لے	یہ عمر پھر نہیں اے قطب جا کے آنے کی	قطب
دنیا میں ہر طرح سے ہوں گرچہ پھنسا ہوا	لیکن میں تیری یاد نہ بھولا کسی طرح	قربان
ہو خاک وہ دل جو نہ کرے یاد الٰہی	پھنس جائے وہ طائر جو نہ لے نام خدا کا	قدر
بہکے نہ وقت نزع ترے نام کے لئے	گویا زباں ملی ہے اسی کام کے لئے	ماہ
حلاوت بخش کام جاں ہے تو شیریں بیاں کیسا	مزہ لیتی ہے تیرا نام لے لے کر زباں کیسا	"
جس میں کہ ذکر خیر ترا نام کو نہیں	کب وہ دہن ہے کام کا کب وہ زباں پسند	"
فراغت میں بتوں کی صورت دلخواہ یاد آئے	پڑے جب کچھ مصیبت تب ہمیں اللہ یاد آئے	مصحفی
جس کے دل میں ایک تیری یاد ہے	دونوں عالم سے وہی آزاد ہے	مضطر
دل وہ ماتمکدہ ہے جسمیں نہ ہو یاد تری	گھر وہ نمخانہ ہے جسمیں نہ ہو چرچا تیرا	مہر
نفس کی آمد و شد ذکر حق سے گر نہ ہو خالی	تو بس منزل پہ پہنچا دے یہی گھوڑا سواری کا	"
تری ہی تھی یاد تھی خوشی جب	تری ہی ہے یاد رنج ہے اب	"
بھلایا میں نے نہ تجھ کو یارب	نہ تو بھی دل سے بھلا دے مجھ کو	"
ہے راہ سلوک کا نہ رہرو کوئی	کرتا ہے ہزاروں میں تگ و دو کوئی	"
فرصت ہی نہیں خدا کے بندوں کو مہر	کب حق سے لگاتا ہے بھلا لو کوئی	"
فرصت شہوات کی ہے گندوں کے لئے	فرصت ہے ہر طرح کے دھندوں کیلئے	"
یاں بیٹھ کے کچھ یاد خدا بھی کر لے	فرصت یہ کہاں خدا کے بندوں کیلئے	"
ملتا ہے کمانے اور کھانے کو وقت	ملتا ہے تفرج کا زمانہ کو وقت	"
اللہ سے مہر کو لگانے کے لئے	ملتا ہے مگر کسی یگانے کو وقت	"
اے مہر بہت گزر چکی عمر رواں	تھوڑی سی رہی اسکو بھی گزران نادان	"
جو دم جاتا ہے پھر نہیں آتا ہے	کر لو یاد خدا کہ پھر وقت کہاں	"
ہے بند علائق نے کسے فرصت دی	فرصت نہ ملی اور ملے گی نہ کبھی	"
جس طرح سے ہو یاد خدا بھی کر لے	اے مہر خبر نہیں کسی کو کل کی	"
تسبیح میں مصروف ہیں مرغان سحر	اور وجد میں جھومتے ہیں جنگل کے شجر	"
ہے صبح کا وقت یاد حق کر اے مہر	کیا اینڈ رہا ہے تو پڑا بستر پر	"
اے مہر خدا نے تجھے انسان کیا	رحمت سے ہر اک طرح کا سامان دیا	"
افسوس صد افسوس کہ تو نے نہ کبھی	بھولے سے خدا کا نام نادان لیا	"
اچھی وہ زباں ہے جو کرے ذکر خدا	اچھا وہ کان جو سنے ذکر خدا	"

یاد خدا

اچھا ہے وہ دل کہ ذکر حق ہے جسمیں / اچھا ہے وہ گھر جسمیں رہے ذکر خدا	مہر
تحصیل علوم اور تحصیل معاش / [illegible] فکر دنیا کی خراش	"
دنیا کا خیال جس طرح سے ملتا ہے وقت / ہر بات کو [illegible] ملتا رہے تلاش	"
یاد حق کو بھی [illegible] ہفتہ / کرے یاد حق جو ہفت کشور کا	ناسخ
بادشہ ہو وہ ہفت [illegible] چرخ گرداں سے	[illegible]
جو ذکر حق میں ہیں [illegible] / کہ دنیا سے ہیں بے خوف و [illegible]	[illegible]
بھولے نہ خدا کو نہ اجل کو انساں / کوتاہ کرے طول امل کو انساں	"
ایسا نہ ہو شرمندہ ہو کل کو انساں / [illegible] توبہ و انابت و استغفار	"
کرتا رہے یاد نام تیرا / یاد تیرا ذکر ہے زباں کیا [illegible]	"
اور پھر ورد زباں [illegible] / جو صانع عالم کی یاد ہے	"
عالم سے تعمیر دیکھ کر / معمار کا خیال ہے اسکی یاد کا	ولی
یاد کرنا ہر گھڑی اس یار کا / ہے وظیفہ مجھ دل بیمار کا	اسد ولی

یادِ رفتگاں

یارانِ گزشتہ کی کہانی رہی جراءت
ساتھ اپنے جو کھاتے تھے انھیں خاک نے کھایا — جراءت

ہم اس طرح رہے یارانِ رفتگاں سے دور
غریب جوں کوئی رہ جائے کارواں سے دور — ″

یارانِ رفتہ بات کا دیتے نہیں جواب
کیا کہدیا قضا نے کہ خاموش ہوگئے — جلیل

خبر یارانِ رفتہ کی نہیں معلوم ہوتی ہے
ارادہ ہے کہ بھیجوں قاصد عمر گریزاں کو — حیرت

ہمیں تو پیستی ہے جیتے جی اے گردشِ دوراں
نجانے کیا گزرتی ہوگی مردوں پر ہزاروں میں — درد

آہ وہ وہ لوگ جو دیتے تھے خبر غیب کی
ڈھونڈتے پھرتے ہیں انکو لوگ وہ کیا ہوگئے — ″

سفیر بچھڑے ہوئے دوست یاد آتے ہیں
عدم کو جانے کی کس طرح آرزو نہ کریں — سفیر

دنیا میں ہے آسماں نہیں ہے یا زمیں نہیں
جو چل بسے انھیں کا پتہ بس کہیں نہیں — ″

نہ پھر ملکِ عدم سے کوئی یار اے سودا
جاتا ہے ان کی خبر لینے کو ناچار مجھے — سودا

پہنچے ہوئے ہیں وہاں جا کے عیش و عشرت میں
ہماری کچھ نہیں یارانِ رفتگاں کو خبر — مغن

اے وؔلی ازبکہ اسکی یاد میں ہے محو دل
دو جگ ہوئے ہیں دل سوں[1] فراموش اے ولی

نیں منصب و جاگیر ہے نیں زور وظیفہ
یاد سے دل ہے شاد جاں محفوظ

بھروسا کچھ نہیں دنیا میں دم کی آمد و شد کا
سونے میں ورد نام ترا عمر بھر رہا

چھوڑو بتوں کا ذکر کرو یادِ حق کی ہوشؔ
خدا کا نام ہر ہر کی زباں پر کب ہوا اے غافل

چاہئے جو دم کہ نکلے گزرے یادِ یار میں
کچھ کرو یاد الٰہی ہمدؔم

ہمیشہ دل میں مرے اپنی یاد رکھ یا رب
رہ تو یادِ یار میں غافل نہیں اسمیں زباں

یاد میں اللہ کی رہتا بن آئے تجھ سے سب
دل سب طرف سے پھیر کے رکھئے خدا کی یاد

لَو میں رہ اسکی کرتا ہو دل کو غافل روشنی
یوں نہ رہ غفلت میں ہمدم نام اسکا ورد رکھ

بھولا ہر چند تو کیوں یادِ الٰہی دل سے

غیر کے خطرے سے نِس دن ہے فراموشی مجھے
رکھتے ہیں جب سوں یاد سریجن[2] کی من[3] میں ہم

ہر روز ترا نام وظیفہ ہے وؔلی کوں[5]
ذکر سے ہے ترے زباں محفوظ

یہ چند انفاس اے دل یادِ خالق میں بسر کر دے
غفلت میں بھی نہ تجھ سے کبھی بے خبر رہا

کیا اعتبار زندگیٔ مستعار کا
یہ کچھ ایسا نہیں ہے کام مشکل پر نہیں ہوتا

دیکھ غفلت سے نکلجائے نہ ہمدم دم کہیں
ضائع کرتے ہو تم اوقات عبث

ترے ہی نام کا بس نقش اس نگیں پہ رہے
عمر اپنی رائیگاں غفلت میں کھونا فائدہ

جب پڑے اکسیر میں مس تب کہیں وہ زر بنے
منکا تو دل کا پھیر لے دانا ادھر اُدھر

جان کے مانند ہے فانوس کے تن میں چراغ
چلتے پھرتے بیٹھتے اور اٹھتے سوتے جاگتے

کیا ہے بہرِ عبادت تجھے انساں پیدا

یادِ رفتگاں

چل بسے جو کہ تھے جانے والے
یارانِ گزشتہ کا پتا ہی نہیں ملتا

کیا کیا حبیب راہیٔ ملکِ عدم ہوئے
تامل سے جو دیکھا برگہائے غنچۂ دل کو

اے دورِ فلک جینے کا مجھے اب لطف ذرا باقی نہ رہا
یارانِ بزمِ دہر میں کیا کیا تپاک تھا

ہم بعدِ رفتگاں کے چلے یوں جہان سے
اے ہمرہو کدھر کو گئے آہ تم بغیر

بتائیں کیا نہ پوچھو ہمنشیں کھوئے ہوئے کیوں ہیں
وائے حسرت تراؔب بارِ دگر

ہم سے پیچھے جو یہاں آئے تھے وہ آگے گئے
اہلِ حق اگلے زمانہ میں ہزاروں تھے تراؔب

جو یاں پڑا ہے قبر میں تو کس کے واسطے
اب نہیں پھر کے وہ آنے والے

گم ہوگیا یہ قافلہ منزل سے نکل کر
کاشانۂ عدم میں ہوئی انجمن درست

نظر میں پھر گئیں سب صحبتیں یاران یکدل کی
جب ہم نفس اپنے اٹھ گئے سب جینے کا مزا باقی نہ رہا

لیکن جب اٹھ گئے تو نہ بارِ دگر ملے
جس طرح ساتھیوں سے مسافر چھٹا ہوا

نالاں ہیں جرس کارواں سے ہم
وہ پچھلی صحبتیں اگلا زمانہ یاد کرتے ہیں

پھر نہ آئے جو کوئی یاں سے گئے
رہ گئے یاں سب سے پیچھے ہائے مرجانے کو ہم

اس زمانہ میں خدا والے نہایت کم ہیں
سب قافلے روانۂ ملکِ عدم ہوئے

[1] سے ۱۲ [2] معشوق ۱۲ [3] دل ۱۲ [4] نہ ۱۲ [5] کو ۱۲۔

کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو | واہ ملتے ہی نہیں دشت کے آواروں کو — سوز

رفیق خواب عدم سے چونکے نہ ایسے مدہوش سو رہے ہیں | سرھانے انکے بہت میں بیٹھا بہت میں انکو پکار آیا — شہید

حسرت آباد جہاں صورت حیرت ہے شہید | جائے فریاد ہے یاران کہن کا مذکور

یاران رفتگاں کا پتہ کس سے پوچھئے | ایسے گئے زمیں پہ کسی کا پتا نہیں — خرم

سدھارے جو عدم کو نام اپنا چھوڑ کر شائق | عبث ہے ڈھونڈھنا انکو نہ پائیگا نشاں ہرگز — شائق

صحبت ایام گزشتہ کی مجھے آتی ہے یاد | ہمنشیں ارباب عالم کی یہ صحبت دیکھکر

یاران رفتگاں کا کھلے حال کس طرح | بھیجا نہیں کسی نے بھی لکھکر عدم سے خط — ظفر

جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہاں ڈھونڈیں | باقی ہے نشاں کس کا ہم کس کا نشاں ڈھونڈیں

جو گیا پھر کر نہ آیا آہ کس سے پوچھئے | رہتے ہیں کس حال میں ملک عدم کے آدمی

کہاں ہیں وہ اگلی ملاقات والے | عنایات والے مدارات والے

گئے یارب وہ لوگ اگلے کہاں پائے نہیں جاتے | جو ڈھونڈھے تو کہیں انکے نشاں پائے نہیں جاتے

لو نام گزشتگاں بہ نیکی صاحب | ہے اس میں تمہاری ہی بھلائی صاحب — عزیز

ہر نیک و بد خلق کا مالک ہے خدا | لو سر پہ نہ ناحق کے گنہ بھی صاحب

پوچھئے کس سے کہ یاران گزشتہ ہے کہاں | دیکھکر کون سواد عدم آباد آیا

ناز کیا کرتے ہو بکواس پہ اپنے عاشق | ہو گئے اگلے زمانہ میں سخنداں کیسے — عاشق

کیونکر نہ جلاتا ہمیں داغ غم احباب | کیا کیا نہ ہوئے اپنے عزیز و رفقا خاک

اچھے جو تھے وہ پہلے ہی دنیا سے چل بسے | آگے بڑھے وہ قافلہ سالار کی طرح — قدر

ہماری آنکھ میں ہیں صورتیں یاران رفتہ کی | یہ اپنے سامنے رکھا ہے جام جم خیالوں کا

چھایا ہے دل پہ رنج و غبار گزشتگاں | ہوں گرد کارواں سے بس اب کارواں خراب

بھٹکا ہوں پھروں یاں میں اکیلا ہزار سمت | اے ہمرہان پیش قدم تم کدھر گئے — قائم

روئیے اس غمکدہ میں آج کس کس کو یہاں | دیکھتے نظروں کے اپنی اک خدائی کیا ہوئی

نے آتش مغفور ہیں نے حضرت ناسخ | اے ماہ اٹھے اہل کمالات جہاں سے — ماہ

بھری آتی ہے چھاتی یاد میں یاران رفتہ کی | یہ دل اور اسقدر صدمہ بھلا کس کس کا غم کیجے — ممنون

اٹھ گئے موجد رہے باقی لکیروں کے فقیر | حوصلہ ہی اب نہیں ان کو نئی ایجاد کا — محب

یاران عدم سنتے نہیں بات کسی کی | کس طرح ہم ان قافلہ والوں کو پکاریں — مصحفی

مجلس ہستی میں جو آئے تھے یار | یہ نہیں معلوم وہ کیا ہو گئے

سوتے ہی ہم رہ گئے افسوس ہائے | قافلہ یاروں کا سفر کر گیا

یاران رفتہ ہم سے منھ اپنا چھپا گئے | معلوم بھی ہوا نہ کدھر کارواں گئے

روتا پھروں نہ کیونکر میں قافلہ میں ہر سو | منزل پہ میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں

اب جیکے کیا کروں گا میں تنہا کہ مصحفی | تھا جن سے لطف زیست وہ بسیار مر گئے

کیا مصحفی میں روؤں یاروں کی صحبتوں کو | بن بنکے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں

آسودگان خاک کے عالم کی سیر کر | کیا چپ پڑے ہیں مجلس ماتم کی سیر کر

برگزیدہ دہر میں جو جو ہوئے اہل کمال | یا کہ جن کی زندگانی تھی نمونہ اور مثال — مہر

یادِ رفتگاں

ان کے لائف کی سوانح ہے نہایت دلفریب
بعض نے لکھا ہے خود اور بعض کا اوروں نے حال
مصلح قوم اور جرنل اور مدبر اور حکیم
اہل تصنیف اہل ایجاد اہل حال اور اہل قال
ہیں نظر میں میری ان کے واقعات زندگی
اور رہ رہ کر طبیعت میں ہے آتا یہ خیال
کاش میری زندگی بھی یوں ہی ثابت ہو مفید
میری ہمت بھی ہو یوں ہی صرف تحصیل کمال
جبکہ تھا محض اتفاقی نہ رہا
محفل نہ رہی وہ اور ساقی نہ رہا
بزم دنیا سے اٹھ گئے یوں احباب
دنیا میں نشان پا بھی باقی نہ رہا — مسلم
ہمنشیں کہاں ہیں اور ہیں کہاں وہ ہجوم
وہ سدھارے اور تنہا رہ گئے ہم
منزل کو وہ سدھارے اور ہیں اپنے دست و پا
اب ان کے نام ہیں اور ہیں یہ بیکسی ہم
اب ان کے دھیان میں اپنی ہی
آہ انکی موت کے آنسو مجھ کو رلا رہی ہے
یاد انکی خون کے دل پہ بجلی گرا رہی ہے
رہ رہ کے میرے دل پہ منظر ہے وہی چھایا
آنکھوں میں میری اب تک منظر ہے وہی چھایا
دکھلا دے اسے مداری مجھ کو وہی تماشا — مہر

اگلا ورق

اگلا ورق الٹ دے اک بار پھر زمانہ	دکھلا دے اے مصور تو مجھ کو پھر وہ نقشا	مسلم
وہ صورتیں دکھا دے دل جنکو ڈھونڈھتا ہے	اور جن کا چلنا پھرنا آنکھوں میں پھر رہا ہے	〃
اے موت مجھ کو بچھڑے یاروں سے تو ملا دے	گم کردہ کارواں ہوں منزل کی رہ لگا دے	〃
اے خضر رہ بتا دے اے دستگیر کچھ کہہ	بستے ہیں کس نگر میں وہ ہم صفیر کچھ کہہ	〃
صحبت یاران ہمدم ہو گئی خواب و خیال	اٹھ گئے دنیا سے کتنے ہی رفیق و دوستدار	نظر
جو چل بسے کہیں انکا پتہ نہیں ملتا	نشان نقش قدم خاک رفتگاں میں نہیں	نظم
ملا نہ نقش قدم سے تو رہروؤں کا پتہ	میں اب غبار سر رہگزر سے پوچھتا ہوں	〃
ہرگز مراجعت نہ عدم رفتگاں نے کی	حیراں ہے چشم نقش قدم انتظار میں	نصیر
ہاتھ دھو بیٹھے نہ جب تک زندگی سے تب تلک	نقش پائے رفتگاں کا کیا کوئی پائے کہیں	〃
کیا جانے کیا عدم میں تماشا ہے جو وہاں	یاں سے گیا ہے آہ جو جا کر نہیں پھرا	〃
مدت ہوی میں کنج قفس میں ہوں تڑپتا	مرغان ہم آواز تم آواز سنا دو	〃
نصیر اس رہگزر میں جستجو کر بیٹھ مت تھک کر	ملے شاید سراغ نقش پائے رفتگاں آگے	〃
کیا جانے اب کدھر وہ گئے حیف اے نصیر	یاران رفتگان کی نہیں کچھ خبر مجھے	〃
یاران رفتگاں کی خبر پوچھ مت نصیر	ملک عدم کی راہ میں سارے بچھڑ گئے	〃
مرے اٹھ گئے مہرباں کیسے کیسے	دئے رنج او آسماں کیسے کیسے	نواب
جن میں آنکھوں میں مروت تھی کہاں ہیں وہ لوگ	ڈھونڈھتی رہتی ہیں ہردم مری ہر سو آنکھیں	〃
کھلا نہ خاک نہ کچھ احوال رفتگان عدم	چلے گئے وہ مجھے چھوڑ کر کہاں تنہا	وقار
یاران رفتہ پھر نہ پھرے گرچہ ہمدم آہ	رت پھر گئی ہوا پھری موسم پلٹ گیا	ہمدم
جہاں سے اٹھ گیا کیا یار و آشنا ہمدم	جو ہم ہیں بیٹھے سو اکدن ہمیں بھی جانا ہے	〃
کس طرح ہمدم ملے یاران رفتہ کی خبر	آہ ان کے پاس سے کوئی ادھر آتا نہیں	〃
گئے سیر عدم کو جو نہ آئے پھر کے ہستی میں	نہیں ملتی خبر کچھ ہو گیا کیا آہ یاروں کو	〃
چلدیجے یاں سے آپ بھی ہمدم یہ کیا ہے لطف	یاروں کا کوچ ہووے اور اپنا مقام ہو	〃
جہاں میں جائے انھوں کی ہے اب تلک خالی	گزشتوں کا نہیں ہمدم سراغ مجلس میں	〃
چل ہی دیجے اب آپ بھی ہمدم	یار جو آئے تھے سو چل نکلے	〃
اٹھ گئے سیکڑوں اس بزم جہاں سے احباب	رہ گیا میں کف افسوس کے ملنے کے لئے	تمبر

تمّت

صحت نامہ کتاب ہذا

صفحہ	متن	حاشیہ	غلط	صحیح	صفحہ	متن	حاشیہ	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۱	۱۰	۰	محتاج منظوری	منظور محتاجی	۶۸	۱۸	۰	نال طفلی	حال طفلی
۱	۰	۱۶	نہ طبعیات	ہے نہ طبعیات	۷۲	۰	۱۳	یا قافلہ دران قافلہ	یا قافلہ در قافلہ اِن
۴	۴	۰	ہو	ہُو	۷۸	۲۳	۰	سولہ ہے	سوا ہے
۴	۰	۱۵	مصیبت کسبی	مصیبت کبھی	〃	۲۶	۰	بخیلوں کا	بخیلوں کے
۱۶	۵	۰	ہا توہی موجد	توہی موجد	۸۹	۹	۰	رہتی سب	رہتی ہے سب
〃	۲۲	۰	ہر سو میں	ہر سر میں۔	۱۰۳	۷	۰	صورت ار شیا	صورت اشیا
〃	۲۵	۰	قمر کو مالہ	قمر کو ہالہ۔	۱۰۶	۲۵	۰	الٰہی اس میں جہاں	الٰہی اِس جہاں
〃	۲۸	۰	ادراکی	اور کی	۱۱۱	۹	۰	قوسی	قوی
۱۰	۳۳	۰	سزار ہے کبریائی	سزا ہے کبریائی۔	〃	۰	۲۰	مس ہے	مثل ہے
۲۰	۲۳	۰	ہونکہ بجر	کیونکہ بحر	۱۱۲	۰	۱	پند و نصیت	پند و نصیحت
〃	۰	۱۸	ایک نگاہ۔	ایک نگار۔	〃	۰	۱۲	جھوٹے بہانے	نہ جھوٹے بہانے
۲۲	۱	۰	مکان کا	مکان میں	۱۱۴	۱۳	۰	لڑی منزل ہے	کڑی منزل ہے
〃	۷	۰	روشن مار ہے	روشن ماہ ہے	۱۱۵	۱۱	۰	سفر ہو	مضر ہو
۲۳	۹	۰	جھلکتی یہ ہے	جھلکتی ہے یہ ہے	۱۱۷	۴	۰	زبان کو ہے	زبان لو ہے
〃	۲۳	۰	ہم ہے	ہم ہیں	۱۱۸	۱۷	۰	کش سے جوانی	کش مے جوانی
۲۵	۲۱	۰	تحت لثرے تلک	تحت الثرے تلک	〃	۰	۱۶	بس اب اُٹھو	بس اب اُٹھ۔
۳۲	۰	۱	اعلیٰ کو اسفلون یہ	اعلیٰ پر اسفلون کو ہے	۱۲۰	۱۶	۰	کرتا ہے	کرنا ہے
۳۶	۲۳	۰	ن کی خوشامد	اُن کی خوشامد	〃	〃	۰	اب کہ	اب کر
۳۹	۲۵	۰	نہ ارمان تلک	نہ درمان تلک	۱۲۱	۰	۱۶	وہ گیا شباب	وہ کیا شباب
۴۰	۵	۰	کروں گا میں التجب	کروں گا نہ میں التجب	۱۲۲	۱۸	۰	آب و آتش سے ہے	آب و آتش ہی سے ہے
۴۰	۱۴	۰	زمزۂ الامان	زمزمۂ الامان	۱۲۳	۰	۱۱	ہم جائیں گے	ہم جائنگے
۴۲	۰	۱	اطاعت	افسردہ دلی	۱۲۵	۰	۰	خلائق سے جدا	علائق سے جدا
〃	۶	۰	نصیب ور ہے	نصیب وہ ہے	〃	۲۴	۰	نہ بھلکے گا	نہ بھٹکے گا
〃	۷	۰	بالا	پالا۔	۱۴۶	۰	۳	زندگی پہ	زندگانی پہ
۴۳	۳۲	۰	دیکھیں سحر کی شب	دیکھیں لحد کی شب	۱۴۷	۲	۰	قصد ہے	قصّہ ہے
۴۴	۳۰	۰	نشود ہے	نشود نما سے	۱۵۴	۲۰	۰	روکے دریا	رہ کے دریا میں
۴۷	۰	۷	خوردو نیک	خرد نیک	۱۷۰	۷	۰	رغنۂ دیوار	رخنۂ دیوار
〃	۰	۱۹	ہما وارض	سما وارض	۱۷۳	۲۴	۰	سمجھو اے ساقی	سمجھ اے ساقی
〃	۰	۲۰	ذالمنن	ذوالمنن	۱۸۰	۱۰	۰	باج	باجّ
۵۳	۰	۷	ہلوہ گر	جلوہ گر	۱۸۳	۰	۶	اہل عالم ے	اہلِ عالم سے

۱۸۶	۰	۱۸	الاوضع	دلاوضع
۱۸۷	۱۵	.	وارشد	واشد
″	۲۶	.	چلے ہیں چال	چلتے ہیں چال
۱۸۹	۷	.	بدتر ہا ہیں یہ	بدتر ہیں یہ
۱۸۹	.	۱۸	سفر ہوجائے گا	سقر ہوجائے گا
۱۹۰	۱۷	.	ہے بڑا	ہے بُرا
″	۲۳	.	منہ میں دو دو زبانیں	منہ میں ہیں دو زبانیں
″	.	۲۰	خفاہرتاہے	خفا ہوتا ہے
۱۹۱	۱۲	.	توخافل	توغافل
۱۹۹	۱۵	.	ریگ صحرا	ریگ صحرا کو
۲۰۳	۲۵	.	دیکھو دنیا کی	دیکھ دنیا کی
۲۰۴	۱	.	فکردات	فکر مساوات
۲۰۹	.	۲	دارااور	دار ابنا اور
۲۱۰	۲۷	.	دونے کی	رونے کی
۲۱۱	۲۵	.	چین اے کس کو	چین دے کس کو
۲۲۲	.	۹	جودنیا ہے۔	جو دنیا سے
۲۳۶	.	۳	جانب ہے یوں	جانب سے یوں
۲۳۷	۳۴	.	واشہر ہوئی	واشد ہوئی
۲۳۸	۳۰	.	سکروشکوہ ہے مو	شکروشکوہ ہے سو
۲۳۹	۴	.	طبل ورحیل	طبل رحیل
۲۴۷	.	۴	پیوند ہوا تو یہ ہے	پیوند رفو یہ ہے
۲۵۱	۴	.	جن کو	جن کی
″	۳۲	.	اصل کا سامان۔	وصل کا سامان
۲۵۲	.	۱۱	گھے غم کا ہے	گہے غم کا ہے
۲۵۷	۲	.	داغ دل میں ہے	داغ دل میں رہے
″	۱۴	.	مُریدی اہل کسب	مُریدی کسب
۲۵۸	۹	.	خدارا اُن سے خدا	خدارا اُن سے خدر
۲۶۸	۱۲	.	عالم پہ	عالم یہ
″	.	۸	ہوعیش میں	ہر عیش میں۔
۲۶۹	۲۰	.	ہوتا ہے یا براہوتا ہے۔	ہوتا ہے یا برا ہوتا ہے
۲۷۰	۱۳	.	رزاق بجھے	رزاق تجھے
۲۷۱	۶	.	جہان سے	یہاں سے
۲۷۳	۱۷	.	رازازل	روزازل
۲۷۴	۹	.	رزاق نان صبح	رازق نان صبح
″	۲۳	.	کٹ جاتی ہے	گھٹ جاتی ہے۔
۲۷۵	۳۲	.	ہاتماؤں	ہاتھ پاؤں
۲۸۲	۲۲	.	ہوادہ	ہودہ

۲۸۳	۲۹	.	خدایادمیں	خداکی یادمیں
۲۸۳	.	۱۹	نہ گزار	نہ گزرا
۲۸۵	۱۴	.	زندگانی کا	زندگی کا
۲۸۶	۲۸	.	دنیا نظر بھر کے	دنیا کا نظر بھر کے
″	۳۲	.	یہ دم کی	یہ جو دم کی
۲۸۷	۱۰	.	جناب کی صورت	حباب کی صورت
″	۲۲	.	آدمی اس سے	آدمی غم سے
″	۲۴	.	اس بناسے ہستی	اس بنائے ہستی
″	″	.	جو کی طرح جلکر	جو کی طرح بنکر
″	.	۱۸	میں جیتا ہوں	جیتا ہوں
۲۸۸	۴	.	گور ہستی ہے	گورہ ہستی ہے
″	۲۲	.	یہ نمائش تراب	یہ نمائش سراب
″	۲۷	.	اپنی ہستی	یہ اپنی ہستی
″	۳۲	.	اعتبار ہے کیا	اعتبار کیا
۲۹۰	۲۹	.	یہ تشکل	یہ مشکل
۲۹۴	.	۴	مردہ ہے	مردوہ ہے
۲۹۵	۳۳	.	اس کچھ نفع	اسے کچھ نفع
۲۹۶	:	۱۹	جوں میاں	چوں نیساں
۲۹۸	.	۱۲	وقت قدرت نے	وقت قدر نے
″	.	۲۰	کوشش غرض	کوشش ہی غرض
۳۰۰	.	۱۰	انجام میں	انجام کا
۳۰۱	۴	.	مفت خوروں کی	مفت خوری کی
″	۲۱	.	کہنہ وتو	کہنا ہو تو
۳۰۳	۱۶	.	زانوں کسی	زانو کسی
″	۲۶	.	نفس دشمن	نفس کی دشمن
″	۳۲	.	پہلے یسا کو	پہلے حیا کو
۳۰۴	۲۱	.	رہتی ہے نہ آبرو	رہتی نہ آبرو ہے
″	۳۰	.	یوہی اسے مدام	یونہی اُسے مدام
۳۰۶	۱۲	.	راستان ہوتا نہیں	راستہ ہوتا نہیں
″	۱۴	.	بلائیں	ہلائیں
″	۱۴	.	زماں نہیں	زباں نہیں
″	.	۲۰	اُلٹی زمانہ اُلٹا	اُلٹی ہے زمانہ اُلٹا
۳۰۷	۳	.	دولت دونیا	دولت دنیا
″	۱۲	.	جوتا آشنا	جو تھا آشنا
″	۲۵	.	وہ ہم سے رسیدہ ہے	وہ ہم سے رمیدہ ہے
″	۲۹	.	گلشن کو اتمام کیا	گلشن کو اشمام کیا
۳۰۷	۳۲	.	اس چمن میں رنگ	اس چمن میں رنج

صفحہ			غلط	صحیح	صفحہ			غلط	صحیح
۳۰۷	۳۳	۰	گردہ ناں اکہ دونا	گردۂ ناں کہ دوتا	۳۲۱	۰	۲	آئینہ سمی باعث	آئینہ کی باعث
۳۰۸	۱۱		ایسا زمانے میں	اس زمانے میں	″		۱۶	کدورت نہ کیوں	کدورت و بین نہ کیوں
″	۱۹	۰	نظر آتا کیسے	نظر آتا ہے کیسے	۳۲۲	۷	۰	جور شمع طور کا	جور شمع طور کا۔
″	″	۰	اس زمانے میں عنقا	اس زمانے میں ہے عنقا	۳۲۳	۲	۰	جبر مجھے	خبر مجھے
″	۲۷	۰	بوئے وفا رنگ	بوئے وفا و رنگ	″	۱۷	۰	خونخوار ہوں کو صفائی	خونخوار ہوا اُن کو صفائی
۳۱۰	۲۲	۰	کلیجہ نہ کیجئے	گلہ نہ کیجئے	″	۱۹		گہر بھی خنجر	گہر کبھی خنجر
″	۰	۱۹	مغلون ہے	متلون ہے	۳۲۴	۲۲	۰	ان محروم	ان سے محروم
″	۰	۲۰	دکھلاتا ہے	دکھاتا ہے	۳۲۶	۰	۳	جو بدشار ہیں	جو بدشعار ہیں۔
۳۱۱	۳۱	۰	صبر کی تلخی کی	صبر کر تلخی کی	۳۲۸	۰	۹	طمع کا کیا مضبوط	طمع کا مضبوط
۳۱۳	۳۱	۰	چاہے اگر اہل	چاہے کر اہل	″		۱۰	وتحت الثریٰ	تحت الثری
″	۰	۳	ہمنشینی سے اعلیٰ	ہمنشینی اعلیٰ	۳۲۹	۲۴	۰	مطلب سے	مطلب ہے
″	۱۶	۰	رکھ کام	رکھو کام		۰	۱۷	شیشہ کا لبریز	شیشۂ لبریز
۳۱۴	۰	۳	فیاض کو محتاج	محتاج کو فیاض		۰	۱۳	جو جال سے	جو حال ہے
″	۰	۵	دینہ سے	دیندار سے	۳۳۰	۱۰	۰	جب طمع	جب طمع
″	۰	۴	کہ نہیں	کہ بیجا صل نہیں	″	۰	۱۴	جزم ہے	جُرم ہے
۳۱۵	۲۵	۰	اسے یار تو	اسے یار تو	″	۰	۱۶	دل پسیجا نہ کوئی	دل پسیجا نہ کوئی
۳۱۷	۱۲	۰	نہ غافل ہو	نہ غافل کو	۳۳۱	۱	۰	ربط یکاں	ربط یکاں
″	۱۸	۰	یہ دنیا میلا	یہ دنیا کا میلا		۰	۲۰	ہمید خوہ	صید خوک
″	۱۹	۰	دشمن صحبت میں	دشمن کی صحبت میں	۳۳۲	۱۷	۰	ناتوانوں	ناتوانوں کا
″	۲۲	۰	روشندلال	روشندل		۰	۱۰	کہ معافات	کہ مکافات
″			جہانیاں سے	جہانیاں سے	۳۳۳	۱		بے جرم ونطا	بے جرم وخطا
۳۱۸	۲	۰	کماں کو	کمان کو	″	۸	۰	نہ زنہار خوڑیے	نہ زنہار توڑیے
″	۱۹		صحراب	محراب		۱۱	۰	ظلم پیری میں	اظلم پیری میں
″	۲۷	۰	کب سے ہے	کب ہے	″	۳۱	۰	کرے لمیس	کرے منتیں
۳۱۹	۱۰	۰	اسکا بھاڑ کب	اُسکا جھاڑ کب			۲۰	کل باروان رکی شاخ	نخل باردار کی شاخ
″	۱۱		ہرگز دیل کے	ہرگز دید کے	۳۳۵	۲	۰	اوبے خبرا کی	ادبے جزا کی
″	۱۸	۰	منہ کہتا ہے	منہ یہ کہتا ہے	″	۳		کر عبادت بسر	کر عبادت میں بسر
″	۳۰	۰	عرض	غرض		۳	۰	رکھ بے بالالے	رکھ بالالے
″	۳۳	۰	مشکوہ کا	مشکوٰۃ کا	″	۱۵	۰	واہ صبر	وآہ سحر
۳۲۰	۲	۰	اس کا نور کا	اس کا نور ہے		۲۴	۰	نعت نہیں	نعمت نہیں
	۱۳		میرے لئے بھی غبار	میرے بھی کچھ غبار	″	۳۱	۰	دن برات وسوسے	دن رات سوسے
	۲۱		بناگر آدمی	بنا کر آدمی		۳۲	۰	اس خدا کے لئے	اس کو خدا کے لئے
″	۳۰		قلب ہو تو خودبینی	قلب تو خودبینی	″	۰	۴	ہے شرت کیا	ہے شرف کیا
	۳۱		عمر دھلایا	عمر بھر دھلایا		۰	۶	ہو تو سجود ہے	ہو تو مسجود
	۰	۳	ای سراج	اے سراج	۳۳۵	۰	۱۳	ہے واجب لوجو	ہے واجب الوجود
۳۲۰	۰	۷	کدورس	کدورت	″		۱۵	کام دیے قبر تک	کام دیں گے قبر تک
۳۲۱	۳		سایا ہے	سمایا ہے	″		۱۶	فلر بیش وکم	فکر بیش وکم

صفحہ	سطر	سطر	غلط	صحیح
۳۳۶	۲	۰	کی حسن عمل	کہ حسن عمل
؍	۲	۰	لندگی دائمی	بندگی سے دائمی
؍	۷	۰	رفت عزیز	رفعت عزیز
؍	۲۰	۰	سمتی ہے جو کہ	سُستی سے ہے جو کہ
؍	۰	۲	ایک سو نہ ہے	ایک سو نہ رہے
؍	۲۵	۰	کا اب مجھ	کا بھی اب مجھ
؍	۳۰	۰	عبرت سے دنیا	عبرت سے دنیا کا
۳۳۹	۸	۰	قیصر و مغفور کے	قیصر و فغفور کے
؍	۱۶	۰	لے گئی کمینوں کو	لے گئی مکینوں کو
؍	۳۱	۰	مقیر سے	مقبرے
۳۴۰	۱۱	۰	جیتے سب شان بھی	جیتے جی سب شان تھی
؍	۲۸	۰	غیرت ستہ تاباں	غیرت مہ تاباں
؍	۰	۵	ادا پر چمن نثار	ادا پر چمن نثار
؍	۰	۱۱	دم پھر مثل	دم بھر میں مثل
؍	۰	۱۴	جس چمن شور	جس چمن میں شور
۳۴۱	۱۷	۰	اس پہ ہوں	اُس پہ ہوئی
۳۴۲	۷	۰	غول سے ہم طاق	غول ہے ہر طاق
؍	۱۰	۰	نظر عبرت نے	نظر عبرت سے
؍	۱۹	۰	اُن کے شان	اُن کے نشان
؍	۲۴	۰	ہر سر گام پر	ہر گام پر
؍	۲۵	۰	نہ نفرت باقی	نہ نصرت باقی
؍	۲۸	۰	سوتے ہیں وہ گور	سوتے ہیں وہی گور
؍	۲۹	۰	گاب بکھیڑا	گا سب بکھیڑا
؍	۰	۴	بے نشانی نے نہ رکھا	بے نشانی نے رکھا
۳۴۳	۱۱	۰	اسے اشک	اسے رشک
۳۴۵	۱۷	۰	ہے لوفان	ہے طوفان
۳۴۷	۳۲	۰	مبانی ج	مبانی آج
۳۴۹	۲۹	۰	لو تم کو ملی	غافلو تم
؍	۳۱	۰	کسے سکندر	کتنے سکندر
۳۵۱	۲۲	۰	کیوں پھرے	کیوں نہ پھرے
۳۵۲	۳۱	۰	کچھ ہو تو	کچھ ہو تو ہو
؍	۳۱	۰	ہستی تو	ہستی ہیں تو
۳۵۴	۴	۰	تفاشاگاہ	تماشاگاہ
؍	۲۹	۰	آئے دور سے	آئے ہیں دور سے
۳۵۵	۴	۰	سعدی وہ عرفی	سعدی و عرفی
؍	۱۶	۰	بھول جاؤ	بھول جائے
؍	۱۷	۰	کیا چڑھ گئی ہو	کیا چڑھ گئی ہے
۳۵۶	۷	۰	مثل صبا رسیدہ ہے	مثل صبا رمیدہ ہے
۳۶۰	۱۱	۰	روزق نشین	زورق نشین
؍	۳۰	۰	بہ مشکل گرد	بہ شکل گرد
۳۶۱	۱۷	۰	تو کی جس سے	تو نے کی جس سے
؍	۲۵	۰	دنیا میں لے رو کے	دنیا میں اسے رو کے
؍	۲۸	۰	ثبات ہم کو بے اعتبار	ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار
۳۶۲	۶	۰	کہ جیسے گوندگی	کہ جیسے کوندگی
۳۶۳	۱۵	۰	عمر سب کھوئی یو یونہیں	عمر سب کھوئی یونہیں
؍	۰	۱۱	رو دے کوئی	رو کے کوئی
۳۶۵	۹	۰	عبث ہوتے ناداں	عبث ہوتے ہیں ناداں
؍	۰	۵	اپنے دم نہ رکھ	اپنے دم کا نہ رکھ
۳۶۶	۲۹	۰	ستاتا ہے	سناتا ہے
۳۶۹	۰	۹	منہ چھپانہ	منہ چھپانا
۳۷۰	۱۷	۰	ہیں تم سے دور	ہیں ہم تجھ سے دور
۳۷۱	۰	۴	کہ سبز گلستان	کہ سبز باغ گلستان
؍	۰	۵	اِدھر ادھر	اُدھر آئی ادھر
۳۷۲	۱۰	۰	توارم زبسکہ	توام زبسکہ
۳۷۳	۰	۴	نہر اس کا	ہنر اس کا
؍	۰	۵	دست نہر میں	دست ہنر میں
؍	۲۹	۰	نہر نے رنگ	ہنر نے رنگ
۳۷۴	۶	۰	کرتا ہو	کرتا ہو
۳۷۵	۱	۰	نعمت اپنے واسطے	نعمت ہے اپنے واسطے
؍	۳	۰	ہنر دیکھا چلے	ہنر دیکھ چلے
؍	۸	۰	اہل نہر ہیں جتنے	اہل ہنر ہیں جتنے
۳۷۷	۱۱	۰	باور خود بیں کا	بار ور خود بیں کا
؍	۲۵	۰	اتنا ہوا ہے کبر	اتنا ہوا ہے کبر
؍	۳۲	۰	جو نفرت وہو	جو نفرت نہ ہو
۳۷۸	۲۴	۰	اٹھا دیتا ہے	جھکا دیتا ہے۔
؍	۳۱	۰	نو دولتوں مغرور	نو دولتو مغرور
۳۸۰	۱۸	۰	دنیا کے اختتام پر	دنیا کے اختشام پر
؍	۲۸	۰	چلاؤ کا رتبہ	چلاؤ کا رستہ
۳۸۱	۰	۹	اکڑے اس قدر	اکڑے نہ اس قدر
۳۸۲	۱۱	۰	یہ اہل کبر لئے	یہ اہل کبر ہٹے
۳۸۶	۳	۰	کوئی بیکسی کی	کوئی بیکس کی
؍	۵	۰	قدرت سے	قدرت ہے
؍	۲۳	۰	ایسے غربت زدہ	ایسے غربت زدہ
؍	۰	۱۵	جائے بھولے وطن	جائے بھولے سے وطن

۳۸۷	۲	۰	ہے علم مثل	ہے حلم مثل
〃	۰	۱۴	کام وہ کرکے رہے	کام وہ کرکر رہے
۳۸۸	۰	۱۱	توبہ کرتی ہے	توبہ کرنی ہے
۳۹۱	۱۲	۰	دل ہوشیار	دل ہوشیار ہیں
۳۹۲	۲۵	۰	دنیا سے فانی	دنیائے فانی
۳۹۳	۹	۰	عبرت ہے ذرا	عبرت سے ذرا
〃	۱۲		منہ ہوگئے سفید	مو ہوگئے سفید
〃	۱۳		غنیمت سمجھو	غنیمت سمجھ
۳۹۴	۲۷	۰	بھی زنداں میں	بھی زندوں میں
〃	۰	۸	دیکھو عبرت کی	دیکھ عبرت کی
۳۹۵	۰	۲۰	تجھ پہ ہستی ہے	تجھ پہ مفتی ہے
۳۹۶	۱۵	۰	تو میں اگلی	تو میں اگلی
〃	۲۲	۰	رہتے ہیں یکس برسوں	رہتے ہیں مکیں برسوں
〃	۳۰	۰	تو نہ جونکا	تو نہ چنتا
	۰	۸	اپنا یار کرتے ہیں	اپنا بار کرتے ہیں
۳۹۷	۱۷	۰	ضرتوں سے	حرفوں سے
〃	۲۵	۰	اٹھ اب ابھی خواب	اٹھ اب بھی خواب
〃	۰		غفلت سے اے سوتا ہے	غفلت سے ارے سوتا ہے
۳۹۸	۱۹	۰	پڑے ہوتے ہو	پڑے سوتے ہو
〃	۰	۱۱	نہ ابھر جوں	نہ ابھرو جوں
۳۹۹	۱۴	۰	مگر غفلت رہی	مگر غفلت وہی
۴۰۰	۵	۰	آخر کو مرتا ہے	آخر کو مرنا ہے
۴۰۱	۲۴	۰	ہیں کبھی کافر بھی رہتا	ہیں کبھی کامر بھی رہتا
〃	۲۸		عمر اپنی یوں نہیں	عمر اپنی یونہیں
〃	۰	۷	نہ صبر جی کہ	نہ صبر جی کو
〃	۰	۷	نہ فرار	نہ خواب
۴۰۲	۲۷	۰	کیا فضل وفیض میں	کیا فضل وفیض ہیں
		۱۷	گھر خدا پوچھے	گر خدا پوچھے
۴۰۳	۳	۰	کشتی کو نگر ہے	کشتی کیونکر ہلے
	۱۲	۰	میں ہے داماں	میں ہے نہ داماں
	۰	۳	آسرار تراب	آسرا تراب
۴۰۵	۳	۰	ڈھلانے	دھلانے
	۱۱	۰	یوم سعادت	بوم سعادت
〃	۰	۱۷	پھر توا ے شائق	پھر توا ے شائق
۴۰۶	۱۸	۰	بخشنے گا وہ حساب	بخشنے گا دم بے حساب
〃		۱۵	جوشش سے بجر	جوشش ہم نے بجر
〃		۱۷	یہاں تو رکھ	یہاں تو نہ کر

۴۰۷	۴	۰	رحمت یہ خدا کی	رحمت پہ خدا کی
〃	۱۶	۰	رہزاں	رہزناں
۴۰۸	۳۰	۰	اگر سایہ جہاں	اگر سارا جہاں
۴۰۹	۲۱	۰	جو جنت پر	جو خبث پر
〃	۲۶	۰	روشندوں	روشن دلوں
〃	۰	۱۵	جز کے بعد	جزا کے بعد
۴۱۰	۲۶	۰	اُسے یار سمجھ کر	اُسے بار سمجھ کر
〃	۳۰	۰	لائق کلیم نہیں	لائق گلیم نہیں۔
〃	۰	۸	گدا جہاں ہیں	گدا جہاں میں ہم
۴۱۱	۵	۰	غنی ہیں فخر میں	غنی ہیں فقر میں
〃	۱۴	۰	کیوں رکھا ہے	کیوں رکھتا ہے
〃	۲۶	۰	نگراں	نکراں
۴۱۲	۲۶	۰	دولت فخر سے	دولت فقر سے
〃	۳۱		وطن گرد آلود	وتن گرآلود
۴۱۳	۱۶		دنیا سے کنارہ	دنیا سے کنارہ کر
〃	۲۳		اپنی ٹنی سے	اپنی ٹٹی سے
〃	۰	۱۴	کاسۂ مغفور	کاسہ فغفور
۴۱۴	۴	۰	ہے دوزانو	ہو دوزانو
۴۱۵	۰	۴	دعاسے بدنے	دعائے بدنے
۴۱۶	۱۶		جھوٹی گوئی	جھوٹی گواہی
۴۱۷	۸		بچوں نہ فقیر کی	بچوں نہ فقر کی
〃	۲۱		مزہ کچھ توحید کا	مزہ مجھ کو توحید کا
〃	۲۲		یونو درویش	یوں تو درویش
〃	۲۳		ہولبا ہوا	ہو لبا ہوا
۴۱۸	۷	۰	اُلو ہوگیا	اُتو ہوگیا
〃	۱۴		اقبال کو بے بقا	اقبال کو تو بے بقا
	۲۸		گدائی کا طالب ہوں	گدائی کا ہوں طالب
			نہ مانگو تاج	نہ مانگوں تاج
۴۱۹	۷		کھو لیوت	کھولیو مت
〃	۲۷		رشک ہم کرتے ہیں	رشک ہم کرتے نہیں
۴۲۰	۱۹	۰	گدڑی استغنا	گدڑی میں استغنا
	۰	۸	دل ہمارے	دل پہ ہمارے
۴۲۱	۳		دل کو گلے	دل کو لگے
〃	۶		تری کبرائی کا	تری کبریائی کا
	۷		شاہی ملک	شاہی و ملک
	۲۵	۰	وضع برہیں	وضع پرہیں
	۳۳		ففیری مطیع	ففیری میں مطیع

صفحہ	سطر	سطر	غلط	صحیح
۴۲۱	۰	۷	فقری	فخری
۴۲۲	۱۲	۰	سوخلد	سوئے خلد
۴۲۳	۲	۰	کہ کسی ردح	کہ کیسی روح
〃	۸	۰	فکر دنیائے	فکر دنیا ہے
〃	۸	۰	فکر کو دور	فکر کر دور
〃	۲۹	۰	نرالا چاہنے والا	ترا چاہنے والا
۴۲۴	۱۰	۰	ہوں یا رب	ہوں میں یا رب
〃	۳۱	۰	رضائے شیوہ	رضا ہے شیوہ
〃	۰	۱۴	باور سمجھے	باور تجھے
۴۲۵	۱۳	۰	وہ حجم ہوگیا	وہ جسم ہوگیا
〃	۱۶	۰	فقیر آزادو غم	فقیر آزاد غم
〃	۲۸	۰	سر مغفور کا	سر فغفور کا
۴۲۶	۲	۰	نیست یں جو	نیست میں جو
〃	۱۶	۰	امکان عشق	مالکان عشق
〃	۱۶	۰	دربار یں	دریا میں
〃	۲۵	۰	بادت	بادشہ
〃	۰	۱۴	دنیا سے	دنیائے
〃	۳۳	۰	جہاں یں سے	جہاں میں سے
۴۲۷	۵	۰	نہ ہوز نہار	نہ زینہار
〃	۱۳	۰	رہ گئی	رہیگی
〃	۱۹	۰	یہ گنوانہ	یہ گنوانا
〃	۲۵	۰	عمر ضائع کر بیچا	عمر ضائع کر نہ بیچا
۴۲۸	۴	۰	تھے بھولے ہواں	تھے جو بھولے ہوئے
〃	۵	۰	یہ نہ آشنا	یہ ناآشنا
〃	۰	۱۰	تیرے ہے ظلم	تیرے ظلم
〃	۰	۱۸	چین سے کسے	چین سے کیسے
۴۲۹	۳	۰	مفر ہیں	مفر نہیں
〃	۷	۰	فلک سے کیا گور کھے	فلک سے کیا کوئی رکھے
〃	۱۲	۰	تمنا تجھے	تمنا تجھے
〃	۱۶	۰	اس بندوے	اس ہندوے
〃	۲۵	۰	زوالوں کا	رذالوں کا
〃	۲۳	۰	مہمان ہوا	مہمان ہو
۴۲۹	۰	۲	براگردش	برا ہو گردش
۴۳۰	۲۰	۰	داں ستم	وہاں ستم
〃	۲۷	۰	فلک نہ اہل	فلک نااہل
۴۳۱	۱۵	۰	ستم ناکشیدیدہ	ستم ناکشیدہ
۴۳۲	۱۹	۰	ترپیرہن	ترا پیرہن

صفحہ	سطر	سطر	غلط	صحیح
۴۳۲	۰	۱۳	تیرے سے کیوں	تیرے ہاتھ سے کب
۴۳۳	۲۱	۰	دنیا ہے	دیا ہے
〃	۳۰	۰	دور فلک کے	دور فلک نے
〃	۳۳	۰	دم تو چیں	ایک دم تو چیں
۴۳۴	۳	۰	ہے تنگدل	ہے تنگدلی
〃	۵	۰	دوروزہ کی	دوروز کی
〃	۲۹	۰	کوزہ گر یہ	کوزہ گر ہے یہ
〃	۳۱	۰	دو میں دیکھی الفت	دو میں دیکھی جو الفت
〃	۳۲	۰	اس کا بدا بھی	اس کا بدلہ بھی
۴۳۵	۲	۰	کا توفلک	کانو فلک
〃	۱۱	۰	کام بھی کبھی	کام کبھی
〃	۱۸	۰	کیوں ہوے و فراغ	کیوں ہووے فراغ
〃	۲۲	۰	فلک پر بھی	فلک پیر بھی
۴۳۵	۲۲	۰	اس کا گر پڑا	اس کا گرا پڑا
〃	۲۳	۰	اپنا گلہ	اپنا گلا
〃	۲۶	۰	بیداد ہے	بیداد رہے
〃	〃	۰	روندنا	روندنا
〃	۰	۲	فلک سے لب اپنا	فلک سے نہ لب اپنا
〃	۰	۳	جو ہوشمار ہے	جو ہوشیار ہے
〃	۰	۹	سیہ بختوں سے تو چرخ	سیہ بختوں سے ہے چرخ
۴۳۶	۷	۰	شکستہ نہ کماں	شکستہ نہ کمان
〃	〃	۰	نوجواں سے	نوجوانوں سے
〃	۱۱	۰	محتاج مرد سوگئے	محتاج مرد ہوگئے
〃	۰	۲	ساعت ہے یاں	ساعت ہے یہاں
۴۳۷	۴۹	۰	فنا حباب	فنا مثل حباب
۴۳۸	۱	۰	یں ہم	ہیں ہے
〃	۸	۰	توانہ ناتواں	توانا نہ ناتوان
〃	۲۱	۰	گور لب	گور سب
۴۳۹	۳	۰	آہ ہیں	آہ معین
〃	۲۸	۰	شراب ہم لیکے	شراب ہم لیکے
۴۴۰	۰		مصحفی کا نشان	مصحفی کا نہ نشان
۴۴۳	۱۱	۰	کل جیسے	کل جسے
〃	۲۶	۰	مشت زرس ہے	مشت زریں ہے
〃	۳۳	۰	نہ بال بھی	نہ بال بھی
〃	۰	۱۸	کس دخل	کس کو دخل
۴۴۴	۱	۰	تخت ونسر	تخت وافسر
〃	۳	۰	نگہ شگفتہ	گرہ شگفتہ

صفحہ	سطر		غلط	صحیح
۴۴۲	۶	۰	دوبارہ نہ کیا	دوبارہ نہ کیا
″	۱۳	۰	کہیں جھومٹ	کہیں جھرمٹ
″	۲۴	۰	موسے کا فروں	موا فرعون
″	۳۰	۰	فروزاں	فروزان
″	۳۲	۰	دولت میں پور ہے	دولت میں چور ہے
۴۴۵	۱۴	۰	افلاک اس سے	افلاک پا سکے
″	۲۴	۰	یہ کشف وتر	یہ کشف وسر
″	۲۶	۰	انگریزی	رنگریزی
	۰	۸	زنگ زنگ	رنگ
	۰	۱۲	کسی اتنی	کسی کو اتنی
۴۴۶	۸	۰	کراس صانع	کراس صانع
″	۱۳	۰	چاہے وجس کو	چاہے وہ جس کو
۴۴۷	۴	۰	قدداں	قدرداں
″	۶	۰	مثل زد	مثل زر
″	۱۷	۰	تو نصیبے کا سکندر	تو نصیبے کا سکندر
″	۱۹	۰	قضر رہبر	خضر رہبر
۴۴۹	۱۳	۰	ہوتکیہ	ہلوتکیہ
″	۱۶	۰	بشں مہر وماہ	بشکل مہر وماہ
۴۵۱	۱۷	۰	تدبیر	تقدیر
″	۰	۸	تدبیر	تقدیر
۴۵۱	۳۰	۰	رکھتا ہے	کہتا ہے
۴۵۲	۲۰	۰	جاک	خاک
″	۲۷	۰	جو فضل	جو قفل
۴۵۷	۵	۰	خامۂ گل	جامۂ گل
″	۲۲	۰	فرمایہ	فرومایہ
۴۵۹	۰	۱۷	کچھ بھی ہے	کچھ بھی جسے
۴۶۰	۰	۱۹	عیب سے	غیب سے
۴۶۱	۴	۰	کرم سے ظہور	کرم کا ظہور
۴۶۲	۱۲	۰	مجھے دے	مجھے گردے
″	۰	۱۵	یاں سے دہوئے	یاں سے ڈہوے
	۳	۰	رہتے ہیں عالم سے	رہتے ہیں پہ عالم سے
			خاک میں	خاک ہیں
			فراق میں	فراغ میں
			ہمان کی طرح	آسیا کی طرح
			دنیا ہے	مزرعہ دنیائے
			ے دلسوز	نہیں ہے کوئی دلسوز
			ہے	گر طلب ہے

صفحہ	سطر		غلط	صحیح
۴۸۱	۲۵			
″	۰			
۴۸۲	۰			
۴۸۳	۰			
۴۸۶	۰			
۴۸۷	۱۵			
″				
۴۸۸	۲۱	۰		
۴۹۲	۰	۱		
۴۹۳	۲۵	۰		
۴۹۴	۱۰	۰		
۴۹۵	۰	۱۰	تو	
″	۰	۱۶	فر	
۴۹۶	۲۲	۰	جستجو ہے ص	
″	۰	۶	اُس نے دکھا	
۴۹۹	۰	۱۹	لادلا	
۵۰۰	۱۸	۰	غضب ادار	
۵۰۱	۰	۱۱	جانا ہے	جا
۵۰۲	۸	۰	رہتا ہے	رہنا ہے
۵۰۳	۱۵	۰	شاہ اغراض	شاہ اعراض
″	۲۶	۰	الآان	الآن
۵۰۴	۲۷	۰	چراغ دشمن کیا	چراغ دشمن میں کیا
۵۰۵	۲۹	۰	دہم دوکی	وہم دوئی
۵۰۶	۰	۹	تواحہ فرش	تواحد فرش
۵۰۷	۳	۰	کیونکر نہ بولے	کیونکر وہ بولے
″	۳۱	۰	غریباں	عُریاں
۵۰۸	۳۱	۰	اسی آنکھوں	انہیں آنکھوں
۵۰۹	۶	۰	تم اور کب	تم دور کب
″	۱۴	۰	خوشی میں	خموشی میں
″	۲۳	۰	جگہ مجھ سے	جگہ تجھ سے
″	۲۵	۰	دب انی	اَب انی
۵۱۰	۶	۰	ہم ہر جگہ دیکھتے	ہم ہر جگہ یہ دیکھتے ہیں
″	۲۶	۰	لامکان	لامکانی
۵۱۱	۵	۰	سخن توحید سے	توحید سے
″	۱۳	۰	ہے یہ رلامکان	ہے یار لامکاں
۵۱۲	۰	۱۶	یہ تیرا تو وہم	یہ تیرا توہم
۵۱۸	۵	۰	کوئی کوئی	کوئی

	صفحہ	سطر		غلط	صحیح
وہی شہود ہے	۵۴۶	۲۵	۰	سنگ حاتم	سنگ خاتم
لقائے	۵۴۷	۱۹	۰	نقش وہ ہے	نقش جو ہے
آئینا	۵۴۸	۲	۰	دکھو ساحل پر	آکے ساحل پر
سمجھا دیا	″	۲۵	۰	باقی قلش	باقی خلش
آپ دور تھا	۵۴۹	۳۳	۰	ہے نقش	ہے نفس
کثرت میں روز	″	۰	۳	نفس	نفس امارہ.
اب اک جہاں سے	″	۰	۴	لباس دوست	لباس دوست میں
مفلس قلاش	۵۵۰	۱۰	۰	اکسیر کی ہوں ہے	اکسیر کی ہوس ہے
طاعت نہ یاد	″	۰	۳	دل کو خواب	دل کو خراب
نہ سب ہیں	″	۰	۹	نفس شیطان	نفس کشتہ
طعنہ زن	۵۵۲	۲	۰	سکندر محفوظ	سکندر محظوظ
ایسی بڑی	۵۵۴	۲۶	۰	سے حاصل کیا	سے حاصل ہے کیا
بستی میں رہتے ہیں	۵۵۵	۲۸	۰	لطف اور کردے	لطف اور کرم کردے
افعی کے دانت	۵۵۸	۰	۱	تباہی نہ گئی	نباہی نہ گئی
قضا سے	۵۶۰	۲۳	۰	آتے ہیں نہیں	آتے ہی نہیں
کوئی کہلتا ہے	″	۰	۴	دم غنیمت کیا یہاں	دم غنیمت یہاں
کاتب اعمال	۵۶۱	۰	۶	نہ ہوتی	تو ہوتی
ایک روز وہی	۵۶۲	۳۲	۰	نقشہ حیر القروں	نقشہ خیر القروں
نہ رہا جب	۵۶۳	۱۲	۰	کبھی نہ دل	کبھی ہوگا نہ دل
صورت اجل کی	۵۷۳	۲۴	۰	مہر کو	مہر تو
نہیں میں سمجھا	۵۷۳	۰	۷	یاد حق	یاد خدا
بنا ہے	۵۷۴	۴	۰	جان محفوظ	جان محظوظ
	۵۷۶	۷		ملانہ نقس قدم	ملانہ نقش قدم

	صفحہ	سطر	
...بڑی			
...ے رہتے ہیں			
افعی دانت			
فضا سے			
کوئی کہتا ہے		۲۷	۰
کاتب اسمال		۰	۱
ایک روز ہی	۵۴[illegible]	۱۴	۰
نہ رہا جب	۵۳۳	۰	۶
صورت اجل کو	۵۳۵	۲۴	۰
نہیں ہے سمجھا	۵۴۰	۲۵	۰
نیا ہے	۵۴۱	۳	۰